تاریخی قوتوں کے ہاتھوں معجزات رونما نہیں ہوا کرتے بلکہ تاریخی عمل کے کچھ اصول ہیں اور انھیں اصولوں کی کارفرمائی کا نتیجہ تاریخی حوادث کی صورت میں نمودار ہوا کرتا ہے لیکن زندگی کی حادثات کے کرشمے ایسی باتیں ظاہر ہو جایا کرتی ہیں جن کو سائنسی اصولوں کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش ناممکن ہوتی ہے انھیں کو تاریخی معجزات کہا جاتا ہے اور ان معجزات میں آج تک کی انسانی تاریخ کا سب سے بڑا معجزہ ایران میں شہنشاہیت کا زوال اور آیۃ اللہ خمینی کی اسلامی انقلاب کی کامیابی ہے ایرانی اسلامی انقلاب کی مثال تاریخ میں ملنا ممکن نہیں انقلاب فرانس در اصل فوجیوں کی بغاوت تھی۔ چینی انقلاب بھی فوجیوں ہی کا مرہون منت ہے لیکن ایرانی انقلاب میں فوج کا ہاتھ نہیں بلکہ ایرانی فوج آمریت ملوکیت اور انقلاب دشمن طاقتوں کے ساتھ تھی اور اس نے عوامی احتجاج کو کچلنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آیۃ اللہ خمینی کی تحریک خالصتاً عوامی جذبات کا مظہر تھی اور اس نے یہ بات ثابت کر دی کہ آمریت و استعمار کے سب ہتھکنڈے اس وقت بیکار ہو جاتے ہیں جب عوامی طاقتیں کسی پختہ کار اور مخلص رہنما کے گرد جمع ہو جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے آغا خمینی کی اسلامی تحریک کا مطالعہ ہمارے لیے بے حد اہم ہو جاتا ہے اس میں ہمارے لیے عبرت بھی اور رہنمائی کا سامان بھی۔ زیر نظر کتاب اس مطالعے کی ایک کوشش ہے۔
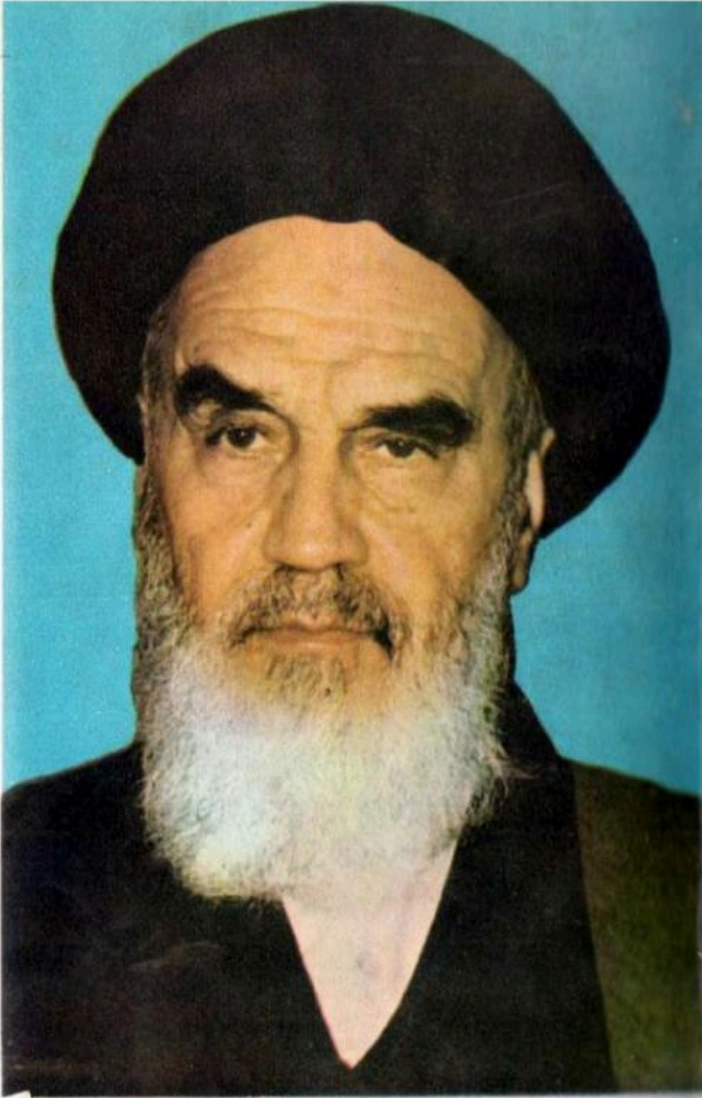
آیت اللہ

خمینی

قم سے قم تک

آیۃ اللہ خمینی قم سے قم تک

آیۃ اللہ خمینی قم سے قم تک (از آیۃ اللہ سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل لکھنوی)

ناشر : امامیہ پبلیکیشنز
مصنف : مولانا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل
قیمت : ۲۵/- روپے
تعداد : گیارہ صد (۱۱۰۰)
پریس : چوہدری پریس لاہور
کتابت : سرفراز احمد

عرضِ ناشر

امامیہ پبلیکیشنز کی پہلی پیشکش "آیت اللہ خمینی۔ قم سے قم تک" آپ کی دست بوسی کا شرف حاصل کر رہی ہے۔ یہ ہماری منزل کی جانب پہلا قدم ہے۔ ہمارا یہ قدم انشاءاللہ تمام علم دوست حضرات کے لیے بالعموم اور ہمارے کارکنوں کیلیے بالخصوص خوشنودی محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کی منزل جانفزا تک پہنچنے کے لیے ایک رفیقِ سفر اور مونسِ تنہائی ثابت ہوگا۔

ہمیں اپنی ناتجربہ کاری کا پورا احساس ہے لیکن ہم یہ تہیہ کر چکے ہیں کہ، دورِ جدید کے تقاضوں کے پیشِ نظر علمی، ادبی، دینی، مذہبی اور تعمیری لٹریچر فراہم کریں جو ہر اعتبار سے دیدہ زیب بھی ہو اور قارئین کرام کے فکر و ذہن کو مزید روشنی بھی فراہم کرے اور یہی مقصد امامیہ پبلیکیشنز کے قیام کے پس پردہ کارفرما ہے۔

ہم جناب فخر العلماء عالمِ باعمل، مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی صدر الافاضل کے ممنونِ احسان ہیں کہ انھوں نے اپنی یکتائے عرصۂ تحریر کاوش بغرضِ اشاعت ہمیں مرحمت فرمائی اور ہمیں اس کی طباعت و اشاعت کی سعادت بخشی۔

ہم اپنی طرف سے اور قارئین کرام کی جانب سے مولانا موصوف کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کرتے ہیں۔ اور ان حضرات کی خدمت میں بھی ہم سراپا سپاس ہیں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں ہم سے تعاون فرمایا۔

ہم اپنے محترم قارئین کی جانب سے اُن کی گرانقدر آراء و تجاویز کے منتظر ہیں۔

امامیہ پبلیکیشنز
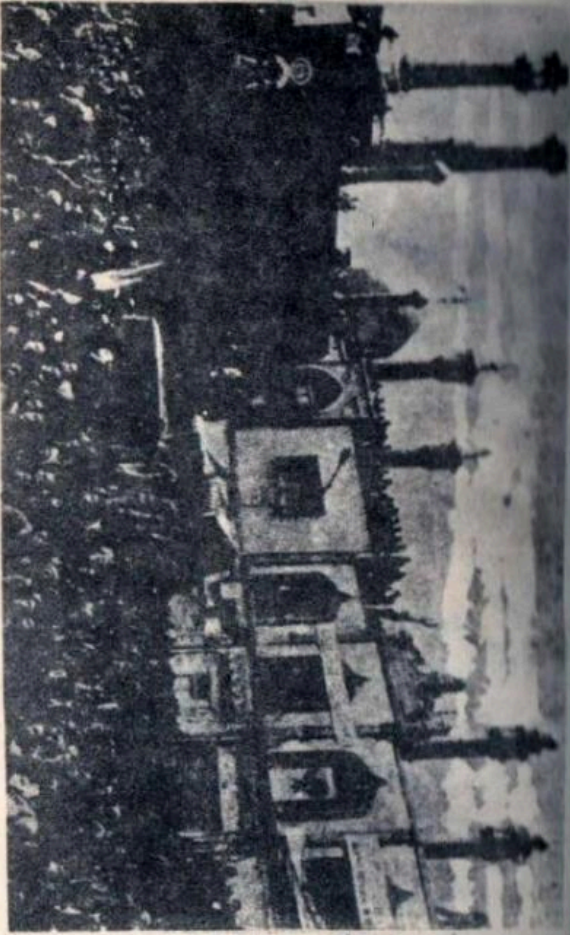
عظیم دینی درسگاہ مدرسۂ فیضیہ (قم)
جہاں سے اسلامی تحریک کا سورج طلوع ہوا!

اهداء

حضرت ولی عصر کی بارگاہ محترم
میں یہ کتاب نذر ہے کہ ان کے
ایک نائب نے اس دور ستیزہ کار
میں اسلام کی سربلندی کے لیے وہ
کام کیا جس سے ایوان کفر و الحاد
میں زلزلہ پڑ گیا اور میدان علم و عمل میں
چراغاں ہوگیا۔

زندگانی

- خانوادہ ، تعلیم و تربیت
- علم و عمل کے میداں میں
- مسند درس و ہدایت
- تعمیر سیرت و کردار
- تلامذہ
- تصنیفات
- تحریک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علیٰ محمد و آل محمد الطاہرین والعاقبۃ للمتقین ۝

اللہ کی مدد آئی اور لوگ فوج در فوج اسلام کی طرف بڑھے۔

اللہ اکبر ـــ اللہ اکبر

قائد و رہنما قم کے شہر علم و دین سے اٹھا اور طویل، طویل اور بہت طویل آزمائشوں کے بعد قم سے بورسا، بورسا سے نجف، نجف سے پیرس، پیرس سے قم واپس لوٹے

اللہ اکبر ـــ اللہ اکبر

ایران نے ـــ پوری دنیا نے اسلام نے ـــ پوری سیاسی تاریخ نے یہ عجیب واقعہ دیکھا۔

قد [illegible]، کشادہ پیشانی، سرخ و سفید نورانی چہرہ، حسین اور سفید داڑھی، چوڑا سینہ اور جواں ہمت، اسی برس کے مجاہد آیت اللہ العظمیٰ، مرجع اعلیٰ سید روح اللہ خمینی نے ایران کی ڈھائی ہزار سالہ بادشاہت کو ختم کر دیا۔

ہخامنشی، زردشتی، یہودی جیسے قدیم اور قبل از تاریخ

کی تہذیب و افکار کا پجاری، مغرب کا بندۂ بے دام"
آریامہر کیومرث کے ملک سے فرعون کے شہر
چلا گیا۔

ایران اللہ کی مدد سے جمہوری اسلامی بن گیا۔ اس سلسلے میں آیۃ اللہ سید روح اللہ خمینی مدظلہ العالی نے کیا کیا خدمتیں انجام دیں؟ ملت مسلمان ایران نے کتنی بڑی جنگ لڑی؟ کتنے مسلمان اسلام پر نثار ہوئے؟ تحریک انقلاب کا آغاز اور اس کا فاتحانہ انجام — اسلامی پرچم کی سربلندی اور پرچمدار کی زندگانی و شخصیت پر یہ کتاب پاکستانی اور ایرانی مطالعات کا خلاصہ ہے۔ بر وقت ریکارڈ اور چشم دید واقعات — یہ کتاب تمام مسلمانوں خصوصاً نوجوانوں کے لیے سرمایۂ فخر و اساس عمل کی دستاویز پیش کرتی ہے۔

ایک مرد مومن ایک عالم علوم محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین اللہ پر بھروسہ کرکے باطل سے ٹکرایا اور اسے پاش پاش کر دیا۔

مجتہد اعلم اور مرجع اکبر کی پاک زندگی، بلند تعلیم، بے مثال قیادت اور عظیم تحریک اور لاجواب کامیابی کی تاریخ آپکے سامنے ہے۔

اللہ ہمیں اور آپکو نصرت دین کی توفیق دے اور دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو۔ اللہ ولی عصرؑ کے صدقے آیۃ اللہ خمینی کو طول عمر و صحت و قوت سے تادیر قائم رکھے۔ اللہ جمہوری اسلامی ایران کو ترقی و دوام و قوت اور استحکام بخشے۔

و سید مرتضیٰ حسین عفی عنہ"

العلماء ورثة الانبياء

قائد بزرگ، فاتح قلوب، رہبر ملت اسلامیہ، محبوب نسل جوان، مجاہد اکبر، روح اللہ خمینی کے ماہ و سال، علم و عمل!

رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ — ایسے لوگ ہمیشہ رہے جو اللہ سے کیے ہوئے عہد پورے کرتے ہیں۔ جن کے خون کے قطرے گر کر زمین کے روشن ستاروں سے زمانے کو منور کرتے ہیں۔ جو خود ستم سہتے، صبر کرتے، عفو و درگزر سے کام لیتے، گردن جھکا کر راستہ طے کرتے ہیں مگر حق پر کٹ مرتے اور باطل کے سامنے سر نہیں جھکاتے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پاک پر حرف آتے دیکھتے ہیں تو اس قلم سے مقابلہ کرتے ہیں جسے اللہ نے تلوار سے زیادہ تیزی عطا کی ہے جس کی تعریف میں ارشاد ہے:

مداد العلماء افضل من دماء الشهداء

"عالم کے قلم کی روشنائی کے قطرے شہیدوں کے لہو سے زیادہ قیمتی ہیں"

ان کے پاس بیٹھنا عبادت ہے۔

یہ علما ائمہ اہل بیتؑ کی تاسی میں اتہام اور بہتان کی اذیتیں برداشت کرتے اور چپ رہتے ہیں۔ انھیں حکومتوں کا باغی، انھیں

شہنشاہ کا دشمن، انھیں دولت اور ہتھیار فراہم کرنے کے سلسلے میں جیل کی سزا جھیلنا پڑتی ہے، وہ زہر کا پیالہ پیتے اور جلاوطنی کی مشقت اٹھاتے ہیں۔ ان کے خاندان اور دوست احباب ان کے سامنے گلے کٹواتے ہیں۔ اس کے باوجود اسلام کا پرچم اٹھائے یا شہادت کی معراج پاتے یا دشمنوں کو زیر کر کے اسلام کا سکہ چلاتے ہیں ایسے رہنماؤں کی تاریخ بصیرت آفریں ہے۔ سید رضی، شیخ مفید علامۂ حلی، ابن طاؤس، شہید اول و ثانی و ثالث، علامۂ مجلسی، غفران مآب، شیخ مرتضیٰ انصاری، آقای کاظم طباطبائی، آقای مجدد مرزا محمد حسن شیرازی، شیخ عبدالکریم حائری اور سید محسن حکیم اس صف کے صدر نشین تھے۔ دیکھیے میری تالیف "حیات حکیم"۔ جس میں ان بزرگوں کی شخصیت پر بحث کے دوران یہ بتایا گیا ہے کہ ہمارے مراجع کس عظمت، کس عزیمت اور کس قوت کے حامل ہوتے ہیں اور اللہ ان پر کیا کیا انعام فرماتا ہے۔ اس کتاب کا مقصد بھی یہی ہے کہ ملت اسلامیہ اس بطل جلیل اور مجاہد اکبر کی استقامت اور جہاد کی قوت کو دیکھے اور سبق لے۔ اللہ نے حق و باطل کو الگ الگ کر دیا ہے۔ اہل عقل و نظر ہمیشہ اہل دین کا ساتھ دیتے ہیں۔

"آیۃ اللہ خمینی، قم سے قم تک" — مرجع اکبر سید روح اللہ مدظلہ کی مختصر سی سوانح اور تحریک انقلاب اسلامی کی ایک دستاویزی کتاب ہے۔ سوانح عمری کا حصہ بہت مختصر ہے۔ اسکے

دو ماخذ ہیں۔ ایک دو صفحے کے وہ نوٹ جو میرے تقاضے پر نجف سے آئے تھے۔ یہ دونوں صفحے عربی ٹائپ ہیں اور بہت مختصر سے مادہ وسال پر مشتمل ہیں۔ دوسرے "نہضت امام خمینی" جو اس سے ذرا مفصل ہے مگر تشنہ ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ قم میں آیۃ اللہ کی دینی خدمتوں اور پہلی گرفتاری سے شروع ہو کر اسلامی جمہوریہ ایران کے قیام کے بعد اور آقای خمینی کی واپسی قم پر ختم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں واقعات دو بڑے ذریعوں سے حاصل کیے گئے ہیں۔ ایران اور عراق سے شائع شدہ ابتدائی کتب اور لاہور کے اخبارات و رسائل نیز پاکستان اور بی بی سی کے حوالے سے وہ خبریں اور تبصرے جو روزانہ نشر ہوتے رہے۔ کتاب کا مقصد دنیا کے عظیم انقلاب کی معاصر تاریخ قلم بند کرنے کے ساتھ ساتھ آقای خمینی مدظلہ کی اس عظیم خدمت اور اس کے نتائج سے نسل جواں کو یہ پیغام دینا ہے کہ مسلمان اپنے دین برحق پر آنچ آتے وقت کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔

ناچیز:

مرتضیٰ حسین

۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ

خاندان

سید روح اللہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ان کے اجداد مدینے سے بغداد و حلہ و مشہد ہوتے ہوئے برصغیر آئے۔ ان موسوی سادات میں سے ایک عالم جلیل مفتی محمد قلی صاحب مؤلف تشئید المطاعن ہیں۔ محمد قلی صاحب کے فرزند تھے فردوس مآب میر حامد حسین مؤلف عقبات الانوار اور ان کے بیٹے تھے، ناصر الملت ناصر حسین صاحب قبلہ مرجع اکبرِ ھند۔ کہتے ہیں کہ اسی خانوادے کے ایک بزرگ سید احمد موسوی تھے جو آیۃ اللہ خمینی کے دادا تھے۔

والدین

سید احمد موسوی یا ان کے بزرگ ہندوستان سے کب ہجرت کر گئے؟ اور وہ کہاں پیدا ہوئے؟ سر دست ہماری بحث کا موضوع یہ نہیں ہے (یوں ہم نے آئندہ صفحات میں ایک جگہ کچھ اشارہ کیا ہے) سید احمد موسوی نجف اشرف میں تھے جہاں ان کے علم و فضل سے متاثر ہو کر خمین کے ایک زائر اپنے وطن لے آئے تا کہ اہل خمین کی ہدایت و اصلاح فرمائیں۔ یہ زائر نیک سیرت یوسف خان کمرہ ای تھے۔ یوسف صاحب

نے مولانا سید احمد صاحب سے اپنی دختر نیک اختر کا عقد کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں ایک صاحبزادی "صاحبہ" اور ایک فرزند "مصطفےٰ" پیدا ہوئے۔ سید مصطفےٰ کی تاریخ ولادت میرے حساب سے تقریباً ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء ہوتی ہے (نہضت امام خمینی میں ہے کہ ذی حج ۱۳۲۰ھ میں سید احمد سینتالیس برس کی عمر میں شہید ہوئے)

سید مصطفےٰ صاحب مرحوم نے نجف اشرف میں علوم دینی حاصل کر کے سامرہ میں آقای میرزا محمد حسن شیرازی المجدد (متوفی ۱۳۱۲ھ) سے فیض اٹھایا۔ وہ مجتہد ہوئے اور نجف سے اپنے وطن خمین میں دینی خدمات انجام دیتے رہے۔

سید مصطفےٰ صاحب کا عقد آقای میرزا احمد کی صاحبزادی "حاجر" سے ہوا میرزا احمد صاحب اور ان کے بھائی اور فرزند کربلا و نجف کے مشہور علما و مدرسین میں سے تھے۔

بھائی

جناب سید مصطفےٰ کے ایک فرزند (جو ماشاء اللہ حیات ہیں) سید مرتضیٰ عرف آقای پسندیدہ قم میں رہتے ہیں۔ ان سے چھوٹے سید نورالدین تھے جن کا قیام طہران میں رہا اور شعبان ۱۳۹۶ھ میں

دیکھئے الفضل الجلی فی حیاۃ محمد قلی، عربی، مقدمہ تشئید المطاعن از فاضل حقیر، چاپ پاکستان۔

فوت ہوئے۔ تیسرے فرزند ہیں سید روح اللہ مدظلہ العالی۔

ولادت

سید روح اللہ مدظلہ ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۲۰ھ / ستمبر ۱۹۰۲ء کو عید ولادت حضرت معصومہ کے مبارک دن اراک کے قریب خمین میں پیدا ہوئے۔

وفات والد بزرگوار

ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ / مارچ ۱۹۰۳ء کو آیۃ اللہ سید مصطفٰے مرحوم ۴۷ برس کی عمر میں خمین و اراک کے درمیانی راستے میں کچھ "بہراہی" کے ہاتھوں گولیوں کا نشانہ بنے اور رجاں بحق ہو گئے۔ ان کا جنازہ خمین سے نجف اشرف لے جا کر دفن کیا گیا۔

یتیم کی پرورش

روح اللہ کی عمر پانچ ماہ کے لگ بھگ تھی۔ دکھیا ماں نے صبر و شکر کے ساتھ فرزند کو پالا اور چلنے والی پھوپھی نے باپ کی محبت سے نوازا۔ دونوں پاک ذات بیبیوں اور ایک خادمہ "ننہ خاور" کی گود میں پل بڑھ کر سید روح اللہ اعلیٰ درجے کی روحانی اور اخلاقی قوتوں کے ساتھ ابھرے۔ ۱۳۳۶ھ میں یکے بعد دیگرے پھوپھی اور والدہ نے داغ مفارقت دیا۔ سید روح اللہ پندرہ سولہ برس کی عمر میں بزرگوں سے بچھڑ گئے۔

تعلیم و آغاز شعور

والدہ اور پھوپھی کی تعلیم و تربیت کے بعد میرزا محمود نامی استاد سے

گھر پر ابجد و قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ملا ابوالقاسم اور شیخ جعفر و آقا حمزہ محلاتی کے پاس ابتدائی نصاب اور خوشخطی سے فارغ ہو کر اپنے برادر بزرگ حجۃ الاسلام آقای پسندیدہ سے ۱۳۳۸ھ تک صرف و نحو و منطق و ادب و فقہ کی بنیادی کتابیں پڑھتے رہے۔ پھر اصفہان کے مدرسے میں داخلہ لیا مگر اس عہد کے مجتہد بزرگ آیۃ اللہ شیخ عبدالکریم حائری یزدی کا چرچا اور اراک میں حوزۂ علمیہ کی شہرت تھی۔ اس وجہ سے سید روح اللہ اصفہان سے اراک آگئے اور ۱۳۳۹ھ سے ۱۳۴۰ھ تک اراک میں فقہ و اصول و کلام کی ابتدائی اور متوسط کتابیں پڑھتے ہوئے مطوّل تک پہنچے تھے کہ آقای عبدالکریم نے قم کی طرف ہجرت کی۔

سید روح اللہ قم میں

مشروطہ کی تحریک شباب پر تھی اور رضا خان پہلوی کا آغاز کار، آیۃ اللہ شیخ عبدالکریم حائری نے خاموش مرکز کو از سر نو حرکت و زندگی سے آشنا کرنا چاہا۔ وہ اراک سے قم آئے ان کے ساتھ طلبہ و مدرسین کا ایک عظیم الشان گروہ قم کے قدیم شہر میں منتقل ہو گیا۔ سید روح اللہ ان طلبہ میں آگئے تھے پانچ سال میں انھوں نے باصطلاح علما سطوح عالیہ کو تمام کیا یعنی معیشت و شیخ علی اکبر یزدی الحکیم سے پڑھی فلسفہ و حکمت

www.shiabookspdf.com

اور عرفان (شیخ محمد علی شاہ آبادی سے حاصل کیا) فقہ و اصول کی بڑی کتابیں پڑھنے کے بعد درس خارج میں شریک ہو گئے۔

درس خارج و اجتہاد

درس خارج نجف و قم جیسے مراکزِ علمیہ میں قدیم ترین اسلامی نظام تعلیم کا نمونہ ہے۔ عموماً مسجد میں یا کسی مدرسے میں سینکڑوں اور کبھی ہزاروں طلبہ کو فقہ و اصول پر عالم ترین مدرس اور مجتہد اعلم بالائے منبر لکچر دیتے ہیں۔ ایک ایک مسئلہ پر کتاب و سنت سے دلائل، مسئلے میں اختلافات، اختلافات میں ہر فریق کے دلائل پھر ان کے جواب اور اپنا مسلک اور اس کی دلیل دی جاتی ہے۔ اس طریق تدریس اور اس حلقۂ درس کو درسِ خارج کہتے ہیں۔ درسِ خارج پوری فقہ کے مسائل اور اصول فقہ کے تمام مباحث کو زیر بحث لاتا ہے۔ ایک نصاب مکمل کرنے کو دورہ کہتے ہیں۔ ایک یا ایک سے زیادہ دورے مکمل کرنے کے بعد اجتہاد کی قوت پیدا ہوتی ہے۔

طلبہ میں ہر معیار کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض اتنے فاضل اور عالم و مجتہد جو استاد کو قدم قدم پہ روکتے اور کبھی کبھی لاجواب کر دیتے ہیں جیسے سید روح اللہ خمینی جنھوں نے کم و بیش دس سال درس خارج میں شرکت کی۔ قوت اجتہاد پیدا ہوئی اور مجتہد بن کر لوگوں کی محبت کا محور بن گئے۔

۱۳۴۷ھ سے درس کے لیے طلبہ نے آنا شروع کیا اور قابلیت کا چرچا ہوا۔ قم میں لوگ ان کی طرف جھکنے لگے۔

اخلاق و عادات

سید خمینی بچپنے ہی سے متین اور مہذب، خاموش و کم آمیز عابد و زاہد، قانع و متوکل، مطالعہ کے شوقین اور شعر و ادب کے گرویدہ تھے۔ ذہانت، حافظہ، قوت تحریر اور ملکۂ تقریر کے مالک تھے۔ فطرتاً ہمدرد احباب، شہرت سے دور اور پروپگینڈے سے نفور۔ تہجد، نوافل، تلاوت قرآن، سحر خیزی، پابندی وقت اور پروگرام کی سختی سے پابندی ان کے مزاج کا خمیر ہے۔ وہ بڑے متقی ہیں اسی لیے وہ کسی سے نہیں ڈرتے۔ وہ بڑے قانع ہیں اسی لیے آج تک انہوں نے کوئی اعزاز نہیں مانگا۔ جب لوگ ان کو مرجع مان رہے تھے تو انہوں نے حج میں بعثہ نہ بھیجا۔ اور ملکوں میں نمائندوں سے دورے نہیں کرائے اور جب ایران فتح کیا تو کسی قسم کے عہدے کا سایہ تک نہیں پڑنے دیا۔

غذا اور لباس

سید روح اللہ ہمیشہ سے سادہ لباس اور سادہ خوراک کے عادی ہیں۔ پیرس میں ان کے دیکھنے والوں نے بتایا کہ ایک ٹوسٹ اور پنیر یا شوربے کا پیالہ ان کی خوراک ہے۔ ظہر کے بعد کشمش یا کوئی پھل نوش کر لیا کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ڈاکٹر کمال صاحب

(دارو دالاہوم) نے جناب سیٹھ منظور علی صاحب کے یہاں صبح کو ناشتے کی میز پر بیسیوں چیزیں ملاحظہ کیں اور صرف دو تین چیزیں استعمال فرمائیں۔ حاجی صاحب اور حاضرین نے اصرار کیا تو کمال صاحب نے فرمایا:

"سیدما، حتی الکثر بدو چیز التفامی کنند۔ نباید این قدر زحمت کشید!"

ایران و عراق تو خیران کی برکت سے مستفید تھے ہی فرانس میں ایک خاص بات یہ ہوئی کہ جس بستی میں آغا رہتے تھے وہاں کوئی مسلمان قصاب نہ تھا۔ مسلمانوں کی بستی سے گوشت لانے میں سخت دشواری تھی۔ چنانچہ ایک مراکشی قصاب لایا گیا اور اس کے وہاں قیام کی وجہ سے آنے جانے اور یہاں کے رہنے والوں کو گوشت کی آسانی ہو گئی۔

ازدواجی زندگی

جوان، صالح، عالم باعمل، خوش وضع، خوش اطوار، خوبصورت اور تندرست نوجوان روح اللہ کو جناب حجۃ الاسلام مولانا میرزا محمد ثقفی طہرانی فرزند حجۃ الاسلام شیخ ابوالفضل کلانتر (قم) نے سید روح اللہ کو اپنا داماد بنا لیا۔ شادی کے بعد بھی ان کی مصروفیت و نظریات میں تبدیلی نظر نہ آئی۔ وہ حسب دستور، بپابندی وقت اپنے پروگرام کے مطابق کام کرتے رہے۔

خودسازی

آیۃ اللہ خمینی کے پہلے سوانح نگار نے ان کی خودسازی کو خاص طور پر موضوع سخن بنایا ہے۔ جذب و عرفان، توجہ الی اللہ اور تربیت نفس — تقوے اور عبادت کے ساتھ تہذیبی روابط اور معاشرتی تعلقات، اور صالح افراد و صالح معاشرے کی تعمیر سے کبھی غفلت نہیں برتی۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اخلاق و نفسیات پر لکچر اسی سلسلے کی کڑی تھے۔

فلسفہ

سید خمینی مدظلہ العالی، فلسفے کے طالب علم، مدرس اور آخر میں مفکر و فلسفی کی حیثیت سے بھی جانے پہچانے جاتے ہیں۔ جن دنوں "اسرار ہزار سالہ" نامی کتاب چھپی اور علماء سے اس کا جواب مانگا گیا تو سب کی نظریں آغا پر پڑیں اور انھوں نے "کشف اسرار" میں اعلےٰ فلسفیانہ موشگافیوں اور نفیس مباحث سے اس کا لاجواب اعتقادی جواب لکھا۔ ۱۳۴۷ھ میں جب انھوں نے درسِ فلسفہ کا آغاز کیا۔ اس وقت اپنے درس میں وہ طلبہ کا سختی سے امتحان لیتے اور گنے چنے آدمیوں کو شرکت کی اجازت دیتے تھے۔ پھر ان کو اور ان کے ذہنی رجحانات کو چیک کرتے رہتے تھے۔

عرفان

فلسفہ کی تعلیم کا مقصد عرفان ہے۔ آغا طلبہ کو روحانی تربیت بھی دیتے اور انھیں "منازل

اسفارین" نامی کتاب کو سامنے رکھ کر لیکچروں سے مستفید فرماتے۔ ابتداءً روحانیت کا یہ درس ہفتے میں ایک مرتبہ ہوتا تھا جو بڑھتے بڑھتے اتنا مقبول ہوا کہ مزدور، تاجر اور مختلف اصناف کے لوگ سینکڑوں کی تعداد میں شرکت کرنے لگے۔

ذکر و فکر

سید بزرگوار ہمیشہ ذکر میں مصروف رہنے کے عادی ہیں مگر صوفیوں کی وضع سے دور اور خانقاہی زندگی سے نفور، ذکر و عبادت الٰہی کرتے ہیں، اللہ نے انھیں اطمینان قلب کی نعمت و دولت سے نوازا ہے۔

مرکز تحریک انقلاب مدرسۂ فیضیہ

درس عرفان اور اخلاق کے لئے آغا نے مدرسۂ فیضیہ کو پسند کیا تھا۔ مدرسۂ فیضیہ طہماسپ اول صفوی نے ۹۲۴ھ میں تعمیر کرایا اور ۱۹۷۶ء تک جو عمارت تھی وہ ۱۲۱۳ھ اور ۱۲۱۴ھ میں فتح علی شاہ قاچار نے دوبارہ مکمل کی۔ آقای عبدالکریم حائری اور آقای بروجردی نے اسی مدرسے میں درس خارج دیا۔ یوں مدرسۂ فیضیہ قم کا مرکز تعلق بنا۔ سید خمینی نے اسی مدرسے میں درس قائم کیا تھا۔

درس عرفان و اخلاق کہیے یا مجلس سیرت و کردار یہ مجلس قم میں اتنی مؤثر ہوئی کہ لوگ اپنے اندر انقلاب محسوس کرنے لگے رضا خان پہلوی کی انتظامیہ نے اس کے نتائج سے ڈر کر درس کو

بند کرنا چاہا۔ آغا نے جگہ بدلی مگر درس جاری رکھا۔ آغا کی روحانیت اور جہاں دار خطابت و شاعری و فلسفہ و تاثیر نے انھیں مقبول بنایا وہ قم کی محفلوں میں زینت منبر اور محبوبیت عوام کا درجہ رکھتے تھے۔ حکومت جب بھی ان پر نظر اٹھاتی تھی لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور ان کی عزت و محبوبیت میں اضافہ ہوجاتا تھا۔

شب و روز کی عادتیں

ضبط نفس، محنت توجہ الی اللہ، خدمت خلق کے ساتھ وقت کی پابندی ایسی ہے کہ لوگ آپ کے پروگرام دیکھ کر اپنی گھڑیاں درست کرتے ہیں۔

رات کو دو بجے اٹھ کر نماز تہجد و نوافل و واجبات و اوراد میں مصروف رہتے ہیں۔ صبح کے ناشتے کے بعد نجی ملاقات اور دنیا بھر کے مسائل پر تبادلۂ خیالات، اس کے بعد درس پھر نماز ظہرین، غذا اور قیلولہ و مطالعہ۔ اس کے بعد خطوں کے جواب اور سہ پہر کو ملاقات نماز مغربین۔ غذا (اگر ضرورت ہوئی) ورنہ مطالعہ اور پھر استراحت۔

ڈاکٹروں اٹھ کر چہل قدمی بھی فرماتے تھے اس باقاعدگی اور ضبط و نظم کا نتیجہ یہ ہے کہ ڈاکٹروں کے خیال میں ان کی صحت ساٹھ سال کی عمر کے آدمی جیسی ہے۔

غریبوں سے محبت

آیۃ اللہ خمینی کے صبر و ضبط

اور تحمل کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ انھوں نے کتنے بڑے بڑے صدمے سہے مگر راضی برضا کی تصویر بنے رہے۔ ہاں ایک بات انکو تڑپاتی اور بے چین کر دیتی ہے وہ ہے غربا کی حالت زار اور ان سے ہمدردی و غم خواری۔ وہ لاکھوں روپیہ ان پہ خرچ کرتے رہے، انھوں نے ایران کا معرکہ اسلام اور حقوق غربا کی خاطر لڑا۔ طہران میں انھوں نے حکم دیا کہ غربا سے بجلی، گیس اور پانی کے ٹیکس نہ لیے جائیں۔ بے مکانوں کو مکان بنا کر دیے جائیں دور دست فقرا کو فوراً امداد مہیا کی جائے۔ وہ عراق سے بیٹھے بیٹھے جو کچھ کر سکتے تھے کرتے رہے اور اب وہ ہر وقت غربا کی فکر میں ہیں۔ اس خیال و اہتمام کی وجہ سے غربا انھیں اپنا محبوب ترین قائد ملتے ہیں۔

بالای سرش ز ہوش مندی
میتافت ستارۂ بلندی

شخصیت کا ظہور

مرجع اکبر، آیت اللہ سید حسن بروجردی ۱۳۶۴ھ میں قم تشریف لائے، ۱۳۶۵ھ میں مرجع اعظم آیۃ اللہ ابوالحسن اصفہانی نے عراق میں وفات پائی۔ شیعہ اکثریت آقای بروجردی کی تقلید میں آ گئی اور قم بین الاقوامی طور پر اسلام اور اہل اسلام کا مرکز نگاہ بن گیا۔ مرجعیت کی بنا پہ ہزاروں مسائل آقای

بروجردی کے سامنے آنے لگے اور حکومت ایران کانپنے لگی۔ آقای بروجردی نے انتظامی اور سیاسی مسائل میں آقای خمینی کو مشیر بنایا تو انھیں براہ راست معاشرتی اور بین الاقوامی مسائل کو سمجھنے اور دیکھنے اور حل کرنے کے مواقع ملے۔ آقای بروجردی نے انھیں زیرک و دانا، معاملہ فہم اور قوت فیصلہ، جرأت اور استقامت علم و بصیرت میں ممتاز دیکھ کر مشورے لیے اور انھیں عملی اقدام کے لیے آمادہ اور درس و فتوے کی طرف مائل کیا۔

آقای خمینی ۱۳۶۴ھ سے درس خارج شروع کر چکے تھے مگر گوشہ نشین اور گم نامی سے محبت کی بنا پر آقای بروجردی کی نظر میں وہاں نہیں تھے جس کی اہلیت رکھتے تھے۔ انھوں نے اس طرف بھی توجہ دلائی۔ نتیجے میں ان کا درس خارج روز بروز ترقی کرتا گیا۔ آقای بروجردی نے ۱۳۸۰ھ میں وفات پائی تو اہل قم کی نظریں آقای خمینی پہ جم گئیں، ان کے درس میں بارہ سو طلبہ تک حاضری دینے لگے۔ یہ درس فقہ و اصول مسجد سلماسی اور مدرسہ فیضیہ میں ہوتا تھا۔

مرجعیت

آقای بروجردی کی حیات میں بہت سے لوگ ان کی تقلید کرتے تھے۔ آقای بروجردی کی وفات کے بعد مقلدین کی تعداد بڑھ گئی تو لوگوں نے ضد کر کے کتاب فتوے شائع کرنے پر اصرار کیا۔ آپ نے سید ابوالحسن اصفہانی

کی "وسیلۃ النجاۃ" پر اس کے بعد عروۃ الوثقیٰ پر حاشیہ لکھا پھر توضیح المسائل فارسی شائع کرنے کی اجازت دی۔ آیۃ اللہ سید محسن حکیم کی وفات ۱۳۹۰ھ کے بعد آقای خمینی مرجع اکبر قرار پائے اور لوگ بے حد وحساب آپ کی تقلید میں آگئے۔

مرجع اعظم نجف میں

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد — شاہ ایران

آغا کی روز افزوں مقبولیت برداشت نہ کر سکا۔ اس نے اپنے تخت وتاج اور اپنی آمریت، اپنے اسلام دشمن افکار و اعمال کو برسرِ کار رکھنے کی خاطر آغا کو قم سے ترکیہ اور عراق بھیجا۔

عراق میں اس وقت آیۃ اللہ حکیم، آیۃ اللہ سید ابوالقاسم خوئی، آیۃ اللہ سید محمود شاہرودی جیسے اکابر کا دور دورہ تھا حوزۂ علمیۂ نجف طلبہ وعلما سے چھلک رہا تھا۔ آقای خمینی مدرسۂ بروجردی میں خاموشی سے درس دینے لگے، درسِ اخلاق اور درسِ خارج فقہ واصول۔

نجف میں عراقی حکومت کے اسلام دشمن اقدامات، علما اور طلبہ کی گرفتاری وقتل کا بازار گرم ہوا تو آغا سینہ سپر ہوئے۔ انھوں نے اسرائیل کے خلاف لگاتار حمایت کا سلسلہ جاری کر کے حکومت عراق کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔[۱]

---

[۱] دیکھیے موقف الامام خمینی تجاہ اسرائیل۔ ۲۔ من ھنا المنطلق ۳۔ مبارزہ بالنفس

آقای خمینی نے نجف میں ایرانی، عراقی، عربی وافریقی، افغانی اور پاکستانی وھندی طلبہ کی ہمدردی، ان سب کی خبر گیری، ان سب کے ساتھ یکساں سلوک سے سب کے دل موہ لئے۔ انھوں نے علما و طلبہ کو وسیع پیمانے پر خدمت اسلام کے لئے آمادہ کیا۔ انھیں دنیا کی آقای اور اسلام کی حکومت قائم کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ نجف وقم میں جو علم ملتا ہے اسے عمل میں لانے کے لئے آگے بڑھیے اور اسلام کے خلاف ہر قوت کو پاش پاش کر دیجئے۔[۱]

انھوں نے ترکیہ ونجف میں بیٹھ کر بہت کام کیا۔ بڑی بڑی فقہی کتابیں مرتب کیں۔ نئے مسائل پر از سرِ نو دلائل و فتاویٰ کا جائزہ لیا اور اجتہاد کی روایت میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔

عزیمت کا پہاڑ اور اقدامات کا سیلاب بے پایاں

یوں تو ہمارا ہر مجتہد اعظم اور مرجع اکبر ہمہ گیر معلومات اور بین الاقوامی ذہن کا مالک ہوتا ہے۔ تمام دنیا کے اسلامی مسائل سے براہ راست تعلق کی بنا پر تمام اقوام وملل کے حقائق سے باخبری لازمی نتیجہ ہے۔ لیکن آقای خمینی کی چھٹی حس اور قوت

---

[۱] حکومت اسلامی۔ حکومۃ الاسلامیہ و ولایۃ الفقیہ

عمل کی زائد قوت دوسروں سے زیادہ کھل کر سامنے آئی۔ عراق کے مظالم، طلبہ وعلما و اکابر کا قتل اور اسلام دشمن قوتوں کا غلبہ حوزۂ علمیہ کا زوال، یہودیوں کی بڑھتی ہوئی قوت سے عربوں کی گرتی ہوئی حالت، مصر کی شکست، لبنان و شام پر یہودیوں کا دباؤ، فلسطینیوں کی بے وطنی، پھر پاکستان کے دو ٹکڑے ہونا، ایران میں مسلمانوں کی تباہی، جوان و باعزیمت مجاہدین کی شہادت، آخر میں خود سید مصطفےٰ صاحب کی شہادت کے غموں نے ان کے حوصلوں کی اٹھان میں اضافہ کر دیا۔ وہ کتنی بڑی عزیمت اور کتنی گہری نظر اور کتنی زبردست مقاومت اور کس قدر عظیم توفیق الٰہی سے سرفراز ہیں۔ اسے تحریک انقلاب اسلامی کے آئینے میں دیکھیں تو حیران رہ جائیں گے۔

پیرس میں اسلام کی برتری کا اعلان

یورپ میں اسلام کے خلاف عقائد و مفروضات کا جو دور دورہ ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ امریکہ و یورپ میں مسلمان مفکرین نے بہت کام کیا اور کر رہے ہیں مگر مغربی دنیا اور وہاں کے عوام "ملّا" — "عالم" — اور خاص طور پر شیعہ مجتہد اور شیعہ مذھب کے بارے میں جو بھیانک تصورات رکھتے تھے۔ اس مجتہدِ اعلم کی تشریف آوری اور شب و روز چار ماہ تک مسلسل انٹرویو اور مطالعہ شخصیت کے

بعد یکسر بدل گئے۔

سید خمینی پیرس میں بلا اعلان و اشتہار پہنچے۔ انھوں نے استقبال کے تکلف کو پسند نہیں کیا۔ انتہائی خاموشی سے دن کے دو بجے اپنے تین استقبالیوں کے ساتھ آقای بنی صدر کے یہاں تشریف لے گئے اور تین ہفتے ان کے یہاں رہے۔ ان کے فرانس پہنچنے کی خبر جنگل کی آگ بن کر پھیلی اور مغربی جرمنی، بلجیم، اٹلی، سویڈن، سوئٹزرلینڈ، ڈنمارک، ہالینڈ، لندن سے آنیوالوں کا تانتا بندھ گیا اور پیرس کا مقدر جاگ اٹھا۔

آیۃ اللہ تین ہفتے جناب بنی صدر کے یہاں رہنے کے بعد ایک مکان کرایہ پر لے کر پیرس سے چالیس کلومیٹر دور YVELINES اولیس میں چلے گئے۔ پھر وہاں سے نوفلے لاشاتو۔

نوفلے لاشاتو میں دن رات جشن کا سماں تھا۔ چین، جاپان، افریقہ، امریکہ کے ٹی وی، ریڈیو، اخباری نمائندے ہر وقت حاضر رہتے۔ عرب و عجم زیارت کو آتے ان لوگوں نے دیکھا:

عالمانہ لباس، سر پر عمامہ، اندر قبا اوپر عبا، سادہ اور دلکش رنگ گندمی، قد ذرا ابھرتا ہوا، کشادہ پیشانی، داڑھی لمبی اور سفید، چوڑا سینہ، صبح سویرے کچھ چہل قدمی کرتے تھے اور سب سے بے تکلف ملتے تھے۔

اولاد آیۃ اللہ خمینی کے دو فرزند:

۱۔ حجۃ الاسلام الحاج سید مصطفےٰ مرحوم مولود رجب
۱۳۴۹ھ متوفی ۱۳۹۷ھ

۲۔ حجۃ الاسلام الحاج سید احمد مولود در حدود ۱۳۶۵ھ قم
سکول میں پڑھنے کے بعد داخل درس ہوئے اور اب
درجہ اجتہاد پر فائز ہیں۔ نجف دیپرس میں والد کے شریک
خدمت رہے اور اب قم میں سائے کی طرح ساتھ ہیں۔

تین صاحبزادیاں ہیں جو علما سے منسوب ہیں۔

تلامذہ:

۱۔ حجۃ الاسلام حاجی شیخ حسین علی منتظری۔
۲۔ حجۃ الاسلام الحاج شیخ مرتضیٰ حائری یزدی۔
۳۔ حجۃ الاسلام الحاج السید مصطفےٰ الخمینی جو ۱۳۹۷ھ میں
نجف میں شہید ہوئے۔
۴۔ حجۃ الاسلام قاضی تبریزی۔
۵۔ حجۃ الاسلام الحاج عطاء اللہ اصفہانی۔
۶۔ حجۃ الاسلام شیخ عبد الجواد اصفہانی۔
۷۔ مرحوم آقای شیخ علی کاشانی (فریم)
۸۔ حاجی آقا ضیا استرآبادی۔
۹۔ شیخ اسد اللہ نور الٰہی اصفہانی۔
۱۰۔ آقا رضا صدر۔

۱۱۔ شیخ عباس ایزدی نجف آبادی۔
۱۲۔ آقای سید مرتضیٰ خلخالی۔
۱۳۔ آقای عز الدین زنجانی (امام جمعہ زنجان)
۱۴۔ حجۃ الاسلام الشہید المجاہد سید محمد رضا سعیدی۔
۱۵۔ آقای شیخ محمد صادق تہرانی۔
۱۶۔ آقای شیخ علی مشکینی۔
۱۷۔ حجۃ الاسلام المجاہد شیخ حسین نوری۔
۱۸۔ آقایان شیخ محمد شاہ آبادی۔
۱۹۔ شیخ موحدی فاضلی۔
۲۰۔ شیخ یحییٰ انصاری شیرازی۔
۲۱۔ شیخ نعمت اللہ صالحی نجف آبادی۔
۲۲۔ شیخ محمد مفتح ہمدانی۔
۲۳۔ ہاشم تقدیسی۔
۲۴۔ شیخ ابو القاسم خزعلی۔
۲۵۔ شیخ احمد جنتی۔
۲۶۔ شیخ علی آقا تہرانی۔
۲۷۔ شیخ مرتضیٰ مطہری بن محمد حسین مطہری جنہیں انقلاب اسلامی
میں بنیادی قائد کی حیثیت حاصل تھی اور اسلام دشمن شخص
نے یکم مئی ۷۹ء کو گولی مار کر طہران میں شہید کر دیا۔ شیخ مطہری

کی عمر اکہتر سال تھی۔ ان کا جنازہ طہران یونیورسٹی سے اٹھا اور قم میں دفن کیا گیا۔ ان کی کتابیں ہیں و داستانِ راستان و سیری در نہج البلاغہ و عدل الٰہی وغیرہ۔

۲۸۔ محمد حسین بہشتی۔
۲۹۔ شیخ محمد جواد حجتی کرمانی۔
۳۰۔ علی اکبر ہاشمی رفسنجانی۔
۳۱۔ حجۃ الاسلام شیخ صادق خلخالی (انقلابی کونسل کے رکن اعلیٰ)
۳۲۔ شیخ علی اصغر مروارید۔
۳۳۔ سید علی خامنہ ای۔
۳۴۔ شیخ غلام رضا صلواتی۔
۳۵۔ شیخ ابراھیم امینی نجف آبادی۔
۳۶۔ سید حسن شیرازی (شریعتمداری) مرحوم۔
۳۷۔ شیخ فضل اللہ محلاتی۔
۳۸۔ سید عبدالکریم ھاشمی نژاد خراسانی۔
۳۹۔ شیخ جعفر سبحانی۔
۴۰۔ سید عباس خاتم یزدی۔
۴۱۔ شیخ غلام رضا رضوانی خمینی۔
۴۲۔ شیخ عباس محفوظی گیلانی۔
۴۳۔ شیخ مجتبیٰ حاج اخوند۔

۴۴۔ شیخ مرتضیٰ تہرانی۔
۴۵۔ شیخ مجتبیٰ تہرانی۔
۴۶۔ شیخ محمد محمدی گیلانی۔
۴۷۔ شیخ محمد موحدی لنکرانی۔
۴۸۔ سید محمد باقر ابطحی اصفہانی۔
۴۹۔ شیخ محمد یزدی۔
۵۰۔ شیخ جوادی آملی۔
۵۱۔ شیخ حسین شب زندہ دار۔
۵۲۔ مرحوم آقای شیخ علی اکبر تربتی۔
۵۳۔ شیخ حسن سانی اصفہانی۔
۵۴۔ شیخ علی قدوسی۔
۵۵۔ شیخ محمد علی گرامی۔
۵۶۔ حیدری نہاوند۔
۵۷۔ سید یعقوب موسوی زنجانی۔
۵۸۔ میرزا ابوالقاسم آشتیانی۔
۵۹۔ حاج میرزا صادق سرابی۔
۶۰۔ شیخ محمد مومن قمی۔
۶۱۔ آقا تقی خلخالی۔
۶۲۔ شیخ صدرا قفقازی۔

www.shiabookspdf.com

۶۳۔ شیخ جواد خنق آبادی۔

۶۴۔ فقیہہ برقعی۔

۶۵۔ سید عنی اردبیلی۔

۶۶۔ شیخ عبداللہ لنکرانی۔

۶۷۔ حاج آقا مہدی حائری یزدی۔

۶۸۔ حجۃ الاسلام آقای فضل اللہ خوانساری۔

۶۹۔ شیخ یحییٰ اراکی۔

۷۰۔ شیخ مسلم سرابی۔

۷۱۔ شیخ عباس علی اصفہانی۔

۷۲۔ شیخ عبدالحسین زنجانی۔

۷۳۔ شیخ بہاءالدین اراکی۔

۷۴۔ شیخ محمد نہاوندی۔

۷۵۔ شیخ محمد صادق تہرانی۔

۷۶۔ محمد حسین لنگرودی تہرانی۔

۷۷۔ سید محمد ابطحی کاشانی۔

۷۸۔ سید اسداللہ اشکوری۔

۷۹۔ صدر اشکوری۔

۸۰۔ مسلمی کاشانی۔

۸۱۔ سید عباس ابوترابی۔

۸۲۔ وحیدی تبریزی۔

۸۳۔ مشایخی اراکی۔

۸۴۔ آقا سعید اشراقی۔

۸۵۔ نصر الٰہی۔

۸۶۔ شیخ محمد مہدی ربانی گیلانی۔

۸۷۔ شیخ حسین مفیدی دلیجانی۔

۸۸۔ محمد رضا کشفی تہرانی۔

۸۹۔ شیخ عباس رفسنجانی۔

۹۰۔ شیخ عبدالعظیم محعلی خراسانی۔

۹۱۔ شیخ محسن حرم پناہی۔

۹۲۔ عبدالمجید رشید پور تہرانی۔

۹۳۔ سید عبدالرسول شیرازی۔

۹۴۔ سید عبدالمجید ایروانی۔

۹۵۔ سید علی اکبر موسوی یزدی۔

۹۶۔ سید جعفر یزدی۔

۹۷۔ حسین زرندی قمی۔

۹۸۔ شیخ محمد حسین قائنی۔

۹۹۔ حجۃ الاسلام الحاج سید احمد امامی اصفہانی موصوف اکابر علما میں شمار ہوتے ہیں۔ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ میں لاہور آئے اور ملاقات

سے مفتخر فرمایا۔

۱۰۰۔ رضوانی اصفہانی۔

۱۰۱۔ مرحوم آقای شیخ حسین خندق آبادی۔

۱۰۲۔ آقایان عابدی زنجانی۔

۱۰۳۔ آقا رضا کنی۔

۱۰۴۔ شیخ مرتضیٰ مقتدائی۔

۱۰۵۔ شیخ اسماعیل صدر محلاتی۔

۱۰۶۔ روح اللہ شاہ آبادی۔

۱۰۷۔ سید محمد علی حسینی تہرانی۔

۱۰۸۔ شیخ غلام رضا جماعتی۔

۱۰۹۔ سید ابراھیم علوی خوئی۔

۱۱۰۔ بطحائی گلپائگانی۔

۱۱۱۔ علوی بروجردی۔

۱۱۲۔ شیخ احمد مجتہدی تہرانی۔

۱۱۳۔ شیخ محمود تحریری۔

۱۱۴۔ محمد موسوی کاشانی۔

۱۱۵۔ محمد حاشمیان کرمانی۔

۱۱۶۔ موسوی درجرای۔

۱۱۷۔ مومنی شہیر زادہ)۔

۱۱۸۔ شیخ حسین حقانی۔

۱۱۹۔ شیخ محمد حسن قدیری۔

۱۲۰۔ کریمی مازندرانی۔

۱۲۱۔ شیخ محمد رضا مہدی کنی۔

۱۲۲۔ سید ابراھیم کرمان شاہی۔

۱۲۳۔ سید محمد یزدی۔

۱۲۴۔ سید کرامت اللہ شیرازی۔

۱۲۵۔ سید یوسف تبریزی۔

۱۲۶۔ شیخ محمد مصباح یزدی۔

۱۲۷۔ شیخ علی آقا پہلوانی۔

۱۲۸۔ شیخ محی الدین فاضل پرندی۔

۱۲۹۔ شیخ یوسف صانعی۔

۱۳۰۔ شیخ مصطفےٰ زمانی۔

۱۳۱۔ ابوالفضل علمائی سرابی۔

۱۳۲۔ شیخ مرتضیٰ بنی فضل تبریزی۔

۱۳۳۔ شیخ ابوالقاسم محجوب شیرازی۔

۱۳۴۔ محمد حسین بہجت یزدی۔

۱۳۵۔ شیخ مہدی کنی۔

۱۳۶۔ شیخ عزیز اللہ تہرانی۔

www.shiabookspdf.com

۱۴۷۔ سید جلال آشتیانی۔

۱۴۸۔ آقای حاج مہدی حائری تہرانی۔

۱۴۹۔ مجد الدین شیرازی۔

۱۵۰۔ زرندی کرمان شاہی۔

۱۴۱۔ شیخ حسین مومن شیرازی۔

۱۴۲۔ عطاء اللہ انصاری۔

۱۴۳۔ میرزا حادی فقہی آذرشہری۔

۱۴۴۔ سید مہدی یثربی کاشانی۔

۱۴۵۔ نجم الدین زنجانی۔

۱۴۶۔ امامی کاشانی۔

۱۴۷۔ توسّلی محلاتی۔

۱۴۸۔ شیخ ابوالقاسم مسافری۔

۱۴۹۔ شیخ علی اصغر صالحی کرمانی۔

۱۵۰۔ موحدی کرمانی۔

۱۵۱۔ حسین مظاہری۔

۱۵۲۔ صابر ھمدانی۔

۱۵۳۔ آقا محسن خراسانی تہرانی۔

۱۵۴۔ سید علی یزدی۔

۱۵۵۔ امینیان گیلانی۔

۱۵۶۔ سید ابوالقاسم موسوی کرمانی۔

۱۵۷۔ حسین خرم آبادی۔

۱۵۸۔ سید مرتضٰی جزائری۔

۱۵۹۔ شیخ ھادی معرفت۔

۱۶۰۔ حجۃ الاسلام المجاھد المرابط سید موسی الصدر۔ لبنان کے زعیم اکبر اسلام اور عرب دنیا کے مشہور رہنما جو یہودیوں اور عیسائیوں سے نبرد آزما اور سیاسی جنگ کے قائد اور ۱۳۹۸ھ سے لاپتہ ہیں۔

۱۶۱۔ سید حسن طاہری خرم آبادی۔

۱۶۲۔ صالح طاہری۔

۱۶۳۔ شیخ اکبر آقای تہرانی۔

۱۶۴۔ افتخاری گلپائگانی۔

۱۶۵۔ شیخ جلال الدین گلپائگانی۔

۱۶۶۔ سید محمد جواد علم الھدیٰ خراسانی۔

۱۶۷۔ شیخ عباس علی عمید زنجانی۔

۱۶۸۔ وحید یزدی۔

۱۶۹۔ ابطحی اصفہانی۔

۱۷۰۔ شیخ حسن فاضل افغانی۔

۱۷۱۔ محقق افغانی۔

۱۷۲۔ نصیری سمنانی۔
۱۷۳۔ نصراللہ شاہ آبادی۔
۱۷۴۔ شیخ رضا گل سرخی۔
۱۷۵۔ علی دوانی۔
۱۷۶۔ سید مرتضیٰ برقعی۔
۱۷۷۔ علم الہدیٰ اہوازی۔
۱۷۸۔ آل طہٰ قمی۔
۱۷۹۔ سید عبدالرضا حجازی۔
۱۸۰۔ جلیل کرمان شاہی۔
(متعدد نام معلوم نہیں ہو سکے۔)

تصانیف و تالیفات

آیۃ اللہ خمینی، ادب و بیان اور خطابت کے علاوہ صاحب قلم اور بلند مرتبہ مصنف بھی ہیں:

۱۔ تحریر الوسیلہ :۔ متن کامل دورہ فقہ (عربی)۔
۲۔ البیع :۔ نجف اشرف کے فقہی درس۔ چار مجلد طبع ہو چکے ہیں۔
۳۔ کتاب الطہارہ :۔ بحث فقہ۔ تین مجلد چھپ چکے ہیں۔
۴۔ مکاسب محرمہ :۔ دو جلدیں۔
۵۔ مصباح الہدایۃ :۔ عرفانیات۔

۶۔ شرح دعاء سحر ماہ رمضان :۔ (مسائل عقلیہ کا نفیس مجموعہ ۲۷ سال کی عمر کی یادگار)
۷۔ اربعین حدیث :۔ ۴۲ حدیثیں اخلاق اور سات مسائل فقہیہ سے مربوط ہیں۔
۸۔ حاشیہ بر فصوص الحکم قیصری۔
۹۔ حاشیہ بر مفاتیح الغیب۔
۱۰۔ اسرار الصلوٰۃ / معراج السالکین۔
۱۱۔ رسالۃ فی الطلب والارادۃ۔
۱۲۔ قاضی سعید کی کتاب "شرح حدیث جالوت" پر حاشیہ اور شرح مستقل۔
۱۳۔ کشف اسرار۔
۱۴۔ شرح حدیث جنود عقل و جہل۔
۱۵۔ آداب الصلوٰۃ۔
۱۶۔ خطبات و تقاریر۔
۱۷۔ الرسائل :۔ لاضرر ولاضرار، استصحاب، تعادل، ترجیح، اجتہاد، تقلید و تقیہ پر مباحث (عربی، دو جزء)
۱۸۔ تہذیب الاصول :۔ قم کے درس اصول فقہ کے تقریرات آقای حاج جعفر سبحانی کی تحریر۔ تین مجلد چھپ چکے ہیں۔ (عربی)
۱۹۔ نیل الاوطار فی قاعدۃ لاضرر ولاضرار۔ تقریر درس

خارج۔(عربی)

۲۰۔ رسالۃ فی الاجتہاد والتقلید۔ تقریر درس خارج نمبر ۱۷، ۱۸۔ تہذیب الاصول کی جلد سوم کے ساتھ شائع ہو چکا۔

۲۱۔ توضیح المسائل:۔ کتاب فتویٰ، فارسی و عربی چھاپ شد اردو میں ترجمہ بھی موجود ہے۔

۲۲۔ زبدۃ الاحکام:۔ فارسی، شائع شدہ۔

۲۳۔ حکومت اسلامی یا ولایت فقیہ، حکومت اسلامی کے ڈھانچے اور موضوع پر تقریروں کا مجموعہ۔ فارسی، ترجمہ عربی، اردو میں شائع شدہ کتاب۔

۲۴۔ مبارزہ با نفس یا جہاد اکبر:۔ اخلاقیات پر تقریروں کا مجموعہ۔

۲۵۔ رسالہ در بعضی مسائل مشکلہ۔

۲۶۔ خطبات و بیانات و مکاتیب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریکِ انقلابِ اسلامی

آغاز — منشور — قربانیاں — قم سے قائد کی جلاوطنی — شہادتیں — مقاصد — شاہ کا فرار — اسلام کی فتح — قائد کی وطن آمد — اسلامی جمہوریہ کا قیام — آیۃ اللہ خمینی کی قم واپسی — استحکام اسلامی جمہوریہ ایران — اتحاد عالم اسلام!

جنگِ عظیم دوم کے بعد دنیا میں بہت بڑی تبدیلی آئی بہت سے قومیں آزادی حاصل کرنے کے لئے میدان میں اتر آئیں اور بہت سے ملک سیاسی شکنجوں میں جکڑ گئے۔ کچھ ملک ایسے تھے جو دیکھنے میں پہلے بھی آزاد تھے اور جنگ کے بعد بھی آزاد نظر آئے لیکن میر تقی میر کا یہ شعر ان کے حسب حال رہا۔

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بد نام کیا

ایران و برطانیہ، بادشاہ اور بادشاہ گر جیسے تھے۔ سامنے بادشاہ ایران اور پیچھے بادشاہ گر برطانیہ۔ اشارہ لندن سے ہوتا تھا، بولتا بادشاہ تھا بادشاہ نے ذرا گردن ہلائی انگریز نے فوراً بڑھ کر گلا دبایا۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازل گفت، ہماں می گویم

بادشاہ جب کسی آبادی میں داخل ہوتے اور تسلط پاتے ہیں۔ تو وہاں کے عزت داروں کو ذلیل کرتے ہیں اور خدا کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اللہ نے ان کے جواب میں کچھ خاص بندوں کو قوت بخشی جو ہمت مردانہ اور جرأت حق پرستانہ سے سرشار، کوچہ و بازار میں اللہ کا پیام پہنچاتے، ظالم کو ٹوکتے اور دشمن دین کو روکتے ہیں۔ اس کی پاداش میں قید، جلاوطنی، گھر کی تباہی، جوان اولاد کا داغ اٹھاتے، دار کی طرف مسکراتے ہوئے بڑھتے اور دہکتی ہوئی آگ سے بسم اللہ کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ اللہ نے ان سے عہد لیا ہے کہ ظالم کے ظلم اور مظلوم کی فریاد پر خاموش نہ بیٹھیں۔ اللہ کے باغی کو سرِ دربار ڈانٹ دیں اور منکر اسلام کو سرِ راہ ٹوک دیں۔ اس کے صلے میں کوئی سزا بھی ملے مردان حق آگاہ پروا نہیں کرتے:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق!
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

علماء اسلام نے ہمیشہ اپنا فریضہ انجام دیا۔ اللہ کا عہد پورا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین حضرت ولی عصر عجل اللہ ظہورہ وارواحنالہ الفداء سے وفاداری کا حق ادا کیا۔ مسجد میں درس دیا۔ عقائد و فقہ کی تعلیم و تدریس میں زندگی گزاری اور مسلمانوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کی۔ ان

کے دشمنوں سے مقابلہ کیا اور فتح کامل تک راستے سے نہ ہٹے۔ آخر دشمن کو منہ کی کھانا پڑی۔

ایران کی تاریخ کا ایک ورق ہمارے سامنے ہے۔ اس سرزمین پر جب سے اسلام آیا اس وقت سے علما دین کا پرچم لیے آگے بڑھتے نظر آتے ہیں۔ بیسویں صدی میں جب برطانوی سامراج نے یہاں قدم رکھے تو صرف علما تھے جو سامنے آئے۔ جمال الدین اسد آبادی افغانی، سرکار میرزا حسن شیرازی، شیخ عبد الکریم حائری، سید ابو الحسن اصفہانی، سید محسن حکیم آیۃ اللہ کاشانی، آیۃ اللہ بروجردی اور سید عبد اللہ شیرازی، سید شہاب الدین نجفی سید محمد رضا گلپائگانی، سید حسن قمی، سید ہادی میلانی، سید کاظم شریعت مدار اور سید محمود طالقانی اور مجدد ملت سید روح اللہ خمینی اسی گروہ اور اسی حزب اللہ کے سربراہ ہیں۔ ان میں سے کسی نے انگریزوں کے خلاف ترکی کی حمایت میں فتویٰ دیا اور جنگ کی۔ کسی نے تمباکو نوشی کو ممنوع قرار دے کر برطانیہ کی ٹھیکیداری ختم کی۔

دسمبر ۱۸۹۱ء میں آیت اللہ میرزا حسن شیرازی نے تمباکو کی خرید و فروخت اور استعمال کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا تو اس وقت طہران میں موجود برطانوی لوگوں نے دیکھا کہ دکانیں یک لخت حقہ نوشی بند ہو گئیں اور لوگوں نے بلا چون و چرا قلیان توڑ دیے۔ خود بادشاہ ناصر الدین شاہ قاچار کی محل سرا میں کسی کو حقہ پینے کی جرأت نہ تھی۔ مسلمانوں کے اس شدید ردعمل سے مجبور ہو کر بادشاہ نے برطانیہ جیسے طاقتور ملک سے ٹھیکے داری دینے کا وعدہ

www.shiabookspdf.com

واپس لے لیا۔ اس طرح ایک عالم دین نے ایران کے مسلمانوں کی جان بچائی اور ان کا مال دشمن کے تصرف سے نکالا۔ اس کے بعد بھی قدم قدم پر برطانیہ کو یقین دلایا کہ ایران میں اسلام اور مسلمانوں سے کھیلنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ کٹھ پتلی بادشاہوں نے علما کی بات نہ مانی تو انہیں نیچا دیکھنا پڑا۔
علماء نے تحریک مشروطہ کی حمایت کا اعلان کیا اور نئی حکومت قائم ہو گئی۔ ۱۹۱۹ء میں بادشاہ نے انگریزوں سے دب کر چالیس ہزار برطانوی سپاہیوں کو ایران میں رکھنے کا فیصلہ کیا تو آیت اللہ محمد تقی شیرازی نے مخالفت کی اور بادشاہ کو فیصلہ واپس لینا پڑا۔ اسی وقت آیۃ اللہ کاشانی جلاوطنی پہ مجبور کئے گئے تھے۔ روس نے برطانیہ کے خلاف عوامی رجحان دیکھ کر اپنی عمل داری کا ڈول ڈالا تو پھر علماء سامنے آئے اور اس کے دین دشمن عزائم کو ناکام بنا کر ملک سے نکلنے پر مجبور کیا۔ یہ واقعہ ۱۹۲۲ء کے لگ بھگ میں ہوا۔ اسی زمانے میں رضا خاں نامی ایک طالع آزما جرنیل نے موقع پا کر جوڑ توڑ شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں دسمبر ۱۹۲۵ء کو وہ بادشاہ بن بیٹھا۔

رضا خاں نے تخت نشین ہوتے ہی اسلامی تہذیب و ثقافت و علوم کا صفایا کر دیا۔ سر سے پیر تک مغربی بن گیا۔ مسلمانوں کا قتل عام اور علماء و مساجد کی توہین اس کا نصب العین قرار پایا۔ عیسائیوں کی خوشنودی اور یہودیوں کی خوشامد، برطانیہ کی خواہش اور روسیوں کی رضامندی کے لئے مدارس دینی بند کر دیئے اور پچیس سال تک ایران کو انگلستان و فرانس بنانے کی مہم جاری رکھی۔ انقلاب ترکیہ کی پیروی میں وہ اسلام کو آئین و قانون سے نکالنا چاہتا

تھا لیکن علماء نے قربانیاں دیں۔ خدا نے مدد کی اور اس ہلاکو و چنگیز نے بعد [illegible] گی شکست قبول کی اور علماء نے آئین میں یہ لکھوایا:

"ایران کا مذہب اسلام ہوگا۔
ایران کا قانون، قانون اسلام اور فقہ جعفری کے خلاف نہ ہوگا"

اور آگے بڑھ کر یہ بھی اضافہ کرایا کہ:

"قانون ساز اسمبلی اور ایوان نمائندگان کے اوپر پانچ مجتہدوں کی ایک نگران کمیٹی ہوگی جس کی منظوری کے بغیر ملک میں کوئی قانون نافذ نہ ہو سکے گا۔"

رضا شاہ پہلوی اوّل نے آخری عمر میں علماء کو اعتماد میں لینے اور دربار میں بلانے کی تدبیر کی مگر علماء نے اپنی قدیم روایت کے مطابق اس کی تمنا پوری نہ ہونے دی۔ اسے بھی ضد تھی اور ایک مرتبہ آیت اللہ کاشانی دربار میں پہنچ گئے لیکن جلال شاہی ڈھانے اور وقار علماء بڑھانے کیلئے۔ بادشاہ بڑے تزک و احتشام سے ملاقات کے ہال میں آیا تو آیت اللہ کاشانی اپنے ساتھیوں سمیت آداب دربار کے برخلاف بادشاہ کے بیٹھنے سے پہلے بیٹھ گئے۔ بادشاہ اس پر مشتعل ہو گیا۔ ابھی وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ آیت اللہ کاشانی ساتھیوں سمیت اٹھ کر باہر آ گئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے علماء سے ملنے کی کوشش چھوڑ دی۔

ابھی تیس سال قبل جب امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے مل کر یہودیوں

کی ریاست قائم کی تو عراق و ایران کے تمام علماء نے اس کی مخالفت کی ۔ آیت اللہ سید حسین بروجردی (متوفی ۱۳۸۰ھ) اور آیت اللہ سید محسن حکیم (متوفی ۱۳۹۱ھ) نے مسلمانوں کو اسرائیل سے مکمل قطع تعلق کا حکم دیا۔

آیت اللہ خمینی نے فرمایا:

۱ ـــ "اسرائیلی حکومت بڑی طاقتوں کی طرف سے اسلامی مملکتوں کے قلب میں فساد کے بیج کی طرح بوئی گئی ہے۔ اس کے حامی مسلمانوں کی حکومتوں کو دن بدن بڑھ چڑھ کر فساد اور تباہی کی دھمکی دے رہے ہیں۔ اسلامی ممالک پر واجب ہے کہ وہ تندہی کے ساتھ اپنی عظیم قوموں کو یکجا کر کے اس کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں"۔

۲ ـــ "مسلمان حکومتوں اور قوموں پر واجب ہے کہ نسلی اور لسانی اختلافات کو چھوڑ کر، اکائی بن جائیں اور اس غاصب و ظالم کی بیخ کنی کے لئے اپنی تمام تر کوششیں اور قوتیں بروئے کار لائیں۔ اسرائیلی حکومت کی تمام امدادیں بند کر دیں اور اس کے زرخرید، اس کے قاتلوں سے وابستہ اور اس کے معاونین سے مادی و اخلاقی تعلقات توڑ لیں۔ تجارتی اور سیاسی سلسلہ منقطع کر دیں۔ تیل، اسلحہ اور دوسری پیداواریں روک لیں اور اسرائیلی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کر دیں"۔

عراق و ایران کے مسلمان علماء کے حکم پر صف بستہ ہو گئے اور، انگریزوں کے غلام بادشاہ ان کے خلاف محاذ لگا بیٹھے۔ چنانچہ طہران میں خاص

طور پر آیت اللہ بروجردی اور آیت اللہ کاشانی کے حکم نے تہلکہ برپا کر دیا کاشانی نے طہران کی مسجد شاہ میں کئی ہزار افراد کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"مسلمانو!

استعماری حکومتوں نے برادری، یگانگت اور روحانیت و مساوات کی زنجیر کو توڑ دیا ہے اور ایمان کی قوت میں پروئے ہوئے ان دانوں کو بکھیر دیا جو اسلام کے تاگے سے جڑے ہوئے تھے مسلمانوں کے سروں پر رسوائی کی خاک ڈال دی۔

برادران عزیز اور مسلمانو!

ہمیں اس وقت پہلے سے زیادہ اتحاد و اتفاق، یگانگت، برادری اور خلوص کی ضرورت ہے۔ اسلام نے مسلمانوں میں حد بندی، سرحدی لائنوں اور مرکز یا زمین کا تعین نہیں کیا۔ اس نے حکم دیا ہے کہ برادران اسلام کو جہاں بھی تکلیف پیش آئے دوسرے اس کی کمک کریں ـــ "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا" ـــ پر عمل کر کے ہمت و عزم کے ساتھ اٹھیں۔ فلسطینی بھائیوں پر یہ تازہ مصیبت آپ ایرانیوں کو ہمدردی و اظہار رنج کے لیے یہاں کھینچ لائی ہے۔۔۔۔۔۔"

آقائے کاشانی کی اس تقریر نے پورے ایران میں آگ لگا دی حکومت ایران بڑی طاقتوں کے دباؤ سے اسرائیل کو ماننے کے لئے آمادہ تھی لیکن علماء کے بروقت آگے آنے اور مسلمانوں کے جذبۂ ایمان کی قوت سے بات ٹل

گئی۔ اس کے بعد بھی یہودیوں کے دوست اور دین دشمن بادشاہ نے اسرائیل کو دبی زبان سے مان لیا۔ اس کے نتیجے میں ایران ایک زبردست انقلاب سے دوچار ہوا۔ علما نے برطانیہ، امریکہ اور اسرائیل کے خلاف بیان جاری کر دیے۔ کاشانیؒ طہران میں اور آیۃ اللہ بروجردی قم میں غیر ملکی اقتدار اور اسلام دشمن معاہدات ختم کرنے کے درپے ہو گئے۔ آخر علما جیتے اور بادشاہ ہارا اور دشمنوں کی تمناؤں کے برخلاف ڈاکٹر مصدق ۱۹۵۰ء میں برسراقتدار آگئے۔ اپریل ۱۹۵۱ء میں تیل کا معاہدہ ۱۹۳۳ء منسوخ ہوا۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں برطانیہ سے سفارتی تعلقات منقطع کیے گئے۔ انگریزوں نے خفیہ سیاسی مہم کے ذریعے ملک میں ہنگامے کرائے مگر شاہ کو ملک چھوڑنا پڑا، شاہ کے ملک بدر ہوتے ہی امریکی ایجنٹ حرکت میں آئے اور مصدق کی حکومت ختم کرادی۔ شاہ نے آتے ہی دوبارہ انگریزوں کی خواہش کے مطابق کام شروع کیا۔ دسمبر ۱۹۵۳ء میں سفارت اور ۱۹۵۴ء میں تیل نکالنے کا نیا معاہدہ کیا اور اسی کے ساتھ اسلام کے خلاف انتہائی خطرناک منصوبہ تیار کیا۔

۱۹۵۴ء کے معاہدے کا نقصان بڑے خطرناک نتائج کا سبب بنا۔ اس کا پہلا اثر یہ ہوا کہ تمام عرب حکومتیں اور دنیا بھر کے مسلمان ایران کے دشمن ہو گئے۔ جمال عبدالناصر نے سفارتی تعلقات منقطع کر لیے ـــ حکومت سعود نے شیعوں کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے فرقہ وارانہ تعصبات کو ہوا دے کر اتحاد بین المسلمین کو ختم کرنے کی کوشش کی ـــ شیخ الازہر شیخ محمود شلتوت مرحوم نے بادشاہ کو تار دیا کہ وہ علماء اسلام کا حکم مان کر یہودیوں سے تعلقات ختم

کر دے ـــ شیخ الازہر کے علاوہ دوسرے علماء اسلام نے شیعہ'' کے موقف کی حمایت کی اور ان کی کوششوں کو سراہا مگر بادشاہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر کار آیۃ اللہ السید حسین بروجردی نے بادشاہ کو نوٹس دیا کہ وہ اپنا فیصلہ واپس لے ورنہ وہ ایران چھوڑ دیں گے۔ اس کے بعد بادشاہ کی سرگرمیاں کم ہوئیں اور فضا کچھ بدلی۔ افسوس ہے کہ وہ بدنصیب سیدھی راہ پر کبھی نہ آیا۔

۱۲۔ شوال ۱۳۸۰ھ / ۳۰۔ مارچ ۱۹۶۱ء کو مسلمانوں کے اتحاد کے [illegible]باب داعی اور اسلام کے عظیم فرزند، مرجع اعظم سید حسین بروجردی نے [illegible] فرمائی اور شاہ ایران نے دینی مرکزیت کو قم سے نجف منتقل کرنے کی مہم شروع کردی۔ اس وقت قم میں ہزاروں طلبہ علوم اسلامی پڑھ رہے تھے اور بادشاہ کی دشمنی کے باوجود آیۃ اللہ سید محمد کاظم شریعتمدار، آیت اللہ [illegible] روح اللہ خمینی، آیۃ اللہ سید محمد رضا گلپایگانی، آیۃ اللہ شہاب الدین مرعشی نجفی، آیۃ اللہ سید محمد حسین طباطبائی جیسے اکابر حوزہ علمیہ قم میں اور آیۃ اللہ سید حسین قمی و آیۃ اللہ سید ہادی میلانی مشہد میں اور آیۃ اللہ سید علی بہبہانی طہران میں درس فقہ و عقائد و اخلاق دے رہے تھے۔ ان علما کی تبلیغات کے نتیجے میں فقہا و واعظین و مبلغین گروہ در گروہ فارغ التحصیل ہو کر خدمت دین کے لیے اطراف و جوانب میں پھیل رہے تھے۔

قم اور طہران میں ملت اسلامیہ کی اصلاح اور تعلیمی و تربیتی سہولیں بہم پہنچانے کے لیے سیاسی، اجتماعی، اقتصادی، قانونی، تاریخی اور

www.shiabookspdf.com

مختلف زندہ موضوعات پر نئے سے نئے قلم اور ذہن کام کرنے لگے۔ انگریزی عربی اور فارسی میں کتابیں، رسالے اور آرگن چھپ کر دنیا بھر میں پھیل گئے اب اہل دین اخلاقی قوت سے اس قدر آراستہ ہو چکے تھے کہ اخلاقی کج روی پر روکنا اور قانون اسلام کی مخالفت پر ٹوکنا ہر شخص کا وطیرہ بن گیا اور امر المعروف ونہی عن المنکر پر عمل عام ہو گیا۔

اس جد وجہد نے بہائیوں کو قانونی طور پر کافر ماننے کا اعلان کرا یا اور وہ یہودی جو پہلے ریڈیو سٹیشن کا مالک تھا۔ اور بیسیوں کمپنیوں کا چودھری بن کر اکڑتا تھا، ملک کی درآمد برآمد اور بڑی صنعتوں پر قابض تھا اب علما کی زد پر آ گیا۔

حیات آفریں بات اور وقار کا مشاہدہ | یہ تمام حقائق اور مختصر مفصل واقعات سب نے اخبارات میں پڑھے ہیں اور سب نے دیکھا کہ علماء کے فتوے یا اعلان پر مسلمانان ایران کس ضبط ونظم کے ساتھ مثالی پرامن مظاہرے کرتے رہے۔ تمام علما بغیر کسی انجمن کی تشکیل کے یک آواز ہوتے اور ان کے فرمان پر پورے ایران میں مکمل طور سے عمل کیا جاتا تھا حکومت کی طرف سے ہر ہر قدم پر گولیاں برستی تھیں۔ علما وخطبا، پروفیسر، افسر اور خاص وعام افراد، بغاوت اور بد سے بدتر جھوٹے الزام لگا کر قتل اور قید کی سزائیں جھیلتے تھے۔ علما کے دروازوں پر سراغ رسانی اور خفیہ پولیس کے پہرے رہتے تھے۔ بھر

ستم بالائے ستم یہ تھا کہ دنیا بھر میں خبروں کی اشاعت پر قدغن تھی۔ پاکستان میں مارشل لا تھا لہٰذا یہاں کے اخبارات خاموش، صرف ایک مختصر رپورٹ ترجمان القرآن کی جلد ۶۱ عدد ۱، میں شائع ہوئی (جس سے ہم نے سطور ذیل میں فائدہ اٹھایا ہے۔)

۱۹۶۰ء اور اس کے لگ بھگ بادشاہ کھلم کھلا جارحیت پر اتر آیا اور اس نے خلاف آئین و قانون اسلامی اصول پامال کرنے کی ٹھان لی۔ اس نے سوچا کہ فوج اور اسمبلی میں مسلمانوں کی قوت ختم کر دی جائے اور یہودیوں، بہائیوں کو اوپر لایا جائے۔

اسلام اور مسلمانانِ ایران پر شاہ کا زبردست حملہ | ۸۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ کو سینیٹ اور اسمبلی کی عدم موجودگی میں بادشاہ کی ساختہ پرداختہ کابینہ نے وزیر اعظم اسد اللہ علم کی زیر صدارت قانون انتخاب میں ایک ترمیمی بل منظور کیا جس کی رو سے یہ طے ہوا:

۱ــــ ایرانی عدالتوں اور دوسرے اداروں میں قرآن مجید کے بجائے "آسمانی کتاب" کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

۲ــــ عورتیں انتخابات میں حصہ لے سکیں گی ووٹر کی حیثیت سے بھی اور امیدوار کی حیثیت سے بھی۔

۳ــــ غیر مسلم کو ووٹ دینے اور امیدوار کی حیثیت

سے انتخاب لڑنے کا حق ہوگا۔

اس بل کی منظوری پر علما نے صدائے احتجاج بلند کی اور اس اقدام کو اسلام کی توہین، قرآن مجید کی بے عزتی قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ اوستا، تورات و انجیل اور بہائیوں کی کتاب کو قرآن مجید کا درجہ دینا بیہودہ کوشش ہے۔ ہم اسے قبول نہیں کرتے۔ علما کی نظر میں خواتین محترم ہیں ان کے حقوق مقدم ہیں۔ ان کی عزت و آبرو کا اسلام ضامن ہے مگر اس بل کے ذریعے جنسی بے راہ روی کا جو دروازہ کھولا گیا ہے ہم اس کے خلاف ہیں

حضرت روح اللہ خمینی مدظلہ العالی نے ۲ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ کو فرمایا کہ:

"ما با ترقی زنہا مخالف نیستیم، ما با این فحشا مخالفیم با این کارھای غلط مخالفیم۔ مگر مردھا در این مملکت آزادی دارند کہ زنہا داشتہ باشند؟ مگر آزاد زن و آزاد مرد با لفظ درست میشود۔"

علما نے کہا کہ:

یہ بل غلط ہے۔ اس کے ذریعے یہود، بہائی اور دوسری اسلام دشمن قوتوں کو پر و بال بخشے گئے ہیں۔ اس ملک کا دین اسلام ہے یہاں کے اٹھانوے فیصد باشندے مسلمان ہیں ہمیں ہرگز بے دین اور دین دشمن افراد کا غلام نہیں بنایا جا سکتا۔

آقای خمینی کا پہلا اقدام اور شدید مزاحمت استمداد

مسلمانوں نے غلط انتخاب اور غیر قرآن کا حلف اٹھانے کی تجویز کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ حکم واضح طور پر مٹھی بھر یہودیوں اور امریکی ایجنٹوں کو ملک کے وسائل اور اقتصادیات پر قبضہ دینے کی اجازت ہے۔ ہم یہ نہیں ہونے دیں گے کہ حکومت اپنی قوت اور نشر و اشاعت کے بل بوتے پر رائے عامہ کو دبا دے اور ایک جعلی الیکشن کے ذریعے اسلام دشمن قوتوں کو اوپر آنے کا موقع مل جائے اور بادشاہ کے اشاروں پر ناچنے والے خود ساختہ نمائندے مسلمانوں کی تقدیر سے کھیلیں۔

آیت اللہ خمینی نے اس بارے میں سوچ بچار کرنے اور اتحاد اور تعاون کی خاطر ایک اجلاس طلب کیا۔ اجلاس آیت اللہ شیخ عبدالکریم (مؤسس حوزۂ علمیہ قم) کے مکان پر ہوا۔ قم کے تقریباً سب علما جمع ہوئے۔ آیۃ اللہ سید محمد رضا گلپائگانی، آیۃ اللہ سید محمد کاظم شریعت مدار بھی تھے۔ آقای خمینی مدظلہ العالی نے مستقبل کے خطرات، اسلام، قرآن اور شرعیت مقدسہ کے خلاف حکومت کے منصوبوں پر روشنی ڈالتے ہوئے علما کی ذمہ داری کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے اپنے عزائم بیان کرنے کے بعد سب کا فیصلہ طلب کیا۔ تمام بزرگوں نے طے کیا:

۱۔ حکومت کے شایع کردہ پروگرام کو فوری طور پر روکنے کے لئے بادشاہ کو تار دیا جائے۔

۲۔ تمام ملک میں علما کو اس پروگرام کے خطرات سے آگاہ کیا جائے اور ان سے درخواست کی جائے

کہ وہ اس کی مخالفت کریں۔

۲۔۔۔ ہفتے میں ایک مرتبہ یا اس سے زیادہ علماء قم کا اجلاس ہوا کرے اور باہمی اتحاد کے ساتھ قدم بقدم آگے بڑھا جائے۔

آیت اللہ خمینی نے تجویز رکھی کہ ٹیلی گراف کا متن اور دوسرے اقدامات سے عوام کو باخبر رکھنے کے لیے ذرائع ابلاغ اور اطلاع کے وسائل استعمال کیے جائیں۔ بعض علما نے اس تجویز کو بادشاہ کے اشتعال اور حکومت کے غصے کا سبب قرار دیا مگر مجاہد اکبر نے اصرار کیا اور فرمایا کہ جب تک عوام تمام صورت حال سے باخبر نہ ہوں گے اس وقت تک ان معاملات کا سدِ باب ممکن نہیں ہے۔

بادشاہ کو تار دیے گئے لیکن حکومت نے اس کا توہین آمیز جواب دیا۔ جوابی تار کی عبارت سے یہ تاثر ظاہر ہوتا تھا جیسے حکومت قم کے کسی بزرگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی اور "رئیس دولت" امیر اسد اللہ علم (جن کا مبلغ علم صرف چھٹی جماعت تھا) مملکت کے نظم و نسق اور سیاست در یاست میں کامل و اکمل ہیں ۔۔۔ تار میں بہت سے اسلامی ملکوں کے حوالے سے عورتوں کے بارے میں حکومت کے موقف کی تقویت کا تذکرہ بھی تھا۔

آیۃ اللہ بروجردی نے بھی ایک مرتبہ حکومت کو خلاف قانون اسلام قانون بنانے پر ٹوکا تو اس کا یہی جواب دیا گیا تھا جس کے جواب میں

[مرحوم] مجاہد اکبر نے فرمایا تھا کہ اگر مسلمان ملکوں ہی کی پیروی کرنا ہے تو بہت سے ملکوں میں شاہی ختم کی جا چکی ہے تو ہم بھی یہاں سے شاہی ختم کر دیں۔

بادشاہ کے نام تار کے بعد علما نے "اسد اللہ علم" کو دوسرا تار دیا اس میں بھی حکومت سے نئے منصوبے پر عمل درآمد روکنے اور خلاف اسلام قانون سازی ختم کرنے کا مطالبہ تھا۔

آیۃ اللہ خمینی کے تار میں بنیادی نکتے یہ تھے:

۱۔۔۔ ایران کے قانون اساسی اور اصل مشروطہ کے برخلاف طویل مدت سے اسمبلی اور سینیٹ کا تعطل غلط ہے۔

۱۔۔۔ دونوں ایوانوں کی غیر موجودگی میں مخالف شرع و دستور نئے نئے قوانین کا نفاذ درست نہیں۔

۲۔۔۔ حکومت کو خبردار کیا جاتا ہے کہ احکام اسلام اور قانون اساسی کو نظر انداز کرنے سے قوم مشتعل ہو جائے گی اور حکومت کو جواب دہی مشکل ہوگی۔ حکومت اپنے آپ کو مطلق العنان نہ سمجھے۔ اسے قانون شکنی کا حق نہیں۔ اس کا یہ خیال غلط ہے کہ اسکے اقدامات پر کوئی گرفت نہیں ہو سکتی۔

۴۔۔۔ قومی تشخص کو بیدار کرنے اور عوام کو حکومت سے باز پرس کا حق دینے کے لیے لکھا ۔۔۔ "قوانین کی

مخالفت سے عوام کو حکومت سے باز پرس کا موقع ملے گا۔"

۵ــــ آخر میں علماء اسلام اور مسلمانوں کو سخت موقف اختیار کرنے کی ضروریات پر متوجہ کرنے کے لیے وزیر اعظم کے تار میں یہ جملہ لکھا:

"آخر میں یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ علماء اعلام ایران و عتبات مقدسہ (نجف و کربلا) اور تمام مسلمان، خلافِ شریعت معاملات میں خاموش نہیں بیٹھیں گے۔

و تار: ۲۸ مہر ماہ ۱۳۴۱

اس تار کے بعد آقای خمینی نے درس و ملاقات، خط اور بیان کے ہر مرحلے میں اسلامی انقلاب کے لیے اتحاد، امن اور جراُت کے پیغام دینا شروع کر دیے اور اس کے جواب میں علما، خطبا، اساتذہ، وکلا، قبائل اور عوام نے تاروں کا سیلاب رواں کر دیا اور روزِ شہادت حضرتِ معصومہ فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا گاؤں گاؤں قریے قریے کی مجلسوں میں ذاکرین نے علماء قم کے موقف سے عوام کو باخبر کیا اور تمام شیعوں نے علما کے حکم ماننے اور قم پر اعتماد کا اعلان کر دیا۔

حکومت عوام کے اس جذبے کو دیکھ کر بوکھلا گئی اور مجالس و بیان و مخالفتِ حکومت پر سخت پابندیاں لگا دیں سنسر کو سخت کر دیا۔ تشدد اور گرفتاریوں کے ہتھکنڈے استعمال کیے اور حسب سابق علما کی توہین و اذیت رسانی میں زیادتی کر دی۔

آقای خمینی نے اسد اللہ علم کو ایک اور تار میں تنبیہ کی "...... اسد اللہ علم اپنی بدعتوں کے ذریعے اسلام سے دست کش ہونا چاہتے ہیں ہم نے بل کے خطرات اور نقصانات سے باخبر کیا لیکن نہ آپ اللہ کا حکم سن کر خاموش ہوئے نہ قانون ملک کا دھیان رکھا نہ علما کی نصیحت سنی نہ مسلمانوں کے خطوں اور تاروں کے ذریعے کیے جانے والے مطالبہ پر توجہ کی انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس قسم کے ہزاروں تار اور مطالبات قم و طہران کے علما کو بھی مل چکے ہیں۔ علما اور عوام قم اور طہران اور دوسرے شہروں میں احتجاج کر رہے ہیں آپ نے زبان بندی اور سنسر جاری کر کے بادشاہ اور علما کو بے خبر رکھنے کی کوشش کی اور خود بھی ان دونوں سے عرض حال نہ کیا اور مسلمانوں کا گلا گھونٹ دیا۔

اسد اللہ علم صاحب کا خیال ہے کہ قرآن مجید کے بدلے "کتاب آسمانی" کا حلف جاری کرنے کے حکم سے.... "اوستا" اور انجیل یا گمراہ کن کتابوں کو قرآن کے ہم وزن قرار دیا جا سکتا ہے۔ بین الاقوامی اور بین المللی جیسے الفاظ کا سہارا لے کر قرآن مجید اور اسلام یا قوانین اساسی

ملت کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ ناقابل معافی جرم ہے۔

ہم ملت اسلامیہ کی خیر خواہی کے طور پر اعلیٰ حضرت کو متوجہ کرتے ہیں۔ موصوف ان چاپلوس نوکروں اور خانہ زاد افراد پر بھروسہ نہ کریں۔ یہ لوگ دستور کے خلاف خیانت کارانہ بل منظور کر کے سلطنت کو بدنام اور اسلام کے بدترین دشمنوں کے منصوبے کو بروئے کار لانا چاہتے ہیں۔ قوم اور تمام مسلمان منتظر ہیں کہ جناب علم کو قانون اسلام کی پابندی کا حکم دیں نیز انہوں نے قرآن مجید کے بارے میں جو گستاخی کی ہے اس پر معافی منگوائی جائے ورنہ مجبوراً بادشاہ کے نام کھلے خط کے ذریعے بہت سی باتیں منظر عام پر لائی جائیں گی۔"

وتار: ۱۵، ابان ۱۳۴۱ھ

اسد اللہ علم کی رفتار میں تبدیلی نظر نہ آئی تو ایک تار اور دیا اس کا لہجہ ذرا ترش اور ناراضگی کے اظہار پر مشتمل تھا:

"...... آپ ناصح ملت و مشفق امت علماء اسلام کی نصیحت نہیں سننا چاہتے۔ آپ کا گمان ہے کہ قرآن کریم اور قانون اساسی نیز عوامی جذبات کے

خلاف اقدام کیا جا سکتا ہے؟ ــــ علماء قم و نجف اشرف اور دوسرے ملکوں اور شہروں کے علما نے آپ کو متنبہ کیا اور بتایا کہ مجوزہ و مجریہ بل غیر قانونی ہے۔ شریعت اسلامیہ اور قانون اساسی و قوانین مجلس کے خلاف ہے ــــ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ چند روزہ قوت کے سہارے قرآن مجید کو قانونی درجے سے ہٹا کر زردشتی، اوستا اور انجیل و کتب ضالہ کو رائج کریں اور قدامت پرستی کا راستہ لیں تو یہ تصور خام ہے۔ اگر آپ قانون و دستور ضامن ملت و استقلال ملک کے خلاف مجوزہ بل کے ذریعے اسلام اور ایران کے خائن دشمن کے لیے راستہ ہموار کرنا چاہتے ہیں تو بہت بڑی غلط فہمی ہے۔

ہم آپ کو دوبارہ نصیحت کرتے ہیں کہ اطاعت اللہ تعالیٰ اور قانون اساسی کے سامنے گردن جھکا دیں اور قرآن مجید و احکام علماء ملت و زعماء اسلام کو مان لیں اور ملک کے لئے خطرہ نہ پیدا کریں ورنہ علماء اسلام آپ کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کرنے میں دریغ نہ کریں گے۔"

وتار: ۱۵۔ ابان ۱۳۴۱ھ

اسلام کی فتح

قرآن مجید کے احترامات اور اسلام کی سربلندی کے لئے علما کی تحریک نے ایوان حکومت کو جھکا دیا اور دو ماہ بعد اسد اللہ علم نے (ماہ رجب میں متوقع اقدامات علما سے ڈر کر) آیۃ اللہ گلپائگانی و نجفی و شریعت مداری کے نام ایک تار بھیجا:

۱ــــ حکومت کا نقطۂ نظر انتخاب، ووٹ اور امیدواروں کے بارے میں وہی ہے جو علماء اسلام کی خواہش ہے۔

۲ــــ امانت و صداقت معاملات میں حلف نامہ قرآن مجید ہی کا برقرار ہے۔

۳ــــ حکومت کے اداروں میں خواتین کی شرکت کے بارے میں آپ حضرات کا موقف دونوں اسمبلیوں میں پیش کر دیا جائے گا۔

اس تار کے ملتے ہی آقای خمینی نے پھر علما کا اجلاس بلایا اور اس میں اصل صورت حال کو واضح کیا۔ اسد اللہ علم نے جس فریب کے ذریعے علما کو مطمئن کرنا چاہا تھا اسے مہمل قرار دیا اور کہا کہ:

"قانون بن چکا۔ اسمبلیاں موجود نہیں۔ تردید ہوئی نہیں لہٰذا یہ تار رد کر دیا جائے اور عوام و علماء ملک کو اس کے عواقب سے باخبر کرنا ضروری ہے۔"

اسی اثنا میں شاہ نے جدید اصلاحات اراضی کا شوشہ چھوڑ کر علما کی توجہ دوسری طرف موڑنا چاہی مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ آیۃ اللہ خمینی

اور ان کے زبردست حامی آقای تقی فلسفی نے قم اور طہران کو مقناطیس کا پہاڑ بنا دیا۔ عوام ادھر ہی دیکھ رہے تھے۔ ساواک کے قاتلانہ اور بہیمانہ حملوں کی پرواہ کئے بغیر اعلان علما پر کان لگائے بیٹھے تھے اور ان سے آئندہ کے لئے حکم دریافت کر رہے تھے۔

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

آقای خمینی نے ایک قدم اور آگے بڑھایا انہوں نے استعمار پسند اور غلاموں کے نعرے کو ختم کرنے کی طرف توجہ کی:

"دین کو سیاست سے کیا تعلق؟"

"سیاست میں الجھنا برا ہے"

اس نقطۂ نظر کے نیچے چھپے ہوئے عزائم اور اس تصور کو عام کرنے کے فوائد پر انہوں نے روشنی ڈالنا شروع کی اور عوام کو ان پُر فریب نعروں سے بچنے کی تاکید کی۔ یہ نعرے علما کو گوشہ نشین بنانے اور دشمنان دین کو میدان میں دندنانے کے بہانے ہیں۔ آقائے خمینی نے عوام سے کہا:

"ہم اپنی شرعی ذمے داری کی بنا پر ملت ایران اور مسلمانان عالم کو اس پیش آمد سے باخبر کرتے ہیں کہ قرآن کریم اور اسلام خطرے میں ہے۔ ملک

کی آزادی اور ملت کی اقتصادی صورت حال صیہونزم کے قبضے میں ہے ـــــ مسلمانوں کا مرگ آفریں سکوت، حکومت کی مشنری کے ذریعے ملک کے تمام سرمائے پر صیہونیوں کا قبضہ کرا دے گا، ملت اسلامیہ زندگی کے تمام معاملات سے محروم کر دیے جائیں گے ـــــ جب تک یہ خطرہ دور نہ ہو جائے اس وقت تک مسلمانوں کو خاموش نہ بیٹھنا چاہیے اگر کوئی چپ رہے گا تو خداوند عالم کی بارگاہ میں جواب دہ اور اس دنیا میں رسوائی کی سزا پائے گا۔"

آقای خمینی نے قوم کو صرف "بل" کی منظوری نامنظوری کیلئے ہیں بلکہ ہمہ جہت سلامتی و آزادی و اسلام دوستی بلکہ اسلامی انقلاب کے لئے متحد ہونے پر زور دیا تا کہ دونوں ایوانوں کا تعطل، قانون شکنی، دستور سے انحراف، پریس پر بندش، عوام کو ہراساں کرنے اور ناہموار زندگی بسر کرنے، صیہونزم کے خطرات، آزادی ایران، ملک کے اقتصادیات کی تباہی، قوم کی تمام حقوق سے محرومی کا سلسلہ ختم کیا جائے۔

آقای خمینی کے کھلے ہوئے اعلانات کے بعد طہران یونیورسٹی کے طلبہ (جنہیں اسلام دشمن اور زر تشتے دوست بنانے میں بیدریغ روپیہ اور اثر و نفوذ خرچ کیا گیا ہے۔) نیز دوسرے دانشور قم میں حاضر ہوئے اور علما کو یقین دلایا کہ وہ اسلامی انقلاب کے لئے کمربستہ ہیں اور

علماء قم کے ہر حکم پر مٹنے کے لئے تیار ہیں۔ ان جوانوں نے "گروہ مجاہدین" کے نام سے ایک جمعیت کا اعلان کیا اور اس جمعیت کی طرف سے ایک وارننگ چھاپ کر ملک کے چپے چپے میں پہنچائی۔

اتمام حجت | تذکرہ بشاہ و رئیس دولت......

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم ٥

برحسب فرمان لازم الاجراء الٰہی آنانکہ برخلاف نوامیس، موقعیت و قوانین قرآن آغاز فعالیتھائی کردہ اند بالیستی در این موقعیت، خطرناک از انقلابی عمیق علیہ خود شان بترسند مبادا زبانہ ہای آتش انقلاب طومار جہنمی وجود شاں را درہم پیچید و خاکستر اجساد پلید شان برباد دھد۔

شاہ دایادی شاہ بدانند مردم مسلمان ایران نمردہ اند کہ برخلاف عقائد دینی آناں اینگونہ علنی اقدام شود۔

از انفجاراتی کہ در برخی ممالک منجر بتغییر رژیم شدہ بترسید از ممالک ہم سایہ عبرت گیرید پیش از آنکہ حادثہ ابدی رخ دھد تصویبنامہ اخیر و مانند آن را نقض کنید۔ (گروہ مجاہدین)

علما کی طرف سے ایک مفصل بیان چھاپ کر تقسیم کیا گیا جس میں آغاز تحریک آزادی ایران کو ۶۔ ابان ماہ سے بتایا گیا ہے اور ایک ماہ سے حکومت کی پالیسی، خطوط اور تاروں کے جواب نہ دینے، قانون کے تعطل

ایک شخص میں قوت کے ارتکاز پر سخت اعتراض درج تھے۔ وزیراعظم کو متنبہ کیا گیا تھا کہ وقتاً فوقتاً بل منظور کر کے دستور میں تبدیلی اچھی بات نہیں۔ خلاف اسلام احکام جاری کر کے ملت اسلامیہ پر یہودیوں، بہائیوں اور کمیونسٹوں کو مسلط نہیں کیا جا سکے گا۔ مذہب جعفری کی مرکزی حیثیت کو نقصان نہیں پہنچنے دیا جائے گا۔ مملکت کا مذہب قانونی طور پر مسلک جعفری مانا جا چکا ہے۔ اس کے بعد محکم قوانین اور تغیر ناپذیر احکام اسلام پر چند افراد کو من مانی کاروائی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ بادشاہ نے قرآن مجید کا حلف اٹھایا ہے اور حمایت دین جعفری کا عہد کیا ہے۔ وہ کسی کی رائے سے قبل از اسلام کا دور واپس نہیں لا سکتے اور اگر حکومت، قانون و دستور اساسی سے انحراف اور دونوں ایوانوں کو خلاف قانون معطل کرتی ہے تو عوام سے قانون شکنی نہ کرنے کا مطالبہ کیسے کر سکے گی!

چھپن سال سے علما ملک و ملت کی قیادت کر رہے ہیں۔ انقلاب مشروطہ ان کے ہاتھوں ہوا۔ ملت اسلامیہ کو آزادی اور قانون کا احترام انہوں نے سکھایا۔ اب حکومت کے خود ساختہ اداروں میں شخصی فیصلے کیسے برداشت کئے جا سکتے ہیں۔ ہر طبقے کے لوگ اور عوام علما کے ساتھ ہیں۔ علما نے بنیادی غلطی کی نشان دہی کر دی ہے۔ اگر اس پر توجہ نہ دی گئی تو احکام اسلامی معطل کرنے، قانون کو مہمل قرار دینے اور آزادی کے ختم کر دینے کا منصوبہ مکمل ہو جائے گا اور علما اسے برداشت نہیں کریں گے۔

علما کی دور اندیشی، بیداری اور معاملہ فہمی و قیادت کی دلیل پچاس سال قبل کی اس کتاب سے مل سکتی ہے جو مرجع اکبر آیۃ اللہ الحاج مرزا محمد حسین نائینی (متوفی ۱۳۵۵ھ) نے "تنبیہ الامۃ و تنزیہ الملۃ" کے نام سے لکھی تھی۔ جس میں قرآن و حدیث و اصول فقہ کی رو سے حکومت اسلامی اور شورائے ملی کا ڈھانچہ پیش کیا تھا۔ انہوں نے ایک شخص کی آمریت اور مسلمانوں کی محکومیت اور غیر خدا کی اطاعت کو شرک قرار دیا تھا۔ اسی وجہ سے تحریک آزادی کے ذریعے ہم ان جھوٹے الزامات اور بہتان تراشیوں کا پردہ چاک کرنا چاہتے ہیں جن کی وجہ سے نوجوانوں، خواتین اور قوم کو گمراہی کا شکار ہونا پڑا ہے۔

علمائے اسلام اور عوام کی اکثریت، رجعت پسندی اور قدامت پرستی ترک آزادی کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ زن و مرد کے حقوق، آزادی اور جدید رژیم کے عقلی اور دینی ترقیاتی منصوبوں کی حامی ہے۔

دین اسلام اور علما خواتین کے حقوق و اہمیت کے قائل ہیں۔ قرآن مجید نے خواتین کے بارے میں صاف صاف کہا ہے۔

"ھن لباس لکم و انتم لباس لھن"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

الجنۃ تحت اقدام الامہات"

اسی بنا پر خواتین کو قیدی بنانے اور غلط خواہشات کا نشانہ بنانے اور انہیں پردے سے نکال کر سیاسی جھگڑوں کا موضوع بحث قرار دینے کے

حامی نہیں۔"

بادشاہ نے علما کی اس صاف گوئی اور ان سے عوام کے تعاون کو خطرہ سمجھ کر رائے بدل دی۔ علما نے اعلان کیا تھا کہ ۷۔ آذر ماہ ۱۳۴۱ھ کو مسجد عزیز اللہ میں اجلاس عام ہو گا رات کو حکومت نے تار کے ذریعے مذکورہ بل کو واپس لینے کی اطلاع دی مگر آقای خمینی نے اس نجی اطلاع کو ناکافی قرار دیا اور بہت بڑے اجتماع میں کہا کہ جب تک سرکاری ذرائع ابلاغ اخبار میں اعلان نہ کریں گے ہم چین سے نہ بیٹھیں گے بالآخر وزیر اعظم کو جھکنا پڑا اور ۳۔ رجب ۱۳۸۲ھ کو یعنی بل کی منظوری کے صرف دو ماہ بعد پریس کانفرنس میں اعلان ہوا کہ:

"ریاست کی مجلس اعلےٰ نے سولھویں ترمیمی بل پر جو ۸۔ جمادی الاولےٰ کو کابینہ کی طرف سے منظور کیا گیا تھا عمل درآمد روک دیا ہے۔"

آیت اللہ خمینی نے اس اعلان پر اطمینان اور آئندہ کے لئے احتیاط و تنبیہ سے ملے جلے خیالات اور اپنی واضح پالیسی کا اعلان کیا اور اسلامی حکومت کے قیام پر زور دیا اور عوام سے رابطے کی مہم تیز تر کر دی۔ ادھر آقای تقی فلسفی کی تقریروں نے عوام کو مستقبل کے خطرناک علامات سے مقابلے پر تیار رہنے کا حکم دیا اور آیت اللہ خمینی کی پیش بینی کو درست قرار دیا۔

سرخ انقلاب یا انقلاب سفید | حکومت کی مشنری اور

پریس اعلان کے باوجود اپنی سرگرمیوں میں اضافہ کرتا رہا اور وزیر اعظم کی پسپائی کے بعد بادشاہ سامنے آ گئے اور غیور قوم کے ساتھ مالکانہ اور آمرانہ انداز میں سلوک کرنے کی طرف بڑھے۔ موصوف نے شعبان ۱۳۸۲ھ میں "گل ایران کانفرنس" سے خطاب کیا اور ہزاروں کسانوں اور مزدوروں کے سامنے اعلان فرمایا:

"سربراہ مملکت اور قائد افواج کی حیثیت سے چھ باتوں پر ایرانی عوام سے استصواب کرانا چاہتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ ایرانی عوام میرا ساتھ دیں گے۔"

کمیونزم، عوامی انقلاب یا دوسرے لفظوں میں ہٹلرازم کے جدید آمرانہ نظام کو مستحکم کرنے کے لئے بادشاہ نے چھ نکاتی منصوبہ بنوایا جس کا خلاصہ یہ ہے:

۱ــــ زمینداری کا خاتمہ۔ (وقف اور مخالفین کی زمینوں کے بٹے۔)

۲ــــ جنگلوں کو قومی تحویل میں لینا۔

۳ــــ سرکاری کارخانوں کے حصص کی فروخت۔

۴ــــ پیداواری اور صنعتی کارخانوں کے منافع میں مزدوروں کا حصہ۔

۵ــــ انتخاب کے قوانین میں اصلاح (وہی بات جو ایک مرتبہ رد کی جا چکی تھی اب زیادہ خطرناک

صورت میں پیش کرنے کا خیال۔)

۶ــــ سپاہ دانش کا قیام۔ جبری اور عمومی تعلیم کا منصوبہ
(جو بعد میں خطرناک خبر رساں ادارہ اور قدیم زرتشتی
افکار کی ترویج کا ذریعہ ثابت ہوا۔)

اس تجویز یا فرمان پر بڑا روپیہ صرف ہوا اور بین الاقوامی مفاد پرستوں نے اسے خوب اچھالا۔ حکومت نے اس کا بڑا زوردار پروپگنڈہ کیا عوام اور مزدوروں کو خوب خوب بھڑکایا گیا۔ انا کی کو ایک ذات میں جمع کرنے اور غلامی کا دائرہ وسیع کرنے، شخصی ملکیت وحق کو تا بحد امکان وسیع و مضبوط کرنے اور شہنشاہی کو عوامی لیڈر شپ اور "چیئرمین" کے نام سے بدلنے کی یہ نئی تکنیک اپنانے سے مذہب اور حقوق طلبی، قانون اور عدالتوں کا نظام خود بخود ختم ہو کر "چیئرمین" کے چاپلوس شیروں کی طرح حلقہ باندھ لیتے ہیں اور طاقت کا سرچشمہ ایک خود پسند بن بیٹھتا ہے۔ اس کے دو نام ہو جاتے ہیں۔

۱۔ چیئرمین

۲۔ عوام

ریفرنڈم کے لئے ہفتے عشرے سے کچھ زیادہ مہلت دے کر ۲۹ شعبان کی تاریخ مقرر کی گئی۔

علما اور مسلمانوں کا ردِ عمل

ریفرنڈم اور چھ نکات کی تفصیل سنتے ہی علما نے اپنا موقف

واضح کر دیا۔ ناواقف اور مجبور عوام واحساس کمتری کے شکار خواص اور بہر حال مغربی استعمار سے دب کر ضمیر فروشی کا کاروبار کرنے والے لیڈر اپنی دولت کے ذریعے پروپگنڈہ اور اپنی طاقت کے سہارے جبر کر کے "منظور، منظور" کے نعروں سے حق کو دبانے کی سعی کرنے لگے۔

علما نے خطرناک صورت حال پر طویل غور و خوض کے بعد بادشاہ کو اپنے خیالات سے باخبر کرنے اور بادشاہ کے توضیحات سے خود باخبر ہونے کے لئے سفارت کاری کا فیصلہ کیا۔ بادشاہ نے اس کام کے لئے "آقای بہبودی" کو علما کے پاس بھیجا جس نے ادھر ادھر کی لگائی بجھائی اور پیچ در پیچ گفتگو سے معاملے کو مزید الجھا دیا۔

فداکار عالم مجاہد

خرم آباد کے عالم بزرگ اور اسلام و مسلمانان خرم آباد کے حامی مرحوم آیۃ اللہ الحاج روح اللہ کمالوند، علماء قم سے گفتگو کرنے آئے اور ان کے مقاصد سے مکمل اتفاق کر کے بلا سابقہ خبر و اطلاع کے اچانک شاہ کے پاس پہنچ گئے اور سر دربار بادشاہ کو بتایا کہ علما خیر اندیشی کے طور پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ خودسری چھوڑ دی جائے۔ قانون شکنی، قومی خواہشات کی خلاف ورزی اور اسلام کے اصولوں سے انحراف خطرناک کام ثابت ہو گا بادشاہ نے پوری ترنگ میں آ کر اپنے اصلاحات اور ریفرنڈم کو واپس لینے سے انکار کر دیا:

"آسمان زمین پہ آجائے اور زمین آسمان پہ چلی جائے

جب بھی یہ پروگرام آگے بڑھے گا۔ میں اسے مکمل کروں گا اور اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میں نہ رہوں گا اور ایسے لوگ برسراقتدار آجائیں گے اور یہی کام کر دکھائیں گے جنہیں آپ اور آپ کے اعتقادات سے شمہ بھر ہمدردی نہ ہوگی بلکہ آپ کی مسجدیں بھی آپکے سامنے گرادیں گے اور آپ کو بھی ختم کر دیں گے۔

علما اصلاحات کی حمایت کریں اور مخالفت کا ارادہ نہ کریں تو میں اطمینان دلاتا ہوں کہ علما سے متعلق جو تجویز بھی پیش کی جائے گی اور جو مطالبات بھی ہونگے انہیں پورا کیا جائے گا۔

ایرانی علما کو علماء اہل سنت سے شاہ دوستی کا سبق سیکھنا چاہئے وہ لوگ ہر نماز کے بعد اپنی مملکت کے بادشاہ کے لئے دعا کرتے ہیں لیکن ہمارے علما 'بس اب کیا کہوں'۔

آقای کمالوند نے جواب دیا:

'ان کے علما سرکاری ملازم ہوتے ہیں اس لئے دعا گوئی ان کا فریضہ ہے۔ جیسے ایران کے گورنر اور کمشنر' جن کی تعریف و توصیف بادشاہ بطور سرکاری ذمے داری کے ہے لیکن شیعہ علما اپنی ہزار سالہ تاریخ میں کبھی حکومتوں کے محکوم نہیں بنے آئندہ بھی یہ نہ ہو سکے گا اس لئے دونوں کا

معاملہ ایک نہیں ہے ـــــ ریفرنڈم ایران کے بنیادی دستور میں نہیں ہے اور آپ نے ڈاکٹر مصدق کو ریفرنڈم کرانے کے جرم میں سزا دی تھی اب آپ خود بھی ریفرنڈم نہیں کرا سکتے"۔

بادشاہ نے گھبرا کر کہا:

"ما ریفراندم نمی کنیم بلکہ "تصویب ملی" می خواھیم انجام دھیم"۔

اور اس کے بعد ریڈیو، ٹیلیویژن اور اخبارات میں ـــ ریفرنڈم کے بجائے ـــ "تصویب ملی" کا چرچا ہونے لگا۔

آقای خمینی کا اعلامیہ

"میں مدعا کا اعلان نہیں چاہتا تھا اسی بنا پر اپنا فریضہ اور اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے جناب بہبودی صاحب کے توسط سے اس بات کی اچھائی برائی اعلیٰ حضرت پر عیاں کر دی تھی جو نہ مانی گئی۔ لہٰذا اب میں اپنی شرعی ذمہ داری پر عمل کرتا ہوں۔

میری نظر میں ریفرنڈم ـــ (جسے بعض اعتراضات کی وجہ سے اب "تصویب ملی" کے نام سے یاد کیا جا رہا ہے۔) ـــ کے بارے میں 'جامعہ روحانیت اسلام'، اور قوم کی اکثریت کا فیصلہ حتمی ہے بشرطیکہ لالچ اور سرزنش کا عمل نہ ہو اور قوم کو اپنے اقدام کے بارے میں سوچنے سمجھنے کا موقع بھی ملے۔

میں فوری طور پر بعض تشریحی پہلوؤں سے کہتا ہوں کہ ریفرنڈم یا تصویب ملی کی اسلام کے مقابلے میں کوئی قیمت نہیں ہے۔ قانون اساسی کی بنیاد پر کچھ اعتراضات کو مصلحت کی وجہ سے چھوڑتا اور کچھ نکتے بیان کرتا ہوں:

۱ــــ قوانین ایران (دستور) میں ریفرنڈم کا تذکرہ نہیں ہے اور اب تک ہوا بھی نہیں۔ ایک مرتبہ استصواب ہوا تو اسے غیر قانونی قرار دیا گیا اور بہت سے لوگ قید اور کچھ شہری حقوق سے محروم کر دیے گئے اس وقت یہ عمل غیر قانونی تھا اور اب قانونی ہے اس کا سبب معلوم نہیں۔

۲ــــ کون ادارہ (شخصیت) ریفرنڈم کرا سکتا ہے؟ معلوم نہیں، اس کے لئے قانون ہونا چاہیے۔

۳ــــ جن ممالک میں ریفرنڈم کو قانونی حیثیت حاصل ہے وہاں اس کے لئے اتنی مہلت دی جاتی ہے جس میں مسئلے کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا جا سکے۔ اخبارات اور رسائل میں موافق و مخالف رجحانات کا چرچا کیا جاتا ہے جس سے عوام کو سوچنے کا موقع ملتا ہے۔ قوم کی اطلاع کے بغیر مبہم انداز میں چند روز کے اندر اندر استصواب نہیں ہوتا۔

۴ــــ رائے دہندگان کے معلومات اس حد تک ہونا ضروری ہیں جن کی روشنی میں[۱] وہ سمجھ سکیں کہ کس بارے میں کیا رائے دے رہے ہیں۔ یہاں صورتحال اس کے برعکس ہے۔ شہروں میں چند آدمی ان چھ نکات میں امتیاز کی صلاحیت رکھتے ہیں اور وہ بے چون وچرا باتوں کے مخالف ہیں۔

۵ــــ رائے شماری آزاد فضا میں ہونا چاہیے۔ کسی قسم کا دباؤ، قوت کا استعمال، زبردستی اور دھمکی کا خوف مضر ہے۔ حالانکہ ایران میں یہ صورت حال نہیں ہے عوام کی اکثریت سرکاری اداروں کے ہاتھوں پورے ملک میں خوف اور سخت دباؤ اور گھٹن میں مبتلا ہے۔ اس میں ریفرنڈم کی تجویز قابل سزا قانون شکنی سے بچنے کا ایک

---

[۱] رات آٹھ بجے ۱۶۔ جنوری ۱۹۷۹ء / ۱۶۔ صفر ۱۳۹۹ھ شب پنجشنبہ یہاں تک لکھ سکا تھا کہ پاکستانی خبروں میں شاہ کے ایران چھوڑنے کی خبر سنی۔ پھر بی بی سی لندن کی خبریں سنیں جن میں بتایا گیا کہ شاہ ہوائی جہاز پر روتے ہوئے سوار ہوئے۔ پھر تبصرے میں خود بی بی سی کے نمائندے نے شاہ کے بارے میں جو تبصرہ کیا وہ برطانیہ کے جذبات شکست خوردگی و حسرت کی ترجمانی تھی ــــ اطال اللہ بقاءنا الخمینی!

بہانہ ہے کیونکہ جواب دہ لوگ اس کے مجرم ہیں۔ یہ لوگ جواب دہی سے بچنے کے لیے اعلیٰ حضرت کو اندھیرے میں رکھ کر اپنی بچت کے لیے یہ کام کر رہے ہیں۔

اگر یہ لوگ قوم کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اسلام کے پروگرام اور اسلامی معاملات سے باخبر لوگوں سے کیوں رجوع نہیں کرتے تاکہ زندگی کے تمام طبقوں کی خوشحالی اور سلامتی کی حفاظت کی جا سکے اور دنیا و آخرت میں سعادت مندی حاصل ہو۔

صندوق تعاون کیوں بن رہے ہیں؟ اس لیے کہ کسانوں کی محنت کی کمائی ضایع کریں۔ اس قسم کے عمل سے بازار ایران مکمل طور پر ہاتھ سے نکل جائے گا۔ تاجر اور کاشت کار تباہ ہو جائیں گے۔ نتیجہ میں سماج کے تمام افراد مصیبت میں پھنس جائیں گے۔

اگر ملت ایران احکام اسلام کی پابند ہو جائے اور اسلامی حکومتوں سے کہے کہ اسلام کا عظیم الشان پروگرام علما کی صوابدید سے بروئے کار لائیں تو پوری ملت آسائش حیات حاصل کرے گی۔

دینی شخصیتیں قرآن مجید اور مذہب کے لئے خطرہ محسوس کرتی ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے جیسے یہ جبری ریفرنڈم ،

مذہب سے متعلق تمام بنیادوں کو ختم کرنے کی تمہید ہے علماء اسلام نے گزشتہ موقع پہ قومی اور سرکاری اداروں کے نئے قانون کے بارے میں اسلام اور قرآن کیلئے خطرہ سمجھا تھا اور وہی خطرہ اب نظر آ رہا ہے۔ دشمنان اسلام چاہتے ہیں کہ سادہ لوح عوام کو دھوکہ دے کر دوبارہ ان باتوں کو جاری کر دیں۔ علماء اسلام اپنا فریضہ جانتے ہیں کہ جب بھی اسلام اور قرآن مجید کے لئے خطرہ محسوس کریں اسی وقت مسلمانوں کو اس سے باخبر کریں تاکہ بارگاہ خداوند عالم میں جواب دہ نہ ہوں۔

ہم خداوند عالم سے حفظ قرآن و آزادی مملکت کی دعا کرتے ہیں۔"

روح اللہ موسوی خمینی!

یہ اشتہار راتوں رات سارے ملک میں پھیل گیا۔ دوسرے دن شہر شہر، قصبے قصبے احتجاج ہونے لگے۔ پولیس، کمانڈوز اور ساواک نے بربریت اور بہیمیت کے بھیانک مظاہروں سے ہاتھ نہ روکا۔

طہران | سہ شنبہ ۲۔ بہمن ماہ ۱۳۴۱ھ۔ دار الخلافہ میں مکمل ہڑتال تھی۔ گوشے گوشے سے لوگ نعرے لگاتے سڑکوں پر نکل آئے۔

"ریفرانڈم قلابی مخالف اسلام است۔"

"نصر من اللہ و فتح قریب"

"انا فتحنا لک فتحاً مبینا"

کے فلک شگاف نعروں میں لاکھوں فرزندان توحید آیۃ اللہ بہبہانی (استید علے) کے گھر کی طرف چلے۔ مرحوم آقای بہبہانی نے گھر سے نکل کر جلوس کا استقبال کیا۔ مجمع ان کے مکان میں داخل ہو گیا۔ در و دیوار، بام و سقف ہر طرف آدمی ہی آدمی تھے۔ اس حالت میں ایران کے محبوب خطیب آقای فلسفی مائیک پر آئے ان کے عمامے کا تحت الحنک کھلا ہوا تھا (یہ نشانِ انقلاب و اقدام ہے۔) موصوف نے سورۂ نور کی باسٹھویں آیت،

"فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم"

سے تقریر کا آغاز کیا اور شعلہ فشاں لہجہ میں ریفرنڈم کے نتائج پر تفصیلی گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ نعرے لگاؤ۔

"ایران کشور خفقان است، مرگ بر خفقان......"

تین دن مزید بازار بند رہیں۔

اسی موقع پر آقای خوانساری و آقای بہبہانی نے اپنے اعلان آقای فلسفی کو دیے جو انہوں نے پڑھ کر عوام کو سنائے۔ نیز آقای فلسفی نے کہا کہ بعد از نماز ظہر مسجد عزیز اللہ میں آقای خوانساری و آقای بہبہانی تقریر فرمائیں گے۔

ابھی تک پولیس کا نام و نشان نہ تھا۔ لوگ نعرے لگاتے واپس

لوٹے تو فوج اور پولیس نے اچانک ان منضبط اور پُرامن نہتے شہریوں پر وحشیانہ حملہ کر دیا۔ لوگ گھبرا گئے۔ جب پولیس نے گاڑیاں دوڑانا شروع کر دیں تو عوام جم کر کھڑے ہو گئے۔ مجمع بڑھنے لگا۔ پولیس سے مقابلے کی خبر دور دور پہنچی اور لوگ کھنچ کھنچ کر جمع ہونے لگے ـــ سڑکوں پر فریقین نے مورچے بنا لئے۔ بوتلیں، اینٹیں، لاٹھیاں ادھر سے ـــ لاٹھیاں، گولیاں، آنسو گیس ادھر سے۔ اس جان لیوا بارش میں عوام کا ریلا مسجد عزیز اللہ کی طرف روانہ ہوا۔ ہر طرف سر ہی سر تھے۔ بام و در، کوچہ و بازار میں شاہ کے خلاف اور ریفرنڈم کو مسترد کرنے کے نعرے تھے۔ اتنے میں فوجی گاڑیاں، پولیس کی ویگنیں اور خود کار اسلحہ سے لیس رینجروں نے بہت بڑے اور بھاری حلقے میں مجمع کو گھیر کر خطرناک امریکی اشک آور گولے برسانا شروع کر دیے۔ مسجد کے دروازے بند کر دیے۔ دم گھٹنے لگا۔ سانس رکنے لگی۔ طوفان برپا ہو گیا۔

آیۃ اللہ بہبہانی گھر سے نکلے تو پولیس نے انتہائی بداخلاقی سے راستہ روکا مگر لوگ آگے بڑھتے اور نعرے لگاتے رہے:

"روحانیت پیروز است"۔

"مرگ بر دشمنان اسلام"۔

"ریفرانڈم مخالف اسلام است"۔

مجمع بڑھتا گیا۔ مجمع حد و حساب سے باہر ہو گیا۔ اچانک مسلح

پولیس نے حملہ کر دیا۔ سنگینوں، بندوق کے کندوں، لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے سر، ہاتھ اور پیر توڑ اور گھیر کر مارنا شروع کر دیا۔ آقای بہبہانی کو بد ترین اذیتیں پہنچائیں۔ بے حد بد اخلاقی و رسوائی کا سلوک کیا۔ ہزاروں زخمی اور دست و پا شکستہ ہو گئے۔ پولیس نے آقای خوانساری کو گھر سے نہ نکلنے دیا۔ خوف و دہشت، دھڑا دھڑ گرفتاریوں سے جیل اور حوالاتوں کو بھر دیا گیا۔ سینکڑوں زخمیوں کو ٹرک میں بھر بھر کر ادھر ادھر چھوڑ دیا۔

۳۔ بہمن کو پھر قیامت آفریں مظاہرہ ہوا اور طہران کے فلک شگاف نعروں اور سیلاب صفت مجمع نے دوبارہ ثابت کر دیا کہ ریفرنڈم مسترد ہے۔

۴۔ بہمن کو آیۃ اللہ غروی کے گھر پر سینکڑوں علما جمع ہوئے اور آئندہ کا منصوبہ سوچنے بیٹھے۔ اچانک ساواک نے بربریت کا مظاہرہ کیا۔ گھر میں گھس کر مار پیٹ کے بعد سب کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔ طہران کے علاوہ ہر شہر میں یہی عمل ہوا۔ طلبہ، تاجر، وکیل، علما اساتذہ جلوس نکالتے رہے۔ ساواک خوں ریزی کرتی رہی۔ تمام قید خانے بھر گئے۔ یونیورسٹی اور کالج بند ہو گئے۔ آخر کار طہران کو فوج نے سنبھال لیا وہی مارشل لا نافذ ہو گیا۔

۵؍جون ۱۹۶۳ء کو پاکستانی اخبارات میں یہ خبریں آئیں:

"ہم اسلام چاہتے ہیں"

مظاہرین کے نعرے ـــ طہران میں فوج سے زبردست تصادم سڑکوں پر دست بدست جنگ ـــ سینکڑوں افراد ہلاک اور زخمی شاہی محل اور قصر وزیر اعظم کے گرد فوج نے مورچے سنبھال لئے۔ متعدد شہروں میں مارشل لا لگا دیا گیا۔

حکومت کی آمرانہ پالیسی۔ خلاف اسلام قوانین کے نفاذ ـــ اسرائیل سے تعلقات کے خلاف لاکھوں افراد نے مظاہرہ کیا جسے ٹینکوں مشین گنوں کے حملے نے پورے شہر میں پھیلا دیا ـــ سینکڑوں افراد گولیوں کا نشانہ بنے۔ سینکڑوں افراد مجروح ہوئے لیکن جوانوں کا جوش بڑھتا جا رہا ہے شہر میں فوج نے مورچے بنا لئے ہیں ـــ وزارت داخلہ اور وزارت اطلاعات اور دوسری سرکاری عمارتوں میں فوج کا پہرہ ہے۔

۴ جون ۱۹۶۳ء کی رات کو تیس علما گرفتار کر لئے گئے

قم کا کردار پورے ایران میں علما ہم آہنگ متفق اور ہم آواز تھے۔ قم کے علما بار بار حکومت کو ظلم و ستم سے روک رہے تھے۔ وہ نہ عوام کو تشدد کی اجازت دے رہے تھے نہ عوام نے ضبط و تحمل اور قانون قاعدے کو توڑا لیکن بادشاہ سلامت انقلاب سفید کی خاطر خون اور آگ کا کھیل، کھیل رہے تھے۔

علما کے اعلانات آیۃ اللہ السید ابوالقاسم الخوئی (نجف اشرف) آیت اللہ زادہ

سید حسن طباطبائی بروجردی نے اپنے فتووں میں لکھا کہ ان مسائل میں عوام کی رائے دریافت کرنا جن کا صاف حکم شریعتِ اسلامی میں موجود ہے — حرام ہے۔ کسی مسلمان کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان مسائل میں رائے دریافت کرے یا رائے دے جن کا فیصلہ خدا اور رسول کر چکے ہوں۔

آیۃ اللہ سید محمد کاظم شریعت مداری نے اپنے فتوے میں تحریر کیا:

"ایسے بنیادی معاملات میں عوامی نمائندوں کے بغیر استصواب کا راستہ اختیار کر لینا انتہائی خطرناک ہے کیونکہ اگر یہ راستہ ایک مرتبہ کھل گیا تو کل اس امر پر استصواب ہو گا کہ ایران کا سرکاری دین اسلام کے علاوہ کوئی اور ہونا چاہیے ملک کے اندر ایسے منافق موجود ہیں جو بلا تامل یہ رائے دیں گے کہ اس ملک کے لئے اسلام موزوں نہیں ہے بلکہ یہودیت یا کمیونزم موزوں ہے۔ نیز یہ استصواب ملک کے قانونِ اساسی کے منافی ہے کیونکہ قانون اساسی میں استصواب کا طریقہ اختیار کرنے کا ذکر نہیں ہے اور ستم یہ ہے کہ یہ استصواب خود قانون اساسی کے اندر ترمیم کرنے کے لئے کروایا جا رہا ہے چند سال پیشتر ایک حکومت نے استصواب کا طریقہ تجویز کیا تھا مگر بعد کی تمام حکومتوں نے اسے موردِ تنقید ٹھہرایا اور اس حکومت کی بداعمالیوں میں اسے سرفہرست شمار کیا۔ نیز ایرانی قوم اپنی رائے دینے کے لئے پوری طرح آزاد نہیں ہے۔ اسمبلی اور سینٹ معطل ہیں۔ پروپیگنڈہ کے تمام وسائل حکومت کے ہاتھ میں ہیں یا ان لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جو ایرانی عوام کے نظریات کے دشمن ہیں۔ اخبارات پر حکومت کا سنسر ہے۔ عوام کے رہنما جس بات کو پھیلانا چاہتے ہیں اسے روک دیا جاتا ہے اور استصواب کے لئے وقفہ بھی بہت محدود رکھا گیا ہے"

آقای شریعت مدار نے شاہ کو توجہ دلائی کہ اگر آپ اپنے زیرِ استصواب مسائل کے بارے میں عوام کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ان مظاہروں اور جلوسوں سے معلوم کریں جو طہران، تبریز، شیراز اور دوسرے شہروں میں ہو رہے ہیں۔ آقای شریعت مدار نے حکومت کے تشدد اور سخت گیری پر شدید احتجاج کیا۔ (ترجمان القرآن)

قم میں مظاہرہ

قم علما کا مرکز، ثقل اور شہر علوم اسلامی اور قدیم دانش گاہ فقہ و تہذیب ہے۔ پہلوی دور میں اس مرکز کو بہت نقصان پہنچایا گیا تھا لیکن

آقای شیخ عبدالکریم، آقای سید حسین بروجردی نے اسے دوبارہ طاقتور بنادیا ہے۔ اسلامی دنیا میں قم اس وقت بڑی اہمیت کا حامل ہے یہاں بڑے بڑے مفسر (سید محمد حسین طباطبائی) محدث (سید شہاب الدین نجفی) فقیہہ (سید محمد رضا گلپائگانی) اصولی (سید محمد کاظم اور سید خمینی موجود ہیں۔ متعدد بزرگ مرتبہ علما اور مدرس، مصنف اور محقق ہزاروں طلبہ اور دانشور عظیم الشان مدرسے دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آقای روح اللہ خمینی مدظلہٗ ۱۳۴۲ھ سے درس و وعظ کے ذریعے فعال اور صاحبان عزیمت علماء و طلبہ کو میدان عمل میں لا چکے تھے۔ ان کا مدرسہ فیضیہ طاقت کا سرچشمہ بن چکا تھا۔ آقای سید کاظم شریعت مدار کا وجود ایران اور بیرونی دنیا کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔ ایران میں حمایت اسلام کی ساری تحریک اسی شہر سے چلائی جا رہی تھی۔ اس لئے قم میں بھی ریفرنڈم کے خلاف ہیجان تھا آقای خمینی کی تقریروں اور علما کے موقف سے طلبہ اور عوام پوری طرح باخبر تھے لیکن ساواک اور فوج کے منصوبوں کو ناکام کرنے کے لئے یہاں طوفان روک رکھا گیا تھا۔

چھیڑ چھاڑ بادشاہ نے علما کی توہین اور اپنی دین پرستی ظاہر کرنے کیلئے معصومہؑ قم کی زیارت کا اعلان کیا۔ ۴ بہمن ماہ کو بادشاہ آنے والا تھا۔ کوچہ بازار آراستہ ہونے والے تھے۔ بادشاہ کے استقبال کا پروگرام بنا — علماء و طلبہ و معززین شہر کو استقبال شاہ کے لئے تیار کرنا تھا کہ علما

۴ بہمن کو بعد ظہر مکمل ہڑتال کا حکم دیا تاکہ طہران کے واقعات پر خاموش غم و غصہ کا اظہار ہو لوگ دکانیں بند کر کے علما کے گھروں کی طرف چلے وہ پوچھ رہے تھے کہ ریفرنڈم کے بارے میں ہمیں کیا حکم ہے۔ آقای خمینی نے مختصر تقریر کی اور عوام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ بازار بند رکھے جائیں گھروں سے باہر نہ نکلیں تاکہ پولیس من مانی کاروائی کر کے قتل و گرفتاری کا بازار نہ گرم کر سکے اور ریفرنڈم سے نفرت کا اظہار ہو اور شاہ کی آمد کو ناپسندیدہ قرار دیا جائے۔

جلاد تنظیم ساواک اس سکیم سے چراغ پا تھی اور عوام انتہائی محتاط ظہر کے بعد لوگ علما کے گھروں کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ نعرے لگا رہے تھے:

"ما تابع قرآنیم ریفرندم نمی خواہیم"

کئی ہزار پُرامن مظاہرین علما کے گھروں پر جمع ہوئے۔ ہر ایک بزرگ نے احتجاج جاری رکھنے، پُرامن رہنے پر زور دیا اور شاہ کی آمد پر چراغاں آرائش اور استقبال کی ممانعت کی۔ لوگ وہاں سے پلٹے تو راستے میں ساواک کے فراہم کردہ ۲۵ مجرم قیدیوں نے شاہ کی تصویر اور حمایتی نعروں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا۔ پولیس نے بھی دھاوا بولا اور بہت مارا۔ شہری اینٹوں اور لاٹھیوں سے جواب دینے لگے۔ مقابلہ، پولیس افسر زخمی ہوا انتظامیہ بھاگ گئی اور شہریوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔

مدرسہ فیضیہ پر حملہ قم کا مدرسہ فیضیہ اسوقت کی وجہ سے تاریخی

حیثیت رکھتا تھا اور آقای خمینی کا مرکز درس و تربیت ہونے کی بنا پر قوت کا سرچشمہ تھا۔ پولیس نے مدرسے پر زبردست تیاری کے ساتھ حملہ کر دیا اور طلبہ وعلما کو بے حد مارا۔ کتابیں پھاڑ ڈالیں۔ قرآن مجید اور تفسیروں کی بے حرمتی کی۔ طلبہ کو کوٹھوں اور چھتوں سے نیچے پھینک دیا۔ ہڈیاں توڑ دیں گولیوں سے جانیں لیں۔ مدرسے کے درو دیوار خون سے رنگین، اور مدرسے کو تباہ کر دیا۔

دکانوں کو ساواک نے لوٹنا شروع کر دیا۔ زبردستی بازار کھلوائے جھنڈے لگوائے اور شاہ کی حمایت میں کرائے کے مزدوروں سے نعرے لگوائے۔

اس پیش آمد پر علما کا اجلاس ہوا جس میں تمام واقعات پر روشنی ڈالنے کے لئے آقای خمینی نے.......

فامّا الزبد فیذھب جفاءً (۱۷۔ رعد)

کی آیت سے آغاز تقریر کیا بحث و نظر کے بعد علما کا اعلامیہ تیار ہوا۔ جس میں قم کے علما و طلبہ پر مظالم ساواک کا خلاصہ اور ریفرنڈم کے بارے میں علما کا موقف بیان کیا گیا تھا۔ اسی وقت انتظامیہ کے سربراہ علما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شہر کے واقعات پر معذرت کی۔ پولیس کی مذمت کے بعد کہا کہ اب بادشاہ آرہے ہیں۔ انہیں استقبال کی اجازت دیجائے اور خود آپ لوگ بادشاہ سے مل کر مطالبات پیش کریں۔ وہ مان لیں گے لیکن ان کا یہ مشورہ مسترد کر دیا گیا اور آقای خمینی نے بڑی سختی سے سب

کو گھر سے نکلنے اور شاہ کا کلی یا جزوی استقبال کرنا ممنوع قرار دے دیا۔

۴ر بہمن ماہ کو قم پر فوج کا قبضہ تھا۔ علما کے گھر اور مدرسے محاصرے میں لے لے گئے۔ شہر، شہر خموشاں بن گیا۔ عموماً روزانہ صبح سویرے صحن حرم، مدرسے اور بازار زائرین سے بھرے رہتے تھے۔ آج کوئی صوت و صدا اور آمد و رفت نہ تھی۔ کرائے کے سپاہی "جاوید شاہ" کے پھیکے آوازے کس رہے تھے۔

بادشاہ کی آمد وقت معین پر بادشاہ قم میں پہنچے۔ کار میدان آستانۂ قم کے سامنے رکی۔ اعلیٰ حضرت برآمد ہوئے تو جانی پہچانی صورتیں دیکھ کر اور مصنوعی آوازیں سن کر مشتعل ہو گئے۔ نہ کوئی عمامہ تھا نہ معزز شہری اور غضب یہ ہوا کہ سرکار کا نوکر، آستانے کا متولّی بھی حاضر نہ تھا جضور والا غصے میں حرم کی طرف بڑھے اور کچھ سوچ کر اندر جانے اور زیارت کرنے کی بجائے پلٹ آئے اور میدان میں کھڑے ہو کر علما کو برا بھلا کہنے لگے۔ تقریر فرمائی اور اصلاحات کے محاسن اور علما کی رجعت پسندی کا تذکرہ کیا جس کا خلاصہ یہ تھا:

"اصلاحات کی مخالفت کرنے والے جاہل و نافہم ہیں
ان کی نیت خراب ہے ۔۔۔ ان لوگوں کی مجھ سے دشمنی
تودہ پارٹی اور کمیونسٹوں سے زیادہ ہے ۔۔۔ یہ نشے

www.shiabookspdf.com

میں مست ہیں ـــــ یہ لوگ مصری ہدایات پر عمل کرتے ہیں ـــــ ہزاروں ملین کا اسلحہ خرید چکے ہیں ـــــ یہ روپیہ حکومت مصر نے فراہم کیا ہے ـــــ ان کے رہنما جمال عبدالناصر ہیں"۔

تقریر کے بعد موصوف بیک چشم زدن موٹر میں بیٹھ، قم سے نکل گئے اور ابوالفضل تولیت ہاشمی کی معزولی اور خود بدولت کے متولی ہونے اور ابوالفضل صاحب کی گرفتاری کے احکام جاری کر گئے۔

مشہد مقدس میں فوج کا قبضہ تھا۔ تمام مذہبی اور با اثر مقتدر شخصیتیں گرفتار تھیں۔ عوام پر لاٹھی چارج تھا۔ شہر میں ہڑتال اور سوگ تھا۔

آذربائیجان، گیلان، خوزستان و فارس کے صوبوں اور اصفہان کرمان، کرمانشاہ، یزد، تبریز، کاشان رفسنجان، نجف آباد..... اور بہت سے شہروں اور قصبوں میں ہڑتالیں تھیں۔ جلسے ہو رہے تھے ریفرنڈم کا بائیکاٹ تھا۔ شہدائے طہران و قم کا سوگ منایا جا رہا تھا۔ رشت میں خطبا نے ایسی تقریریں کیں جن کے نتیجے میں ووٹ ڈالنے کے بکس جلا دیے گئے۔

استصواب ہو گیا | شاہ کے محافظ دستوں، ساواک اور زرخرید سپاہیوں، یہودیوں اور آتش پرستوں نے فوج کی نگرانی میں ۲۹ رشعبان ۱۳۸۲ھ کو استصواب شروع کیا۔ ملک میں مظاہرے

اور ہڑتالیں، گولیوں کی بارش، بھری ہوئی جیلوں اور ان میں گرم سلاخوں سے داغے جانے والے علما اور دانشور اس مہم کو ناکام بنا رہے تھے۔

دو کروڑ آبادی میں سے چند لاکھ افراد نے عملی حصہ لیا جن کی اکثریت سرکاری ملازمین کی تھی یا بہائی اور یہودی تھے۔ اس میں بھی مخالف ووٹ ڈالنے والے مسلمان سامنے آئے۔ صدر امریکہ کینیڈی اور تاج برطانیہ نے بادشاہ کو بہت شاباش دی اور ریفرنڈم کا نتیجہ حسب دل خواہ برآمد ہوا۔ ریڈیو اور اخبارات نے دل کھول کر دروغ کو فروغ بخشا علما، طلبہ اور مراکز علمیہ کے نام بہتان طرازیاں ہوئیں مگر عوام پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔

۷۔ بہمن ۱۳۴۱ھ / ۳۰ شعبان ۱۳۸۲ھ

ملک میں غم و غصہ | کو ہلال ماہ رمضان برآمد ہوا اور عبادت و ریاضت و روحانیت کی حکمرانی شروع ہوئی لیکن علما و خطبا قید خانوں یا گھر کی چار دیواریوں میں بند تھے۔ خفیہ پولیس، ساواک اور سرکاری محکمے زباں بندی و گرفتاری کے بہانے ڈھونڈھ رہے تھے۔ لہٰذا مسجدوں میں نماز جماعت، درس قرآن، وعظ و بیان مسائل کے اجتماعات نظر نہ آتے تھے۔ ایران خاموش تھا۔ یہ خاموش مظاہرہ جگر گداز بنتا گیا۔ گھٹن سخت سے سخت تر ہوتی گئی۔ نصف شب سے صبح تک دعاؤں کی گونج اور تلاوت قرآن کے روح پرور غلغلے، وعظ و نصیحت کے اجتماع اور تقویٰ آفریں درس بند ہونے سے فضا میں ایسا خلا پیدا ہوا جس کے خوف

سے طہران، قم، اصفہان، شیراز، تبریز اور مشہد کی انتظامیہ گھبرا اٹھی گھمبیر اندھیرے میں ایک خوفناک گھڑگھڑاہٹ اس وقت ہوئی جب نجف و کربلا اور ان کے ساتھ عالم اسلام کے شیعہ سنی علما نے علماء ایران کے احتجاج میں شرکت کا اعلان کیا۔

بادشاہ نے بڑی کوشش کی، بہت ہاتھ پاؤں مارے کہ مسجد میں صف اول کے نہ سہی دوسرے درجے کے ہی سہی علما بہر حال حاضری دیں۔ جب یہ آرزو پوری نہ ہوئی تو سرکار اپنی عزت برقرار رکھنے کی خاطر غیر معروف مدرسے میں خود حاضر ہو گئے۔ مدرسہ سپہ سالار میں دو چار ملازم مدرس اور تھوڑے سے طلبہ موجود تھے۔ بادشاہ کے ابر کرم نے نہیں نوازا اور حکومت کے کارندوں نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے ریڈیو کے ایک خطیب کو جبہ و دستار کے ساتھ حضور میں آستاں بوسی کے لیے پیش کیا اور اسی پر اکتفا کر کے شاہِ والا جاہ اپنے گھر پلٹ گئے صبح کو ابلاغ عامہ کا ادارہ حرکت میں تھا۔ بادشاہ کی دین پروری اور علما کی شاہ دوستی کی سرخیاں اور جھوٹے ڈرامے کے فوٹو اخبارات کے صفحۂ اول کی زینت تھے۔

۱۳۸۲ھ کی عید نہضت اسلامی کی ایک اور نوید لائی۔ ایران میں دستور ہے کہ لوگ عید کے دن علما کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارکباد دیتے ہیں۔ مشہد و قم میں جوق در جوق زیارت کو جاتے ہیں۔ اب کی مرتبہ قم کا راستہ کاروں اور بسوں کی فراوانی سے بند تھا۔ طہران بلکہ سارے

ایران سے انسانوں کا سیلاب رواں تھا قم اس لیے آرہا تھا کہ علما سے آئندہ کا پروگرام معلوم کریں۔ علما نے پروگرام کو آگے بڑھانے، صبر و ضبط کے ساتھ مظاہروں کو جاری رکھنے اور غیر اسلامی قوانین کی مسلسل مخالفت کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم پورے ملک میں ہر زن و مرد کو پہنچا دیا گیا۔

آقای گلپایگانی آقای شریعت مداری آقای شیخ مرتضیٰ حائری آقای طباطبائی، سید محمد موسوی مرحوم اور تمام اکابر علماء قم ہر ہفتے یا اس سے پہلے صورت حال پر تبادلۂ خیالات کے لئے میٹنگ کرتے اور آقای خمینی کی جرأت آفریں تجویزوں پر متفق ہوتے رہے۔

بادشاہ اور حکومت کے وزیر و مشیر عوام کو یہ سمجھانے لگے کہ ہم نے دستور و قانون ایران کی خلاف ورزی نہیں کی۔ اس دعوے پر دلیلیں دیتے رہے اور عوام کو علما کے خلاف ابھارنے کی جان توڑ کوشش کرنے میں زور لگاتے رہے مگر کچھ پیش نہ گئی۔ علمانے فیصلہ کیا کہ اس شدید حملے کا جواب دیا جائے۔ عوام حکومت کے زبردست پروپیگنڈے اور ہماری خاموشی سے گھبرا رہے ہیں چنانچہ ایک اعلامیہ تیار ہوا جس میں اب تک جو کچھ کہا گیا اس کا لفظ بلفظ جواب لکھا تھا۔ اس مضمون پر آقای شریعت مدار، آقای خمینی، آقای مرتضیٰ حسینی لنگرودی، آقای احمد حسینی زنجانی، محمد حسن طباطبائی، محمد موسوی یزدی، آقای محمد رضا گلپایگانی، کے دستخط تھے ——— (گویا قم کے تین بڑے ستون اور حوزۂ علمیہ کے اکثر بزرگ) اعلامیہ کے شایع ہوتے

ہی بادل چھٹ گئے۔ لوگوں کا حوصلہ بڑھا اور حکومت کو ایک اور شکست ہوئی۔ اب سرکاری اخبارات میں "سیاست، دین سے جدا ہے" پر کام شروع ہو گیا۔ بادشاہ نے بھی علما کے خلاف سخت و سست حملے کیے۔ جس کے جواب میں آقای خمینی نے دوبارہ آٹھ علما کا دستخطی بیان جاری کیا اور خود ایک زلزلہ افگن تقریر سے حکومت کے قاتلانہ حرکتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لوگوں کو حمایت اسلام میں سختیاں برداشت کرنے پر آمادہ کیا اور قرآن مجید کی بشارت سنائی۔

"انّ الّذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثمّ استقاموا تتنزّل علیھم الملائکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا ...."

عید نہ منائی جائے

علماء اسلام "خون اور آبرو" کے بارے میں شریعت مقدسہ کے احکام اور اس کے تقدس کو ملحوظ خاطر رکھ کر کوئی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے تھے جس سے مسلح تصادم کی بو آئے اس لئے آقای خمینی نے نوروز کے موقع پر ایک اور خطرناک اعلان کر دیا —

"نوروز کے سلسلے میں احکام اسلامی کی توہین پر حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالےٰ فرجہ کے حضور میں تعزیت ادا کروں گا۔ علماء اسلام سے بھی اسی عمل کی درخواست ہے۔"

اس اعلان سے سرکار دربار میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ علما آگے بڑھے اور انہوں نے کہا۔

۱ — موجودہ رژیم اسلام کو مٹانا چاہتی ہے۔

۲ — حکام امریکہ اور اسرائیل ملت اسلامیہ ایران پر حکومت کر رہے ہیں۔

۳ — مسلمان خواتین کو رسوا کرنے کے لئے رجعت پسندی کی بدترین سکیم بن چکی ہے۔

ان موضوعات پر مفصل بیانات نے جوش و ہیجان بڑھا دیا۔ بادشاہ نے اس کے جواب میں علما کو رجعت پسند اور دروغ گو تک کہا مگر سیاسی جماعتیں علما کی طرف بڑھیں اور جبہہ ملی نے قوم کے منظم اور علما کے قائدانہ کردار کے سامنے زانوئے ادب جھکا دیے۔ نوروز کا شاہی جشن چونکہ تاریخ شہادت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تاریخ میں واقع ہوا لہٰذا علما نے ایک تو مراسم عید کو منع کر دیا۔ دوسرے مراسم غم کا اعلان فرما دیا۔ یہ اقدام دراصل شاہی مظاہرۂ جلال و جمال کے لئے رکاوٹ تھا۔

قم میدان جنگ میں

علما نے جنگ خاموش کا نیا نقشہ بنایا۔ سخت اور قلعہ شکن حملہ۔ نیا اور انوکھا آپریشن۔ علما کی تجویز کے مطابق اس جشن ملی میں تہنیتی کارڈوں پر یہ عبارتیں چھپی تھیں:

۱ ـــــ "امسال مسلمین عید ندارد"

۲ ـــــ "انا للہ و انا الیہ راجعون"

تمام مدرسوں پر سیاہ پرچم لہرا رہے تھے۔ پورا شہر سیاہ کپڑوں میں ملبوس تھا۔ طلبہ اور علما سوگوار تھے۔ ۲۵۔ شوال اور نوروز دونوں موقعوں پر دستور کے مطابق ہزاروں آدمی قم میں زیارت اور سوگواری کے لئے جمع ہوئے۔ ایک اندازے کے مطابق کم از کم تیس ہزار آدمی جلسے میں موجود تھے۔ بادشاہ کی قانون شکنی کے بارے میں ٹریکٹ تقسیم ہو رہے تھے اور ہزاروں فوجی اور پولیس کے آدمی سفید لباس میں داخل عوام تھے۔ ساواک اور فوج و پولیس نے شہر کا نظم و ضبط سنبھال رکھا تھا۔ ۲۴۔ شوال کا اجتماع نوروز کے بعض سرکاری اور رسمی دستور کے ساتھ گزر گیا۔

خونخواروں کا حملہ

دوسرے دن ۲۵۔ شوال کے خاص مراسم ادا کرنا تھے اور آیۃ اللہ خمینی مدظلہ کے مکان پر مجلس کا اہتمام تھا ـــــ ساواک کے خونخوار سپاہی اور جیل کے خونی مجرم ہزاروں کی تعداد میں قم پہنچا دیے گئے ـــــ خطیب منبر پر آئے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی اس سیرت کا ذکر کرنے لگے جو بنی امیہ اور بنی عباس کے مقابلے میں تھی۔ پولیس کے آدمیوں نے بے محل درود و صلوات کے شور سے تقریر اور مجمع کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔

آقای خمینی کو اطلاع دی گئی کہ باہر پولیس نے کوئی سکیم بنائی ہے اور ان کے اشارات سے خطرناک اقدام کے آثار نمایاں ہیں۔ آقای خمینی فوراً باہر آئے اور ایسی جگہ بیٹھے کہ زیادہ سے زیادہ آدمی دیکھ سکیں پھر شیخ صادق خلخالی نے کھڑے ہو کر کہا:

"توجہ کیجیے! آیۃ اللہ فرماتے ہیں کہ افراتفری پھیلانے والے ملازمین کو تنبیہ کی جاتی ہے اگر انھوں نے اپنی کاروائی بند نہ کی اور خطبا کی تقریر جاری نہ رہنے دی تو میں خود حرم معصومہؑ قم میں جا کر تقریر کروں گا۔"

مجمع خاموش ہو گیا۔ جوش بڑھ گیا۔ سرکاری ہرکارے مایوس ہو گئے۔ مقررین نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے علمی و عملی تعلیمات اور بنی امیہ کے مقابلے میں رفتار و کردار کا تذکرہ کیا۔ اسی ضمن میں بادشاہ کے سیاسی و انتظامی معاملات پر سخت تنقید کی۔ اسی کے ساتھ مجلس اپنے پروگرام کے مطابق ختم ہو گئی۔

مدرسۂ فیضیہ

صحن معصومہؑ قم اور کھلے میدان میں وہ مدرسہ ہے جہاں سے آیۃ اللہ خمینی کی تحریک اصلاح سیرت و کردار اور درس علم و عمل کا آغاز ہوا تھا اور حکومت نے اسے بار بار روکا اور نشانۂ غیظ و غضب بنا رکھا تھا ـــــ ۲۵۔ شوال یعنی اسی دن جب حکومت کے خلاف شدید احتجاج ہو رہا تھا۔ بعد ظہر آیۃ اللہ گلپائیگانی کی طرف سے مدرسے میں مجلس کا اعلان تھا۔

دیہاتوں سے زیارت معصومہ کے لیے آنے والوں سے شہر بھرا ہوا تھا۔ فوج کے دستے جیپوں میں بیٹھے صبح سے ہارن بجاتے، دھواں پھیلاتے طہران سے قم پہنچ رہے تھے اور ساواک کے خونخوار شراب پیے نشے میں پاگل بنے شور مچاتے پھرتے تھے۔ ایک گارد مدرسے کے قریب کیمپ لگائے ہوئے تھی۔ وائرلیس جیپیں دوڑ رہی تھیں۔ مدرسے کا باقاعدہ محاصرہ اور مرکز کی تباہی کا منصوبہ تیار تھا۔

ترجمان القرآن لاہور، اکتوبر ۱۹۶۲ء کے مقالہ نگار نے معاصر اخبارات و اطلاعات کی روشنی میں لکھا تھا کہ بیس ہزار کا مجمع نعرے لگا رہا تھا:

"ما تابع قرآنیم۔ رفیرینڈم نمی خواہیم"۔

مجمع بیٹھ گیا اور جناب آقای انصاری (جو اب مرحوم ہو چکے ہیں) منبر پر آئے اور اپنے دلکش انداز سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ان کوششوں کا تذکرہ کرنے لگے جو امام نے اسلام کی حفاظت اور بنی امیہ کی سیاست کے مقابلے میں فرمائیں۔ موصوف نے حوزۂ علمیہ قم کو "دانش گاہ امام صادقؑ" اور "سربازخانۂ امام زمان" کے نام سے یاد کیا۔ انھوں نے علما و طلبۂ قم کی ان ذمہ داریوں کو یاد دلایا جو حفاظت اسلام کے لئے ان پر عائد ہیں۔ تقریر شباب پر تھی کہ ایک منظم، بھیانک اور خطرناک انداز میں صلوٰۃ کا نعرہ اٹھا۔ آقای انصاری تقریر کرتے رہے اور شور صلوات بلند ہوتا رہا۔ انھوں نے بار بار سمجھایا کہ بے محل صلوات نہ کہیں لیکن شرارت کی پہل ہو چکی تھی۔ مولانا سید

رضا موسوی اردستانی (قم کے طالب علم) کے پاس ایک شریر آدمی طوفان برپا کئے ہوئے تھا۔ انھوں نے منع کیا، اس نے بدتمیزی کی۔ آقای اردستانی نے اسے ایک ہاتھ مار دیا۔ اس کے جواب میں سینکڑوں ساواک ان پر ٹوٹ پڑے۔ آقای انصاری نے مجمع کو قابو میں رکھا اور وقفے وقفے سے تقریر آگے بڑھتی رہی۔ آخر پولیس، بدمعاش اور ساواک کی فساد انگیزی نے کروٹ لی۔ "شاہ زندہ باد —— شاہی خاندان زندہ باد —— انقلاب سفید زندہ باد" کے نعروں اور سفید پوش فسادیوں کے ریلوں سے افراتفری پھیل گئی اور جناب انصاری صاحب کا یہ آخری فقرہ سب نے سنا:

"اے مردم! اے مسلمانہای کہ از صدہا فرسنگ راہ باین شہر مقدس آمدہ اید، بشہر و دیار خود کہ باز گشتید ہمہ برسانید کہ دیگر بروحانیت اجازۂ ذکر مصیبت برای رئیس مذہب جعفری ہم نمیدہید......"

مجمع درہم برہم ہو رہا تھا۔ آقای انصاری منبر سے اتر رہے تھے کہ حکومت کا آدمی مائیکروفون پر آیا اور پکارا۔

"بروح پر فتوح اعلیٰحضرت فقید رضا شاہ کبیر"۔

لاؤڈ اسپیکر چپ ہو گیا۔

سادہ لوح دیہاتی، بے خبر زائر اور پولیس کے حملوں سے ناواقف بیرونی لوگ، پریشان و حواس باختہ تھے۔ اتنے میں ایک طوفان برپا ہوا اور خاص کمانڈوز نے مکوں اور گھونسوں سے مجمع پر حملہ کر دیا۔ اور دگر دلاٹھیوں

گولیوں اور اشک آور گیس کے گولوں نے شور محشر پیدا کر دیا۔ طلبہ اور شہری مدرسۂ فیضیہ میں آ گئے۔

مدرسۂ فیضیہ کے اندر "مولوی جلاد" نامی افسر کمانڈو زلباس بدلے موجود تھا اور سپاہیوں کو درندگی و بہیمیت کے حکم دے رہا تھا۔ یہ شخص تہران کے ساواک کا 'معاون' تھا اور قم میں خونریزی کے لئے آیا تھا۔ اس کے حکم سے سپاہیوں نے کوٹ کے اندر چھپے ہوئے ہنٹر نکال کر طلبہ اور علما کو بے تحاشا مارنا شروع کیا۔ طلبہ نے مدرسے کی بالائی منزل کو جانے والی سیڑھیوں کی اینٹیں اکھاڑ کر ان شیاطین پر خشت باری کر دی۔ ان کے سر پھٹ گئے۔ جسم ٹوٹ گئے ساواک قم کا افسر سرھنگ بدیع سر پکڑے 'امن' 'امن' پکارنے لگا طلبۂ قم کے دوسرے گروہ بھی ان کی مدد کو پہنچ گئے۔ انھوں نے باہر سے ساواکیوں کو گھیر کر اینٹوں پتھروں سے خوب مارا۔ طلبہ کے مقابلے نے انھیں پسپا کر دیا۔ اچانک فوج کی کمک پہنچ گئی اور پولیس مدرسے کے دوسرے درجے اور کوٹھے پر آ گئی۔ جوان طلبہ اوپر سے چھلانگیں مار مار کر نیچے آنے لگے اور سپاہیوں نے گولیوں سے اڑانا شروع کر دیا۔ پندرہ سولہ برس کی عمر کے طلبہ کو انتہائی بے دردی سے بیس میٹر کی بلندی سے نیچے پھینک دیا۔ ہزاروں افراد اس منظر کو دیکھ کر طلبہ کی مدد کو پہنچ گئے مگر فوج نے ان پر حملہ کر کے منتشر کر دیا۔ طلبہ نے مدرسے کے کمروں میں مورچے

بنا لئے۔ لیکن گولیوں، اشک آور گیس اور خاک و خون کے طوفاں سے مدرسے کا صحن اور پوری عمارت دھوئیں کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھی — "مرگ بر روحانیت، مرگ بر.... لام، جاوید شاہ" — کے نعروں نے زلزلہ برپا کر رکھا تھا۔

ایک نابینا طالب علم سپاہیوں کا کھلونا بن گیا۔ طالب علم کہہ رہا تھا۔

"ملعونو! مومنوں کا خوں بہانا حرام ہے۔ نابینا کو ستا رہے ہو۔ اسلام میں آزار رسانی حرام ہے۔"

ساواکی نے اس طالب علم کو دھکا دے کر بالائی منزل سے نیچے گرا دیا۔

یہ لوگ طلبہ کے سینوں میں خنجر اتار رہے تھے اور جوان دینی طلبہ سفاکوں کے ہاتھوں خوں میں نہا رہے تھے۔

حمایت اسلام میں علما کی قربانیاں تاریخ تشیع کا تابناک باب ہے۔ مسلمانوں کے عقائد کی حفاظت میں لگاتار جد و جہد ائمۂ اطہارؑ کی تعلیم تھی جسے ان کے علوم و احکام کے نگہبان دل و جان سے بجا لاتے رہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے تیر و تفنگ سے کم، جذبۂ و عزیمت سے زیادہ کام لیا۔ حکومتوں کی جلا وطنی، گھر کی تاراجی، قید و بند، دار و رسن ان کے قدم آگے بڑھنے سے نہ روک سکے۔

ماضی قریب میں شیخ مرتضٰی انصاری، میرزا حسن و میرزا

www.shiabookspdf.com

ہدی شیرازی، سید کاظم یزدی، سید محسن الامین العاملی، میرزا حسین نائینی، عبدالکریم حائری، سید ابوالحسن اصفہانی، آیۃ اللہ کاشانی، شیخ سید حسین بروجردی، سید محسن الحکیم کے نام اور کام یادگار زمانہ ہیں علما ہی تھے جنہوں نے برطانیہ کو ایران پہ قبضہ کرنے سے روکا۔ انھیں مجاہدین کی کوششوں نے ایران کا مذہب اسلام دستور کا جزو بنایا۔ روس نے کمیونزم اور امریکہ نے ترک اسلام کی ہر تحریک کو ہوا دی۔ جن کا ہر منصوبہ گہرا، ہر وار بھرپور تھا۔ لیکن علما نے صرف اللہ کے بھروسے پر اپنے عقیدۂ استوار اور کردار باوقار سے ایسے وار کیے کہ دشمن نے منہ کی کھائی اور رسوائی اٹھائی۔ علما نے مسلمانوں کی سماجی خدمت اور روحانی تربیت اور فقہ و عقائد کی تعلیم میں ایک لمحہ غفلت روا نہ رکھی اور عوام نے بھی ہمیشہ ان کی آواز پہ لبیک کہی۔

ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ سے آج ۱۶ صفر ۱۳۹۹ھ تک ایک جلاوطن عالم کے اشارے پر پوری قوم کا مکمل اتحاد اور مقصد کی طرف پیش قدمی ایک لاکھ کے قریب جانوں کی قربانی اور سنگین ترین پتھر کو اکھاڑ پھینکنا ایرانی شیعوں کا حیرت ناک کارنامہ ہے۔ فرانس جہاں آقای خمینی جلاوطن ہیں۔ انگلستان جو شاہ کا عاشق آقا ہے۔ امریکہ جو شاہ کا حاکم و رہنما ہے۔ روس، جسے ایران کو شکار کرنے کی آرزو ہے۔ غرض تمام دنیا اس عالم جلیل کے نام اور کام، اثر و اقتدار پر انگشت بدنداں

ہے ایک مجتہد وہ شخص جو مدرس ہے۔ مصنف فقہ و اصول ہے

مدرسے کے نگران

آقای علمی مدرسہ فیضیہ کے نگران تھے۔ ساواکیوں نے انھیں لٹا کر گلے پر خنجر رکھ دیا اور مطالبہ کیا کہ 'جاوید شاہ' کہیں انھوں نے جملہ دہرایا۔ اس نے کہا۔

"زور سے کہو جاوید شاہ۔"

انہوں نے کہا۔

"جاوید شاہ۔"

اس نے کہا۔

"کہو — مرگ بر اسلام۔"

مولانا نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

"اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ..."

ساواکیوں نے ٹھوکریں مار مار کر بیہوش کر کے چھوڑ دیا۔

کتب خانہ نذر آتش

مدرسۂ فیضیہ میں قلمی اور مطبوعہ کتابوں کا نایاب ذخیرہ تھا۔ میں نے قم میں اصول کافی کے قدیم ترین قلمی نسخے کی اطلاع حاصل کی تھی۔ اس ہنگامے میں پورا کتب خانہ جلا دیا گیا۔ حکومت کے آدمیوں نے قرآن مجید پارہ پارہ کیا۔ کتابوں کے انبار نذر آتش کیے۔ عمامے عبائیں اور طلبہ کا سامان پھونک دیا۔ در و دیوار خون سے رنگین اور

بام و در آگ کے دھوئیں سے سیاہ ہو گئے۔

سینکڑوں زخمیوں اور لاشوں کو ٹرکوں میں بھر کر فوج لے گئی اور دست و پا شکستہ سینکڑوں افراد کو سسکتا چھوڑ دیا۔ لوگوں نے جنازے تلاش کیے تو صرف تین لاشیں ملیں۔ ایک مولانا سید یونس رودباری اور دو تاجرین قم۔ ان کے علاوہ سینکڑوں گھروں کے وارث لا پتہ ہیں۔

آقای خمینی

اس ہنگامے میں آیۃ اللہ خمینی باہر آنا اور صورت حال کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے لیکن گھر میں موجود سینکڑوں آدمیوں نے روک لیا اور کسی قیمت پر باہر نہ جانے دیا۔ آپ نے ہمت آفریں تقریر کر کے لوگوں کے حوصلے بڑھائے اور لوگوں کو خوف سے نکالا۔ آپ نے حکم دیا اور لوگ زخمیوں کی خبر گیری کے لیے روانہ ہو گئے اسپتال بھر گئے۔ علاج ہونے لگا۔ ہزاروں آدمی دیوانہ وار عیادت کو نکل آئے لیکن بادشاہ کے حکم سے ان لوگوں کا علاج چھوڑ دیا گیا اور مخالفین شاہ ہونے کے جرم میں ان کو اسپتال سے نکال کر میدانوں میں پھینک دیا گیا۔ علما کے حکم سے عوام انھیں گھروں میں لے گئے اور ڈاکٹروں نے چھپ چھپ کر بخوشی ان کا علاج کیا۔

مدرسہ کے جری طلبہ

دوسرے دن مدرسۂ فیضیہ پھر آباد ہو گیا۔ مجاہد طلبہ نے مدرسے میں شاہ اور فوج اور ظلم کے خلاف کتبے لگا دیے۔ مرحومین

کے لئے کلماتِ آفرین لکھے:

و بکشتار گاہ روحانیون خوش آمدید۔

و ملت ایران! مامورین دولت مدرسہ را شستند تا جنایات خود را از انظار شما پوشیدہ دارند۔

و درود بر شہیدان بی گناہ مدرسۂ فیضیہ۔۔ وغیرہ وغیرہ

آیۃ اللہ خمینی نے اعلان فرمادیا کہ خاموشی غلط ہے اور تقیہ حرام ہے۔ میں احکام خدا موقع بموقع بیان کروں گا۔ جب تک ہاتھ میں قلم ہے اس وقت تک حکومت کی مخالفت کرتا رہوں گا۔

مدرسۂ طالبیہ تبریز

جس دن مدرسۂ فیضیہ کے طلبہ نے پولیس اور فوج سے مقابلہ کیا اسی دن تبریز میں زبردست احتجاجی مظاہرے ہوئے اور ساواک نے مدرسۂ طالبیہ میں خون کے دریا بہا دیے۔ طلبہ نے مقابلہ کیا اور متعدد افراد مارے گئے۔

ترجمان القرآن نے اس کا خلاصہ یوں لکھا:

"امام جعفر صادقؑ کے یوم وفات کی تقریب میں جو جلسہ ہو رہا تھا پولیس اور تحفظ امن عامہ کے دستوں نے اس پر حملہ کر دیا اور بے تحاشا فائرنگ کی اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ یہ وہی تبریز ہے جس کی وطن دوستی کا اعتراف خود شاہ کو ہے۔ شاہ نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا:

"تبریز ایران کا نہایت وفادار علاقہ ہے۔ اہل تبریز ہی ہیں جنھوں نے اس پورے علاقے سے کمیونسٹوں کا خاتمہ کیا ہے اور کمیونسٹوں کے سرغنہ پیشہ وری کی تحریک کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا ہے۔"

مشہد میں بھی یہی حادثہ پیش آیا۔ پولیس نے وہاں کی نمایاں شخصیتوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں بھر دیا — انھیں دھمکیاں دی گئیں کہ اگر شاہ کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو انھیں کہیں پناہ نہ مل سکے گی۔ مشہد کے عالم بزرگ آیۃ اللہ میلانی (مرحوم) کے گھر پر خفیہ پولیس کا پہرا تھا۔ لوگ ان سے مل نہ سکتے تھے۔

ظلم و ستم، درندگی و خونخواری، وحشت و بربریت کے رقص عریاں نے ہر گھر میں صف ماتم، ہر لب پہ آہ اور ہر سمت خوف کا عالم طاری کر رکھا تھا۔ اخبارات و رسائل میں جھوٹ اور بہتان کا سیل رواں ہر حقیقت کو غرق کر رہا تھا بادشاہ خوش کہ اسلام کا نام اور اثر ختم ہو گیا۔ علما بے بس ہو گئے۔ قانون وہی ہے جو ہم کہہ دیں اور امن وہی ہے جو ساواک، پولیس اور فوج قائم کرے۔ مدرسۂ فیضیہ و طالبیہ کے بعد میدان صاف ہے لیکن علما حملوں پہ حملے کر کے اسلام دشمن عناصر کی سرکوبی میں کامیاب ہو رہے

تھے۔

ملک میں ہڑتالیں، مجالس ترحیم، شاہ کی مذمت میں تاروں کا سلسلہ بڑھ گیا۔ عراق کے شیعہ سنی علما نے مظالم پر سخت احتجاج کیا۔ دوسرے ممالک میں بھی یہ صدا گونجی اور علما و طلبہ کی اخلاقی حمایت کے اعلان ہوئے۔ مسلم و غیر مسلم ممالک کے سربراہوں کو ایرانی حکومت کے مظالم پر توجہ دلائی۔ ادارۂ حقوق انسانی سے اپیلیں کی گئیں کہ ایران کے مظالم پر توجہ دے اور عوام کا قتل و حبس بند کرائے۔

فوج میں بغاوت

علما، طلبہ اور شرفا کے ساتھ ناروا سلوک اور ملک میں لاقانونیت پر فوج میں بھی غم و غصہ پیدا ہوا۔ اس سلسلے کی خبروں کا باہر آنا تو ممکن نہ تھا البتہ دزفول کا واقعہ پریس میں آگیا۔ ترجمان القرآن میں ہے:

"دزفول کی فوجی چھاؤنی میں فوج کے آفیسروں نے اس واقعہ پر اظہار غم کیا جس کی پاداش میں چھبیس ۲۶ فوجی افسروں کا کورٹ مارشل کیا گیا اور انھیں موت کی سزا دی گئی۔ فوج کے افسروں کے ساتھ یہ سلوک فوج کے اندر مزید اضطراب اور انتشار پیدا کرنے کا موجب ہوا ہے۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ فوجی آفیسرز کی طرف سے متواتر ایسے گمنام

پمفلٹ شائع ہو رہے ہیں جن میں شاہ کے اقدامات اور قم و تبریز کے حوادث پر احتجاج کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی بے حرمتی اور مذہبی کتابوں کو نذر آتش کر دینے پر سخت غم و غصہ کا اظہار کیا گیا ہے اور شاہ کے اقدامات کو خلاف قانون قرار دیا گیا ہے

صورت حال یہ ہے:

ایرانی علما کی اکثریت جیلوں میں ہے اور جو باہر ہیں انھیں عوام سے بالکل منقطع کر دیا گیا ہے۔ لازمی فوجی تربیت کا آرڈی ننس جاری کر کے ان تمام طلبہ کو فوج کے حوالے کر دیا گیا ہے جو ایران کے مذہبی مدارس میں زیر تعلیم تھے۔ مذہبی لٹریچر کی اشاعت ممنوع قرار دے دی گئی ہے اور وہ تمام اخبارات و رسائل بند کر دیے گئے ہیں جو مذہبی حلقوں کی طرف سے نکلتے تھے یا مذہب کی حمایت کرتے تھے زرعی اصلاحات کے بہانے سے علما کی ذاتی ملکیتوں کو چھینا جا رہا ہے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو طرح طرح سے خوف زدہ کیا جا رہا ہے۔ ایران کے تمام مذہبی ادارے اس وقت معطل ہیں۔ مساجد میں اذان و جماعت کا نظام ختم ہو چکا ہے۔

شر پسند اور اسلام دشمن عناصر اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ایران سے مذہب کے اثر و نفوذ کو کلیتہً ختم کرنے کے لئے سرگرم ہیں۔"

(ترجمان' اکتوبر ۱۹۶۳ء)

علماء تہران کے نام آیۃ اللہ خمینی کا تار

آیۃ اللہ خمینی نے خوف و دہشت، سکوت اور زبان بندی کو توڑا۔ علماء تہران کے نام ایک مفصل تار بھیجا جس کا متن پوری دنیا میں شائع کیا گیا۔ یہ تاریخی کارنامہ "نہضت امام خمینی" سے اردو زبان میں محفوظ کیا جا رہا ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بوسیلہ حضرت حجۃ الاسلام آقای حاج سید علی اصغر خوئی دامت افاضتہ بخدمت ذیشرافت علما اسلام و ترویج اسلام تہران دامت برکاتہم

اسلام اور مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے سلسلے میں آپ کے تعزیتی تار وصول ہوئے۔ شکریہ!

مرکز روحانیت پر کمانڈوز اور سادہ لباس انتظامیہ اور پولیس کے حملوں نے چنگیزیوں کی یاد تازہ کر دی ہے فرق یہ ہے کہ انھوں نے اجنبی ملک پر حملہ کیا تھا اور انھوں نے خود اپنے ملک کے نہتے مسلمانوں اور علما و طلبہ پر مظالم ڈھائے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تاریخ شہادت پر ان کی روحانی اولاد پر "جاوید شاہ" کے نعروں سے مرکز امام علیہ السلام پر اچانک حملہ آور ہوئے اور دو گھنٹے کے اندر اندر بیس ہزار آدمیوں کے روبرو دانشگاہ و امام زمان

صلوات اللہ و سلام علیہ مدرسۂ فیضیہ کو بدترین مظالم کا نشانہ
بنا کر تباہ و برباد کر دیا۔ دروازے، روشن دان، کمرے اور
سامان توڑ پھوڑ کر رکھ دیئے۔ سولہ سولہ، سترہ سترہ سال کے
نہتے طلبہ جان بچانے کی خاطر چھتوں پر چڑھ گئے۔ پولیس
نے ان لوگوں کو نیچے ڈھکیل دیا، ان کی ہڈیاں پسلیاں
توڑ دیں۔ سادات و طلبہ کے عمامے جمع کر کے جلائے ــــ
قرآن مجید اور کتابوں کو پھاڑ کر پھینک دیا۔

اس شہر میں علماء و طلبہ کی جانیں غیر محفوظ ہیں۔ علماء و مراجع
کے مکانات سی آئی ڈی، کمانڈو اور پولیس کے محاصرے
میں ہیں۔ ڈیوٹی پر متعین سپاہی تمام مدارس کے بارے
میں کہتے پھرتے ہیں کہ ہم سب مدرسے فیضیہ بنا دیں گے
محترم طلبہ نے پولیس کے ڈر سے لباس بدل لئے ہیں۔ حکم
ہے کہ طلبہ کو بس یا ٹیکسی میں سوار نہ کیا جائے۔ عوام کے
سامنے پولیس افسر علماء اور معززین کو فحش گالیاں دیتے
پھرتے ہیں۔ رات کو پہرہ کی گارد ایسے اشتہار شائع کرتی
ہے۔ جن پر نامعلوم ناموں سے دھمکیاں درج ہوتی ہیں۔
یہ لوگ شاہ دوستی کے نام سے مذہبی تقدس رکھنے والوں
کی توہین کرتے ہیں۔ شاہ دوستی یعنی غارت گری، اسلام کی
توہین، مسلمانوں کے حقوق کی پامالی، مراکزِ علم و دانش

کی تباہی، شاہ دوستی یعنی قرآن و اسلام پر حملہ۔ شعائرِ اسلام
کی آتش زنی، اسلامی آثار کی تباہی۔ شاہ دوستی یعنی
احکام اسلام سے انحراف، احکام قرآن میں تحریف۔ شاہ دوستی
یعنی روحانیت کو پامال کرنا، آثار رسالت کو مٹانا۔ آپ
حضرات دیکھ رہے ہیں کہ اسلامی اصول خطرے کی زد پر
ہیں، قرآن کریم اور مذہب خطرے میں ہے۔ اس خطرے کے
پیش نظر تقیہ حرام اور اعلان حقائق واجب ہے خواہ
اس کے نتائج کچھ بھی ہوں۔

ان دنوں ایران میں کوئی موثر مرکز شکایات موجود نہیں ہے
اور حکومتی ادارے مجنونانہ انداز میں کام کر رہے ہیں۔ میں
قوم کی طرف سے جناب علم وزیر اعظم سے پوچھتا ہوں ــــ
آپ نے دو ماہ قبل طہران کے بھرے بازار میں علماء اسلام
اور مسلمانوں پر کس قانونی جواز سے حملہ کر کے زخمی کیا؟
آپ نے کس قانونی بنیاد پر علماء اسلام اور مختلف افراد کو
گرفتار کیا اور تا حال انھیں قید کر رکھا ہے؟ آپ نے
کس قانونی بنیاد پر ملک کا بجٹ اور اخراجات نام نہاد
ریفرنڈم کی نذر کیے؟ حالانکہ ریفرنڈم خود شاہ کی ذات
سے متعلق تھا اور بحمد اللہ وہ سب سے بڑے سرمایہ دار
ہیں۔ کس قانونی جواز سے آپ نے سرکاری ملازمین کو جو

www.shiabookspdf.com

قومی بجٹ سے تنخواہ لیتے ہیں، شخصی و ذاتی ریفرنڈم کیلئے جبراً پابند کیا؟ آپ نے کس قانونی جواز سے دو ماہ قبل بازار قم کو لوٹنے کا حکم دیا اور مدرسۂ فیضیہ پر مظالم ڈھائے اور طلبہ کو زدو کوب کے بعد قید کیا؟ آپ نے کس قانونی جواز سے روز شہادت امام جعفر صادق علیہ السلام، کمانڈوز اور پولیس کو سفید لباس میں مدرسۂ فیضیہ میں بھیج کر مصائب کے پہاڑ توڑے؟

میں اپنا سینہ آپ کی پولیس کے نیزوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ لیکن آپ کی دروغ گوئی اور جبر و ستم کے مقابلے میں نہیں جھکوں گا۔

میں انشاء اللہ مناسب مواقع پر احکام خدا بیان کروں گا اور جب تک میرے ہاتھ میں قلم ہے اس وقت تک مصالح مملکت کی مخالفت کو برملا واضح کرتا رہوں گا۔ مسلمانوں کی ایک آنکھ اپنی دنیا پر اور دوسری آنکھ اپنے دین کی مظلومی پر گریاں ہے۔ آپ چند ماہ کی حکومت میں جو اقتصادی، زراعتی، صنعتی، تعلیمی، ثقافتی اور دینی معاملات کو نقصانات پہنچا کر خطرے سے دوچار کر رہے ہیں اور مملکت رو بانحطاط ہے۔

خداوند تعالےٰ اسلام اور مسلمانوں کو اپنی اور قرآن

کی حفظ و امان میں رکھے!" و روح اللہ الموسوی خمینی!

اس تاریخی اعلامیہ نے ایران میں زلزلہ ڈال دیا اور فضا میں چھائے ہوئے اندھیرے کو چمکتے سورج کی روشنی سے چھانٹ دیا۔ خوف و مایوسی کے جذبات کو بادشاہ سے ٹکر لینے کی عزیمت سے بدل دیا اور مدرسۂ فیضیہ انقلاب کا نشان بن کر نمایاں ہوا۔ لوگ آگے بڑھے اور حقائق کی اشاعت اور بادشاہ کے خلاف گفتگو کو شہ ملی۔ آقای خمینی تاریخ میں پہلے قائد اسلام ہیں جنھوں نے حکومت کے سب سے بڑے نمائندے وزیر اعظم سے جواب طلبی کی۔ اس اقدام کے نتیجے میں "اسداللہ علم" کے مقابلے میں آقای خمینی سیاسی و ثقافتی مجالس میں موضوع سخن بن گئے۔ جملہ "شاہ دوستی یعنی غارت گری" عوام میں تحریک بن کر عام ہو گیا اور علما کی قیادت پر سب کا اعتماد بڑھ گیا علما نے اپنی سنگین ذمہ داریوں کی طرف پوری قوت مبذول کر دی طلبہ جو لباس بدل رہے تھے۔ شیر ہو گئے۔ اعلامیہ چھپا اور گھر گھر پہنچایا گیا عربی ترجمہ ہوا اور تمام اسلامی ملکوں میں اس کی اشاعت ہوئی اسکے جواب میں علما اور طلبہ کی طرف سے عزیمت و حمایت کے اعلان ہونے لگے۔ بازاروں میں آیۃ اللہ خمینی کی روحانیت، امداد غیبی اور حکومت کے خوف زدہ ہونے کی کہانیاں کہی جانے لگیں۔ ان کی کرامات کے قصے گڑھے گئے مثلاً بادشاہ نے آقای خمینی کو خط لکھا:

"آقای محترم! آپ نے ایران میں طوفان شورش و ہنگامہ

بر پا کر رکھا ہے، لوگوں کی زندگی خطرے میں ڈال دی، جن معاملات سے بے خبر ہیں ان میں دخل دینے لگے اور .... ملک و ملت کی بھلائی اس میں ہے کہ بوریا بستر باندھئے اور ایران خالی کر دیں....؛

دستخط کی جگہ خط پر "شاہ" لکھا ہوا تھا۔ آقای خمینی نے لفظ شاہ مٹا کر — خمینی — لکھا اور خط بادشاہ کو بھیج دیا۔

ان کہانیوں نے بادشاہ کی ہیبت و دبدبہ کا خاتمہ کر دیا۔

قم میدان نبرد میں نکل آیا اور علما نے ان کی حمایت میں نام بتا کر حمایت شروع کر دی۔ تار، خط، بیانات، پوسٹر اور اخبارات میں ہمت افزا پیغام عام ہو گئے۔

آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئی نے نجف سے تار دیا:

"حضرت آیۃ اللہ الخمینی دامت برکاتہ۔ قم

جنایۃ الجائرین علی الحوزۃ العلمیہ اوجعت قلوبنا و عامۃ المسلمین۔ فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ۔ ان اللہ عزیز ذوانتقام۔"

آیۃ اللہ سید محمود شاھرودی مرحوم نے نجف سے تار دیا:

(ترجمہ) —— "حضرت آیۃ اللہ خمینی دام ظلہ! الم انگیز اور دانش گاہ قم کے عظیم حادثے اور علما اعلام پر ڈھائے جانے والے مظالم نے مومنین و اعلام نجف کو سخت رنجیدہ کیا۔ ضروری ہے کہ عام اہل دین و دیانت کو توجہ و خیال کرنا

چاہیئے اور گم شدہ افراد و مجروحین کی مادی اور اخلاقی مدد کریں۔ نیز مدرسۂ فیضیہ کی تعمیر کر کے امام زمانہ علیہ السلام کی خوشنودی حاصل کریں"۔

آقای خمینی کی حمایت میں پہلا کامیاب مقابلہ طہران کی ہڑتال

اور عوام کے ہیجان سے گھبرا کر حکومت نے ساواک کی مدد سے کچھ اقدامات شروع کیے مثلاً "مخالفت شاہ" کا ہوّا سامنے لائے۔ پوسٹروں کے ذریعے لوگوں کو دھمکایا۔ ہڑتال کو ناکام بنانے کے لیے دکانوں پر پولیس کھڑی کر دی۔ پولیس نے دکانداروں کو معافی مانگنے پر مجبور کیا لیکن دکاندار اب آسانی سے جھکنے والے نہ تھے۔ اتفاقاً انہی دنوں روحانی مجاہد جناب مولانا حاجی سید جوادی کی مجلس فاتحہ خوانی منعقد کی گئی جس میں طلبہ نے "آیۃ اللہ خمینی کامیاب ہوں گے" کا نعرہ لگا دیا اور بازار میں موجود پولیس نے ان پر حملہ کر دیا۔ جوانوں نے مقابلہ کیا اور پولیس پسپا ہو گئی۔ یہ پہلا موقع تھا جب بادشاہ کے خلاف آقای خمینی کے حامی میدان میں آئے اور کامیاب ہوئے۔

آیۃ اللہ خمینی نے عوام کے تعاون اور مدرسۂ فیضیہ کے ہنگامہ پر کامیاب ہڑتال پر شکریہ ادا کیا اور ایک اعلامیہ کے ذریعے دوبارہ ایران کی صورت حال اور عظمت اسلام و قرآن پر گفتگو کی۔ ان سب کے جواب میں ساواک کا ایک ماہر و عیار افسر جہانگیر تفضلی، شاہی وزیر

وشیر وسرپرست ادارۂ نشریات سامنے لایا گیا۔ اس نے "مخالفین اصلاحات شاہ" کے عنوان سے پریس، ریڈیو اور ٹیلیویژن پر پروپیگنڈا شروع کردیا اور قم، مشہد، طہران و شیراز کی ہڑتال پر سخت حملے کئے قم کے میدان اور چوراہوں پر بارہ لاؤڈ اسپیکر لگا دیے جو علما کو اذیت دیتے اور شاہ کی حمایت میں چلاتے رہتے تھے۔ جھوٹا پروپیگنڈا اور الزام تراشی کا ہنگامہ برپا ہوا اور کہا جانے لگا کہ آقای حکیم نے علماء ایران کو نجف میں ہجرت کے لئے بلایا ہو یا علماء کربلا نے ان کی حمایت کی ہو۔ اس کا راز جمال عبدالناصر کی وہ مالی امداد ہے جو عراق کے علما کو ایران کے خلاف ملی ہے۔

آیت اللہ حکیم کا تار

آقای خمینی اور علماء قم کے نام آیۃ اللہ حکیم کا تار آنے یا ملنے سے پہلے بادشاہ نے قم میں کمانڈوز اور پولیس کی بھاری جمعیت پہنچادی اور ایک مرتبہ پھر خوف ودہشت کا دیو قم کے بازاروں میں گھومنے لگا اور قم کے ڈپٹی کمشنر یا ایس پی "سرہنگ پرتو" اور ساواک کے افسر اعلےٰ "سرہنگ بدیع" آقای خمینی کو الٹی میٹم دینے کے لیے آئے مگر آقای خمینی نے ملنے سے انکار کردیا یہ لوگ وہاں سے آقای شریعت مدار کے یہاں پہنچے اور ان سے کہا۔

"ابھی آپ کو آیۃ اللہ حکیم کا تار ملنے والا ہے جس میں آپ کو ایران سے ہجرت کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اس کے جواب میں اگر آپ نجف جانا چاہیں تو حکومت اس کے لیے وسائل مہیا کردے گی لیکن اگر اس تار کو بنیاد قرار دے کر کوئی ہنگامہ کرنا مقصود ہے تو کمانڈوز، بازاری عورتیں آپ کے گھروں پر حملہ کرکے آپ کو قتل و بے آبرو کردیں گی۔ مکان لوٹ لئے جائیں گے۔ پیغام ہمایونی کو تنبیہ نہ سمجھا جائے یہ سنجیدہ پیغام ہے یہ پیغام خمینی صاحب کو بھی پہنچادیا جائے۔ اس کے دوسرے دن آیۃ اللہ حکیم کا تار علما کو ملا جس کا ترجمہ یہ ہے:

> "علماء اعلام وروحانیت قم پر پے در پے مصائب ومظالم کے دردانگیز واقعات نے مومنین اہل دین کے دلوں کو زخمی کردیا ہے اور مجھے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ حضرات علما کچھ لوگوں کے ساتھ عتبات عالیات ہجرت کرکے آجائیں جس کے بعد حکومت کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کرسکوں گا۔" محسن طباطبائی حکیم ۸۔ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ

اس تار کے بارے میں صلاح مشورہ کرنے کے لئے آقای خمینی نے ایک میٹنگ کی جس میں قم بلکہ ایران کا خالی چھوڑنا اور علما کی ہجرت کو دشمن کے لیے من مانی کارروائی کے مترادف قرار دیا گیا جس کے نتائج انتہائی خطرناک نظر آئے لہٰذا آقای خمینی نے آیت اللہ حکیم کے نام جوابی تار میں مفصل وجوہ ودلائل لکھے اور ہجرت کو سردست مضر ثابت کیا خلاصہ یہ تھا:

۱ ــــــ ہم نے ہر قسم کی پسپائی کی راہ بند کردی ہے

اور کامیابی یا شہادت کو احدی الحسنیین سمجھ رکھا ہے اور انشاء اللہ اپنی شرعی ذمہ داری پوری کریں گے اور چودہ سو سالہ تاریخ کو زندہ کر کے دم لیں گے۔

۲ ـــــ شہنشاہ کی رسوا کن حکومت میں ذلیل زندگی کو رد کیا جا چکا ہے اور اب امام حسینؑ کا فرمان نصب العین ہے ـــــ میں موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو بدبختی سمجھتا ہوں۔

۳ ـــــ میں مسند نشین قیادت و علماء اعلام کی طرف دست اتحاد و تعاون بڑھا رہا ہوں تاکہ مسلمانوں کی تباہ حالی کی بنیاد اور شاہ مکلوم کے استعمار کو ختم کر سکوں۔

آیۃ اللہ حکیم کا تار اور آقای خمینی کا جواب چھپ کر تمام ایران میں پھیل گیا اور علماء و عوام نے آقای خمینی و علماء قم کو اپنے تعاون کا زبردست یقین دلایا۔ سینکڑوں تار اور بیانات قم پہنچے اور حکومت ایک نئے بحران سے دوچار ہو گئی۔ اس نے حسب سابق جوش کو دبانے کیلئے اول اردی بہشت ۱۳۴۲ھ کو فرمان صادر کیا جس کی رو سے طلبہ کے لئے فوجی تربیت لازمی قرار دے دی گئی اور کچھ علما و طلبہ کو قم سے فوج میں لے گئے۔ آقای خمینی نے حالات کا رخ دیکھا اور طلبہ سے کہا۔

"گھبرائیں نہیں۔ آپ جہاں جائیں اور جس حال میں رہیں امام زمانؑ کے سپاہی بن کر رہیں اور اپنا پیغام دوسروں تک پہنچائیں اور اسلامی

تعلیمات عام کرنے میں کوتاہی نہ برتیں۔ اگر آپ نے ذرا بھی کوتاہی ـــ غفلت اور خوف کا مظاہرہ کیا تو اس کے نتائج بہت برے ہوں گے۔"

طلبہ نے اپنی ذمہ داری نباہی اور اس فوجی لباس میں بار بار منبر پر جاتے اور بے خبر و مجبور سپاہیوں کو حقائق اور اسلامی تعلیمات و فکری انقلاب سے باخبر کرتے۔ اور ایران کی اقتصادی، ثقافتی اور سیاسی و مذہبی گراوٹ کی طرف توجہ دلاتے رہے۔

علما میں اختلاف کی کوشش

بادشاہ نے قم اور طہران میں خفیہ ریشہ دوانی اور مالی امداد کے ذریعے علماء و طلبہ میں اختلاف پیدا کرنے اور باہم متصادم ہونے کی مہم شروع کی۔ حکومت نے سر توڑ کوشش کے ذریعے پوسٹر اور بیانات چھپوائے۔ مصلحین قم اور غیر سیاسی علما کے فرضی ناموں سے مسئلے کو اچھالا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

چہلم شہداء فیضیہ

مدرسۂ فیضیہ کے حادثے میں جاں بحق ہونے والوں کی یاد میں علما نے چہلم منانے کا اعلان کر دیا۔ اس موقع پر آیت اللہ خمینی کا اعلامیہ تاریخ اسلام کا سنہرا ورق ثابت ہوا۔ اس اعلامیہ کا ترجمہ یہ ہے؛

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ ہمارے عزیزوں کی موت اور ان کے زخمی و مجروح ہونے کے چالیس دن پورے ہو رہے ہیں۔ چالیس دن ہو رہے ہیں کہ مقتولین

مدرسہ فیضیہ کے ورثا سوگ نشین ہیں. کل مرحوم سید یونس رودباری کے کمر خمیدہ والد مجھ سے ملنے آئے. مصیبت عظیم کے صدمے نے ان کے چہرے پہ اثر چھوڑا ہے غم نصیب باپوں اور پسر مردہ ماؤں کو کس زبان سے تعزیت ادا کی جائے؟

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام عصر عجل اللہ فرجہ کی خدمت میں تعزیت پیش کرنا چاہیے. ہم نے ان حضرات معصومین کی خاطر طمانچے کھائے. اپنے جوان ہاتھ سے کھوئے. اسلام کی حمایت اور ایران کی آزادی کا مطالبہ ہمارا جرم ہے. اسلام کی خاطر ہم یہ رسوائی اٹھا رہے ہیں. قید، سزا اور پھانسی کے انتظار میں بیٹھے ہیں. ظالم کو ڈھیل دو تاکہ وہ بہیمانہ اور غیر انسانی عمل کرنے میں آزاد رہے. ہمارے جوانوں کے ہاتھ پاؤں توڑ دے بیماروں کو اسپتال سے باہر پھینک دے. جس قتل و بجبریتی کی تنبیہ کرے. مدارس علم دین کو ویران کرے. حرم اسلام کے کبوتروں کو آشیانے سے دور کر دے. ان چالیس دنوں میں مقتولین، مجروحین اور خانہ بربادوں کے صحیح اعداد و شمار معلوم کرنا ممکن نہیں. ہم نہیں جانتے. کتنے آدمی زیر خاک کتنے کال کوٹھڑیوں اور کتنے روپوشی کے عالم میں ہیں ۔

مسجد گوہرشاد کے ان مقتولین کی تعداد ایک طویل مدت گزرنے کے بعد بھی معلوم نہیں ہو سکی جن کی لاشیں فوجی گاڑیوں میں لاد کر لے گئے تھے. سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ جس ڈیپارٹمنٹ سے سوال کیا جاتا ہے. وہاں سے جواب ملتا ہے کہ "سب کچھ اعلیٰ حضرت کے حکم سے ہوا ہے اور اس کا کوئی حل نہیں ہے"۔ وزیر اعظم سے ڈپٹی کمشنر اور قم کے گورنر تک سب کہتے ہیں "فرمان مبارک است"۔ مدرسۂ فیضیہ کا سانحہ بھی "انھی کے حکم سے ہوا۔"

اعلیٰ حضرت کے فرمان سے. بیماروں کو اسپتال سے نکال گیا. ان کا حکم ہے کہ اگر آیت اللہ حکیم کے جواب میں کوئی حرکت کی تو کمانڈوز اور بازاری عورتیں تمہارے گھروں پہ بھیج دیں گے. تمہیں قتل کر دیں گے. تمہارے گھروں کو لوٹ لیں گے — اعلیٰ حضرت کا حکم ہے کہ قانونی جواز کے بغیر طلاب کو پکڑ لے جائیں اور انھیں فوجی وردی پہنا دیں. اعلیٰ حضرت کا حکم ہے کہ دانش گاہ ڈھا دیں اور طلبہ کا سر کچل دیں.

سرکاری ملازم ہر قسم کی قانون شکنی کو بادشاہ سے منسوب کرتے ہیں. اگر یہ درست ہے تو اسلام و ایران و قانون پر فاتحہ پڑھیں اور اگر یہ انتساب صحیح نہیں ہے اور یہ لوگ

جرائم و قانون شکنی وغیر انسانی حرکات کو جھوٹ اور غلط طور پر بادشاہ کے سر منڈھتے ہیں تو وہ اپنی پوزیشن کیوں صاف نہیں کرتے تاکہ عوام کی حکومت کے بارے میں ذمہ داری واضح ہو اور مجرم حکام کو پہچانا جا سکے اور انہیں مناسب موقع پر سزا دیں۔

میں نے بار بار یاددہانی کرائی ہے کہ حکومت بدنیت اور احکام اسلام کے خلاف ہے جس کی مثالیں یکے بعد دیگرے نظر آ چکی ہیں۔ وزارت قانون نے اپنے منصوبے کے مطابق اسلام اور مرد کی شرط حج کے لئے ختم کر کے احکام اسلام کے خلاف فیصلہ کر چکی ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کے مال اور ناموس پر یہود و نصاریٰ اور دشمنان اسلام و اہل اسلام کو بالادستی دی جائے گی۔ یہ حکومت اور اس کے بعض ارکان کا فلسفہ اسلام مٹانا چاہتا ہے جب تک یہ غاصب و باغی حکومت ہے اس وقت تک مسلمان خوشی کا لمحہ نہ دیکھ سکیں گے۔

ہمیں نہیں معلوم، یہ سب لاعلمی و ستم رانی قم کے قتل کے لئے ہے جس پر حوزۂ علمیۂ قم کو قربان ہونا چاہئے؟ یا اسرائیل کی خاطر ہے اور ہمیں اسلامی ممالک کے مقابلے میں، اسرائیل کے معاہدوں کا حریف و مزاحم سمجھا جاتا ہے

بہر حال ہمیں مٹ جانا چاہئے۔ اسلام اور فقہائے اسلام کو قربان ہونا چاہئے۔ جابرانہ اقتدار کا خیال ہے کہ اپنے غیر انسانی کرتوت اور دباؤ سے ہمیں ظلم و خودسری، قانون شکنی کے خلاف آواز اٹھانے اور قوانین اسلام و ملت اور اس مقصد بزرگ اسلام یعنی معاشرتی انصاف کی نگہداشت سے ہٹا دے گا؟

ہم فرزندان اسلام کی فوجی بھرتی سے نہیں ڈرتے۔ ہمارے جوانوں کو فوجی کیمپوں میں جانے دیں۔ سپاہیوں کی ٹریننگ دیں۔ ان کی فکری سطح کو بلند کریں۔ انھیں فوجیوں اور رضا کاروں میں چھوڑ دیں۔ وہ روشن ضمیر آشنا و فطرت افراد ثابت ہوں گے بلکہ انشاء اللہ ایران آزادی و سربلندی حاصل کرے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ ایران کے اعلیٰ عہدیدار اور فوج کے معزز و محترم افسر ہمارے مقاصد سے متفق ہیں اور ایران کی سربلندی کے لئے فدائی ہیں۔ میں خود جانتا ہوں کہ سرکاری عہدے داران وحشیانہ و مجرمانہ حرکتوں پہ خوش نہیں ہیں۔ میں اس دباؤ کو جانتا ہوں اور کڑھتا ہوں جو ان لوگوں پر موجود ہے۔ میں انھیں ایران کی نجات اور اسلام کے لئے برادرانہ دست تعاون دے رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ اسرائیل کے سامنے سر جھکانے

پران کے دل تڑپ اٹھتے ہیں۔ وہ یہودیوں کے جوتوں تلے ایران کو روندے جانے پر کبھی راضی نہیں ہوں گے۔

میں اسلامی اور عرب حکومتوں کو باخبر کرتا ہوں۔ علماء اسلام اور زعمائے دین وملت وبیدار ایران اور معزز فوج اسلامی حکومتوں کی برادر ہے اور نفع نقصان میں انکی شریک حال ہے اور دشمن اسلام وایران، اسرائیل کے معاہدوں سے بے زار و متنفر ہے۔ میں یہ بات صاف صاف کہہ چکا ہوں۔ ٹھیک ہے اسرائیلی نوکر میری زندگی ختم کردیں۔

مناسب ہے ـــ ایران وغیر ایران کے مسلمان، اسلام کے عظیم حادثے کی یاد میں چہلم منائیں اور اسلام و اسلامی مدارس پر ڈھائے جانے والے مظالم کا تذکرہ کریں اور اگر ملازمین حکومت ممانعت نہ کریں تو مجالس عزا برپا کریں اور ان مظالم ڈھانے والوں کی مذمت کریں۔"

وروح اللہ موسوی خمینی!

اعلامیہ تقسیم کیا گیا۔ مجالس کا سلسلہ شروع ہوا۔ طہران وقم اور تمام شہروں میں مجالس کے پوسٹروں پر جلی سرخی سے لکھا گیا:

"بپیروی از فرمان لازم الاتباع حضرت آیت اللہ العظمیٰ خمینی"...."

آیۃ اللہ خمینی مدظلہ کی طرف سے مسجد اعظم قم میں عظیم الشان اجتماع تھا اور ساواک کے افسر اعلیٰ نے فون کے ذریعے اکابر علماء کو مطلع کر دیا تھا کہ جو شخص اس مجلس میں تقریر کرے گا، گرفتار کر لیا جائے گا اور اگر حکومت کے خلاف یا سیاسی مسائل پر گفتگو ہوئی تو مجلس درہم برہم کردی جائے گی۔ اس کے باوجود حجۃ الاسلام والمسلمین آقائی ڈاکٹر محمد صادقی طہرانی نے تقریر کی اور حکومت شاہ اور پہلوی رژیم اور اس کے بدترین مظالم اور واقعہ مدرسہ فیضیہ کا کھل کر تذکرہ کیا اور مجلس بڑے آرام و اطمینان سے ختم ہوئی ـــ ملک بھر میں ہر جگہ خطباء نے شاہ حکومت اور حکام کے مظالم پر روشنی ڈالی۔ ان اجتماعات میں جو چیز کھل کر سامنے آئی وہ آقائے خمینی سے عوام کی محبت تھی ـــ خطیب خمینی کا نام لیتے اور مجمع بڑے جوش سے درود بھیجتا تھا۔ عام طور سے یہ احتجاجی مظاہرے پرسکون رہے۔ ہر جگہ پولیس موجود تھی لیکن کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ البتہ دو ایک مقامات پر انقلابی جوانوں نے پولیس کو دیکھ کر اشتعال کا مظاہرہ کیا اور کچھ لوگ گرفتار بھی ہوئے۔ اس کے بعد حکومت نے محسوس کیا کہ یہ مجلسیں اب درس گاہ بن چکی ہیں اور اس سے انقلاب ومقابلہ کی زمین ہموار ہو رہی ہے لہٰذا خطباء کی گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔

آیۃ اللہ حکیم کو تنبیہ

مسجد ارک میں نمائندہ آقای حکیم کی طرف سے مجلس کا اعلان

تھا جیسے ساواک نے روک دیا۔ پولیس نے مسجد کا محاصرہ کر لیا تاکہ عوام مسجد میں داخل نہ ہو سکیں۔ بظاہر حکومت آقای حکیم کو مطلع کرنا چاہتی تھی کہ وہ ایران کے معاملات میں دخل نہ دیں۔ مگر عوام نے ان باتوں کی پرواہ نہ کی۔ وہ مسجد میں آئے اور جب پولیس نے روکا تو عوام نے ٹکرلی اور سرہنگ طاہری جلاد ایک شخص کے ہاتھوں زخمی ہو کر اسپتال گیا۔ وہاں سے تندرست ہو کر باہر آتے ہی اور زیادہ خونخوار ہو گیا۔

ادھر آقای خمینی ایک قدم میں سو برس کی راہ طے کرتے اور آگے بڑھتے رہے۔ تاروں اور خطوں کے جواب میں آقای خمینی نے سخت قانونی اور منطقی بیان دیئے۔ ان بیانوں کی اشاعت سے "انقلاب سفید" کے تار و پود بکھر گئے اور عوام پر امریکائی منصوبوں کی حقیقت واضح ہوتی گئی۔

بادشاہ کی الجھن

آقای خمینی کی بڑھتی ہوئی تحریک اور عوام کا شاہ کے خلاف ابھرتا ہوا جذبہ حکومت کے لئے خطرہ اور شہنشاہ آریا مہر کے لئے خوف کا باعث بن چکا تھا۔ انھوں نے چند درباری مولوی صاحبان کو بھیجا۔ ان کے سپرد یہ کام تھا کہ اس تحریک کے بنیادی مقصد دریافت کریں۔

۱ ــــ آقای خمینی کیا چاہتے ہیں؟

۲ ــــ تاج و تخت الٹنا ہے یا چھ نکاتی اصلاحات مسترد کرنا مقصود ہے؟

وفد کی آمد سنتے ہی آقای خمینی اصل معاملہ سمجھ گئے اور ان سے یوں گفتگو فرمائی کہ وہ مطمئن ہو گئے اور شاہ کی مخالفت و تاج و تخت سے عدم تعارض کا خیال ختم ہو گیا۔ انھوں نے آقای خمینی کا شکریہ ادا کیا۔ چلتے چلتے آپ نے ان حضرات سے فرمایا:

"حکام ہمیں نہتا نہ سمجھیں اور نیزہ، بندوق و توپ اور ٹینک کے مقابلے میں ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ انھیں یاد رکھنا چاہئے میں نوک قلم سے فوج کی ہڈیاں کھڑکھڑا دوں گا۔"

حکومت نے اس کے بعد آقای خمینی کو براہ راست نشانہ بنایا۔ قم کے مجسٹریٹ کو معلوم ہوا کہ آیت اللہ کو اس کی کچہری میں بلایا جائے گا۔ وہ رخصت لے کر چلا گیا۔ دوسرا مجسٹریٹ آیا۔ اس نے سمن جاری کر دیا۔ ہرکارہ گھر پہ آیا۔ آقای سید مصطفےٰ خمینی نے سمن وصول کرنے اور اسے آقا تک لے جانے سے انکار کر دیا۔ اس طرح یہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔

مصری ڈپلومیٹ یا ایرانی جاسوس

آقای خمینی نے صیہونیت کے خلاف جو موقف اختیار کیا تھا ایران و بیرون ایران اس کی حمایت ہو رہی تھی۔ ملک کے سیاسی رہنما آقا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور داد دیتے تھے۔ دوسرے ممالک سے شکریوں کے خط اور تار آتے تھے۔ اس سے بادشاہ اپنی سبکی محسوس کرتے تھے اور طرح طرح کی افواہوں کے ذریعے اس کے اثر کو ختم کرانے کی سعی جاری تھی۔

کا یہ عقیدہ کھلتا جا رہا تھا کہ بادشاہ سی آئی اے اور امریکہ کا آلۂ کار بن چکا ہے۔ اتنے میں محــــرم آگیا۔ حکومت کی مشنری حفاظتی پیش بندی کرنے لگی اور مجالس، ذاکرین، جلوس عزا اور دوسرے رسوم پر طرح طرح کی پابندیاں لگا دی گئیں جن کا خلاصہ یہ تھا کہ بادشاہ کے خلاف کوئی اشارہ کنایہ نہ ہونے پائے۔ صیہونی و ایرانی روابط پر تنقید نہ ہو اور عوام کو رونما ہونے والے واقعات سے مطلع نہ کرنے دیا جائے۔

آقای خمینی نے علماء و خطباء کے نام اعلامیہ جاری کیا جس میں مظالم کی پردہ دری، حقائق کی تبلیغ اور اسلام و شریعت اسلام کی نشر و اشاعت پہ زور دیا گیا تھا۔ حکومت کی ممانعت چند روزہ، قید و بند کو بے حقیقت و غیر اہم قرار دیتے ہوئے حق گوئی کی ہمت افزائی کرنے اور علماء کی ذمہ داری یاد دلانے کے بعد اللہ کی امداد اور نصرت و کامیابی کی نوید تھی۔

محرم کے دور میں جو سورج نکلتا وہ شاہ کے منصوبوں کے تار و پود بکھیر دیتا تھا۔ پہلی کے بعد دوسری تاریخ مجالس کے مجمعے، مجمعوں کے تاثرات اور خیالات بدلتے بدلتے، بادشاہ کی اسرائیل نوازی اور اسلام دشمنی کے خلاف نعروں کی صورت میں بدل گئے۔ ماتمی دستے مدرسۂ فیضیہ اور قم کے بارے میں علانیہ ماتم سرائی کرنے لگے:

قم شدہ کربلا ہر روزش عاشورا

ایک دن لبنان سے مصری ڈپلومیٹ کی آمد ہوئی۔ قم کے ایک عالم سے تصدیق آ گئی۔ آقای خمینی نے ملاقات کی اجازت دے دی۔ موصوف نے اپنے تئیں جمال عبدالناصر کا نمائندہ بتلایا اور جمال عبدالناصر کے سلام اور اسرائیل کے خلاف محاذ لگانے کا شکریہ پہنچانے کے بعد کہا۔

"صدر جمال عبدالناصر نے روپیہ اور اسلحہ کی پیش کش کی ہے اور کہا ہے کہ ایران میں یہ کمک پہنچ سکتی ہے اور اس وقت تک یہ سب کچھ حاضر ہوتا رہے گا جب تک محاذ کامیاب نہیں ہوتا۔"

آقای خمینی نے فرمایا:

"ہمارے یہ داخلی معاملات ہیں۔ اس سلسلے میں کسی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ صدر جمال عبدالناصر کو جواب سلام اور یہ پیغام پہنچا دیں کہ اگر ہماری امداد کرنا چاہیں تو ہمارے اطلاعات و بیانات دنیا تک پہنچائیں اور بس ـــــ"

کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ شاید یہ بزرگوار خود ایرانی حکومت کے جاسوس تھے اور آغا کے عزائم معلوم کرنا اور غیر ملکی رابطہ و امداد کے جرم میں پھانسنا چاہتے تھے۔

محرم کی آمد

حالات روز بروز خراب ہو رہے تھے اور بادشاہ اپنی تقریر و تحریر میں سختی اور خوں ریزی کی دھمکیوں پر اتر آئے تھے۔ اس کے مقابلے میں عوام

فیضیہ قتل گاہ خونِ جگرِ علما

وا ویلا وا ویلا

وا ویلا وا ویلا

عمال اسرائیلی رسوا کشتند در قم بی پناهانرا

شد موج خون بر پا

شد موج خون بر پا

شد موسم یاری مولانا الخمینی ای شیعیان بر پاکنید شور حسینی !!!

خمینی خمینی تو زادۂ حسینی جانرا بکف بنهاده ای در راه قرآن!

بادشاہ نے یہ دیکھ کر چیخنا شروع کر دیا۔ ملک کے دشمنوں سے نپٹ لیا جائے گا ـــــ اس مذھب مقدس 'شیعہ' دشمن لبادہ پوشوں سے ہوشیار رہو ـــــ ان لوگوں سے بچو ـــــ ان کو اپنے پاس سے ہٹا دو ـــ شاہی زبان اور جلالت مآبی کے تیور میں بیان جاری ہونے لگے۔

دھم محرم ۸۳ھ

جہادِ حسینی، مقاصد و پیام امام حسین علیہ السلام پر گفتگو کے نو دن ختم ہوئے اور غمِ شہدا کی یاد کا آخری دن آن پہنچا۔ پورا ملک یادِ کربلا میں اور تمام اہل دانش بیان کربلا کے اعادے پر کمربستہ تھے۔ ادھر پولیس کیل کانٹے سے لیس سڑکوں پر پھیل گئی۔ مورچے بن گئے۔ مدرسہ حاجی ابو الفتح "طہران محاصرے میں لے لیا گیا۔ اس مدرسے کو عاشور

۱۳۸۲ھ کے جلوس و اجتماع میں مرکزی حیثیت دی جا چکی تھی۔ صبح کا سورج بلند ہوتا گیا اور عوام کا ریلا مدرسے کی طرف بڑھتا گیا ـــــ "خمینی خمینی" کے نعروں نے پولیس کے قدم اکھیڑ دیے اور محاصرہ ختم ہو گیا۔ مدرسے میں بام و در، صحن و ایوان میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ جوش اپنے عروج پر تھا کہ 'شعبان' نامی افسر انتظامیہ نے سپاہیوں کا ایک دستہ زنجیر زن و قمع زن ماتمیوں کے لباس میں بھیج دیا۔ پروگرام کے مطابق یہ لوگ ماتمی دستوں میں گھس کر خنجر و چاقو سے عوام کو زخمی کرنا چاہتے تھے۔ ان کے خیال میں اس تدبیر سے باہمی چپقلش اور اندرونی خلفشار ہو گا اور مظاہرہ ناکام ہو کر رہ جائے گا۔

مظاہرات کے نگران افراد کو حکومت کی بدنیتی کا علم تھا انھوں نے شعبان کو خنجر چھپائے مجمع میں گھستے دیکھا تو حاجی رضائی سے رابطہ پیدا کیا۔ حاجی صاحب نے فوراً ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے آدمی متعین کر دیئے جن کو دیکھتے ہی حکومت کے آدمی نکل بھاگے۔ آٹھ بجے صبح کو مدرسے سے ایک دستہ آقای خمینی کی تصویریں لئے باہر آیا

خمینی بت شکن ملت طرفدار تو

میرد میرد دشمن خونخوار تو

خمینی خمینی خدا نگہ دار تو

بمیرد بمیرد دشمن خونخوار تو

جلوس بڑھتے بڑھتے میدان بہارستان میں پہنچا تو ایک لاکھ

افراد کی جمعیت ہو چکی تھی۔

جناب مہدی عراقی نے اپنی تقریر میں انقلاب سفید پر تنقید کرتے ہوئے اسلامی انقلاب کو فتح مندی کا نشان بتایا۔

جلوس مختلف راستوں سے گزر رہا تھا۔ گرمی، دھوپ، پیدل سفر اور لاکھوں کا مجمع، ماتم اور رجز خوانی و نعرہ زنی کے باوجود مجمع تازہ دم تھا۔ طہران ہل رہا تھا اور سیل انقلاب اسلامی ایوانوں سے ٹکرا رہا تھا۔ ایک بجے یہ جلوس 'کاخ مرمر' کے سامنے پہنچا اور "خمینی خمینی" کے ساتھ "مرگ براین دیکتا تور" کے بادل گرجے "خمینی بت شکن ملت طرفدار تو" کے شور نے قصر شاہی کے شرق آہن پہرہ داروں، ٹینک نشین حملہ آوروں کے پتّے آب آب کر دیے۔ مجمع فتح خمینی و شکست شاہ کا اعلان کر کے پلٹا۔ ۳ بجے مسجد شاہ سے اعلان ہوا کہ کل اسی مسجد سے جلوس نکالا جائے گا۔

دن گزرا اور شام ہوئی تو یونیورسٹی کے طلبہ "قائد بزرگ اسلام" کی حمایت میں باہر نکل آئے۔ ان کا نعرہ تھا:

"خمینی پیروز است"

یہ جلوس تقریریں کرتا، نعرے لگاتا مدرسہ ابوالفتح پہنچا یہاں علما کی طرف سے مجلس کا اہتمام تھا۔ طلبہ نے مجلس میں شرکت کی اور لوگوں کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔

قومی جماعتوں کا فیصلہ

۱۱۔ محرم کو طہران کی مسجد شاہ میں صبح سے مجمع شروع ہوا۔ خمینی، خمینی ___ خمینی بت شکن ___ خمینی تو فرزند حسینی ___ کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ جلوس چلا اور سفارت خانۂ برطانیہ کے سامنے 'مجاهدی' نام ایک شخص نے عوام کی طرف سے بلندی پر آن کر یہ تقریر کی:

"تاجرو! کاریگرو، مزدورو، ملازمو، فوجیو، استادو، طالبعلمو! تمہارا تعلق کسی عہدے کسی کاروبار، کسی نوکری پیشے سے ہو اگر مسلمان نہیں ہو۔ اگر آیۃ اللہ خمینی کے طرفدار نہیں ہو جب بھی ایک لفظ مشترک ہے۔ اسی مرکزی بات پر ان کی کمک کرو۔ وہ نقطہ فقط ایک ہے 'ایرانی ہونا' ___ تم اپنی قوم کی تقدیر اپنے ملک کی سرنوشت سے دور نہیں رہ سکتے۔ خمینی کہتے ہیں کہ ایران کی سرنوشت امریکہ اور لندن میں نہ لکھی جائے۔ اسرائیل ہمارے معاملات میں دخل نہ دے۔ خمینی کا یہ مطالبہ درحقیقت تیس ملین آبرومند ایرانیوں کا مطالبہ ہے۔"

عوام نے مقرر کی تائید میں فلک شگاف نعرے لگائے اور جلوس چلتے چلتے یونیورسٹی پہنچا۔ یونیورسٹی کے طلبہ کلاس چھوڑ کر جلوس سے آملے۔ نعروں کا شور اور مجمع کا جوش قیامت خیز نظر آنے لگا۔ لیکن ہوش و نظم و ضبط کا یہ عالم تھا کہ پولیس کی ضرورت نظر نہ آتی تھی

www.shiabookspdf.com

طلبہ، مزدور اور عوام نے عہد کیا کہ ہم خمینی کی فتح تک ان کے ساتھ ہیں گے اور کسی قربانی سے دریغ نہ کریں گے۔ "جبہۂ ملی" کے شعبۂ طلبہ کی طرف سے ان کے نمائندے جبہۂ ملی کے اسیروں، "ڈاکٹر صدق اور آقای خمینی کی حمایت پر تقریر کی۔ اس نے یونیورسٹی کے طلبہ کی مسلسل جد و جہد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔

نخست فلسفۂ شاہِ دیں حسینؑ اینست
کہ مرگ سرخ بہ از زندگی ننگین است

جلوس آگے چلا اور موقع بموقع تقریریں ہوتی رہیں۔ کاخ مرمر کی طرف بڑھتے ہوئے لوگوں نے فوجی ٹرک کو دیکھا جس کے افسر نے دروازے سے سر نکال کر ایک شخص سے آقای خمینی کی تصویر مانگی اور سامنے والے شیشے پر لگالی۔ جس کے بعد "مرگ بر ایں دیکتاتور" کے نعرے شدت اختیار کر گئے۔ یہ جلوس ایک تقریر کے بعد میدان ارک کے قریب ختم ہوگیا۔

مشہد مقدس میں قتل

طہران کے علاوہ بہت سے شہروں میں مظاہرے ہوئے اور لاکھوں عوام نے خمینی کی حمایت کے اعلان کئے۔ مشہد مقدس میں جلوس پر جلوس نکلے۔ ایک دن ایک پولیس افسر نے آقای خمینی کا اعلامیہ دیوار سے اتارنا اور پھاڑنا چاہا۔ مجمع نے اسے روکا مگر اس نے ہمت کر کے اعلامیہ نوچ لیا۔ مشتعل ہجوم اس پر لپکا اور اسے

موقع پر ختم کر دیا گیا۔ اس لے بہت سے کانسٹیبل زخمی ہوئے۔

آقای خمینی مجلسوں میں

قم میں یہ جوش و تحریک شباب پر تھی۔ آقای خمینی طوفان ظلم و ستم میں جب سرکاری عملے ان کے خون سے پیاس بجھانے کے لئے تڑپ رہے تھے انتہائی دلیری و جرأت سے روزانہ ایک محلے میں جاتے۔ ان کے ساتھ ایک مقرر ہوتا جو مجلس میں ملک و ملت کے حالات اور تحریک کے عوامل و نتائج اور مقاصد سے عوام کو مطلع کرتا تھا۔ اس یگانہ عمل نے ملک کے تمام مظاہروں کو ایک خیال اور ایک نصب العین میں منسلک کر دیا اور قم کے شہری اس تحریک کے قائم بننے کے قابل ہوگئے۔ آقای خمینی جس راستے سے گزرتے وہاں روشنی کا بے مثال انتظام ہوتا اور ایرانی دستور کے مطابق زن و مرد استقبال کے لئے آتے اور متعدد جانور قربان کر کے فقراء میں بانٹتے تھے اور آغا اپنے گھر سے دس پانچ فرلانگ کی راہ ایک ایک گھنٹے میں طے کرتے تھے دلوں کی عقیدت و حمایت کے اس قسم کے مظاہروں سے حکومت اور بادشاہ خون کے گھونٹ پینے لگا۔ مقررین و معززین پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ سی آئی ڈی اور انٹیلی جنس نے سانس لینے اور لب ہلانے پر پابندی لگا دی۔ ادھر آغا کی جرأت نے اہل دین کو طاقت سخن بخشی محرم کی برکت اور امام حسین علیہ السلام کے فلسفے اور پیام کی ایمان لازوالی نے حسینیوں کو پرچم اسلام بلند رکھنے کا عزم صمیم کرنے پر مجبور کر

دیا اور مشہور واعظ و محبوب خطیب آقای تقی فلسفی نے شب عاشور بھری مجلس میں آیت اللہ خمینی کا وہ خط منبر پر پڑھ کر سنایا جو انھوں نے خطبا کے شکریے اور تحریک اسلامی میں ان کی ذمہ داری سے متعلق لوگوں کو لکھا تھا۔ اس خط میں مرکز انقلاب اسلامی مدرسۂ فیضیہ کی تعمیر و تجدید کا تذکرہ بھی تھا۔

روز عاشور کے لئے آیت اللہ خمینی نے اعلان کر دیا تھا کہ قم میں علما تقریر کریں گے۔ چونکہ عراق میں زیارات کیلئے جانے پر پابندیاں تھیں اس لئے عوام مشہد و قم میں محرم کے خاص دن گزارنے آتے ہیں۔ اب اعلان سن کر یہ اجتماع دس گنا ہو گیا خطباء و علما دور دور سے قم پہنچے۔ اخبارات کہتے ہیں کہ فقط تہران سے چالیس ہزار آدمی آئے تھے۔ حکومت نے علما کے اس اقدام کو ناکام کرنا چاہا اور مسجد گوہر شاد کی یاد دہرانا چاہی۔ پولیس کے پٹھو آگے بڑھے اور علما و خطبا کو نصیحت و مشورے دینے لگے۔ خطرات سے ڈرایا اور نتائج کا ذکر کیا لیکن آیت اللہ خمینی سامنے تھے۔ لوگوں کی رائے میں کمزوری آتی تھی مگر آقای خمینی کی ہمت افزا قیادت روح تازہ پھونک دیتی تھی۔ جرأت اور راست کرداری کی ایسی مثال دنیا کی تاریخ صد سالہ میں نہیں ملتی جس کے بارے میں قوم ڈرتی تھی کہ کہیں وہ خود اپنی جان پر نہ کھیل جائیں اور گھر سے باہر نہ نکل آئیں۔ لبعض علما آقای خمینی کو روک رہے تھے کہ روز عاشور تقریر نہ

کریں۔ آقای خمینی انہیں واشگاف الفاظ میں ایک ہی جواب دیتے تھے کہ — تم دیکھ رہے ہو اطراف ملک سے عوام جمع ہو رہے ہیں۔ میں اس موقع کو ضائع نہ ہونے دوں گا! حقائق بتاؤں گا اور اپنے مقاصد سے باخبر کروں گا۔ مجھے بادشاہ کے منصوبوں سے کوئی خوف نہیں ہے۔

صبح عاشور ہزاروں افراد آقای خمینی کے مکان پر مجلس میں حاضر تھے۔ آغا اپنی جگہ تشریف فرما خطیب کا بیان سن رہے تھے کہ ایک ساواکی سامنے آیا اور تعارف کرانے کے بعد بولا۔

"میں اعلیٰ حضرت کی طرف سے مامور کیا گیا ہوں اگر آپ نے مدرسہ فیضیہ میں تقریر کی تو فوجی دستہ مدرسے پر حملہ کر کے آگ و خون کا طوفان برپا کر دے گا۔"

آغا نے بغیر کسی اشتعال یا احساس شکست کے فرمایا:

"ہم بھی اپنی فوج کو حکم دیں گے کہ فرستادگان اعلیٰ حضرت کو سزا دے"

ساواکی افسر حواس باختہ رخصت ہوا۔ اتنے میں ایک ٹیلیفون نے خبر کر دی کہ مسلح بکتر بند گاڑیاں فوج لئے بیرون شہر پہنچ چکی ہیں، احتیاط کریں۔ آقای خمینی اللہ پر بھروسہ کر کے وقت معین پر اٹھے اور مدرسے کی طرف روانہ ہوئے۔ حاضرین کی تعداد حساب سے باہر تھی لوگ مرنے کے ارادے سے آئے تھے۔

وصیت کر کے اور عزم راسخ کے ساتھ مرنے مارنے کی نیت سے۔ شہر بھر میں بجلی اور بیٹری کے لاؤڈ اسپیکر پھیلے ہوئے تھے۔ استقبالیوں کی کثرت اور ازدحام کی وجہ سے لوگ موٹر کو دھکیل کر مدرسے تک لے گئے ـــــ نعروں سے زمین لرز رہی تھی اور جوش سے کلیجے سینوں میں سے باہر نکلے پڑتے تھے۔ آغا منبر پر آئے تو ٹیپ ریکارڈر، قلم و کاغذ حرکت میں آگئے۔

آقای خمینی نے فرمایا:

"اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یہ عصر عاشور ہے ـــــ واقعات روز عاشور دیکھتا ہوں تو میرے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ اگر۔ بنی امیہ اور اقتدار یزید فقط امام حسینؑ کا دشمن تھا تو بے گناہ خواتین و اطفال پر وحشیانہ مظالم کا سبب کیا تھا۔ چھ مہینے کے بچے نے کیا قصور کیا تھا؟ (گریہ) میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کو بنیادی مسئلے سے بحث تھی۔ بنی امیہ اور یزید خاندان پیغمبر اور بنی ہاشم کو مکمل طور پر ختم کرنا چاہتے تھے۔ یہی سوال آج کل میرے سامنے ہے۔ ایران کا ظالم اقتدار اعلیٰ مراجع سے برسر پیکار ہے۔ علماء اسلام کے مخالف ہے۔ انھیں قرآن مجید سے کیا پرخاش تھی مدرسہ فیضیہ اور طلاب دین سے کیا مطلب۔ ہمارے اٹھارہ سالہ (یونس رودباری) سے کیا سروکار تھا (گریہ) در اصل اس شخص کو اسلام اور علما کا وجود برداشت

نہیں ہے۔ ہمارے چھوٹے بڑے سے برداشت نہیں۔ حکومت اسرائیلی اس ملک میں قرآن نہیں دیکھنا چاہتی۔ حکومت اسرائیل اس ملک میں علماء اسلام نہیں دیکھنا چاہتی۔ حکومت اسرائیل اس ملک میں احکام اسلام نہیں دیکھنا چاہتی۔ اسرائیلی اس ملک میں دانشور نہیں دیکھنا چاہتے۔ اسرائیلیوں نے اپنے سیاہ کار نوکروں کے ذریعے مدرسۂ فیضیہ کو تباہ کرایا۔ وہ ہمیں کچلنا چاہتے ہیں۔ آپ کی قوم کو، آپ کے اقتصادیات کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ تجارت و زراعت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ آپ کی دولت میں شرکت چاہتے ہیں۔ وہ اپنے آدمیوں کے ذریعے ان رکاوٹوں کو راستے سے ہٹانے کی فکر میں ہیں جو انھیں منزل تک پہنچنے سے مانع ہیں۔ قرآن رکاوٹ ہے اسے ہٹنا چاہیے ـــــ روحانیت (علما) سد راہ ہے۔ مراکز علم و دانش و مدرسۂ فیضیہ رکاوٹ ہے اسے مٹ جانا چاہیے ـــــ طلبۂ علوم دینیہ رکاوٹ بن سکتے ہیں انھیں چھتوں سے دھکیلنا چاہیے۔ ان کے ہاتھ پاؤں توڑنا چاہیے۔ حکومت ایران کی فرماں برداری کے ہاتھوں حکومت اسرائیل اپنے منصوبے کی تکمیل اور ہماری توہین کا کام مکمل کرنا چاہتی ہے۔

قم کے محترم شہری دیکھ رہے ہیں کہ وہ مہمل ریفرنڈم ختم ہو گیا۔ وہ ریفرنڈم جو ملک و ملت کے لئے مضر تھا وہ ریفرنڈم جو نوٹ اور بندوق کے زور سے کرایا گیا۔ سڑکوں اور گلیوں، مرکز روحانیت

جوارِ معصومہؑ قم میں، بدمعاشوں کو بھیج کر نعرے لگوائے۔ مفت خوری ختم — پلاؤ خوری ختم — یہ دینی طلبہ جن کی عمر کا بہترین حصہ جن کے کھیل کود کے دن حجروں میں گزرتے ہیں۔ چالیس سے سو تومان تک ان کی ماہانہ آمدنی ہے۔ مفت خور ہیں؟ اور جن کی یک گردش قلم ہزاروں ملین تومان آمد ہے وہ مفت خور نہیں ہیں؟ ہم مفت خور ہیں کہ جس دن آقای شیخ عبد الکریم حائری دنیا سے گئے تو انکے خاندان کے پاس نان شبینہ نہ تھی (گریہ) جس دن آقای بروجردی نے رحلت کی اس دن حوزۂ علمیہ قم کے چھ ہزار تومان ان کے ذمے قرض نکلے۔ یہ لوگ مفت خور ہیں؟ مزدوروں اور غریبوں کی محنت سے حاصل شدہ عالمی بینکوں میں ہزاروں ڈالر رکھنے والے اور عظیم الشان بلڈنگوں کے مالک مفت خور نہیں ہیں اور پوری قوم ان کے پیچھے ہے۔ یہ لوگ معزز قوم کا سرمایہ اپنی اور اسرائیلیوں کی جیب میں بھر رہے ہیں — دنیا فیصلہ کرے، قوم فیصلہ کرے کہ مفت خور کون ہے؟ میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں اے آقای شاہ! اے جناب شاہ! میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں، اس دو رخی رفتار سے دست کش ہو جائیں۔ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ لوگوں کی خواہش کے مطابق آپ چلے جائیں اور عوام شکر ادا کریں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ اپنے باپ جیسے ہو جائیں۔

قوم یاد رکھے۔ بوڑھوں اور چالیس سالہ تیس سالہ جوانوں کو

یاد ہے کہ جنگ عظیم دوم میں تین اتحادیوں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ روس، انگلستان اور امریکہ نے ہمارے ملک پر قبضہ کر لیا۔ عوام کی عزت و دولت خطرے میں ہونے کے باوجود 'پہلوی' کے جانے پر لوگ خوش تھے۔ میں تمہارے بارے میں یہ نہیں چاہتا۔ میں تمہیں، تمہارے باپ جیسا نہیں دیکھنا چاہتا۔ میری نصیحت سنو۔ علما کی بات سنو اور علما کی بات مان لو۔ یہ لوگ ملک و ملت کی بھلائی چاہتے ہیں — اسرائیلیوں کی نہ سنو۔ یہ تمہارے کام نہیں آئیں گے۔ بدنصیب وا بیچارے چوالیس سال کی عمر گزر چکی۔ ذرا غور کرو۔ ذرا فکر سے کام لو۔ نتائج سوچو عبرت حاصل کرو۔ کچھ اپنے والد کی زندگی سے سبق لو۔ لوگ یہی باتیں کہتے ہیں کہ تم اسلام اور علماء اسلام کے خلاف ہو۔ تم ان کہنے والوں کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو۔ کوئی ڈکٹیٹ (DICTATE) کر کے کچھ نہیں دیتا ہے تو تم اس کے پہلوؤں پر سوچتے بھی نہیں — بے سوچے سمجھے بات کرتے ہو؟ روحانیت 'حیوان نجس' ہے؟ اگر یہ لوگ حیوان نجس ہیں تو عوام ان کے ہاتھ کیوں چومتے ہیں۔ ان کا جھوٹا پانی کیوں پیتے ہیں۔ اسے تبرک کیوں سمجھتے ہیں؟ ہم حیوان نجس ہیں؟ (جوش اور گریہ) — "این حاشا حیوان نجس هستند" خدا کرے تم نے علما اس سے مراد نہ لئے ہوں۔ ورنہ تمہارے بارے میں ہماری ذمہ داری سنگین اور تمہاری ذمہ داری زیادہ مشکل ہو جائے گی۔ تم زندہ نہ رہ سکو گے۔ قوم تمہیں ان حالات کو برقرار نہ

رہنے دے گی ــــ روحانیت و اسلام 'سیاہ رجعت پسندی ہے؟
اے سیاہ رجعت پسند! تم انقلاب سفید لائے ہو؟ انقلاب سفید
لائے ہو؟ کیا انقلاب سفید لائے؟ لوگوں کو اس قدر دھوکے کیوں
دیتے ہو؟ لوگوں کو اس قدر کیوں ڈراتے ہو؟

مجھے آج بتایا گیا کہ واعظین و خطبا کو طہران میں طلب
کر کے پولیس نے تنبیہ کی اور تین باتوں سے منع کیا ہے۔

۱۔ شاہ کے بارے میں کوئی بری بات نہ کہیں۔

۲۔ اسرائیل پر حملہ نہ کریں۔

۳۔ اسلام کو خطرہ ہے' نہ کہیں۔

اس کے علاوہ کی اجازت ہے ــــ ہمارا تو اختلاف ہی انھی تین
باتوں پر ہے اور اختلاف ہے کیا۔ "اسلام خطرے میں ہے" نہ کہنے
سے کیا وہ خطرہ ٹل جائے گا؟ ہم شاہ کو ایسا ویسا نہ کہیں تو ہمارے نہ
کہنے سے شاہ واقعی بدل جائے گا؟ فرض کرو ہم اسرائیل کو اسلام اور
مسلمانوں کے لئے خطرناک نہ کہیں، کیا وہ خطرناک نہ رہے گا؟
اصولی طور پر شاہ اور اسرائیل میں رشتہ کیا ہے جس کی بنا پر پولیس
کہتی ہے شاہ کے بارے میں بات نہ کرو اور اسرائیل کے بارے میں
بھی بات نہ کرو یا پولیس کی نظر میں شاہ اسرائیلی ہے؟ کیا محکمہ پولیس
شاہ کو یہودی جانتا ہے؟

جناب شاہ! شاید یہ لوگ آپ کو یہودی مشہور کرنا چاہتے

ہیں جس کے بعد میں آپ کو کافر کہہ دوں اور یہ لوگ آپ کو
ایران سے نکال دیں اور آپ کو مجرم بتائیں؟ آپ نہیں جانتے جس
دن یہ صدا آئی کہ ورق الٹ گیا تو ان مصاحبوں میں سے اس دن
کوئی ساتھ نہ دے گا۔ یہ تمہارے رفیق نہیں ہیں۔ یہ ڈالر کے
ساتھی ہیں۔ یہ دین نہیں رکھتے۔ یہ وفا نہیں رکھتے۔ یہ سب کچھ
وبال تمہاری گردن پر ڈالنا چاہتے ہیں۔

وہ مردک ــــ سردست اس کا نام نہیں لینا چاہتا جب
حکم دوں گا کہ اس کے کان کاٹے جائیں اس وقت نام لوں گا ــــ
(جو) مدرسۂ فیضیہ میں آیا اور کمانڈوز کو حکم دینے لگا' حملہ کرو'
کچل دو، مدرسے کے حجرے تباہ کر دو، سب کچھ لوٹ لو' اس
سے پوچھا۔

"یہ ظلم کیوں کئے؟"

جواب ملا۔

"شاہ نے کہا ہے۔ فرمان ملوکانہ ہے کہ مدرسۂ فیضیہ کو تباہ
کر دو۔ انھیں نیست و نابود کر دو۔"

بہت سی باتیں کہنے کی ہیں۔ بہت سے حقائق بروئے کار
ہیں۔ بہت سی باتیں آپ لوگوں کے خیال میں ہیں۔ ہمارا ملک، ہمارا
اسلام خطرے میں ہے۔ جو چیز پک رہی ہے اس نے ہمیں
سخت غمگین اور پریشان کر رکھا ہے۔ ایران کی حالت اور اس ملک

کی تباہی سے، حکومت کی مشنری سے، حکومت کے ان سربراہوں سے ہم بہت متفکر ہیں، خاطر ہیں۔ خداوند عالم سے اصلاح احوال کی دعا کرتے ہیں۔"

(ص ۵۶ ۴ تا ۴۶۰)

آیۃ اللہ خمینی کی جامع، مضبوط اور انتہائی محتاط و واضح تقریر کے نکات سے باخبر لوگ سب کچھ سمجھ گئے۔ ناواقف احوال تفصیلات معلوم کرنے پر مجبور ہوئے۔ بادشاہ اور حکومت کی مشینری نے بھانپ لیا کہ علماء دین اب کوئی تدبیر پیش نہ جانے دیں گے اور آقای روح اللہ خمینی خاموشی یا پسپائی اختیار نہیں کریں گے۔ آقای خمینی نے بادشاہ کی تمام خفیہ اسکیموں سے پردے اٹھادیئے۔ حکومت انہیں پرسکوں حالات میں گرفتار کرنا چاہتی تھی۔ مدرسہ فیضیہ اور دوسرے مراکز و علما کو خاموش و ویران کرکے عوام سے مذاق کرنا چاہتی تھی۔ آقای خمینی کی اس بابصیرت تقریر نے بادشاہ کی ہمت پست کردی علما سے عوام کا رشتہ استوار ہوگیا حقائق و واقعات کھل کر سامنے آگئے۔ لوگوں کا حوصلہ بڑھا اور علما کا ..اس کے سامنے آگیا۔

گرفتاری رہنما

شب ۱۲۔ محرم ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۵۔ خرداد ۴۲: حوصلہ جواب دے چکا۔ دنیا ساتھ چھوڑ گئی۔ سید خمینی کی زبان ہلی اور تخت اٹھا۔ دس اور گیارہ محرم کی طرح بارہ کا دن بھی سخت گزرا۔ خطیب و علما صف اول مرتب کرچکے تھے۔ اگر ہفتہ یونہی گزر جاتا تو بادشاہ عوامی دربار میں دار پر ہوتے۔ بارہ کا

سورج دور نکل گیا۔ رات ڈھل گئی۔ اندھیرا چھا گیا۔ چاند کے طواب اور چاندنی ختم ہوگئی۔ پہرے دار تھک کر سو گئے۔ تہجد گزار اٹھنے ہی والے تھے کہ جرائم پیشہ قدموں کی آہٹ ہوئی۔

شہر قم کے باہر فوج، پولیس اور ساواک کے مسلح اور غیر مسلح دستے آن کھڑے ہوئے۔ جیپ، ٹرک، ویگن، موٹر سائیکل، کار، غرض بندوق، مشین گن جیسے لوازم سے لیس حملہ آور حکم کے منتظر تھے۔ افسر کو منٹ منٹ کا حکم مل رہا تھا۔ یہ لوگ ہیڈ کوارٹر کو پل پل کی خبریں دے رہے تھے۔ اچانک سڑک، گلی، محلہ اور آقای خمینی کا گھر انتظامیہ نہیں انتقامیہ اور ساواک نہیں سفاک کے قبضہ میں آگیا۔ صبح سے پہلے مجرم پیشہ افراد دیواریں پھاند پھاند صحن و بام اور در پر چھاگئے۔ کونے کونے کی تلاشی لی اور خوف سے کانپنے لگے آغا کہیں چھپے ہوئے ہیں؟ ـــ گھر میں ان کے محافظ زیر زمین بیٹھے ہیں؟ ـــ ابھی حملہ ہوتا ہے اور ہم سب یہیں ڈھیر ہو جائیں گے؟ ـــ تجربہ کار افسروں کو اطمینان ہوگیا۔ آغا گھر میں نہیں ہیں ـــ گھر میں موجود افراد نشانۂ ستم بن گئے۔ بجلی کھپائی تھی۔ مہمان اور خدام تاب نہ لاسکے۔ دور دور سے آئے ہوئے لوگ جو قم کے محرم میں شریک ہونے آئے تھے اور آغا نے ان کے لئے مکان خالی کردیا تھا۔ مشق ستم کو منتخب ہوئے لیکن وفادار کیا بتاتے اور کیوں بتاتے۔

گھر کا شور باہر نکلا۔ گلی کی دوسری سمت، دروازے کے سامنے، دوسرے دروازے میں زندگی تھی۔ آغا نماز شب کے لیے اٹھ چکے تھے۔ آغا نے آواز دی۔

"مصطفےٰ! اٹھو، شاید وہ لوگ آ گئے۔"

حجۃ الاسلام حاج آقای سید مصطفےٰ موسوی نے ادھر ادھر دیکھا۔ آوازیں اور مشتبہ صدائیں سنیں۔ شاہی وظیفہ خوار حملہ کریں، یقین نہ آتا تھا۔ سید مصطفےٰ اپنے گھر میں تھے اور اطمینان تھا۔ وہ اٹھے اور چھت پر گئے۔ پوری گلی، پولیس اور ساواک و فوج کے آدمیوں سے بھری تھی۔ غرق آہن آدمی، سرد و گرم ہتھیار لئے، دہشت خیز منظر دکھا رہے تھے۔ محلے میں ہر گھر کے سامنے سپاہی اور آغا کا مکان پوری طرح گھیراؤ میں ہے — آغا نے توجہ سے آوازیں سنیں۔ اندازہ ہوا کہ مجھے گرفتار کرنے آئے ہیں اور لوگوں کو پریشان کر رہے ہیں سماور کے پاس بیٹھنے والا، صبح سے صبح تک مہمانوں کو چائے پلانے والا، بوڑھا، مخلص اور دیندار بزرگ ظلم کے خلاف احتجاج کر رہا تھا آغا نے آواز پہچان لی۔ آپ نے لباس زیب تن کیا۔ عبا بغل میں دبائی بلند و بالا قد، باہیبت دبدبہ چہرہ بیٹے کے گھر سے باہر نکلے اور گرجدار آواز میں فرمایا۔

"روح اللہ خمینی میں ہوں۔ ان کو کیوں مارتے ہو؟"

جیالوں کے پتے پھٹ گئے۔ گھبرا کر دیکھا تو شیر دل سید، مٹھیاں بند کئے سامنے بہ رہے ہیں —

"روح اللہ میرا نام ہے — ان غریبوں کو مارنے کا سبب کیا ہے — کیا وحشیانہ انداز ہے — انسانی اصولوں کی پابندی کیوں نہیں کرتے — کیا وحشی پن دکھا رہے ہو — ہم سب ارادت مند ہیں! ہم مومن ہیں!! کسی کو نہیں مارتے!!!"

سب حواس باختہ ہو گئے۔ سب ادب قاعدے سے، احتیاط اور سلیقے سے محاصرہ کرنے کے بعد سیاہ رنگ کی فوکس ویگن لائے اور آغا کو اندر بٹھانے لگے۔ آغا نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سید مصطفےٰ کو پیچھے کودنے ہی کو تھے۔ آغا نے منع کیا اور سید مصطفےٰ نے پلک جھپکتے میں گاڑی کو گلی کے باہر دیکھا۔ وہ چیخ رہے تھے۔

"خمینی کو لے گئے.....!"

قم اٹھا۔ لوگ باہر نکل آئے۔ ویگن پوری سپیڈ سے بھاگ رہی تھی۔ چند افسر سامنے بیٹھے کانپ رہے تھے۔ آغا فرما رہے تھے۔

"گھبراتے کیوں ہو، ڈرو نہیں۔ کوئی حملہ نہ ہوگا۔ اتنی دیر رک جاؤ کہ میں نماز پڑھ لوں۔"

ڈرائیور حواس کھو چکا تھا۔ آخر گاڑی رکی۔ آغا نے اتر کر تیمم کیا۔ پولیس نے نماز کی اجازت نہ دی۔ آغا نے چلتی گاڑی میں نماز پڑھی۔ صبح پانچ بجے طہران کی "باشگاہ افسران" نامی مرکز میں آ گئے۔ دن بھر وہاں رہے۔ شام کو (۱۵۔ خرداد) "پادگان قصر" اور

گھر کا شور باہر نکلا۔ گلی کی دوسری سمت، دروازے کے سامنے، دوسرے دروازے میں زندگی تھی۔ آغا نماز شب کے لیے اٹھ چکے تھے۔ آغا نے آواز دی۔

"مصطفےٰ! اٹھو، شاید وہ لوگ آ گئے۔"

حجۃ الاسلام حاج آقای سید مصطفےٰ اموسوی نے ادھر ادھر دیکھا۔ آوازیں اور مشتبہ صدائیں سنیں۔ شاہی وظیفہ خوار حملہ کریں، تعجب نہ آتا تھا۔ سید مصطفےٰ اپنے گھر میں تھے اور اطمینان تھا۔ وہ اٹھے اور چھت پر گئے۔ پوری گلی، پولیس اور ساواک و فوج کے آدمیوں سے بھری تھی۔ غرق آہن آدمی، سرد و گرم ہتھیار لئے، دہشت خیز منظر دکھا رہے تھے۔ محلے میں ہر گھر کے سامنے سپاہی اور آغا کا مکان پوری طرح گھیراؤ میں ہے ۔۔۔ آغا نے توجہ سے آوازیں سنیں۔ اندازہ ہوا کہ مجھے گرفتار کرنے آئے ہیں اور لوگوں کو پریشان کر رہے ہیں سماور کے پاس بیٹھنے والا، صبح سے صبح تک مہمانوں کو چائے پلانے والا بوڑھا، مخلص اور دین دار بزرگ ظلم کے خلاف احتجاج کر رہا تھا آغا نے آواز پہچان لی۔ آپ نے لباس زیب تن کیا۔ عبا بغل میں دبائی بلند و بالا قد، باہیبت و دبدبہ چہرہ بیٹے کے گھر سے باہر نکلے اور گرجدار آواز میں فرمایا۔

"روح اللہ خمینی میں ہوں۔ ان کو کیوں مارتے ہو؟"

جیالوں کے پتے پھٹ گئے۔ گھبرا کر دیکھا تو شیر دل سید، مٹھیاں بند کئے سامنے بہ رہے ہیں ۔۔۔

"روح اللہ میرا نام ہے ۔۔۔ ان غریبوں کو مارنے کا سبب کیا ہے ۔۔۔ کیا وحشیانہ انداز ہے ۔۔۔ انسانی اصولوں کی پابندی کیوں نہیں کرتے ۔۔۔ کیا وحشی پن دکھا رہے ہو ۔۔۔ ہم سب ارادت مند ہیں! ہم مومن ہیں!! کسی کو نہیں مارتے!!!"

سب حواس باختہ ہو گئے۔ سب ادب قاعدے سے، احتیاط اور سلیقے سے محاصرہ کرنے کے بعد سیاہ رنگ کی فوکس ویگن لائے اور آغا کو اندر بٹھانے لگے۔ آغا نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سید مصطفےٰ کوٹھے پہ سے کودنے ہی کو تھے۔ آغا نے منع کیا اور سید مصطفےٰ نے پلک جھپکتے میں گاڑی کو گلی کے باہر دیکھا۔ وہ چیخ رہے تھے۔

"خمینی کو لے گئے ۔۔۔۔!"

قم اٹھا۔ لوگ باہر نکل آئے۔ ویگن پوری سپیڈ سے بھاگ رہی تھی۔ چند افسر سامنے بیٹھے کانپ رہے تھے۔ آغا فرما رہے تھے۔

"گھبراتے کیوں ہو، ڈرو نہیں۔ کوئی حملہ نہ ہو گا۔ اتنی دیر رک جاؤ کہ میں نماز پڑھ لوں۔"

ڈرائیور حواس کھو چکا تھا۔ آخر گاڑی رکی۔ آغا نے اتر کر تیمم کیا۔ پولیس نے نماز کی اجازت نہ دی۔ آغا نے چلتی گاڑی میں نماز پڑھی۔ صبح پانچ بجے طہران کی "باشگاہ افسران" نامی مرکز میں آ گئے۔ دن بھر وہاں رہے۔ شام کو (۱۵۔ خرداد) "پادگان قصر" اور

انیس دن بعد "پادگان عشرت آباد" کی کال کوٹھری میں پہنچا دیا گیا۔

آیۃ اللہ مشہد میں آیۃ اللہ محلاتی شیراز میں اور ان کی طرح انقلاب اسلامی کے تمام داعی علماء و خطبا ہر شہر و قریے میں گرفتار کر لیے گئے۔ جیلیں بھر گئیں۔ قید خانوں میں جگہ نہ رہی۔ اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، اشتہارات، زرخرید پیر و فقیر، نوکر خطیب، اسرائیلی ادارے جھوٹ، افترا و بہتان کا طومار باندھ رہے تھے۔ ذرائع ابلاغ ناپید تھے۔ اس کے باوجود گرفتاری کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔

ردِ عمل

قم کا حال غیر تھا۔ سورج نکلنے سے پہلے سڑکیں اور گلیاں مجمع سے بھر گئیں۔ قیامت کا منظر تھا۔ لوگ سر و سینہ پیٹ رہے تھے۔ نعروں سے زمین ہل رہی تھی۔ آقای سید مصطفےٰ جلوس لئے صحن حرم معصومہ قم کی طرف بڑھے۔ راستے میں پولیس نے مجمع سے منتشر ہونے کو کہا۔ لیکن جیسے ہی بپھرا ہوا مجمع سامنے آیا۔ انتظامیہ ہوا ہو گئی۔ جناب سید مصطفےٰ صحن حرم میں پہنچے تو پورا شہر امنڈ آیا تھا۔ لاؤڈ اسپیکر اتنے زیادہ تھے کہ پورا قم نعرے سن رہا تھا۔ لوگ آقای خمینی کی حمایت اور حکومت کی مخالفت میں چیخ رہے تھے —

"یا مرگ یا خمینی —"

آیۃ اللہ سید محمد رضا گلپایگانی کے مکان پر صف اول کے

علما جمع ہوئے۔ اعلامیہ تیار ہوا۔ یہ اعلامیہ لاؤڈ اسپیکر پر سنایا گیا معلوم ہوتا تھا کہ قم سے بادشاہ کی حکومت ختم ہو گئی۔ قریب کی بستیاں قم پہنچ گئیں۔ سینکڑوں موٹروں میں عمائد و علما و دانشور مرکز علما پہنچ گئے۔

خواتین کا مظاہرہ

جوان اور بوڑھے مرد تو دیوانہ وار گھروں سے نکل ہی چکے تھے۔ کچھ دیر بعد عورتیں برقعے، چادر پیچھے سروں پر لیے، گودوں میں بچے، کمر باندھے، ہاتھوں میں ڈنڈے، چھرے، چاقو، چھریاں اور جو ملا باصطلاح دشمن سے مقابلے کے واسطے ہمراہ لیے سڑک پر نکل آئیں۔ پورے جلوس میں ایک خاتون بھی بے پردہ نہ تھی۔ سب خواتین —— یا مرگ یا خمینی —— کا فلک شگاف نعرہ لگا رہی تھیں۔ دن بھر شہر میں احتجاج اور جلوس گردش کرتا رہا —

۱۵ خرداد آیۃ اللہ خمینی کی فتح کا دن بن گیا۔ ۱۵۔ خرداد رہبر مسلمانان ایران کی حکومت کا دن قرار پا گیا۔

خون اور گولیاں

خواتین کا جلوس بڑھ رہا تھا کہ شاہی فوج و سپاہ نے لاٹھیوں اور گولیوں سے حملہ کر دیا۔ جواب میں اینٹیں، پتھر، لکڑیاں چلنے لگیں۔ ٹینک اور جیپوں، بندوقوں اور مشین گنوں نے آگ برسانا شروع کی۔ ادھر جوانوں نے بڑھ کر فوجی افسر کو زخمی کر دیا گاڑی میں آگ

لگادی۔ دست بدست جنگ نے شیروں کے دل ہلادیے۔ اچانک بمبار طیارے چیختے چنگھاڑتے فضا میں نمودار ہوئے۔ گویا بمباری ہونے والی ہے۔ اس تازہ کمک سے شاہی مزدوروں کی ہمت بڑھی وہ درندگی دکھانے لگے۔ مشین گنیں اور خودکار ہتھیار کھول دیئے۔ بازاروں میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ میدان میں لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ سڑکیں اور گلیاں خون کی ندیاں اور نالیاں بن گئیں۔

کچھ دیر بعد فوجی گاڑیوں میں زندہ و مردہ انسانوں کو بھر کر خدا جانے کہاں لے گئے۔ وارثوں کو تلاش کرنے والیاں، اپنے اپنے جواں فرزند ڈھونڈنے نکلیں مگر کسی کا سراغ نہ ملا — پانی کے ٹینکوں نے گلیوں اور سڑکوں کو دھو دیا۔ ۱۵ خرداد کا دن قم میں سوگوار آیا اور گزر گیا۔ نہ کسی کو کھانے کا ہوش نہ پانی کی تلاش۔ شام ہوئی تو بچے یتیم، خواتین بیوہ، گھر بے سہارا ہو چکے تھے۔ رات بھر لوگ جاگتے رہے اور خمینی کی رہائی پر گفتگو ہوتی رہی۔

طہران

ایران کا پیرس، خبر پہنچتے ہی میدان حشر بن گیا۔ دکانیں بند، طلبہ کلاسوں سے باہر، یونیورسٹی کے طلبہ شیران گرسنہ کی طرح بپھر گئے۔ پولیس اور مسلح گارد، ٹینک اور توپ لیے یونیورسٹی کے چاروں طرف پھیل گئیں۔ عوام کا سیل بے پایاں کشادہ سڑکوں پر رواں ہو گیا۔

"خمینی را رہا کنید"

مزدوروں کی فوج کارخانوں سے باہر آگئی۔ پولیس نے حزب اطلاعات سے ہنگامہ روکنے کی اپیل کی۔ انھوں نے اس صورت حال کو مذہبی جوشش کہہ کر معذرت کر دی اور حالات پولیس کے قابو سے نکل گئے۔

ورامین اور آس پاس کے کسان اور کاشت کار جو "زراعتی اصلاحات" کے پرفریب نعروں میں الجھائے گئے تھے علما کی جدوجہد سے حقیقت حال سمجھ چکے تھے۔ آقای خمینی کی گرفتاری کی خبر سن کر طہران کی طرف دوڑے۔ طہران میں عجب منظر تھا۔ کسان، مزدور، کلرک افسر، دکاندار، سرمایہ دار، طلبہ اور پروفیسر، علما اور روحانی شانہ بشانہ — یا مرگ یا خمینی — خمینی پیروز باد — مرگ بر شاہ۔ کہتے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے۔

جس سڑک اور چوک کا نام شاہ کے سابقے لاحقے سے تھا، عوام اسے خمینی کے نام سے موسوم کر رہے تھے۔ اعلان ہوا کہ "مسجد شاہ" میں جلسہ ہوگا۔ مجمع پکار اٹھا:

"مسجد خمینی!"

انسانوں کا سیلاب 'کاخ مرمر' کی طرف بڑھا۔ ہوا کی طوفانی لہریں پکار رہی تھیں — مرگ بر شاہ — ما شاہ نمی خواہیم — دیکتاتور برو گم شو۔

لوگ ریڈیو سٹیشن اور فوجی ہیڈکوارٹر کو تاکے ہوئے تھے۔ اتنے

میں مسلح فوجی دستہ رکاوٹ بن گیا۔ جلوس نے پیش قدمی روک دی اور پتھراؤ ہونے لگا۔ مختلف اداروں میں آتش زنی بھی ہوئی۔ کچھ فوجی گاڑیاں بھی جلائی گئیں۔ لوگ جوش میں تھے اور پولیس کے ساتھ فوج نشانے باندھ رہی تھی۔

قتل عام

ٹینک، مشین گنیں، بندوقیں فضا میں آگ برسانے لگیں۔ نہتے شہری خون میں ڈوب گئے۔ میدان ارک اور میدان توپ خانہ خون کا دریا بن گیا۔ دھوئیں اور خاک، گرد و غبار، چیخ و پکار سے میدان کارزار کا نقشہ سامنے تھا۔ جوانوں کی لاشیں، خستہ و مجروح شہریوں کے جسم ادھر ادھر پڑے تھے۔ باقر آباد کے پاس ورامین کے کسانوں کا قتل عام ہوا۔ کفن پوش کاشتکاروں کا جلوس — "یا مرگ یا خمینی" — کہتا ہوا آرہا تھا کہ پہلے گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی پھر ٹینکوں کا سیلاب قد آور مزارعین کو پامال کر کے آگے بڑھ گیا۔

سیاہ پوش ساواکیوں نے جلوس میں داخل ہو کر دکانوں کو آگ لگا دی اور چادر پوش خواتین کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ یہ لوگ عوام کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ جلوس پُرامن نہیں تھا لیکن شہری اور دیہاتی ساواکیوں کو پہچانتے اور پولیس کی سازش سے باخبر تھے۔ ان کے ہاتھوں نقصان اٹھانے والے بادشاہ سے اور زیادہ نفرت کرنے لگے۔

مارشل لا

بادشاہ نے عوام کے جوش و جذبے، ارادے اور منصوبے دیکھ کر تہران اور بعض دوسرے مقامات پر مارشل لا لگا دیا۔ پندرہ خرداد کا سورج خون کے دریا میں ڈوب گیا اور شہر میں کرفیو آرڈر کا نفاذ ہو گیا۔ پولیس اور فوج لاشیں اٹھا کر لے گئی اور ہر طرف مورچے بن گئے۔ لگاتار گولیوں کی صدائیں آتی رہیں۔ بازار، سکول اور کالج محاصرے میں آگئے۔ شاہی جاسوسوں نے ملک کے نامور لیڈر گرفتار کر لیے۔ شب ۱۶ دہم خرداد طلبہ امیر آباد میں آقای خمینی کی تقریر کا ٹیپ سن رہے تھے۔ سب گرفتار کر لیے گئے۔ ہوسٹل تباہ کر دیے۔

صبح کا جلوس

۱۷ خرداد، صبح کے ہوتے ہی ہزاروں مسلمان جان پر کھیل کر اپنے محبوب قائد کی رہائی کے حق میں احتجاج کرتے ہوئے پھر بازاروں میں نکل گئے۔ مارشل لا اور گزشتہ شب روز کے قتل عام کے باوجود—

"یا مرگ یا خمینی"

"مرگ بر شاہ مسلمان کش"

"مرگ بر دیکتا تور خونخوار"

کے نعرے لگاتے، توپ کے دہانوں کی طرف بڑھے۔ اچانک "فرمانِ مطاعِ ملوکانہ" پہنچا:

"SHOOT TO KILL"

موت تک فائرنگ ـــــ اب بندوقوں نے سر و سینہ تاک کر لاشیں گرانا شروع کر دیں۔ اخبارات کے بقول پندرہ ہزار افراد موت کے گھاٹ اتر چکے تھے اور فوج کی خونخواری کم نہ ہوئی تھی۔

علما کو ختم کر دیا جائے

ملک بھر میں ہڑتالیں اور جلسے ہوئے، 'تار بھیجے گئے' مجالس فاتحہ خوانی عمل میں آئیں۔ شیراز میں فائرنگ ہوئی اور فوج نے قتل عام بھی کیا۔ تخت شاہی ہل گیا۔ بادشاہ اب کھوپڑیوں پر حکمرانی کر رہا تھا۔ خون کے دریاؤں پر فرماں روائی کی کاغذی ناؤ رواں تھی منصوبہ بنایا گیا کہ مذہبی قیادت کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔ اس کے بعد شاید عوام بھیڑ بکری بن جائیں۔ طہران میں آیۃ اللہ قمی گرفتار ہو چکے تھے اور مشہد میں آقای میلانی گھر میں نظر بند تھے مگر اخبارات کی شہ سرخی چھپی کہ:

'حضرت آیۃ اللہ میلانی و آیت اللہ طباطبائی قمی نے عوام سے پُرامن رہنے کی اپیل کی ہے۔"

اس شہ سرخی کا مقصد عوام کو علما سے بدظن کرنا تھا۔ تدریجی طور پر حکومت کی مشنری علما پر یلغار کرنے کا منصوبہ بنا کر آگے بڑھی قلم بک چکے تھے۔ اخبارات کی زبان کاٹی جا چکی تھی۔

پاک روان صاحب نے پریس کانفرنس میں علما اور آیۃ اللہ خمینی پر رکیک حملے کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی مذہبی عقیدت اور دین

کے لئے فداکاری کا قصیدہ پڑھا۔

موصوف نے فرمایا:

'ایرانیوں میں ایک گروہ علما کے نام سے موجود ہے۔ ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم وطن بھائیوں کو اصول دین بتائیں اور صحیح مذہب سے باخبر کریں۔ یہ حضرات چونکہ روحانی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا عوام کی نظر میں محترم ہیں .... لیکن تمام طبقات کا احترام اسی وقت تک ہے جب تک وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے رہیں روحانیت سے تعلق رکھنے والے لالچ، جاہ طلبی اور ہوس پرستی سے دور رہ کر 'دینی خدمت بجالائیں ...... گزشتہ دنوں سے بعض علما کا انداز قابل توجہ ہے۔ انھوں نے حکومت کے لئے کچھ مسائل کھڑے کر دیے ہیں، مصالح عالیۂ کشور کی حفاظت کا چیلنج ہمیں مل رہا ہے ....

انتہائی افسوس کے ساتھ ایک تکلیف دہ بات کہنا ہے۔ بہت تھوڑے سے علما بڑی نجس شخصیتوں سے رابطہ پیدا کر کے اپنے اثر و نفوذ کو بڑھانا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اعلیٰ حضرت ہمایونی کی آزادی عطا کرنے والے منصوبے کی مخالفت کر کے اپنے گندے خیالات کے ذریعے عوام کو سامنے لے آئے۔ چونکہ آزادی استقلال اور استحکام وطن کی اساس شاہنشاہ کی ذات ہے اس لئے انھوں نے اسی شخصیت کو نشانہ بنا رکھا ہے۔ وہ سلطنت کی نیو ہلا کر ایران کی

بیخ و بن کو اکھیڑنے کا ارادہ کئے بیٹھے ہیں ....

(یہاں آیت اللہ خمینی پر سخت ناروا حملے کئے اور کہا)

اس موقع پر میں اپنی ذات سے سوال کرتا ہوں ۔ ملک کے امن و امان کو بحال رکھنے میں کیا میں نے اپنی ذمہ داری بجالانے میں قصور نہیں کیا ہے؟ ــــ اعلیٰ حضرت ہمایونی کی مہربانی و انسان دوستی کے باوجود ملک میں خیانت کارانہ منصوبوں کے خلاف مجھے حکومت کے کارندوں کو تیار نہیں کرنا چاہیے تھا؟ ــــ مجھے یقین ہے کہ میں نے غلطی کی ہے۔ میرا خیال تھا کہ میں علما کی مدد سے مٹھی بھر خیانت کار افراد کو ناکام بنا دوں گا اس لیے صبر و تحمل سے کام لیتا رہا۔ گزشتہ چند ماہ سے میرے ساتھی اور ہمدرد مجھ سے میری اس رائے کے خلاف سمجھاتے رہے ان کے خیال میں اس پالیسی کے نتیجے میں لوگوں کی ہمت بڑھ گئی اور میں نے مختلف و متعدد قرائن سے سمجھ لیا کہ مجھے مکمل طور پر غلطی ہوئی ....[1]

---

[1] گویا ۵ اخرداد سے پہلے آیت اللہ خمینی کی گرفتاری زیر بحث تھی۔ انھیں ڈرایا دھمکایا جا رہا تھا مگر بادشاہ صاحب اتنی سی بات پر راضی نہ تھے۔ وہ خمینی صاحب کو کچل دینے کے حق میں تھے۔ پاک رواں صاحب نے اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے تاخیر کی اس کی معذرت طلبی ہو رہی ہے۔

میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب ہرگز نہ کروں گا۔ ...

سب جانتے ہیں کہ جناب خمینی و جناب قمی اور بعض حضرات گرفتار ہو چکے ہیں۔ باوجودیکہ ان حضرات نے دینی وجاہت پیدا کر لی ہے لیکن ہنگامہ آرائی کے لئے تیار ہیں۔ ان لوگوں نے ملک کی بھلائی نظر انداز کر دی۔ یہ لوگ رجعت پسندوں کے ساتھ ہو گئے۔ کسی قسم کی انگیخت سے باز نہ آئے۔ کسی الزام تراشی سے نہ چوکے۔ آخر غیر ملکی اداروں سے رابطہ پیدا کرنے میں پس و پیش نہ کی۔ اگر ان کی تقریروں کے بعض حصوں کو غور سے دیکھئے تو واضح ہو جائے گا کہ یہ کیا منصوبہ بنائے بیٹھے ہیں

صحافی نے پوچھا:

"کیا مزید ہنگاموں کی توقع ہے؟"

تیمسار پاک رواں نے کہا۔

"ہاں! کچھ تھوڑا سا ہنگامہ ہو گا!"

صحافی :۔ "جناب بتا سکتے ہیں کہ کس بیرونی ملک سے روپیہ آیا ہے؟"

پاک رواں :۔ "اس کا جواب بعد میں دے سکوں گا۔ ری، قم، تبریز میں جو مظاہرے ہوئے ہیں وہ آپ لوگوں کے سامنے ہیں عوام اس سے متفق نہیں ہیں۔"

صحافی :۔ "کیا جبہۂ ملی کے ممبران بھی اس تحریک میں شریک ہیں؟"

www.shiabookspdf.com

پاک رواں :- "جہاں تک مجھے معلوم ہے ایسا نہیں ہے . . . ."

ورو‌زنامہ ھای طہران چہار شنبہ ۱۵ خرداد ۱۳۴۲ھ

پاک رواں کے علاوہ اسداللہ علم صاحب کی مہم' الزام تراشی و دروغ گوئی بھی جاری تھی . موصوف رائے عامہ کو آیۃ اللہ خمینی کی موت اور پھانسی کے لئے ہموار کرنا چاہتے تھے . موصوف نے ۷ - جولائی ۱۹۶۳ء' ۱۷ خرداد کو غیر ملکی نامہ نگاروں کو بیان دیتے ہوئے کہا .

"بزرگترین پیشوایان مذھبی بزودی تسلیم محکمہ ی نظامی خواھند شد و محکمہ ی نظامی ممکن است معنی مجازات اعدام را داشتہ باشد ."

نیویارک' ھیرالڈ' ٹریبیون نے ۸'۹ جولائی کے شمارے میں سرخی دی .

"ایران میں پندرہ مذھبی رہنماؤں کی پھانسی کا امکان ."

۷ جولائی — اسداللہ علم وزیر اعظم نے آج کہا کہ پندرہ بڑے علماء گرفتار ہو چکے ہیں . یہ لوگ مارشل لا حکام کے حوالے کر دیئے جائینگے ہو سکتا ہے انھیں پھانسی دے دی جائے . جناب اسداللہ علم نے کہا : پولیس کی فائرنگ سے بیس آدمی بھی مارے گئے ہیں . . . بعض لیڈر روپوش ہیں مگر ہم نے بڑے بڑے لیڈر پکڑ لئے ہیں . . . ."

ان بے سروپا افواہوں اور ریڈیو نے اندرون ملک کوئی اثر

نہ کیا . قوم دیکھ رہی تھی کہ اب تحریک انقلاب بندوقوں اور ٹینکوں سے نہیں دبائی جا سکتی . انھیں معلوم تھا کہ ہمیشہ بادشاہان وقت نے مردان حق کے بارے میں اسی قسم کی افترا پردازی اور بہتان تراشی سے کام لیا ہے . حکومت کی مشنری ناکام ہو چکی ہے — اسی ۱۷ . خرداد کو بادشاہ نے بھی اپنی تقریر میں ۱۵ . خرداد کو "اقدام وحشیانہ" سے تعبیر کیا . ان لوگوں کو "سیاہ رجعت پسند" کہا . بادشاہ نے پولیس اور فوج کی خونخواری کو بے گناہ شہریوں کی طرف منسوب کیا . بادشاہ کی تقریر کا یہ حصہ دیکھئے :

". . . . . ہم آپ لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں نے پندرہ خرداد کو ہنگامے کا منصوبہ بنایا تھا جب گرفتار شدہ اور زخمی لوگوں سے باز پرس کی گئی تو ان کی اکثریت نے کہا کہ ہم کیا کرتے ہمیں پچیس پچیس ریال دیئے گئے تھے . ہم نے گلیوں میں ملاں زندہ باد کے نعرے لگانے میں اُن کا کہنا مانا — ہمیں معلوم ہے کہ یہ رقم کہاں سے آئی . قوم کو اس سلسلے کے جزئیات بتلائے جائیں گے . یہ سوچئے کہ ایرانی قومیت رکھنے والے کے لئے یہ کیسے ممکن ہے اور یہ کیسے باور کرنے کی بات ہو گی کہ ایک ایرانی غیر ملکی روپیہ لے کر اپنی قوم کے معاشرے کے برخلاف ایسا اقدام کرے . اور ایسے شخص کو کیا کہا جائے — دوسری بات یہ غور طلب ہے کہ ایک شیعہ ایک غیر شیعہ مسلمان سے روپیہ لیتا ہے ؟ پندرہ خرداد کے

خونریزی کس کی گردن پر ہے۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ہم بتائے دیتے ہیں کہ پندرہ خرداد کو عوام کا خون بہانے والے اپنے کرتوت کی سزا پائیں گے۔"

وسخنان شاہ ص ۵۲۔

ان لوگوں کے لئے کس قدر دلچسپ استدلال تھا جو معاویہ کی زبان سے قتل وشہادت حضرت عمار یاسر کے وقت سنتے رہتے ہیں۔ اس نے حضرت عمار کا خون امیرالمومنین علیہ السلام کے ذمے ڈال کر عوام کو دھوکا دیا تھا اور بادشاہ ایران اپنے عوام کو علما کے خلاف بھڑکانے کی فکر میں ایسی باتیں کر رہا تھا۔ لیکن عوام نے اس کا جواب دیا انہوں نے تاریخی حوالوں کے ساتھ یہ بھی کہا کہ وطن عزیز کے فرزندوں کا خون بہانے والے وہ ہیں جنھوں نے "امریکی امپیریلزم" اور "انقلاب سفید" کا ڈھونگ رچایا

شاہ نے امریکی اشاروں پر انقلاب سفید کا نعرہ لگا کر دس سال کے اندر اندر ایران کو جنت بنانے کا وعدہ کیا تھا۔ بادشاہ نے ملک سے فقر و فاقہ دور کرنے کی بات کی تھی، اس وعدے کے دس سال بعد یہ الزام لگایا اور شریف، معزز اور غیرت دار ایرانیوں کو کسی سے پچیس ریال لے کر جان دینے کا بہتان تراشا وہ ایرانی جس نے اسلام کے سوا کسی کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا انھیں وطن فروش، جان فروش، آبرو فروش جیسے گھٹیا خیالات سے منسوب کیا۔ انھوں نے اسی وقت بادشاہ کو جواب دیا کہ قوم کی اس توہین کے

جرم میں اسلامی انقلابی عدالت کے سامنے بادشاہ کو جواب دہی کرنا ہو گی۔

بادشاہ نے اپنے لادینی، سوشلزم اور یہودیت نوازی کے اصولوں پر مبنی ملک کو تباہ کرنے کے لئے منصوبے کو "انقلاب سفید" کا نام دیا اور علما کی حمایت دین واخلاق کو "سیاہ رجعت پسندی" کہا۔ اس نے افواہ اڑائی کہ:

"ایک شیعہ مسلمان نے ایک سنی مسلمان سے روپیہ لیا۔"

اس نے "شیعہ سنی" کے نام پر لوگوں کی توجہ موڑ کر اسرائیلی حکومت سے بے سروکار رہنے کا شگوفہ چھوڑا۔ وہ ایران و عرب کا اختلاف ابھار کر ایران کے سیاسی، اقتصادی اور فوجی معاملات میں یہودیوں کی بالادستی پر پردہ ڈالنا چاہتا تھا۔ وہ حکومت اسرائیل کے دل میں بٹھانا چاہتا تھا کہ جمال عبدالناصر مسلسل خمینی کو ابھارتے رہتے ہیں کہ صیہونیت کے خلاف آواز اٹھائیں اور ایرانیوں کو عرب بھائیوں کا ساتھ دینے پر مجبور کر رہے ہیں ورنہ اسرائیل عزیز! اسلام اور اسلامی ثقافت، ایران اور اس کی اقتصادیات کو کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔

جمال عبدالناصر نیل سے فرات تک قبضہ کرنا چاہتے ہیں وہی اسلام اور ایران کے دشمن ہیں۔ قوم کا مفاد اسی میں ہے کہ وہ صیہونیوں کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اسلام و ایران کی آزادی طلب کریں —

دراصل اسرائیلی حکومت کی حفاظت، یہودیوں کے مفادات کا تحفظ، امریکہ

کی غلامی کے خلاف ابھرنے والے اشتعال کو پہلی منزل میں ختم کرنا بادشاہ کا اولین مقصد تھا۔

ڈرامہ اور افسانہ طہران کے اخبارات میں ایک مضحکہ خیز کہانی شائع ہوئی کہ ۱۱۔ خرداد کو عبد القیس جوجو لبنان سے طہران کے ہوائی اڈے پر اترا۔ کسٹم کے عملے نے اس کی تلاشی لی تو ایک ملین تومان برآمد ہوئے۔ بازپرس کے بعد معلوم ہوا کہ جمال عبد الناصر نے خاص افراد کے لئے یہ رقم بھیجی ہے ـــــ مزید تفصیلات چند دنوں کے اندر اندر شائع ہوں گے۔

یہی کہانی سفارت ایران نے بغداد سے یوں شائع کی:

"... ایران کی روز افزوں ترقی کو غرض مندانہ نظر سے دیکھنے والے ملکوں نے ملک کے انقلابی منصوبوں کو ناکام بنانے کی تدبیریں شروع کر رکھی ہیں .... محرم کے ایام غم کے اجتماعات سے فائدہ اٹھانے کے لئے عوام کے گھر بار، کاروبار لوٹنے کے لئے بہت بڑی رقم بھیجی گئی ہے۔ حکومت ملک وملت کے لئے حفاظتی اقدامات پر مجبور تھی اس لئے کچھ جانیں بھی گئیں۔ خوش قسمتی سے ان واقعات میں کم سے کم جانی نقصان ہوا۔

۱۱۔ خرداد یکم جولائی ۸ محرم کو محمد توفیق القیاسی بیروت سے طہران پہنچا۔ ہوائی اڈے پر کسٹم والوں کی تلاشی کے دوران تقریباً ایک ملین تومان اس کے پاس سے برآمد ہوئے۔ مجرم نے اس روپے کو چند خاص افراد تک پہنچانے اور ایران سے دوسرے مقامات تک پہنچوانے کا منصوبہ بتایا۔ ایران کے ایسے افراد پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا تاکہ تفصیلات سے عوام مطلع ہوں۔" وسفارت کبرای شاھنشاہی ایران ـــــ بغداد۔ "حقائقی راجع بعلت بروز جریانات اخیر"۔

ملک کے باہر اس قسم کے رسوا کن پروپیگنڈے سے خود بادشاہ کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ ملک میں نہ شیعہ سنی سوال ابھرا نہ عرب و عجم کا شاخسانہ چلا۔ تین کروڑ ایرانیوں میں ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جو "غیر شیعہ مسلمان کی فرستادہ رقم" کا "شیعہ مسلمان" کو وصول کرنے والا سمجھتا۔ عبد القیس جوجو، بغداد میں محمد توفیق القیاسی بننے کے باوجود فرضی شخصیت اور افسانوی کردار سے آگے نہ بڑھ سکا۔ یہ شخص کون تھا؟ ـــــ کہاں گیا؟ ـــــ اور وہ روپیہ جو اس سے شاہ نے برآمد کروایا تھا اسے واپس ملا یا بادشاہ نے ہضم کر لیا؟ ـــــ کوئی جواب نہیں ملتا۔ پچیس ریال لے کر نعرے لگانے والے کون تھے ـــــ کہاں گئے؟ ـــــ پریس اور پولیس کچھ نہ بتا سکی۔

عالم مجاہد، حجۃ الاسلام بنی صدر نے پریس کانفرنسوں اور شاہی تقریروں اور ابلاغ عامہ کے پروپیگنڈے کی مکمل تردید کی اور "ایران آزاد" کے شمارہ ۳۲ خرداد ۱۳۴۴ میں شائع ہوا۔

انقلاب ۱۵ خرداد امپریلسٹ اور کمیونسٹ پریس کانفرنس میں

بادشاہ کی اسلام دشمن پالیسی نے مغربی بلاک

کو اپنا ہم نوا بنا لیا تھا۔ یورپ کی تہذیب تھوک کے حساب سے درآمد کرنے والی حکومت کو برطانیہ، امریکہ، روس اور فرانس دل وجان سے عزیز رکھتے تھے۔ ۵ اخرداد کے خونیں واقعات اور عوامی تحریک کے مضبوط نتائج کو بین الاقوامی طور پر چھپانے اور اس کی غلط رپورٹ کرنے میں جب بادشاہ کو پیش پیش دیکھا گیا تو ان آقایان شاہ نے بھی خوب خوب تعبیریں کیں۔

ماسکو ریڈیو نے شب ۱۶ خرداد کہا۔

"ایران میں اصلاحات، خصوصاً زرعی اصلاحات اور آزادی نسواں کے مخالف رجعت پسندوں نے آج تہران، قم و مشہد میں سڑکوں پر جلوس نکالے۔ حکومت ایران کی اصلاحات کے منصوبوں کے خلاف یہ ہنگامہ چند آدمیوں نے برپا کیا۔ ان میں خاص طور پر مذہبی رہنماؤں اور رجعت پسند لوگوں کا ہاتھ ہے۔ ان لوگوں نے بازاروں میں آگ لگائی۔ چند دکانوں کو لوٹا۔ موٹروں اور بسوں کو توڑا۔ کچھ سرکاری عمارتوں کو نقصان پہنچایا۔"

"ارتجاع" ـــــ "مخالف اصلاحات" ـــــ "مرتجع" ـــــ

لفظ وہی دہرائے جو بادشاہ کی زبان پہ روزمرہ ہیں۔

ریڈیو کے علاوہ حکومت نے بھی شاہ کی حمایت میں حصہ لیا اور پریس نے پندرہ خرداد کے رہنماؤں پر سخت تنقید کی ـــــ ۷ جولائی کے اخبار "ایزدستیا" میں چھپا۔

"...... طہران و مشہد و قم و رے میں چند رجعت پسند علما کی سرکردگی میں ہنگامہ ہوا ـــــ ہنگامہ پسند لوگوں نے محرم کے تقریبات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت کے زرعی اصلاحات کے خلاف طوفان برپا کر کے کچھ جوانوں کو ملا لیا اور کچھ دکانیں لوٹ لیں۔ کاریں اور بسیں الٹ دیں۔"

روسی مجلہ عصر جدید نے بھی اسی تاریخ لکھا:

"خمینی اور ان کے ساتھیوں نے عورتوں کے مساویانہ حقوق کے خلاف پروپگنڈے کے ذریعے کچھ لوگوں کو اندھی تقلید پر مجبور کر کے سڑکوں پر لا کھڑا کیا اور ہنگامہ و شورش کرا دی۔"

مزدوروں، دکانداروں، غریب عوام اور محنت کش لوگوں کی اسلام و آزادی کے لئے قربانیوں کا یہ مذاق صرف شاہ دوستی اور اسلام دشمنی کی بنیاد پہ ہوتا رہا۔

مغربی امپیریلسٹ بھی نام نہاد اصلاحات سے خوش تھے اور آیۃ اللہ خمینی کی اسلامی تحریک کو بے حد خطرناک جانتے تھے چنانچہ لندن، نیویارک اور پیرس کے اخبارات نے ایرانی خبر رساں ایجنسیوں سے خبریں لے کر حقائق کو مسخ کر کے چھاپا لیکن بہت سی باتیں ایسی بھی کہہ گئے جس سے کچھ حقائق سامنے آئے۔ مثلاً جلوسوں میں جو بینر تھے ان پہ لکھا تھا۔

"نابود باد رژیم کنونی۔"

"نابود باد دشمنان اسلام"

"ما خواھان آزادی رہبر مذھبی خود ھستیم"

"ہم آخری قطرۂ خون تک اپنے نصب العین پر ڈٹے رہیں گے"

پبلک نے ریڈیو طہران پر قبضہ کرنے کی کئی مرتبہ کوشش کی بادشاہ نے امن کمیشن کو حکم دیا کہ آئندہ ہر قسم کے مظاہروں کو سختی سے روکا جائے اور ہر قسم کے انتشار کو مکمل طور پر کچل دیا جائے۔ تعلیمی ادارے بند اور ہڑتال جاری ہے۔

اسد اللہ علم اور جنرل پاک روان کے اخباری بیانات سے معلوم ہوا کہ شورش پسندوں نے خطرناک منصوبہ بنایا تھا جو موقع پر پکڑ لیا گیا۔ اب مارشل لا لگا دیا گیا ہے اور شہری زندگی معطل ہے۔ عوام آیۃ اللہ خمینی سے غیر معمولی محبت کرتے ہیں اور ان کی رہائی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

بین الاقوامی رائے عامہ خمینی کے حق میں

ملک کے اشاعتی ادارے

مغرب کے شاہ دوست اخبارات اور ایران میں مذھبی رجحانات کے مخالف، بادشاہ ایران کو قابو میں رکھنے کے لئے حکمران انقلاب اسلامی اور آقای خمینی کے بارے میں جس شد و مد سے گمراہ کن پروپیگنڈا کر رہے تھے۔ دنیا کے مؤثر رھنما اور ممالک اسلامیہ کی رائے عامہ اسی

[illegible] کے ساتھ آیۃ اللہ خمینی کی حمایت کرتی جا رہی تھی۔

دنیا بھر کے آزادی پسند، قانون دوست، قومی اور مذہبی [illegible] بیانات اور خطوط اور تاروں کے ذریعے بادشاہ پر آقای خمینی کی رہائی کے لئے دباؤ ڈال رہے تھے۔ مثلاً شیخ محمود شلتوت نے خط لکھا تھا (خلاصۂ مکتوب):

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا بیان للناس

مسلمانو!

ہم ایسے ماحول میں زندگی بسر کر رہے ہیں جس میں کچھ لوگوں کو دولت اور تمدن کی فراوانی و براقی نے دین سے غافل کر رکھا ہے حالانکہ مشرق و مغرب میں بے شمار افراد راہ نجات کی جستجو میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں اور بہت سے لوگ اسلامی تعلیمات اور اس کی دلکش نورانیت کے لئے آغوش دل وا کئے ہوئے ہیں۔ ان کی فطرت پاک و سلیم نے اسلام کی طرف رہنمائی کی۔ انھوں نے اسلام کے جلال میں بزرگی اور اس کی بخشش و رحمت میں سکون اور اس کی رہنمائی میں قدرت حاصل کی۔ اسلام کی ہدایت میں درست روی اور اس کے نظم و قانون میں عدل و انصاف دیکھا۔ دراصل ان کا یہ انداز ان کی فطری سلامتی کا

نتیجہ ہے۔ وہ فطرت سلیمہ جو خدا نے انسان کے خمیر میں رکھی ہے۔

دورِ حاضر میں غلط پروپیگنڈے اور قانون شکنی کے نتائج میں علماء اسلام کی وہ قربانیاں توجہ طلب ہیں جو ان مردانِ حق کی طرف سے راہِ خدا میں پیش کی جا رہی ہیں۔ یہ لوگ دین خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں اور دین خدا کی حفاظت کر رہے ہیں۔ یہ لوگ تعلیماتِ الٰہی بیان کرتے ہیں اور یہی ان کا جرم ہے۔

مسلمانو!

مظلوم کو ظلم سے بچانا اسلام میں واجب ہے۔ انسانوں سے ضرر اور خطروں کو دور کرنا وہ اصول ہے جس کی اسلام نے دعوت دی اور فرض جانا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ اس قسم کے اقدامات میں سب سے اہم وہ مرحلہ ہے جہاں اسلام کی خاطر علم اٹھانے والے دینی فرض ادا کرنے میدان میں آئے ہوں۔ اللہ کا پیغام پہنچانے اور دین سے دفاع کرنے کے جرم میں ظلم و ستم سے دوچار ہوں۔

ایران کے علماء روحانی کئی مرتبہ حکومت کی زیادتیوں کا شکار ہوئے ہیں۔ کئی مرتبہ جیل بھیجے گئے۔ یہ حضرات امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کو انجام دینے سے روکے گئے۔

(یہ دونوں فریضے ہر غیر عاجز پر بجا لانا واجب ہیں) حالانکہ ان دونوں کے فوائد ملت اسلامیہ کو حاصل ہوتے ہیں۔ چونکہ ہر قوم کے کچھ خاص اخلاق و عادات ہوتے ہیں اور دین خدا کے نظام و تعلیمات میں اخلاق کے اصول معین کیے جا چکے ہیں۔ اقوام عالم کے اخلاقی نظام کو ان کے روحانی پیشوا اور دینی رہنما حرکت و دعوت کے ذریعے برقرار رکھتے ہیں اسی سے قوم کی روحانی تحریک مستحکم ہوتی ہے۔

ایک حیثیت سے بلاشبہ جب تک علما کی آزادی محفوظ نہ ہو اور ان کا اعزاز و احترام بحال نہ رکھا جائے اس وقت تک وہ اس فریضے سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ جب علماء ملت اپنی تعمیری اور اخلاقی مہم سے روک دیے جائیں تو قوم و ملت کی اصلاح و حالت معلوم ہے کہ کیا ہو گی؟ روحانی قدریں بے قیمت ہو جائیں گی۔ رہنمائی کے نمائندے پامال ہو جائیں گے اور انسانیت اپنی حقیقت و کمال ضائع کر دے گی۔ انسانی تاریخ کے طویل دفتر گواہ ہیں کہ علما کا جہاد ہمیشہ قومی قوت اور توانائی عمل کا محرک رہا ہے ان کا طریق کار بشر دوستی، وطن پرستی و خیر خواہی پر مبنی رہا ہے۔ اس حقیقت پہ زندہ گواہ خود ایران کی تاریخ ہے۔ اس سرزمین کے علما کے گراں بہا خدمات اور ان کی قربانیاں، اسلام و وطن و ملت کی خاطر ان کی جد و جہد

تاریخ ملت ایران کا قیمتی سرمایہ ہے۔

مسلمانو!

علماء دین اور روحانیت پر حملہ ایک سنگین اخلاقی جرم ہے قوم کی پیشانی اور انسانیت کے چہرے پر دھبہ ہے۔ علماء دین کی توہین کے نتیجہ میں ہوس پرست افراد بالادستی حاصل کر لیں گے اور صاحبان اخلاق تباہ کر دیئے جائیں گے اور حق چھوڑنے کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

مسلمانو!

خبردار رہو۔ دنیا بھر کے مسلمانوں اور ملت اسلامیۂ ایران پر بے شرمی کا سلوک اور ظلم و ستم کو سبک نہ جانو۔ ایران کے ڈکیٹیٹر کی فوج سے علماء ایران کو بچانے کی پوری قوت سے کوشش کرو۔ ظالموں پر بھروسہ نہ کرو۔ ورنہ جہنم کی آگ تمہیں آلے گی اور خدا کے مقابلے میں کوئی بھی تمہاری مدد کو نہ آسکے گا۔ (ھود۔ آیہ ۱۱۳)

اس قسم کے جرم آج تک صرف ان لوگوں نے کئے ہیں جنھوں نے دین سے رشتہ توڑا اور اسلام سے خارج ہونا پسند کیا ہے۔ انھوں نے علما کے ایسے تمام احترامات کو نظر انداز کر دیا جو اللہ نے ان کے لئے مختص کئے ہیں۔ شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة واولوا العلم قائما بالقسط اور سورۂ الفاطر میں ارشاد ہے۔ انما يخشى الله من عباده العلماء ——— میں گواہی دیتا ہوں کہ پروردگار! اسلام کے علم برداروں، اسلام سے خرافات کا دفاع کرنے والوں اور تیرے دین کے حامیوں کی مدد ہر اس شخص پر

واجب ہے جو تیرے اوپر ایمان رکھتے ہیں۔ تو ہی بہترین سرپرست و حاکم تو ہی بہترین مددگار ہے۔" (محمود شلتوت، شیخ الازہر ۸ ارمحرم ۱۳۸۳ھ ۱۰ر جولائی ۱۹۶۳ء)

شیخ الازہر اور مصری جرائد کے علاوہ لبنان، کویت اور امریکہ و جرمن و یورپ کے جوانوں، جبہۂ ملی کے ارکان نے بھی آیۃ اللہ خمینی کی حمایت میں اقدامات کیے۔ نجف اشرف و کربلا و کاظمین کے حوزۂ علمیہ بڑی شدت سے احتجاج کرنے لگے۔ ان حضرات نے اسلامی انقلاب اور آیۃ اللہ خمینی کی تاریخی حمایت کا اعلان کیا دیکھتے دیکھتے دنیائے اسلام آقای خمینی کے ساتھ ہو گئی۔ ہر طبقے سے لوگوں نے محبت و تعاون شروع کر دیا۔ ایران کے وہ حلقے جو علما کی ہم نوائی سے ڈرتے تھے وہ بھی سامنے آگئے۔ طلبہ، اساتذہ پروفیسر، وکیل، سیاسی جماعتیں میدان میں نکل آئیں اور جبہۂ ملی نے آقای خمینی کی غیر مشروط حمایت کر دی۔ اب تو یہ عالم ہو گیا کہ جو شخص ان کی مخالفت کا تذکرہ کرتا وہ نظرِ عوام سے گر جاتا تھا۔ ایران و عراق کے تمام مراجع کی متحد آواز نے بادشاہ کے امدادیوں کو حواس باختہ بنا دیا ——— اور آقای خمینی مرجع اعظم بن کر ابھر آئے۔ عوام کی بکثرت تقلید اور عرب و ایران و ھند و افغانستان و پاکستان و افریقہ کے شیعوں کی محبت نے آقای خمینی کو محبوبیت کی معراج پر پہنچا دیا۔ اکابر علما نے اعلانات کیے اور کہا:

"…. حضرت آیت اللہ خمینی اکیلے نہیں ہیں۔ ان کے

www.shiabookspdf.com

شرعی اور قانونی اعتراضات تمام علماء شیعہ اور ملت اسلامیہ ایران وعالم کی تائید رکھتے ہیں اور سب ان کے ساتھ ہیں۔

۱ــــ آیت اللہ العظمیٰ و مرجع الاعلیٰ السیّد محمود شاھرودوی (نجف)

۲ــــ آیت اللہ العظمیٰ و مرجع الاعلیٰ السید محمد رضا الموسوی گلپائگانی (قم)

۳ــــ آیت اللہ العظمیٰ و مرجع الاعلیٰ السید محمد ھادی حسینی میلانی (مشہد)

۴ــــ آیت اللہ العظمیٰ و مرجع الاعلیٰ سید محمد کاظم شریعت مداری (قم)

۵ــــ آیت اللہ حاج میرزا عبداللہ بن مسیح طہرانی (طہران)

علما کی ہجرت ــــ احتجاج کی نئی تدبیر

پندرہ ہزار آدمیوں کی موت، سینکڑوں ہزاروں کی گرفتاری، اخبارات پر سنسر نے خواص پر رتی بھر اثر نہ کیا۔ بادشاہ نے طہران چھوڑا ھیجان نہ دبا، افسروں کو معطل کیا جوش کم نہ ہوا۔ علماء اعلام سخت شکنجے میں گھرے مگر اقدامات سے باز نہ آئے۔ انھوں نے ایک عجیب فیصلہ کیا۔ تمام شہروں کے مراجع اور بزرگ ترین علما طہران کی طرف روانہ ہوئے انھوں نے

ترک مرکز کا نام ہجرت رکھا۔ ہجرت یعنی خمینی کی حمایت، ان کی رہائی کا مطالبہ، ان سے مکمل اتحاد کا اعلان، ان کے لئے گھر بار چھوڑنے کا مظاہرہ تاریخ اسلام اور تحریک اسلامی میں اس واقعے اور اقدام کی مثال نایاب ہے کہ پچاس سے زیادہ بااثر و بااقتدار علما اور صف اول کے دینی رہنما، بڑھاپے اور انتہائی مصروفیتوں اور ذمے داریوں کے باوجود یوں ملک کے لیے نکلے ہوں۔ حکومت نے ابتدا میں ان کو طہران جانے سے روکا جب وہ نہ رکے تو ان کے ہوائی جہاز واپس اور کاریں طہران پہنچنے کے بعد لٹا دیں۔ مگر الٹی ہو گئیں سب تدبیریں، لوگ بہرحال طہران پہنچے اور دارالحکومت میں شاندار اجتماع ہوا۔ جس میں آقای خمینی کی غیر مشروط رہائی کا مطالبہ کیا گیا۔ ایک گروہ پولیس کے حکام سے ملا اور ان سے کہا۔

"یا خمینی کو رہا کر دو یا ہم سب کو گرفتار کر لو۔"

کچھ علما جناب سبط کے گھر میں جمع ہوئے جنھیں پولیس نے گھیر لیا اور حوالات بھیج دیا۔

علما کے اسماء گرامی۔

حوزۂ علمیۂ قم:

آیت اللہ سید محمد کاظم شریعت مدار

آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی

آیت اللہ شیخ مرتضیٰ یزدی

تاریخ ملت ایران کا قیمتی سرمایہ ہے۔

مسلمانو!

علماء دین اور روحانیت پر حملہ ایک سنگین اخلاقی جرم اور قوم کی پیشانی اور انسانیت کے چہرے پر دھبہ ہے۔ علماء دین کی توہین کے نتیجہ میں ہوس پرست افراد بالادستی حاصل کرلیں گے اور صاحبان اخلاق تباہ کردیئے جائیں گے اور حق چھوڑنے کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

مسلمانو!

خبردار رہو۔ دنیا بھر کے مسلمانوں اور ملت اسلامیۂ ایران پر بے شرمی کا سلوک اور ظلم و ستم کو سبک نہ جانو۔ ایران کے ڈکیٹیٹر کی فوج سے علماء ایران کو بچانے کی پوری قوت سے کوشش کرو۔ ظالموں پر بھروسہ نہ کرو۔ ورنہ جہنم کی آگ تمہیں آلے گی اور خدا کے مقابلے میں کوئی بھی تمہاری مدد کو نہ آسکے گا۔ (ھود۔ آیہ ۱۱۳)

اس قسم کے جرم آج تک صرف ان لوگوں نے کئے ہیں جنھوں نے دین سے رشتہ توڑا اور اسلام سے خارج ہونا پسند کیا ہے۔ انھوں نے علما کے ایسے تمام احترامات کو نظر انداز کردیا جو اللہ نے ان کے لئے مختص کئے ہیں۔ شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط اور سورۂ الفاطر میں ارشاد ہے۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء —— میں گواہی دیتا ہوں کہ پروردگار! اسلام کے علم برداروں، اسلام سے خلافات کا دفاع کرنے والوں اور تیرے دین کے حامیوں کی مدد ہر اس شخص پر

واجب ہے جو تیرے اوپر ایمان رکھتے ہیں۔ تو ہی بہترین سرپرست و حاکم تو ہی بہترین مددگار ہے۔" (محمود شلتوت، شیخ الازہر ۸ ارمحرم ۱۳۸۳ھ ۱۰ ر جولائی ۱۹۶۳ء)

شیخ الازہر اور مصری جرائد کے علاوہ لبنان، کویت اور امریکہ و جرمن و یورپ کے جوانوں، جبہۂ ملی کے ارکان نے بھی آیۃ اللہ خمینی کی حمایت میں اقدامات کئے۔ نجف اشرف و کربلا و کاظمین کے حوزۂ علمیہ بڑی شدت سے احتجاج کرنے لگے۔ ان حضرات نے اسلامی انقلاب اور آیۃ اللہ خمینی کی تاریخی حمایت کا اعلان کیا دیکھتے دیکھتے دنیائے اسلام آقای خمینی کے ساتھ ہوگئی۔ ہر طبقے سے لوگوں نے محبت و تعاون شروع کردیا۔ ایران کے وہ حلقے جو علما کی ہم نوائی سے ڈرتے تھے وہ بھی سامنے آگئے۔ طلبہ، اساتذہ پروفیسر، وکیل، سیاسی جماعتیں میدان میں نکل آئیں اور جبہۂ ملی نے آقای خمینی کی غیر مشروط حمایت کردی۔ اب تو یہ عالم ہوگیا کہ جو شخص ان کی مخالفت کا تذکرہ کرتا وہ نظر عوام سے گر جاتا تھا۔ ایران و عراق کے تمام مراجع کی متحد آواز نے بادشاہ کے اعلادیوں کو حواس باختہ بنادیا —— اور آقای خمینی مرجع اعظم بن کر ابھر آئے۔ عوام کی بکثرت تقلید اور عرب و ایران و ھند و افغانستان و پاکستان و افریقہ کے شیعوں کی محبت نے آقای خمینی کو محبوبیت کی معراج پر پہنچا دیا۔ اکابر علما نے اعلانات کئے اور کہا:

"... حضرت آیت اللہ خمینی اکیلے نہیں ہیں۔ ان کے

شرعی اور قانونی اعتراضات تمام علماء شیعہ اور ملت اسلامیہ ایران و عالم کی تائید رکھتے ہیں اور سب ان کے ساتھ ہیں۔

۱ــــ آیت اللہ العظمیٰ و مرجع الاعلیٰ السیّد محمود شاھرودی (نجف)

۲ــــ آیت اللہ العظمیٰ و مرجع الاعلیٰ السید محمد رضا الموسوی گلپائگانی (قم)

۳ــــ آیت اللہ العظمیٰ و مرجع الاعلیٰ السید محمد ھادی حسینی میلانی (مشہد)

۴ــــ آیت اللہ العظمیٰ و مرجع الاعلیٰ سید محمد کاظم شریعت مداری (قم)

۵ــــ آیت اللہ حاج میرزا عبداللہ بن مسیح طہرانی (طہران)

علما کی ہجرت ــــ احتجاج کی نئی تدبیر

پندرہ ہزار آدمیوں کی موت، سینکڑوں ہزاروں کی گرفتاری، اخبارات پر سنسر نے خواص پر رتی بھر اثر نہ کیا۔ بادشاہ نے طہران چھوڑا ہیجان نہ دبا، افراد کو معطل کیا جوش کم نہ ہوا۔ علماء اعلام سخت شکنجے میں گھرے مگر اقدامات سے باز نہ آئے۔ انھوں نے ایک عجیب فیصلہ کیا۔ تمام شہروں کے مراجع اور بزرگ ترین علما طہران کی طرف روانہ ہوئے۔ انھوں نے

ترک مرکز کا نام ہجرت رکھا۔ ہجرت یعنی خمینی کی حمایت، ان کی رہائی کا مطالبہ، ان سے مکمل اتحاد کا اعلان، ان کے لئے گھر بار چھوڑنے کا مظاہرہ تاریخ اسلام اور تحریک اسلامی میں اس واقعے اور اقدام کی مثال نایاب ہے کہ پچاس سے زیادہ بااثر و بااقتدار علما اور صف اول کے دینی رہنما، بڑھاپے اور انتہائی مصروفیتوں اور ذمے داریوں کے باوجود یوں ملک کے لیے نکلے ہوں۔ حکومت نے ابتدا میں ان کو طہران جانے سے روکا جب وہ نہ رکے تو ان کے ہوائی جہاز واپس اور کاریں طہران پہنچنے کے بعد لٹا دیں۔ مگر الٹی ہو گئیں سب تدبیریں، لوگ بہرحال طہران پہنچے اور دارالحکومت میں شاندار اجتماع ہوا۔ جس میں آقای خمینی کی غیر مشروط رہائی کا مطالبہ کیا گیا۔ ایک گروہ پولیس کے حکام سے ملا اور ان سے کہا۔

"یا خمینی کو رہا کر دو یا ہم سب کو گرفتار کر لو۔"

کچھ علما جناب سبط کے گھر میں جمع ہوئے جنھیں پولیس نے گھیر لیا اور حوالات بھیج دیا۔

علما کے اسماء گرامی۔

حوزۂ علمیۂ قم:

آیت اللہ سید محمد کاظم شریعت مدار

آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی

آیت اللہ شیخ مرتضیٰ یزدی

مشہد مقدس | آیت اللہ العظمیٰ سید محمد ھادی الحسینی المیلانی (مرحوم) آیت اللہ شیخ مجتبیٰ قزوینی (مرحوم)

نجف آباد | حجۃ الاسلام شیخ حسین علی منتظری۔ حجۃ الاسلام شیخ ابراھیم امینی۔

اصفہان | حجۃ الاسلام... خادمی۔ حجۃ الاسلام عبد الجواد اصفہانی۔

اھواز | حجۃ الاسلام سید علی بہبہانی مرحوم۔ حجۃ الاسلام سید مصطفےٰ اعلم الھدیٰ۔ حجۃ الاسلام حاج سید مرتضیٰ الموسوی علم الھدیٰ۔

خمین | حجۃ الاسلام سید مرتضیٰ پسندیدہ۔

ھمدان | حجۃ الاسلام حاج ملا علی ھمدانی مرحوم۔ حجۃ الاسلام بنی صدر ھمدانی۔

تبریز | حجۃ الاسلام سید احمد خسروشاہی مرحوم۔ حجۃ الاسلام عبد اللہ مجتہدی۔ سید مہدی دروازہ ای۔ حاج حسین نجفی اھری سید جعفر بنی ھاشمی اھری۔ سید یوسف ہاشمی تبریزی۔ سید عبد العلی موسوی۔

خرم آباد | حجۃ الاسلام حاج روح اللہ کمالوند مرحوم۔ حجۃ الاسلام حاج عیسیٰ جزائری۔

رشت | ..... بحر العلوم..... ضیابری۔

زنجان | آقای عزیز الدین حسینی (امام جمعہ)

شیراز | محمد جعفر طاھری موسوی۔ محی الدین فالی۔ صدر الدین حائری۔ سید محمد امام۔ محمود علوی۔ علی آل یقطین۔ حسین حسینی یزدی۔ علی خواہ شیرازی۔

قزوین | سید ابو الحسن قزوینی مرحوم۔

یزد | آقای محمد صدوقی یزدی۔

اردکان | آقای روح اللہ خاتمی۔

گازرون | آقای پیشوای کازرونی۔

کرمان | علی اصغر صالحی۔ محمد حسن رفسنجانی نجفی۔

داراب | محمد علی حسینی نسابہ دارابی۔ محمد علی عندلیبی۔

رفسنجان | شیخ علی اکبر ہاشمی۔

کرمان شاہ | عبد الجلیل جلیلی۔

ان کے علاوہ بہت سے علما کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ یہ علما طہران پہنچے تو سب نے حکومت کی گرفت ختم ہونے کا یقین کر لیا اس اجتماع سے علما کی مکمل ہم آہنگی کا ثبوت ملا۔ مہاجرت کی اس نئی مہم نے آقای خمینی کی لاجواب قیادت پر مہر ثبت کر دی — مہاجرین کو دیکھ کر جوانوں کو نئی زندگی ملی۔ حکومت نے مہاجرین کو یکجا رہنے سے روکا۔ نتیجہ میں عوام کا سیلاب ہر اس منزل کی طرف آنے جانے لگا جہاں ان میں سے کسی ایک کا قیام تھا۔ یہ لوگ مسلسل رابطے اور مشورے کے ذریعے پروگرام بناتے رہے جس سبب سے

www.shiabookspdf.com

زیادہ اہم سوال یہ تھا کہ آقای خمینی ہیں کہاں؟ عوام سراسیمہ تھے اور علما کو یہ مسئلہ حل کرنا تھا۔ مقامی اور مہاجر علما نے ایک فیصلے کے ذریعے حجۃ الاسلام حاج روح اللہ کمالوند کو نمائندہ بنایا۔ آقای کمالوند بادشاہ سے ملنے گئے اور قوم کے جذبات و احکام علما سے بادشاہ کو مطلع کیا اور بڑی دلیری سے آقای خمینی کی رہائی میں تاخیر سے پیدا ہونے والی صورت حال کی تفصیل بتائی۔ لیکن بادشاہ ابھی تاج و تخت، تیغ و تفنگ پر نازاں تھا اس نے غیظ و غضب کے اظہار میں کمی نہ کی اس نے اطمینان دلایا کہ خمینی قتل نہیں کیے جائیں گے مگر انہیں درست کر دیا جائے گا۔ آقای کمالوند نے دلیری سے ہر بات کا جواب دیا اور بادشاہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ ایک عالم آقای خمینی سے جیل میں ملاقات کریں۔

ایک دن پولیس نے آقای خوانساری کو فون کیا۔ وہ فوراً ملاقات کے لیے تیار ہو گئے۔ ایک گھنٹے بعد موٹر آئی اور کمشنر جلاد نصیری کے ساتھ آقای خوانساری طہران کی فوجی چھاؤنی پہنچے جہاں قید خانے میں آقای خمینی سے ملاقات ہوئی۔ آقای خوانساری کے ساتھ فوج اور پولیس کے افسر بھی تھے۔ اس لئے رسمی خیر و عافیت و سلام کے علاوہ کوئی بات نہ ہو سکی۔ حجۃ الاسلام خوانساری واپس آئے تو گھر پر آقای خمینی کے عاشقوں کا مجمع تھا۔ گلیاں بند، سڑک پر مجمع، ہر ایک آقای خمینی کی خیر صحت و سلامتی اور نتیجہ ملاقات سننے کے لئے بے چین

تھا ـــ یا مرگ یا خمینی ـــ درود بر خمینی ـــ خمینی پیروز است ـــ خمینی را آزاد کنید ـــ جیسے نعرے بلند تھے۔ آقای خوانساری نے مختصر لفظوں میں آغا کی خیر و عافیت بیان کی اور مجمع نعرے لگاتا پلٹا ادھر پولیس نے حملہ کر دیا اور عوام دوبارہ خون میں نہا گئے۔

دو ہفتے بعد ہڑتال کا خاتمہ

عوام نے اپنے رہنما کی صحت و سلامتی کی خبر سن کر اطمینان کی سانس لی اور چودہ دن کی ہڑتال ختم کر دی۔

بادشاہ کا نیا منصوبہ ناکام ہو گیا

بادشاہ نے پہلے تو علما کو ایران آنے سے روکا پھر جب یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا تو اس نے سوچا کہ علما کے واپس جانے کے بعد ایک وقفہ دے کر فوجی عدالت میں مقدمہ چلا کر خمینی کو تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے۔ جواز میں خود مجرم کے اعترافات اور اقرار کو سند میں پیش کیا جائے۔ اس سلسلے میں پولیس نے بے شمار گرفتار شدگان کو لالچ اور سخت ترین سزاؤں کے ذریعے ایسے بیانات دینے پر مجبور کر دیا جس میں خود ساختہ قصے موجود ہوں۔ ـــ خمینی صاحب نے روپیہ دیا۔ خمینی صاحب نے دفتر جلانے کو کہا ..... مرحوم طیب حاج رضائی کے ناخن اکھیڑے گئے۔ شکنجے میں جکڑا گیا۔ جدید ترین آلات سے اذیت دی گئی اور اسپیشل تحقیقاتی کمیشن کے روبرو پیش کئے گئے جہاں موصوف نے کہا:

"حکومت نے وحشیانہ مظالم کے ذریعے مجھ سے ایسا جھوٹا افسانہ کہلوانا چاہا جس سے مرجع تقلید کا دامن پاک آلودہ ہو۔ میں یہ کہوں کہ ۱۵ خرداد کو روپیہ لے کر شورش پر مامور ہوا۔ حالانکہ ۲۸ مرداد کو واقعا روپیہ لینے کے بعد میں نے وہ ہنگامہ برپا کیا تھا جس کے بعد شاہ واپس آ گئے۔

جناب والا!

میں نے بڑے بڑے جرم کیے ہیں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ مرجع تقلید کے دامن پر کوئی دھبہ لگاؤں۔"

سی آئی ڈی، انٹیلی جنس کے تمام ادارے تھک گئے۔ آخر اس خطرناک مرکز کی باری آئی جہاں ہر قسم کے جدید سائنسی آلات اور تجربہ کار افسر موجود تھے، ہیں۔ "قصر یادگار" یہاں حیلہ و نیرنگ سے سوالات مرتب کیے گئے اور ان کے جوابات سے جوڑ توڑ کر کے اقرار و اعتراف نامی کسی چیز کو حاصل کرنا چاہا۔ آقای خمینی نے پہلی مرتبہ سوال سنے اور چپ رہے۔ جب افسر نے دوسری مرتبہ سوال دھرایا اور لہجہ بدلا تو آیت اللہ نے تیوری بدل کر فرمایا:

"تم بے زبان و بے چشم (نوکر) تحقیقات کا حق نہیں رکھتے۔ قلم کاغذ اٹھاؤ اور یہاں سے چلے جاؤ! میں تمہیں یہاں نہیں دیکھنا چاہتا۔"

تحقیقاتی مرکز کی ناکامی کے بعد دوسرا ادارہ سامنے لایا گیا۔ یہ

لوگ ذرا کچھ زیادہ رعب داب، ہیبت و جلالت رکھتے تھے۔ یعنی عدالت کے اعلیٰ نمائندوں نے آقای خمینی سے ملاقات کی۔ صورتحال بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ کسی کو وکیل بنانا چاہیں تو بتا دیں۔ آپ کے خلاف مقدمہ تیار ہو چکا ہے۔"

غلامان بادشاہ سمجھتے تھے کہ خمینی گھبرا جائیں گے، ڈریں گے، صلح کے لیے جھکیں گے، 'مفاہمت' کی راہ نکالیں گے۔ وہ حیران رہ گئے جب آغا نے عزیمت و کمال طمانینت کے ساتھ فرمایا:

"ہمارے ملک کی عدالت افسوس کہ خود مختاری سے ہاتھ دھو چکی ہے۔ وہ حکومت ایران کی آلۂ کار ہے اس بنا پر اسے میرے مقدمے کی سماعت کا اختیار نہیں ہے اگر کبھی عدالت انتظامیہ کی گرفت سے آزاد ہو گئی تو میں اپنا بیان دے سکوں گا ـــــ ہماری عدالت آزاد ہوتی تو مدرسہ فیضیہ کا واقعہ کیونکر رونما ہوتا؟ خوں ریزی، غارت گری اور لاقانونیت کے اتنے بڑے سانحے پر وہ کیسے خاموش رہ سکتی تھی؟ محکمۂ انصاف تحقیقات کے لیے کیوں سامنے نہ آتا؟ اور مجرموں کو قرار واقعی سزا کیوں نہ ملتی؟ اگر عدالت کو درخواست دی جائے کہ قم و طہران کے درمیان فلاں قسم کا جھگڑا ہو گیا ہے اور اس میں اتنے آدمی مجروح اور زخمی ہوئے ہیں تو کیا عدالت کی ذمے داری نہیں ہے کہ وہ اس کی تحقیق کرائے اور مجرموں کو سزا دے؟ کیا سبب ہے کہ ہم نے

سانحۂ مدرسۂ فیضیہ پر فریاد کی اور مٹھی بھر ظالموں کے اس حملے کی تفصیل بتائی جنھوں نے نہتے طلبہ کو حجروں کے اندر زخمی کیا۔ قتل کیا اور لوٹنے کے بعد دندناتے پھرے اور عدالت نے یہ بھی نہ کہا کہ اس واقعے کو سچ یا جھوٹ کہہ دیتی۔ کیا یہ واقعہ عدالت کے بے دست و پا اور بے اختیار ہونے کا ثبوت نہیں ہے؟" (تقریباً یہی خلاصہ ہے)

بادشاہ کی یہ تدبیر بھی ناکام ہو گئی۔ عدالت کے نمائندے جس جاہ و جلال کے ساتھ گئے تھے اسی طرح لاجواب و حواس باختہ پلٹ آئے۔ وہ آقای خمینی کی غیر معمولی قوت و دلیری کے سامنے سپر انداختہ ہو گئے۔

ان اداروں نے آقای خمینی کی روحانی عظمت اور توکل علی اللہ کی عزیمت دیکھی۔ وہ اسلام کے زعیم اور حق کے نقیب، پرہیزگار و متقی عالم کے روایتی کردار سے متاثر ہو چکے تھے۔ ان کے دل جھکے اور ان کی آنکھوں نے قدم چوم لئے۔

بادشاہ نے آقای خمینی کو گرفتار کیا اور خفیہ قید خانے میں رکھا۔ فوجی عدالت میں پیش کرنا چاہا۔ اعتراف جرم پر مجبور کیا۔ جدید تحقیقاتی مرکز سے مدد لی۔ کھلی عدالت میں مقدمے کا منصوبہ بنایا۔ پانچوں اقدام ناکام ہوئے۔ اب چھٹی سکیم بنائی گئی۔

روحانی اذیت رسانی اور نفسیاتی تکلیف — سید جس کمرے میں رکھے گئے

اس کے برابر والے کمرے سے ایک جکڑے ہوئے قیدی کی دلخراش چیخ و پکار آتی تھی۔ ناقابل برداشت اذیت سے تڑپنے والا آدمی فریاد کرتا رہتا۔ دن دن بھر، رات رات بھر کی یہ صدا سید خمینی کے انسان دوست دل کو شکست دینے، ذہن کو ماؤف کرنے کے لئے تھی حکومت کے زر خرید نوکرگاں کیے بیٹھے تھے کہ سید خمینی کے قدم لڑکھڑا جائیں گے۔ راتوں کی جاگ اور انسان کی آہ نے واقعاً آیت اللہ خمینی پر بے حد اثر کیا۔ لیکن وہ ان حق پرستوں کے فرزند تھے جن کو وحشی عربوں کے شکنجوں اور گرم ریت اور تپتے ہوئے پتھروں کے نیچے دبے ہوئے مجاہدین اسلام کی کراہوں نے بت شکنی سے باز نہ رکھا۔ وہ کسی اذیت سے گھبرا کر اسلام کی راہ میں پامردی و پیش قدمی سے باز نہ آئے۔

ایک دن جیل کا افسران کے کمرے کی طرف سے گزرا۔ آپ نے اسے روک کر فرمایا:

"انسانوں کو دور جاہلیت اور عہد وسطیٰ کی اذیت کیوں دی جا رہی ہے؟ انسانی اقدار اور بین الاقوامی قوانین کی پابندی کیوں نہیں ہوتی؟ کیا ایک آدمی کو شکنجہ دے رکھا ہے؟"

افسر نے اپنے تئیں آغا کے قبضے میں پایا۔ جیسے روشنی اندھیرے پر غالب آ جائے۔ جیسے سورج سے سایہ بھاگ جائے۔ وہ افسر فرعونیت چھوڑ چکا تھا اس نے ادب سے عرض کی۔

"یہ ٹیپ لگا ہوا ہے۔ اس کا مقصد حضور کو پریشان کرنا ہے۔ میں معافی چاہتا ہوں۔"

کچھ دن بعد ماہرین نفسیات اور جیل کے حکام نے اپنی بیچارگی کا اقرار کر لیا۔

کال کوٹھری

"فرمان ھمایونی" صادر ہوا کہ آنجناب کو عشرت آباد کے فوجی مرکز منتقل کر دیا جائے۔ آقای خمینی اس مرکز کے ایک تنگ و تاریک، بے روشنی و ہوا حجرے (کال کوٹھری) میں بند کر دیے گئے۔ اس کوٹھری میں چوبیس گھنٹے عبادت و وظائف، ذکر و فکر میں گزرے۔ اگرچہ وہ کوٹھری ایسے نقشے پر بنی تھی جس میں آغا نماز کے لئے بھی اٹھ بیٹھ نہ سکتے تھے۔ اس وحشیانہ بداخلاقی کے بعد بھی آیت اللہ خمینی اسی تقوے اور دلیری اور استقامت کے ساتھ سامنے آئے تو افسر حیران رہ گئے اور بادشاہ بوکھلا گیا۔

دیواروں پر اشتہار

ترکش کا آخری تیر اور شکست خوردگی کی علامت وہ اشتہار تھا جو طہران کی دیواروں پر رات کے اندھیرے میں لگایا گیا۔ صبح کو لوگوں نے پڑھا۔

"خمینی خائن است۔"

لوگ اسے پڑھتے ہی مشتعل ہو گئے۔ ابھی ہڑتال اور جواب کی تدبیریں بروئے کار نہ آنے پائی تھیں کہ پولیس دوڑی اور ان پوسٹروں

کو پھاڑنے اور اس نقش کو مٹانے لگی۔ اس طریق کار کا مظاہرہ دراصل عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ہوا۔ پولیس اور انتظامیہ عوام کو بتلانا چاہتی تھی کہ ہم آیت اللہ خمینی کے دوست دار ہیں اور ان کی عزت پر حملہ ناپسند کرتے ہیں۔ حملہ اور جواب حملہ یا پیش قدمی اور پسپائی کا یہ ڈرامہ بہت دلچسپ تھا اس کے باوجود عوام کی ناراضگی دور نہ ہوئی۔

گرفتار آزاد کر دیئے گئے

علماء مہاجرین کی موجودگی اور چھوٹے چھوٹے واقعات نے طہران کو آتش فشاں بنا دیا۔ ہر وقت آگ اور دھوئیں کا امکان تھا۔ پولیس کی ہیبت اور گولیوں کا ڈر ختم ہو چکا تھا۔ لوگ قیدیوں کی غیر مشروط رہائی اور علما کی باآبرو بریت سے کم پر راضی نہ تھے۔ اچانک ۲۹ تیر ماہ کو عوام اور مذہبی رہنماؤں کی اکثریت جیل سے باہر آ گئی اور آیت اللہ خمینی، آیت اللہ قمی، آیت اللہ محلاتی کے بارے میں کوئی اعلان ہونے کے بجائے ان کی جلاوطنی کی خبر اڑ گئی۔

مہاجرین پر دباؤ

مہاجر علما کا طہران میں قیام حکومت پر دباؤ کا کام کر رہا تھا۔ قیدیوں کی رہائی کے بعد حکومت نے انھیں ممنون کر کے مرکز چھوڑنے پر مجبور کیا۔ علما نے حکومت کی دونوں خواہشیں مسترد کر دیں۔ بشکریہ و خدا حافظی کے بجائے ناراضگی کا اظہار کیا۔ جس کے جواب میں

آذربائیجان اور کردستان کے مہاجر نمائندوں کو جبراً ان کے وطن لوٹا دیا گیا تاکہ دور دست لوگوں کو حکومت کے خلاف ہونے سے روکا جائے۔ علماء مہاجرین نے مشورے کے بعد آقای خمینی کے بارے میں بادشاہ کی تجویز ناکام بنانے کی مہم شروع کر دی۔ اعلامیے اور بیان چھاپ کر دنیا بھر میں پہنچائے۔

علما کے اعلانات آیت اللہ میلانی کا بیان

حضرت آیت اللہ محمد ھادی میلانی

مشہد مقدس کے سب سے بڑے عالم اور مرجع اعظم کا طویل بیان ۳۔ ربیع الاول ۸۳ھ کو چھپا:

ملت مسلمان و ستم کش ایران!

حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین آیت اللہ خمینی و علماء اسلام واکابر ملت و دین کی گرفتاری اور ۱۲ محرم کے ہولناک مظالم، قتل و غارت کے بعد، مظلوم افراد کی حمایت، اور اسلامی و قومی مصالح کے پیش نظر ملک کے گوشے گوشے سے علماء اعلام ہجرت کر کے طہران پہنچ گئے۔ حکومتی اداروں نے عوام کے غصے اور ہیجان کو دیکھ کر دفع الوقتی کے لئے مذاکرات کو بہانہ بنانا چاہا۔ وہ علما میں اختلاف پیدا کر کے محاذ کمزور کرنا چاہتے تھے۔ حکومت کی یہ سازش خود اس کے سیاہ تاریخی باب میں ایک اور دھبہ ہے۔ ملک کے بے شمار خاندان، دکھیا مائیں اور ستم رسیدہ باپ

میرے پاس آ رہے ہیں۔ ان کے معاشی کفیل پولیس کے شکنجے میں ہیں۔ ان کے جگر بند، بے گناہ فرزند شاھی دژخیم نے زندان بھیج دیئے۔ ان ستم رسیدہ افراد کی خبر بھی نہیں ملتی کچھ دنوں سے یہ خبریں دی جا رہی ہیں کہ یونیورسٹی کی اسلامی تنظیموں کے طلبہ بھی گھیرے میں ہیں۔ خدا کی قسم ایسے ماحول میں زندگی گزارنے سے آبرومند موت زیادہ لذت آفریں ہے۔ اب "درمیانی افراد" نامی گروہ کی زبانی سننے میں آ رہا ہے کہ شخصی حکومت آیت اللہ خمینی و آیت اللہ قمی و آیت اللہ محلاتی کو جلاوطن کر کے باقی فرزندان ملت کو جیلوں میں رکھے گی وہ ہمیں دھمکا کر طہران سے واپس جانے پر مجبور کر رہے ہیں۔ بصورت دیگر حکومت وہ مزید سختی کے ذریعے ہمیں طہران سے خود اٹھا لیں گے۔

ٹھیک ہے۔ دین اور انسانیت کے نصب العین پر ایک دوسرے کی امداد، ظالموں کے تصور میں نہیں آ سکتی۔ بہرحال سے موجودہ ارباب اختیار کی مجرمانہ پالیسی بتا رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کی تحریک سے خوف زدہ ہے۔ وہ بزرگان کو ملک بدر کر کے آزاد، حق گو اور دینی و قومی افراد کو قید و بند کی سختیوں میں برقرار رکھے اور ۱۹ و ۲۰ کے واقعات دھرائے ــــ میں ملت ایران کی طرف ظالموں کو متنبہ کرتا ہوں:

۱۔ آیت اللہ خمینی اور ان کے ساتھیوں کو جلاوطنی کی

اجازت نہیں دی جائے گی۔

۲۔ قوم اپنے رہنماؤں کی قید مزید برداشت نہیں کر سکتی۔ حکومت اپنی زیادتیوں کو ختم کر دے۔

۲۔ مسلمان قوم مصنوعی الیکشن ورائے شماری اور نامزدگی کا مقابلہ کرے گی اور برسوں سے دوسروں کے ہاتھوں چھینے جانے والے حقوق دوسرے افراد کے ہاتھوں نہیں لٹنے دے گی۔

مجھے معلوم ہے کہ مسلمانوں کی تحریک کچلنے کے لئے منصوبے بن رہے ہیں اور ان پر عمل بھی ہو رہا ہے سمجھ میں نہیں آتا آخر یہ ظلم کرنے والے خدا سے کیوں غافل ہیں۔ وہ اپنی بدترین عاقبت سے کیوں نہیں ڈرتے۔ وہ جانتے ہیں کہ خدا ان مظالم کا ان سے بدلہ لے گا۔ کچھ عرصہ پہلے میں نے عدالت نامی ادارے کو وہ بدرخ دکھانا چاہے تھے جنھیں بے جرم و خطا کوڑے اور ڈنڈے مارے گئے تھے۔ میں ان قانون شکن باتوں کا اعلان کرنا چاہتا تھا مگر جس سے بھی مشورہ کیا اس نے کہا ——"حضور اوپر سے نیچے تک ایک قانون و کلیے کا عل ہے۔ نوکر مجبور ہے"—— آج چپ ہو گیا میں خدا سے فریاد کرتا ہوں۔ میں اس ملک کے ظالموں کو متنبہ کرتا ہوں۔ آدھی رات کو رونے والی ماؤں اور یتیموں کی آہوں سے سر بفلک ایوان گر جائیں گے۔ اگر مظلوموں کی فریادرسی نہ ہوئی تو خدا

خود انصاف کرے گا۔ حضرت امام علیہ السلام نے آخر روز عاشورا اپنے فرزند علیؑ بن حسینؑ سے فرمایا تھا:

"بیٹا! جس شخص کا فریادرس اللہ کے سوا کوئی نہ ہو اس پر ظلم کرنے سے ڈرنا۔"

میں مسلمانان عالم اور غیرت دار انسانوں سے مظلوموں یتیموں اور حق سے محروم افراد کے لئے امداد کی اپیل کرتا ہوں۔ اللہ مظلوموں کا وارث ہے۔

ملت ایران سے کہتا ہوں کہ آپ قیدیوں، یتیموں اور بے سرپرست خاندانوں کی خبر لیں اور ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق مدد کرے۔ اللہ سے توفیق کی دعا ہے۔ حضرت ولی عصر ارواحنا لہ الفدا کی توجہ سے امید ہے کہ یہ اندھیری رات صبح روشن سے بدلے گی اللہ نے اہل ایمان و اہل عمل صالح سے زمین پر اپنے خلیفہ بنانے کا وعدہ کیا جیسے ان سے پہلی امتوں سے وعدہ کیا تھا۔ وہاں کے پسندیدہ دین کو بالادستی عطا کرے گا اور خوف کے بعد امن و سکون عطا کرے گا۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت اللہ شریعت مدار کا بیان (خلاصہ)

برادران عزیز ایمانی، اھالی محترم مملکت!

پندرہ خرداد کے منحوس و ناگوار واقعے اور نہتے مسلمانوں کے

قتل عام کے بعد حضرت آیت اللہ خمینی اور دوسرے علماء اعلام و مبلغین عظام اور معزز شہریوں کی غیر قانونی گرفتاریوں کو دیکھ کر شرعی ذمے داری کے طور پر فیصلہ کیا گیا کہ وقتی طور پر ہم سب شاہزادہ عبدالعظیم میں قیام کریں اور وہاں صورت حال کا جائزہ لیں۔ یہ سفر بڑے مشکلات کا باعث تھا لیکن ان پر قابو حاصل کرنے کے بعد سفر سرانجام پا گیا۔ اس سفر کا مقصد غیر قانونی گرفتاریوں پر احتجاج تھا اور دینی مقاصد کے ساتھ تمام قیدیوں خصوصاً حضرت آیت اللہ خمینی کی رہائی کے لئے سعی۔ ملک کے بڑے بڑے علما اور مراجع عظمی نے تشریف لا کر نصب العین پر کسی قسم کے اختلاف نہ ہونے اور مکمل اتفاق و ہم آہنگی کو ثابت کر دیا۔ ہم نے اپنے قیام کے دوران کسی اقدام و کوشش میں کوتاہی نہیں کی۔ اس سلسلے میں تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ مختصراً طے شدہ قرارداد یہ ہے کہ موجودہ بحران میں مذاکرات ناممکن یا نامناسب ہیں۔ فضا ہموار کرنے اور موضوع سخن معین کرنے کے لئے دو نکتے علما کی طرف سے پیش کئے گئے

۱۔ حکومت بدل دی جائے اور ایسی حکومت قائم ہو جس سے علما بات کر سکیں۔

۲۔ تمام قیدیوں کو رہا کیا جائے۔ خصوصاً علما اور آیت اللہ خمینی کو تاکہ وہ حضرات بھی گفتگو میں حصہ لے سکیں۔

افسوس ناک بات یہ ہوئی کہ جس طرح ہم چاہتے تھے وہ صورت عمل میں نہ آئی اور حکومت نے متعدد علماء کرام و مبلغین کو رہائی دے دی۔ لیکن صدمہ یہ ہے کہ آیت اللہ خمینی و آیت اللہ قمی و آیت اللہ محلاتی قید خانے میں ہیں اور اب ان کے جلاوطن ہونے کی خبریں آ رہی ہیں۔ اس خبر سے ہمیں بے حد رنج ہوا۔ یہ بات ہمارے لئے اعتراض و مخالفت کا سبب ہے اور ہو گا۔ حکومتی ٹولہ یہ حقیقت نہیں سمجھنا چاہتا کہ اسلام کے قوانین و حدود کے برخلاف اقدام اور ان پر اصرار، آیت اللہ خمینی جیسے حضرات کی گرفتاری روز بروز عوامی نفرت اور جذباتی اشتعال میں اضافہ کر رہی ہے اور اختلافات کی خلیج بڑھ رہی ہے۔

ہم اس مرحلے میں عوام کی توجہ مندرجہ ذیل نکات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

۱۔ حضرت آیت اللہ خمینی اور دوسرے علماء ملک و ملت کو احکام اسلام سے باخبر کرنے اور اسلام کے بارے میں متوقع خطرات سے ہوشیار رکھنے کے علاوہ کسی جرم کے مرتکب نہیں ہوئے۔

۲۔ اساسی دستور کی دوسری دفعہ کی بنیاد پر درجۂ اول کے علما گرفتاری و قید اور جلاوطنی سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ حضرات چونکہ دونوں اسمبلیوں سے گزرے ہوئے قانونی ریزولیوشن کو شرعی وجوہ کی وجہ سے رد و قبول کا حق رکھتے ہیں لہٰذا انہیں دونوں ایوانوں پر

www.shiabookspdf.com

برتری حاصل ہے اور قانون ساز ادارے پر حاکمیت رکھتے ہیں۔ چونکہ قانون ساز ادارے کے ارکان تحفظات رکھتے ہیں اس لئے حکام شرع جو دونوں اسمبلیوں پر حاکم ہیں کیوں کر تحفظات سے محروم ہو سکتے ہیں؟

مذکورہ وجوہ کے پیش نظر جتنی جلد ممکن ہو حضرت آیت اللہ خمینی کو بلا شرط و پابندی آزاد کیا جائے اور خواہ مخواہ تصادم نہ کیا جائے۔ یاد رہے کہ اس صورت حال کا باقی رہنا ناقابل برداشت ہوگا اور ہم جس طرح بھی ہو سکے گا مخالفت کرتے رہیں گے۔

۳۔ ہم دوسرے دینی مقاصد کے لئے کوشش کریں گے اور جس قدر امکانات حاصل ہوں گے اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ حکومت کے محکمۂ اطلاعات و ابلاغ عامہ علما کے اصولی اختلاف اور اسلامی حقوق کی نگہداشت کو رجعت پسندی یا اصلاحات کی مخالفت کا رنگ دے رہے ہیں لیکن الحمد للہ یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی ہے نہ ہو گی۔ اندرون و بیرون ملک سب ہمارے مقدس نصب العین کو سمجھ رہے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ علما احکام اسلام کی حفاظت اور اصول آزادی کا احیاء، عوامی حقوق سے غفلت کا سدباب کرنا چاہتے ہیں۔ وہ معاملات جن کی آئین ایران میں ضمانت دی گئی ہے الحمد للہ علما کے اعلامیہ ۱۲۔ محرم میں تفصیل دی جا چکی ہے اور اس اعلامیہ کے بیرونی ممالک میں شائع ہونے سے تمام زہریلا پروپیگنڈہ نقش بر آب

بن چکا ہے۔

۴۔ شیعہ علما ہر تہمت و افترا سے پاک ہیں۔ مراجع شیعہ کسی حکومت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے وہ جاگیرداروں سے رابطہ نہیں رکھتے۔ وہ کسی ادارے سے وابستہ نہیں ہیں۔ الحمد للہ وہ خود مستقل حزب سے مربوط ہیں اور ملک کی اکثریت ان کی حامی ہے۔ ان کا دستور قرآن مجید اور حدیث ہے اور یاد رہے کہ حزب اللہ کے افراد ہی غالب ہوں گے۔ علما کسی اقتدار یا کسی شخص کے زیر اثر نہیں ہیں۔ دینی مجاہدے اور اصولی جنگ میں وہ باہمی اختلاف کا شکار نہیں ہیں۔

۵۔ آپ کو معلوم ہے مراجع دینی اور ان کی تائید کے لئے ملک کے مختلف شہروں سے بڑے بڑے علما طہران میں جمع ہوئے۔ یہ اس پروپیگنڈے کا جواب تھا جس میں علما کے اختلاف کو اچھالا جا رہا ہے۔ انتہائی افسوس ہے کہ گزشتہ چند دنوں سے حکومت کا ایک محکمہ دباؤ ڈالنے لگا کہ لوگ اپنے اپنے وطن و مرکز واپس جائیں ورنہ انہیں طہران چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا۔ کچھ علما کو مسلح گارد اپنے ساتھ ان کے شہروں میں لے گئے۔ اب یہ نہیں معلوم کہ اس طرح کے اقدامات کا قانونی جواز کیا ہے؟ بلا دلیل و ضابطہ آزادی چھیننے کا مطلب کیا ہے؟ کسی شہری کو کسی جگہ سے نکل جانے پر مجبور کرنا کیونکر درست ہے؟ متعلقہ حکام کس قانون کے سہارے دوسروں کی آزادی پر ہاتھ

ڈال رہے ہیں؟

تعجب ہے کہ سربراہان حکومت ایسے ماحول میں جہاں مطبوعات واخبارات پر سنسر، جلسوں پر پابندی، مجلس سید الشہداؑ کی ممانعت مقررین و ذاکرین کی زبان بندی ہے ملک کے مذھبی رھنما جیل میں اور قومی لیڈر پابند سلاسل ہیں —— آزادانہ انتخابات کا ڈھونگ —— کیسے رچانا چاہتے ہیں۔ ہم انشاءاللہ مناسب موقع پر اپنا نقطۂ نظر بیان کریں گے۔

۶۔ ۱۵ خرداد کے سانحے میں غم رسیدہ خاندانوں کی پوری طرح مدد کریں۔

۷۔ جو واعظ وخطیب مصروف جہاد و تبلیغ ہیں وہ قابل احترام ہیں۔ عوام ان کی عزت و توقیر و تشویق میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور خطبا بھی نصیحت و راھنمائی میں کمی نہ کریں۔

آخر میں اسلام کی فتح اور مسلمانوں کی توفیق کے لئے دعاگو ہوں۔۔۔۔ و۔۔۔۔ سید کاظم شریعت مدار

۵ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

آقای شریعت مدار، آیت اللہ سید محمد کاظم مدظلہ العالی نے جس بصیرت، تدبر اور حوصلہ مندی سے محاذ سنبھالا ہے اس کی نظیر بھی نایاب ہے۔ ان کی مرجعیت عظمیٰ، ان کے تبلیغی مصروفیات اور قم کے حوزۂ درس و تدریس کی زعامت، حکومت اور ملک میں

ان کا اقتدار تھا، آپ نے اپنی پوری محنت و قوت یکجا کرکے حکومت کے غیر اسلامی اقدامات کا مقابلہ فرمایا اور قم کو مرکز جہاد بنایا۔ ان کے وجود مقدس سے بے انتہا فیض پہنچا اوران کی عزیمت نے فتح پائی۔ یہی حال آقای میلانی مرحوم کا تھا اور اسی راستے پر تمام اکابر چلتے رہے۔

ایک جیل سے دوسری جیل میں

حکومت علما کے مکمل اتحاد اور عوام کے ان پر اعتماد سے باخبر تھی۔ حکام بالا کے نزدیک علما سے گفتگو کے نتیجے میں بادشاہ کے خیالات کی بالادستی قائم نہیں رہ سکتی نہ ان کے شرائط بادشاہ مانیں گے۔ لہٰذا دوسری راہ خمینی صاحب کی آزادی ہے۔ ان کی قید سے عوام کا جوش وھیجان بڑھتا جاتا ہے مگر وہ چھوڑ دیے گئے تو لوگ گھروں سے سڑکوں پر آجائیں گے اور اسے اپنی فتح سمجھیں گے۔ انقلاب کی لہر تیز ہو جائے گی۔ ادھر انتخابات کی تاریخ سر پر ہے۔ لوگ ووٹ نہ ڈالیں گے اور نئے ممبروں کا انتخاب تماشا بن جائے گا۔ سیاسی کشمکش نظر انداز نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا بادشاہ نے ملکی وغیر ملکی مشیروں سے صلاح مشورہ کیا اور آیت اللہ خمینی کو چپکے سے جیل سے نکال کر کسی گھر میں نظر بند کر دیا۔ مگر اس طرح کہ رابطہ عوام سے قائم نہ رہے اور وہ جیل سے باہر ہوں۔ عوام کا اصل ھیجان تو اس بات پر ہے کہ ان کے مجتہد اعظم جیل میں ہیں —— جیل سے باہر آنے کے بعد لوگ مطمئن ہو جائیں گے۔ بیرونی دنیا سے جو

www.shiabookspdf.com

دباؤ پڑ رہا ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ پھر حکومت ان کے خلاف انکشافات اور پروپیگنڈے کر کے سب کو رام کر لے گی۔

رہائی

جمعہ ۱۲۔ ربیع الاول / ۱۱ مرداد کو سی آئی ڈی کے سربراہ پاک رواں صاحب پادگان عشرت آباد میں حضرت آیت اللہ خمینیؒ اور قمی سے ملے۔ موصوف نے عرض کیا:

"مرجع بزرگ کے داخلی و خارجی روابط اور ان کے سیاسی سلسلوں کے بارے میں چھان بین کی گئی۔ جناب والا کے پاس ایک عرب بھی بھیجا۔ میرے تمام وسائل نے مراجع عظام کی کسی تحریک سے وابستگی اور کسی سے خفیہ رابطے کی تردید کی ہے۔۔۔۔ مرجع اعظم کو تو ایسا ہونا چاہیے۔۔۔۔ عالم جلیل۔۔۔۔ کی شان۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت شہنشاہ جانتے ہیں کہ علما اس مقابلے میں دینی نقطۂ نظر کی حمایت کر رہے ہیں۔ اجنبی ہاتھ کا دخل نہیں ہے۔ نیز حکومت کے دشمن بھی نہیں ہیں۔۔۔۔ عاشورہ کی تقریر کے بارے میں فرمایئے، کیا کروں اس میں مملکت کے فرد اول اور خاندان شاہی کی توہین ہے۔۔۔۔ حضور مانیں گے وہ تقریر بہت سخت تھی؟۔۔۔۔ پوری دنیا میں جمہوری اور شخصی، ڈماکریسی اور استبدادی مملکتوں میں کہیں اس کی مثال نہیں۔۔۔۔"

آیت اللہ نے فرمایا:

"ممکن ہے اس تقریر میں تندی ہو لیکن مقصد نصیحت تھا۔ بادشاہ کے لئے اس کی ضرورت تھی۔ آپ بھی بادشاہ کو نصیحت کریں!"

پاک رواں نے قہقہہ مار کر کہا۔

"حضور عالی آزاد ہیں۔ لیکن یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ سیاست یعنی فریب و نیرنگ سازی، سیاست یعنی جھوٹ اور مکاری، سیاست یعنی دھوکہ دہی، سیاست یعنی حرامزدگی کا نام ہے۔ یہ سب کام ہمارے اوپر چھوڑ دیں۔ مرجع روحانیت کو ان معاملات میں دخل نہ دینا چاہئے۔"

قائد بزرگ نے فرمایا:

"جس سیاست کے معنے آپ نے بتائے ہیں ہم پہلے بھی اس سے دور تھے۔"

طہران سی آئی ڈی کے سربراہ سرہنگ مولوی بھی پہنچ کر علما سے ارادت مندی کا اظہار کر چکے تھے۔ پاک رواں نے حکم دیا کہ جناب سرہنگ مولوی آغا کی رہائی کا فوری انتظام کریں۔ ایک گھنٹے کے بعد گاڑی آئی اور آیت اللہ خمینیؒ و آیت اللہ قمی اور سرہنگ مولوی ایک کار میں ان کے آگے پیچھے ساواک کے آدمی طہران سے بارہ کیلومیٹر "داؤدیہ" پہنچے۔ جمعہ کی چھٹی، شہر سے دوری اور اچانک رہائی کے فوائد حکومت کی نظر میں تھے۔ مزید بات یہ ہوئی کہ عین اسی وقت طہران میں ایک زبردست طوفان اٹھا۔ ایک سو ساٹھ کیلومیٹر کی رفتار سے آندھی آئی۔

درخت اڑ گئے۔ دو چھوٹے ہوائی جہاز الٹ گئے۔ ہوائی اڈے کا بڑا پول گر گیا۔ تین افراد جاں بحق اور متعدد افراد زخمی ہوئے۔

سی آئی ڈی نے رہائی کی خبر ریڈیو، ٹیلی ویژن کے بجائے چند افراد کو ٹیلی فون سے دی اور داوٗدیہ پر گھڑ سوار پولیس اور سی آئی ڈی متعین کر دی گئی۔

طہران میں انسانوں کا سیلاب

پیش بندی کی مضبوط کوششوں کے باوجود ایک گھنٹے میں آغا کی رہائی کی خبر شہر میں پھیل گئی اور انسانوں کا سیلاب پُرشور دلوٗدیہ کی طرف روانہ ہوا۔ کاروں، بسوں اور ویگنوں کے شور اور فراوانی سے ٹریفک کا عملہ بدحواس ہو گیا۔ پولیس اور فوج کے وحشیانہ حملے، بندوق اور مشین گن کی گولیوں کا خطرہ، قتل و گرفتاری کے امکانات کی پروا کیے بغیر لوگ دیوانہ وار اپنے محبوب قائد کی زیارت کے لئے بے چین تھے۔ دیکھتے دیکھتے آغا کی قیام گاہ کے سامنے لمبی قطار بندھ گئی۔ پولیس مجمع کی کثرت لیکن ضبط و نظم دیکھ کر حیران تھی۔ آیت اللہ خمینی جیسے ہی مجمع کے سامنے آئے، لوگ جذبات سے بے قابو ہو کر آگے بڑھے لیکن ڈسپلن اور احساس ذمہ داری کی وجہ سے ایک ایک آدمی آگے آتا، دست بوسی کرتا، اپنی وفاداری کا یقین دلاتا اور آگے بڑھ جاتا تھا۔ روتے، چیختے، نعرے لگاتے، خوشی سے مسکراتے، دلیری دکھاتے، فخر کرتے باری باری

بڑھتے جا رہے تھے۔ مجمع میں دست و پا شکستہ، زخمی اور پٹی بندھے آدمی بھی دکھائی دے رہے تھے یہ پندرہ خرداد کے ستم رسیدہ تھے جنھیں آقای خمینی سے متعارف کرانے سے پہلو تہی کی جا رہی تھی تاکہ انھیں تکلیف نہ ہو۔

ایک جاں نثار کا تاثر

حاجی اکبر آقای معرفت، جن کا ایک پیر ۱۵ خرداد کو ضایع ہوا تھا۔ کسی نے ان سے پوچھا۔

"آپ نے اپنا تعارف کیوں نہ کرایا؟ یا اتنی دیر کیوں نہ رکے کہ کوئی آپ کا تعارف کرا دیتا۔"

انھوں نے جواب میں فرمایا:

"میں نے جلدی سے دست بوسی کی اور ہٹ گیا۔ مجھے آغا کے غم کا خیال تھا۔ اسلام پر قربانی میں ایک پیر کا جانا کوئی ایسا کام نہیں کہ جسے آیت اللہ خمینی کو جتایا جاتا۔ مجھے شرمندگی ہے کہ ہمارا مرجع دین کی حفاظت میں جیل گیا اور ہم زندہ رہے اور چلتے پھرتے رہے۔ اصولاً آیت اللہ کے حضور میں ہماری کیا قیمت ہے۔ ہماری ہزاروں جانیں خمینی کے روئیں روئیں پر فدا ہیں۔"

یہ جذبہ ایک فرد کا نہیں ساری قوم کے دل اسی عقیدے سے سرشار تھے

علماء مہاجر کی تشریف آوری

قم اور دوسرے شہروں کے "مہاجر علما" اپنے

اتحاد و تعاون، خلوص و مجاہدت میں کامیاب ہو چکے تھے۔ طہران میں موجود تمام علما خبر ملتے ہی داودیہ تشریف لائے اور بعد مسرت و بہزار غم و رنج سے ملے اور دیر تک بیٹھے۔ گفتگو میں ۱۵ خرداد کے خونی واقعات کا خلاصہ بتایا۔ آغا کو اب تک ان واقعات کا بالکل علم نہ تھا واقعات سن کر آغا کی حالت غیر ہو گئی۔ لوگ مصافحے کے لئے آگے آتے اور آغا مصافحہ نہ کرتے تھے۔ انھیں انتہائی دکھ ہوا۔ لوگوں نے ان پہ اتنی جانیں قربان کیں۔ ان کی خاطر اس قدر خون بہایا گیا۔

پندرہ خرداد کا سوگ

علما کی آمد سے قطاریں رک گئیں۔ انتظار دیدمیں لوگ بے قرار ہو رہے تھے اور آغا شدت غم سے بے حال تھے۔ کسی نے عرض کی۔

"حضور! کھڑکی کے پاس بیٹھ جائیں تاکہ سب دیکھ سکیں۔"

آغا اپنی جگہ سے اٹھے اور مجمع کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ سے اشارہ کر کے ان کے پُرشور جذبات اور نعرۂ صلواۃ کا جواب دیا پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اب جذبات بے قابو تھے اور صبر و سکون کا پہاڑ کانپ اٹھا ــــ میں لوگوں کے جذبات کو کیا کروں ــــ سر جھکا کر رو دیئے ــــ آغا کو پہلی مرتبہ روتے دیکھا گیا۔ ان کی بے قراری کا یہ رنگ کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ وہ پندرہ خرداد کے خونیں واقعے سے دل شکستہ ہو گئے اور یہ غم ان کے دل و دماغ سے کم نہ ہوا۔ وہ ابھی

تک 'فیضیہ' اور 'پندرہ خرداد' کا ذکر بڑے کرب سے کرتے ہیں۔ ۱۵ برس کی تقریروں اور تحریر میں یہ درد سمایا ہوا ہے۔

جشن رہائی اور نظر بندی

۱۲۔ ربیع الاول کو ملک بھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ لوگ داودیہ کے لئے دور دور سے چل کھڑے ہوئے مگر پولیس رکاوٹ بن گئی۔ دکانوں کی آرائش، بازار کی سجاوٹ پر اسے اعتراض تھا۔ جھنڈے اتروائے۔ تصویریں لٹکانے سے روکا تو لوگ کھٹکے۔ طہرانی سمجھے کہ آغا آزاد نہیں ہیں۔ اخبار آئے تو اس کی خبر اشتعال انگیز تھی لیکن رہائی کے خلاف کوئی جملہ نہ تھا۔ بہت سے لوگ داودیہ پہنچے تو وہاں پولیس کی سخت ڈیوٹی تھی۔ جیپ پر اعلان ہو رہا تھا۔

"نہ ٹھہریں ــــ براہ کرم آگے بڑھیے ــــ واپس جائیں۔ دو آدمی ایک جگہ نہ کھڑے ہوں ــــ شکریہ!"

طہران کے علاوہ شہر شہر، گاؤں گاؤں محفلیں ہوئیں۔ کھانے کھلائے گئے۔ مٹھائی بٹی اور سب نے جشن میلاد حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس خوشی کی بنا پہ عید فطر و قربان بنا دیا ــــ عید میلاد سرور دو عالم کی مبارکبادی کے تار دنیا بھر سے طہران پہنچے ان تاروں میں لکھا گیا تھا:

"طہران، خیابان امیریہ کوچہ حکمی توسط آیۃ اللہ العظمیٰ

آقای میلانی محضر مقدس مرجع عالی قدر عالم تشیع حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ آقای خمینی اطال اللہ مدظلہ العالی ـــــ آیۃ اللہ قمی / آیۃ اللہ محلاتی /...... عید سعید میلاد مبارک حضرت ختمی مرتبت را تبریک و بمناسبت جانفشانی و خدمات ذی قیمت آں ذوات مقدسہ بہ عالم اسلام در ترویج مآثر دینی و وحدت کلمہ تمام مراجع عظام و حجج اسلام و علما اعلام و خطبا و وعاظ و مومنین و معرفی عظمتِ مقام و موقعیت روحانیت ایران بجہانیاں و اتحاد تمام فرقِ مسلمین در اعلاء کلمہ حق، اہالی شہرستان خمین با چراغانی شایان تقدیر در بازار و خیابانہا و تشکیل مجالس شادمانی در مساجد شہر و بعضی دہات و منازل خصوصی و اطعام و احسان و صرف مخارج ہنگفت در پذیرائی عمومی برای چندیں بار پشتیبانی و اطاعت خود را از آں مرجع عالی قدر مذہب جعفری بمنصۂ ظہور رسانیدہ و دعاگویان روحانیان شہرستان خمین ترجمان احساسات دینی عمومی بودہ اطاعت آنان خود را از اوامر مطاع کہ جز خیر و صلاح دین مبین مسلمین و احکام مذہب جعفری و اسلام و مراعات کامل قانون اساسی نیست معروض موفقیت

نہائی تمام آیات عظام را خواستہ عموم مسلمین است از خداوند قادر عزیز متعال خواستاریم"

(دس علما کے دستخط)

خبرِ رہائی اور اس کا ردِ عمل ـــــ علما کی جرأتِ اظہار و قوتِ کردار

١٢- ربیع الاول ١٣٨٢ھ / ١٢ مرداد ماہ ١٣٤٢ کے

اخبارات میں محکمہ اطلاعات نے خبر چھپوائی:

"طبق اطلاع رسمی کہ از سازمان اطلاعات و امنیت کشور دراصل گردیدہ است چوں بین مقامات انتظامی و حضرات آقایان خمینی و قمی و محلاتی تفاہمی حاصل شد کہ در امور سیاسی مداخلہ نخواہند کرد و از ایں تفاہم اطمینان کامل حاصل گردیدہ است کہ آقایان برخلاف مصالح و انتظامات کشور عملی انجام نخواہند داد، علیہذا آقایان بمنازل خصوصی منتقل شدند۔"

"ساواک کی رسمی اطلاع کے مطابق انتظامیہ اور جناب خمینی و قمی و محلاتی میں مفاہمت ہو گئی ہے۔ یہ لوگ سیاسی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ اس مفاہمت کے بعد مکمل اطمینان ہو گیا ہے کہ یہ حضرات

ملک کے مفاد وانتظام کے خلاف کوئی اقدام نہ کریںگے
لہٰذا یہ حضرات پرائیویٹ قیام گاہوں پر منتقل کردیے
گئے ہیں۔"

خبر کی اور عبارت کس قدر دل آزار ہے اور حکومت نے علما کے خلاف کتنا سخت تاثر دینا چاہا اس کا حال آج دریافت نہیں ہوسکتا، حکومت کا خیال تھا کہ عوام تینوں عالموں سے بدظن ہوجائیں گے۔ ان کی محبوبیت گھٹ جائے گی مگر اثر الٹا ہوا۔ عوام نے اس کا سخت نوٹس لیا اور حکومت کو برا بھلا کہا۔ علما نے احتجاج کیا اور آیت اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین مرعشی نجفی نے جو "مہاجر علما" کے گروپ میں تھے حکومت اور پریس کی سخت سرزنش کی۔ حضرت آیۃ اللہ کا اعلامیہ قانون واحتساب، تردید وسرزنش کی بہترین سند ہے

(خلاصۂ اردو):

"بسمہ تعالیٰ شانہ
ومکروا ومکراللہ واللہ خیر الماکرین
(اور انھوں نے سیاست کھیلی اور اللہ نے سیاست
دکھائی اور اللہ تو بہترین سیاست کار ہے)

۱۲ مرداد ماہ مطابق ۱۳۔ ربیع المولود کے روزنامہ کیھان اور اطلاعات کی خبر کا جواب۔ یہ خبر "سازمان اطلاعات وامنیت کشور" نے بے دستخط جاری کی جس کی اصل عبارت یہ ہے:

(...... فارسی متن اوپر لکھا جاچکا ہے)...... (تردید بحث)

۱۔ یہ رپورٹ کسی معین، ذمے دار فرد کی طرف سے نہیں ہے لہٰذا اسے رسمی یا سیاسی خبر کی حیثیت حاصل نہیں ہے نہ اس کی پابندی کوئی پابندی ہے۔ یہ خبر خود ساختہ افواہ معلوم ہوتی ہے اور قوانینِ مطبوعات کے خلاف ہونے کی بنا پر قابلِ گرفت ہے۔

۲۔ ایڈیٹر سے جواب طلب کیا جائے کہ اس نے پادرہوا "طبق اطلاع رسمی" کو کسی سند ودستخط کے بغیر اصل کے بجائے نقل کیوں چھاپی۔ اس ڈیپارٹمنٹ کا اس خبر سے کیا تعلق ہے؟ اس خبر کی اشاعت کا مقصد کیا ہے؟

۳۔ اس رپورٹ میں خبر کی ترتیب اور حضرت آیۃ اللہ خمینی حضرت آیۃ اللہ قمی، حضرت آیت اللہ محلاتی دامت برکاتہم کے بارے میں اخلاق ودینی آداب کو کس بنا پر نظر انداز کیا گیا ہے۔ ایران کے علم وتقویٰ میں ممتاز اور فداکاری میں لاجواب شخصیتوں کو اخلاقِ طور پر اس طرح مخاطب کرنا انتہائی غلطی ہے۔

بزرگش نخوانند اہل خرد
کہ نام بزرگاں بزشتی برد

۴ــــ "تفاھمی حاصل شدہ کہ در امور سیاسی مداخلہ نخواھند کرد" بہت مضحکہ خیز اور شرمناک فقرہ ہے۔ آج کی دنیا میں متمدن ملک ہی نہیں

انسان خور، سیاہ رنگ وحشی افریقہ کے جنگلوں میں رہنے والے بھی اس قسم کی پابندی برداشت نہیں کرتے اور ایسی توہین آمیز قدغن کو نہیں مانتے۔ جب سے قانون "آزادیِ انسان" کا مفہوم عام ہوا ہے اس وقت سے ہر شخص دنیا کے ہر گوشے میں اپنے ملک کی بہتری کے لیے قوانین مذہبی و ملکی کے اندر رہ کر اظہار رائے کا حق رکھتا ہے۔ معاشرتی معاملات میں کام کرنے اور رائے دینے سے روکا نہیں جا سکتا، اس کو سیاست میں دخل دینا کہتے ہیں۔ ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنی صلاحیت و قوت بھر معاشرے کی بھلائی کے لیے کام کرے اور مذہبی حدود کے احترام کے ساتھ اپنے مقاصد کو بروئے کار لائے۔ خاص طور پر ایک مرجع دینی کا تو فریضہ ہی یہ ہے۔ ایران کی متمدن اور مسلمان قوم کیسے مان سکتی کہ ہدایت کے چراغ، ممتاز علماء اعلام جان بوجھ کر اس قسم کا مضحکہ خیز معاہدہ یا مفاہمت قبول کر کے شمع گل کر دیں یا مسلمانوں کی دنیاوی و اخروی سعادت کے ضامن علما یہ بات مان لیں گے۔ ناممکن ہے۔۔ محال ہے۔۔۔ محال ہے۔ مسلمانوں کا دستورِ حیات ہی یہ ہے کہ "تم میں سے ہر ایک سربراہ ہے اور اس سے اس کے زیر دست لوگوں کے بارے میں باز پرس ہو گی" ـــــ یقیناً کسی شیطانی قوت نے اس بے سروپا رپورٹ کے ذریعے علما کو سبک کرنے اور معاشرے کے سازشی افراد میں شمار کرانے کے لیے افواہ پھیلائی ہے جو قطعاً غلط ہے۔

۵ـــ "اس مفاہمت کے بعد مکمل اطمینان حاصل ہو گیا ہے کہ یہ حضرات ملکی مفاد اور استقلال کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں گے" غور کیجیے، کس قدر مہمل ہے یہ بات۔ جیسے حضرات علما ان جاہل اور ناواقف افراد کی طرح ہیں جو بدمعاش شمار کیے جاتے ہیں۔ جن سے تھانے دار ضمانت لیتا ہے کہ محلے اور علاقے میں امن تباہ نہ کریں گے دوسروں کی زندگی سے نہ کھیلیں گے ـــــ ہماری معاشرت کے ہر شخص کو معلوم ہے۔ ملک کا کوئی طبقہ اور معاشرے کا کوئی شخص شیعہ علما کی طرح معاشرتی، اخلاقی، نفسیاتی و ایمانی حدود کا پابند اور اس کی بہبود کے لیے کوشاں نہیں ہے۔ دین مبین اسلام کی تعلیم، تقوے اور فضیلت ایمان کا قہری نتیجہ فتنہ و فساد سے دوری ہو اور پاک صاف معاشرہ قائم ہو۔ شرارت، تخریب کاری، جانی نقصان اور آج تک رونما ہونے والی رسوائیاں، بے ایمان، بے شعور، غرض مند، مشکوک، خیانت کار اور غیر ذمہ دار افسروں ہی کے ہاتھوں ہوئی ہیں روحانی معاشرے سے نہیں۔

۶۔ رسوا کن، افترا پردازیوں کے بعد اگر ان حضرات محترم کو بے گناہ قرار دے کر رہائی دی گئی ہے تو خبر کے اس بے جوڑ فقرے کا کیا مطلب ہے کہ "پرائیویٹ قیام گاہوں" پر منتقل کیا جا رہا ہے۔ دراصل اس خبر سے مکر و فریب کے ذریعے دنیا کی توجہ اپنی طرف موڑی ہے۔ ایک مصنوعی اور جھوٹی رہائی حضرات علما اور دوسرے

قیدیوں کو دی جس کا مقصد علما کی بے مثال قربانیوں، جد و جہد اور مراجع شیعہ کی مرکز میں ہجرت کو عوام میں بے اثر کرنا ہے۔ حالاں کہ اسی طرح مارشل لا' اسی طرح گھٹن اور مسلمان قوم کی آزادی سلب ہے۔ خاص طور پر انتخابات کے معاملے میں حالات جیسے تھے ویسے ہی ہیں۔ اسی وجہ سے ملک کے عوام کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ یہ رپورٹ اور خود ساختہ خبر متعلقہ عملے کی بے لیاقتی کی دلیل اور اس کے لیے رسوا کن ہے۔ یہ لوگ خوف و شرم سے اس پر دستخط بھی نہ کر سکے حالانکہ ان کی زندگی کا بہت بڑا حصہ اسی قسم کے کام میں گزرا ہے اور اسی کام کی حکومت سے روٹی کھاتے ہیں۔

اس صورت حال میں لوگوں کو حق پہنچتا ہے کہ بقول مفکرین ملت ہم بھی مان لیں کہ ملک کے انتظامی و قانونی و مہمات معاملات میں کرسی نشین لوگ کسی قسم کی لیاقت و قابلیت نہیں رکھتے۔ اس بے بنیاد رپورٹ کی ترتیب و عبارت دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ کس قدر نا اہل و ناکارہ ہیں۔ بیکاروں کے انبوہ کو آخر کار الگ کرنا ہو گا۔ قطع نظر اس بحث کے "اس خبر دینے والے کا نام چھپایا گیا ہے۔ گویا رپورٹ دینے والوں کے ذہن ماؤف ہو گئے تھے

........مزید حقائق و تفصیلات آئندہ بیان کیے جائیں گے۔"

اس سیاسی تنقید نے ادارۂ اطلاعات کو لاجواب کر دیا۔ جرأت مندانہ احتساب اور برمحل تردید نے عوام کو غلط فہمی سے بچا لیا۔ صورت واقعہ سب نے دیکھ لی اور بادشاہ کا پروپیگنڈہ بے اثر قرار پایا۔ لوگ بادشاہ کی اس بے حواسی پر مطلع ہوئے اور علما کی بے مثال قیادت پر ان کا اعتماد اور بڑھ گیا۔ "خمینی نے سیاست میں دخل دینے سے انکار کر دیا" — کی مہم ختم ہو گئی۔ "دین سیاست سے جدا ہے" — کا نعرہ کھوکھلا نکلا۔

بادشاہ کی دوسری تدبیر

متعلقہ اداروں نے داؤدیہ میں حضرات علما کی رہائش اور براہ راست حکومت کی تحویل میں رہنے کو مضر محسوس کیا۔ عوام کی پریشانی، مہاجر علما کی سعی پیہم اور اس کے رسوا کن نتائج کی رپورٹ سی آئی ڈی نے حکومت کو بھیجی اور حکومت نے دوسری تدبیر نکالی۔ علما سے کہا گیا کہ آپ میں سے ہر ایک اپنے لیے مکان کا انتظام خود کر لیں۔ فوراً تین حضرات نے یہ خدمت پیش کی اور حضرت آیۃ اللہ طہران کے ایک تاجر محترم کے مکان میں منتقل ہو گئے۔

آقای روغنی کا مکان اور نظر بندی میں سختی!

آقای روغنی کا مکان قیطریہ میں تھا۔ آغا کے ساتھ سی آئی ڈی اور پولیس کے سپاہی بھی

www.shiabookspdf.com

اسی گھر میں رہنے لگے۔ قیام و طعام کا اہتمام آقای روغنی کے ذمے رہا۔ آقای روغنی پر اس مدت میں کیا گزری اس کی تفصیل موجود نہیں، لیکن عوام پر اس کا اثر حکومت کی خواہش کے مطابق ہوا۔ لوگ مطمئن ہو گئے اور انتخابات کا ھنگامہ گرم ہوا۔ حکومت نے پوری قوت سے نفسیاتی تاثر دینا شروع کیا کہ آقای خمینی آزاد ہیں۔ اختلافات ختم ہو گئے۔

مہاجر علما پر دباؤ

اب ان پر نظر ڈالی گئی۔ یہ حضرات کئی ماہ کے بعد خالی ہاتھ مرکزوں میں واپس نہیں جانا چاہتے تھے۔ وہ ابھی تک تینوں علما کی مکمل آزادی کے لئے کوشاں تھے اور حکومت کے ہر پیام کو رد کر رہے تھے لیکن ۱۸۔ جمادی الاولی ۱۳۸۳ھ کو پولیس کی حفاظت میں ان علما کو مشہد مقدس اور قم پہنچا دیا گیا۔ یوں تاریخ کی یہ مہاجرت انجام پذیر ہوئی۔

ان حضرات کو مختلف طریقوں سے سمجھایا گیا اور پے در پے جھوٹی خبریں دی گئیں۔ اہم ترین بات یہ بتائی گئی کہ حضور ہم نے بلاشبہ مکمل آزادی کا وعدہ کیا تھا مگر آقای خمینی نے ہمیں الٹی میٹم دیا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ اگر ہمیں قم نہیں جانے دیا جاتا تو خیر ہم اپنے فرائض انجام دیں گے۔ ان کا یہ اعلان انتظامیہ کے لئے ایک مسئلہ بن گیا ہے۔

قابل بیان یہ بات ہے کہ ان میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے علما اس خبر سے حیران رہ گئے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ واقعہ کچھ اور ہے۔

آغا نے سی آئی ڈی کے افسر کو بلا کر فرمایا کہ سردی آرہی ہے اگر ہمیں یہیں رہنا ہے تو ہم اپنے گرم کپڑے قم سے منگوا لیں۔ اتنی سی بات کو کیسے بتنگڑ بنایا گیا اور فریب کارانہ داستان طرازی کا شاھکار کس نے تیار کیا؟ یہ ایک کہانی ہے۔

سکوت اور خاموشی

علما کے طہران چھوڑتے ہی فضا خاموش ہوتی گئی۔ شیراز میں پانچ سو قیدیوں کے لیے فوجی عدالت میں مقدمے کی خبر چھپی اور کوئی صدائے احتجاج بلند نہ ہوئی۔ چھوٹے بڑے جھٹکے لگے اور عوام نے توجہ نہ کی۔ حکومت کے آدمیوں نے قم کے مسائل کو بھیانک انداز میں پیش کیا اور مراجع کو اس قصے میں الجھا دیا کہ حوزۂ علمیہ کو ٹھیک کرنا چاہئے۔ ایک گروہ آقای خمینی کے اقدامات پر دبی زبان سے تنقید کرتا تھا۔ دوسرا ان کے ساتھیوں کے بارے میں شک و شبہے کی بات کرنے لگتا تھا۔ ملک کے طلبہ، دانشور، مزدور، کسان اور فعال ادارے صدائے احتجاج بلند کرتے رہے لیکن مجموعی طور پر دباؤ کم ہو گیا۔

انتخابات

پندرہ خرداد کے خلاف احتجاجات کا تذکرہ گزر چکا ہے ایران میں ہڑتالیں ہوئیں،

طہران کی ہڑتال ختم ہوئی تو ۲۱ خرداد کو پھر ہفتہ پانزدہم خرداد کا اعلان ہوا اور اس دن شہید ہونے والوں کے سوگ میں ہڑتال شروع ہوئی۔ حکومت نے "سازش کا انکشاف" — افواہیں پھیلانے والے گرفتار — طہران میں مکمل امن ہے — غرض فوجی حکومت کے اعلان اور تنبیہہ کے باوجود لوگ قابو میں نہ آئے اور طہران میں بے مثال ہڑتال ہوئی۔ اخبارات کی شہ سرخیوں میں ہمت شکن خبریں دی گئیں لیکن شہر میں حکومت کے خلاف نفرت کے زبردست مظاہرے ہوئے۔ عوام دن بھر گھر سے باہر نہ نکلے۔ یہ ہڑتال ۲۷ خرداد تک جاری رہی اور حکومت اسے ناکام نہ بنا سکی۔

ابھی یادِ شہدا تازہ تھی کہ ربیع الثانی کی دوسری تاریخ، طہران میں موجود علما کی طرف سے انتخابات کے خلاف اعلامیہ شائع ہوا جس میں انتخاب کو خلاف قانون اور نامناسب ماحول میں ہونے پر سخت تنقید کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں حدود و فرامین کو خلاف شریعت بھی کہا گیا۔ تجارِ ایران کی طرف سے بھی اعلان ہوا:

"ملتِ ایران! جابر و پر فریب حیثیت حاکمہ کے وحشیانہ کرتوت، قانون شکنی اور سیاہ کاریوں سے اظہار نفرت، خصوصاً حضرت آیۃ اللہ خمینی اور حضرت آیۃ اللہ میلانی کی نظربندی کے خلاف احتجاج کے طور پر نیز شدید ترین دباؤ اور گھٹن میں جھوٹے انتخابات اور فوجی حکومت کے خلاف اور پولیس کے آدمیوں کو پارلیمنٹ میں ممبر نامزد کرنے پر اپنے

جذبات کا اظہار کرنے کے لیے ۱۲ مہر ماہ کو صبح سے ظہر تک ہڑتال کی جائے تاکہ مراجع و علماء اسلام کی حمایت کا اعلان کر کے مظلوموں کی آواز دنیا کے کانوں تک پہنچائی جا سکے۔"

حضرت آیۃ اللہ سید شہاب الدین مرعشی نجفی نے اعلامیہ شائع فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم انصر الاسلام — اللھم انصر القرآن — اللھم انصر حماۃ الدین۔

ملت غیور و مردم مسلمان ایران!

آپ جانتے ہیں کہ جابر و قانون شکن حکومت اپنی اسی ظالمانہ روش کو آگے بڑھا رہی ہے۔ اس کا انداز مسلسل اسلامی قوانین اور اصول آزادی و انسانیت سے بے رخی اور خلاف قانون و خلاف شریعت اعمال کی بجا آوری ہے۔ وہ لگاتار مسلمانوں کے دینی اور قومی جذبات کو چھیڑ رہی ہے۔ عام طور پر اقتدار اعلیٰ کے خلاف اختلافات کی خلیج وسیع کر رہا ہے اور جان بوجھ کر یا ناواقفیت سے ملک کو فنا اور عدم کے قریب پہنچا رہا ہے۔ مرجع عالی قدر حضرت آیۃ اللہ خمینی دام بقائہ اور مرجع بلند مرتبہ حضرت آیۃ اللہ میلانی دام ظلہ کو ان کے گھروں میں نظربند کرنے کے بعد حکومت نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ان کا عوام سے تعلق ختم کر دیا ہے اور علماء اعلام

چھاپتے رہے۔

پھانسی

صبح ۱۱ آبان ماہ ۴۲ کو حاج طیب رضائی اور حاج اسماعیل رضائی کو قم میں پھانسی دی گئی۔ جس سے شہر بھڑک اٹھا۔ مسجدوں میں فاتحہ خوانی اور قطعات پڑھے گئے۔ درس بند رہا۔ طہران و تبریز و اصفہان میں ان کے لئے مجلس فاتحہ خوانی ہوئی "ھیئت مؤتلفۂ اسلامی" کی طرف سے اشتہار شائع ہوا جس میں دونوں پھانسی والوں کو داد دی گئی اور حجت الاسلام طالقانی، مہندس بازرگان ڈاکٹر سنجابی اور آیت اللہ خمینی کی قید پر مذمت کی گئی اور حکومت کے قتل عام پر مرحومین کے پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔

اس قسم کے بے شمار اشتہارات دیواروں پر نظر آتے رہے۔

۲۷ رجب ۱۳۸۳ھ کو عید مبعث تھی۔ طلبہ حوزۂ علمیہ قم کی طرف سے "بعثت" کے نام سے ایک ماہنامہ پرچہ شائع ہوا جس میں انقلاب اسلامی اور آقای خمینی پر مضامین تھے۔ یہ پرچہ اسٹنسل کر کے شائع ہوا تھا۔ اسی دن قم کی مسجد بزرگ میں جلسۂ عید ہوا جس میں آقای خمینی کی تصویر آویزاں کی گئی۔ پمفلٹ تقسیم ہوئے۔ مقررین نے زبردست تقریریں کیں جن میں ایک مقرر نے کہا۔

"البتہ ما ہیچ نگران نیستیم کہ مرجع تقلید مسلمانان در زندان و محاصرہ بسر می برد، در مملکتی کہ زلیخا حکومت کند یوسف باید زندانی باشد۔"

و مسلمانان ایران کو قانون شکنی کے خلاف احتجاج سے روک دے گی۔ کیا تصور اور کیا خیال محال ہے۔

مسلمانوں نے بارگاہ حضرت ولی عصر ارواحنا فداہ کی امداد طلبی کے بعد اپنی ذمہ داری سمجھیں اور اجتماعی عدالت کو برقرار رکھنے کیلئے ذرہ بھر بھی غفلت و سستی کو روا نہ رکھیں۔

حقیر، ان غیر انسانی اعمال سے اظہار نفرت اور حکومت کے ظالمانہ حرکات سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے رسواکن حالات اور بدنام۔ انتخابات کے بارے میں ایران کے معزز عوام سے تقاضا کرتا ہے کہ ہفتہ ۱۲ جمادی الاولی کے مطابق ۱۲ مہر ماہ کو صبح سے ظہر تک ہڑتال اور تعطیل عام کریں اور پروردگار عالم سے دعا کرتا ہوں کہ بحق خاتون محشر، جدۂ سادات حضرت صدیقۂ کبریٰ روحی لہا الفدا (جن کی شہادت کے یہ دن ہیں اور حکومت نے حقوق و آداب مذہب کے خلاف ان کی مجالس پر بھی قدغن لگا دی ہے۔) تمام مسلمانوں کو کشائش اور قرآن و اہل قرآن کو عطا فرمائے۔"

پورے ایران میں آقای خمینی کی حمایت میں مختلف ناموں سے تنظیمیں قائم ہوئیں۔ اخبار نکلے، پوسٹر چھپے، کتابچے شائع ہوئے۔ اصفہان تبریز اور دوسرے شہروں میں علما گرفتار ہوئے۔ عوام پر گولیاں چلائی گئیں۔ مشہد مقدس میں زبردست ہنگامے ہوئے۔ وہاں کے مدارس تباہ کر دیئے گئے۔ حوزۂ علمیہ مشہد معطل ہوا۔ قم کے جوان مسلسل بیانات

یادِ غربا

سردی کا موسم آگیا اور شدید ترین ٹھنڈک سے متعدد موتیں واقع ہوئیں۔ آقای خمینی نے جیل سے اپنے فرزند آقای سید مصطفےٰ صاحب کو خط لکھا جس میں ساٹھ ہزار تومان غربا میں تقسیم کرنے کا حکم تھا۔ حجۃ الاسلام سید مصطفےٰ (مرحوم) نے وہ روپیہ تقسیم کیا اور دیگر حضرات نے اسلامی و انسانی حقوق کے ادا کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

جشنِ انقلاب

۶ بہمن کو حکومت نے سرکاری اور قومی سطح پر جشن کا اعلان کیا۔ جس کے جواب میں طلبہ و علماء قم نے "دام غلامی یا جشن ۶ بہمن" کے عنوان سے اشتہار چھاپ دیا۔

حادثۂ فیضیہ کا سالانہ یومِ غم

رمضان اس مرتبہ بھی احتجاج اور دعا و ربانی علماء کے ساتھ گزرا۔ عید کی تہنیت میں قم والوں نے آغا کی تصویریں، آغا کی گرفتاری و نظر بندی کا تذکرہ کیا۔ اس کی باز پرس ہوئی۔ پریس اور فوٹوگرافرز پر حکومت کے نزلے گرے۔ عید کے بعد ۲۵ شوال امام جعفر صادق علیہ السلام کا یوم غم یاد دلانے آئی۔ قم کے طلبہ اور آیت اللہ خمینی کے فرزند "مدرسۂ فیضیہ کے خونیں واقعہ" کی یاد میں ایک جلوس کی تیاری کر رہے تھے۔ حکومت نے پولیس کی ایک کھیپ بھیج دی۔ مسلح پولیس اور بکتر بند گاڑیوں نے مدرسۂ فیضیہ او صحنِ

مزار معصومۂ قم، سڑکوں اور شاہ راہوں کو اپنے کنٹرول میں لے لیا جیپ پر پولیس افسر عوام کو ہدایات دینے نکل آئے۔ نام برآوردہ لوگ گرفتار ہو گئے۔ عوام مدرسۂ فیضیہ میں جمع ہوئے اور جناب شہاب شمیرانی نے سٹیج پر آن کر زبردست تقریر کی اور موجودہ رجیم کی ایک ایک غلطی، مدرسۂ فیضیہ کی داستان اور علما پر مظالم کی تفصیل بتائی۔ انھوں نے جامعۂ روحانیت قم کی طرف سے قائد بزرگ سے وفاداری اور فتح تک اپنی پامردی کا عزم دھرایا۔ جناب انصاری شیرازی نے حکومت کو تنبیہ کی اور ان خطرات سے آگاہ کیا جو آیۃ اللہ کی گرفتاری سے پیدا ہو چکے ہیں۔

اسی اثنا میں ایک جاسوسی محکمہ آدمی نے ٹریکٹ بانٹنے والے طالب علم پر حملہ کیا اور مجمع اس پر ٹوٹ پڑا۔ وہ شخص بھاگ گیا۔ جلسے کے بعد قائدین کے فیصلے پر جلوس ملتوی کر دیا گیا۔

طہران میں متعدد مقامات پر جلسے ہوئے اور بڑے جوش و ہوش کی باتیں کہی گئیں۔ پوسٹر لگے۔ بیانات چھپے۔ آغا کی تصویریں آویزاں ہوئیں۔ تبریز و مشہد و شیراز جیسے شہروں میں جس طرح بھی ہو سکا انقلاب کی یاد منائی گئی۔ عوام کو واقعات و صورت احوال سے باخبر کیا گیا۔ ہر جگہ فتح کامل تک جدوجہد کو برقرار رکھنے کا اعلان ہوا۔

نوروز کے موقع پر مدرسۂ فیضیہ کی طرف سے اعلان ہوا

"مسلمین عید ندارند"

www.shiabookspdf.com

مجاهدین حوزۂ علمیہ قم نے شاندار کارڈ بھی چھاپے اور جان دار فقروں میں حرارت و پیام بھر کر عوام تک پہنچایا۔

آقای خمینی کا گھیراؤ

آیت اللہ خمینی، قیطریہ کے مکان میں شب و روز عبادت و ریاضت میں دن گزار رہے تھے۔ باتیں کرنے کی انھیں پہلے بھی عادت نہ تھی۔ نظر بندی میں سی آئی ڈی کے آدمی آغا کو چھیڑنے اور بولنے بلوانے کے لیے آتے رہے، آغا صاحب سو باتوں کا ایک جواب دیتے اور بولنے والا دنگ رہ جاتا۔ ساری کوشش خاک میں ملجاتی رہی۔ دوسرا آتا اور آسمان زمین کے قلابے ملاتا اور ذہن و دماغ کریدتا، نیتجہ میں کچھ ہاتھ نہ آتا۔ کبھی سیاست اور مذھب — کبھی شاہ کی دینداری — بادشاہ کے پسندیدہ حالات — وہ آپکو اپنا دشمن نہیں سمجھتے — اسرائیل سے رشتہ توڑ رہے ہیں — یہودیوں کی ایران میں سرگرمیاں کیا ہیں؟ — بادشاہ سے ملاقات کے پہلوؤں پر بحثیں — غرض انٹیلی جنٹس کے تمام منصوبے بروے کار لاکر دیکھا۔ ادھر ذہانت، عظمت، راست بازی، عزیمت، تقویٰ، دیانت، وجاہت اور لاجواب سیاست پر مبنی گفتگو، اور کم سے کم بات کرنے کا عمل تھا۔ جناب روحانی صاحب بھی سخت دباؤ میں تھے آخر وہ بھی ایک دن مجبور ہو گئے۔

دریا نجس ہو جائے گا

آقای روحانی نے عرض کی:

"اگر ملاقات شاہ ہو جائے تو اچھا ہے۔ غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ ممکن ہے بادشاہ علما کے مطالبات مان لیں"

آغا نے فرمایا:

"... حکومت کے کارندوں کی یہ پیش کش معاملات کی اصلاح اور مشکلات حل کرنے کی خاطر نہیں ہے۔ بادشاہ عوام کی نظر سے اس قدر گر چکا ہے کہ اگر اس کی انگلی بھی دریا سے لگ جائے تو دریا نجس ہو جائے۔ یہ لوگ مجھے بادشاہ سے ملاکر مجھے بھی اسکی طرح آلودہ وحقیر کرنا چاھتے ہیں"

جنرل پاک رواں اپنی ملاقاتوں کے بعد اس نیتجے پر پہنچا کہ خمینی صاحب نفسیاتی طور پر معطل ہو چکے ہیں۔ اب ان میں بولنے کی قوت نہیں رہی۔ ماضی کے غم انگیز واقعات نے قوت فکر و عمل شل کر دی۔ اب وہ میدان میں آنے کے قابل نہیں رہے۔

آزادی

انٹیلی جنٹس، سی آئی ڈی اور دوسرے محکموں کی رپورٹوں کے بعد "اعلیٰ حضرت" بھی سوچے کہ ٹھیک ہے ایسے آدمی کو جیل میں رکھ کر عوامی غصے کے سوا اور کیا حاصل ہے۔ تحریک ختم ہو گئی۔ عوام سب کچھ بھول گئے۔ آدمی نفسیاتی تعطل کا شکار ہے۔ اب چھوڑنا ہی بہتر ہے۔ حکم پر دستخط ہو گئے۔

اعلیٰ حکام نے عوام کو اچانک خبر دینے میں خطرہ محسوس کیا۔ اس لئے پہلے افواہوں کا بازار گرم ہوا اور قم میں خبر اڑی۔

"آقای خمینی طہران میں رہا کر دیئے گئے۔ اب قم آنے والے ہیں ــــ"

شہر میں ہلچل مچ گئی۔ فون، آدمی اور طلبہ گھر آنے لگے۔ گھر والے تردید کر رہے ہیں اور بازاروں میں سادا کی کہتے پھرتے ہیں۔

"ہم نے خود آغا کو موٹر میں بیٹھے دیکھا ــــ ہم نے لوگوں سے مل کر واپس آتے سنا ــــ نہیں صاحب! ہم آغا کو پہچانتے ہیں۔ یہ دیکھو ان کی تصویر میرے پاس ہے۔"

طہران میں ہوائی اڑا دی۔

"آغا قم چلے گئے۔"

رفتہ رفتہ اس قسم کی افواہوں سے لوگ عادی ہو گئے اور اسے حکومت کی سیاست سمجھ کر ٹال گئے۔

نیا مہرہ

نام نہاد الیکشن کے بعد عوام کو ایک نئی حکومت کا تحفہ دیا گیا۔ حسن علی منصور نے اسد اللہ علم کی جگہ سنبھالی۔ دکھانے کو ہوا کا رخ بدلا۔ نئے وزیر نے پرانے وزیر کو مجرم قرار دیا۔ گویا بادشاہ بے قصور ہیں۔ سب کچھ کیا دھرا اسد اللہ علم کا ہے۔ نئے وزیر صاحب بڑے اچھے آدمی ہیں اور قوم اس مسخرے کو پہچان رہی تھی جس نے ایک مہرے کی جگہ دوسرا

مہرہ رکھا ہے۔ قم والوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی ٹھانی۔ ایک جلسہ کیا اور قرارداد رہائی، تار، خط اور مطالبے شروع ہو گئے۔

قم سے تحریکِ رہائی

علماء و مدرسین قم کے تیس حضرات نے وزیر کو تار دیا:

"گزشتہ حکومت نے اسلام، اخلاق اور قانون کی دھجیاں اڑا دی تھیں۔ آئین مملکت اور اصول سیاست کو ٹھکرا دیا تھا۔ پریس پر پابندی، قلم اور زبان پر پہرا لگا دیا تھا۔ عہدِ وسطیٰ کے انداز پر قتل و وحشت گردی، قید اور نظر بندی نے پورے ملک کو زندان بنا دیا۔

...... جناب وزیر اعظم!

مسلمانان ایران خصوصاً علماء و اہل دین مرجع عالی قدر آیت اللہ خمینی و آیت اللہ قمی و حجۃ الاسلام طالقانی کو مزید شکنجے میں نہیں دیکھ سکتے۔ پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ اگر آپ کی حکومت قومی مطالبات پورے کر سکتی ہے تو تمام قیدی رہا کر دیں۔ دین کے خلاف اور قانون اساسی کے مخالف منصوبے واپس لیں۔ انسان کشی ختم کر دیں۔ ملک کی گرتی ہوئی اقتصادی حالت کو سنبھالیں......

و ابوالفضل نجفی خوانساری ــــ محمد تقی مصباح ــــ حسین علی منتظری ــــ ربانی شیرازی ہاشمی ــــ اسد اللہ نور اللہی ــــ سید مہدی حسینی لاجوردی ــــ محمد موحدی لنگرانی ــــ حسین نوری ــــ علی اصغر مروارید ــــ علی مشکینی ــــ ابوالقاسم خزعلی ــــ نعمت اللہ صالحی نجف آبادی ــــ

www.shiabookspdf.com

مہدی حائری طہرانی — ناصر مکارم — جعفر سبحانی — عباس محفوظی — علی دوّانی — ....

وزیر داخلہ کی حاضری

وزیر داخلہ ڈاکٹر صدر ایک روز آغا سے ملنے حاضر ہوئے موصوف نے علم کی مذمت اور منصور کی تعریف کے پُل باندھ دیے۔ ضمناً یہ بھی عرض کی۔

"انشاء اللہ بہت جلد رہائی دے دی جائے گی اور آپ قم جا سکیں گے۔"

آیت اللہ خمینی نے فرمایا:

"ہم نہ اس حکومت کے دشمن تھے نہ اس حکومت سے عقد مواخات ہے۔ ہم آپ کے کردار و اعمال کو دیکھیں گے۔ اگر اس حکومت نے بھی وہی کام کیے تو ہم اس کے خلاف نبرد آزما ہوں گے اور اگر اسلام کے قوانین و ضوابط کے سامنے گردن جھکا لی اور رویہ بدلا تو ہم بھائی ہیں کوئی اختلاف نہیں کریں گے۔"

وزیر اعظم کی تقریر

۱۶ فروردین ۴۳ کو حسن علی منصور نے ایک تقریر میں کہا:

"... ہم یقین رکھتے ہیں کہ ملت اور حکومت ایران مسلمان ہے۔ اسلام ایک ترقی پسند دین ہے۔ اسے دنیا کے تمام ادیان پر برتری حاصل ہے۔ ہمارے علما بڑے

محترم ہیں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں "مراحم و عطوفت خاص شہنشاہی" کو علما تک پہنچاؤں ....."

اس کے پردے میں منصور کی تمنا یہ تھی کہ مذہبی حلقے خوش ہو جائیں اور عوام سمجھ لیں کہ موجودہ حکومت کے علما سے رابطے استوار ہیں اس سے اسلامی انقلاب اور علما کی قیادت غیر ضروری ہے۔ ادھر محرم قریب تھا۔ حکومت محرم میں قوم کے متوقع اقدامات پر قابو نہیں پا سکتی لہٰذا جتنی جلد ہو سکے آغا کو رہا کر دینا ہی بہتر ہے۔

قم کا سفر

۱۰ اردی ۸۳ء کو وزیر داخلہ اور سرہنگ مولوی حضرت آیۃ اللہ کی خدمت میں آئے اور کہا:

"آپ آزاد ہیں۔ آپ قم جا سکتے ہیں۔"

آغا نے فرمایا:

"آپ اگر سابقہ طریق کار جاری رکھنا چاہتے ہیں اور عوام کے ساتھ وہی رفتار رہے گی تو میرا یہاں رہنا زیادہ مناسب (زیادہ اصلاح کا سبب / اصلح) ہے۔"

سرہنگ مولوی نے کہا:

"میں اپنے عہدے کی قسم کھاتا ہوں۔ اب وہ باتیں نہیں ہوں گی۔"

غرض گفتگو کے بعد رات کا وقت سفر کے لیے دیا گیا تاکہ سناٹے

میں قم پہنچا دیا جائے۔

جشنِ آزادی

۱۱ر ذی قعدہ، دس بجے شب کو شیورلٹ سیاہ رنگ کار، قم میں آغا کے مکان پر پہنچی۔ اس کے آگے سیکورٹی فورس کی گاڑیاں تھیں۔ آیت اللہ کار سے نکل کر تیزی سے آگے بڑھے کہ کوئی واقعہ رونما نہ ہونے پائے۔

رات کے سناٹے میں کچھ طلبہ ادھر ادھر بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے۔ ان کی نظر آغا پر پڑی۔ وہ بے حواس ہو کر دوڑے۔ گلی کے سامنے پہنچے تو قد آور شخصیت سامنے تھی۔

"برائے سلامتی حضرت آیۃ اللہ خمینی صلوات ختم کنید۔"

آواز گلی میں پہنچی۔ لوگ درود پڑھتے گھروں سے نکلے۔ درود کا شور بڑھتا گیا —— اور پلک جھپکتے میں مرد و زن، جوان بوڑھے، گلی اور شریعت کدے پر ٹوٹ پڑے۔ شہر کی قسمت جاگ اٹھی۔ ٹیلی فون کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ موٹروں کے ہارن اور درود کی صدا سے کانوں پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ اشک شادی، شور تہنیت، گلے ملنے، تالیاں بجانے، دوڑنے اور بے قابو ہونے کا منظر ناقابل بیان تھا قم کی رات دن سے بدل گئی۔

ایک بجے رات کو آغا حرم سرا میں گئے اور لوگ تالیاں بجانے لگے۔ صبح کو قرب و جوار کے لوگ قم پہنچے۔ علماء، خطبا، طلبہ، وکلا، غرض ہر طبقے کے آدمی حاضر ہوئے۔ قم میں تاریخی اجتماع تھا۔ اس شہر میں

اس قسم کا مجمع شاید ہی کبھی دیکھنے میں آیا ہو۔ لوگ آغا کی جھلک دیکھنے کو تڑپ رہے تھے۔ آغا باہر آئے۔ لوگ ہاتھ چومنے، معانقہ کرنے دوڑے۔ کچھ دیر بعد مجمع تھما۔ اب بولنے والوں کی باری تھی۔ سب کے جذبات یکساں تھے۔ سب اپنی خوشی، وفاداری اور جاں نثاری کا آغا کو یقین دلا رہے تھے اور آغا سب کو آفریں فرماتے جاتے تھے۔ آغا بار بار —— اتحاد و ہم آہنگی برقرار رکھنے پر زور دیتے تھے۔

سڑکیں، باغ، پارک، بازار، دکانیں، مدرسے، مسجدیں، مکانات جھنڈیوں سے آراستہ اور تصویرِ آیت اللہ سے منور شام کو پورا شہر رنگین قمقموں سے دمک رہا تھا۔ چراغاں، چراغاں، چراغاں۔

مدرسۂ فیضیہ کے طلبہ جوشِ مسرت سے پھولے نہ سماتے تھے۔

مٹھائیاں سارے شہر میں بٹیں مگر مدرسۂ فیضیہ والوں نے تین دن جشن کا پروگرام بنایا۔ تمام علماء اکابر کو دعوت دی۔ تیسرے دن آیۃ اللہ خمینی خود تشریف لے گئے اور اپنے قلعے کے سپاہیوں کو آفرین کہی فیضیہ میں دوسرے مقامات کے بینروں سے کچھ زیادہ بینر تھے، جن پر لکھا تھا۔

۱۔ حوزۂ علمیہ قم، مرجع تقلید شیعیان عالم، حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ خمینی کی آزادی پر مسلمانانِ ایران و عالم کو تہنیت پیش کرتا ہے۔

۲۔ اسلامی تحریک آخری کامیابی تک جاری رہے گی۔

۳۔ ۱۵ خرداد اور مدرسۂ فیضیہ کے شہیدوں کا خون جوش مار رہا ہے

۴۔ ایران کی قسمت سازی سے صیہونزم و اسرائیل کے ہاتھ کوتاہ ہوں۔

۵۔ ایرانی قوم کا مطالبہ —— قرانی قوانین کا اجرا

۶۔ دشمنان اسلام مردہ باد۔

مدرسۂ فیضیہ والوں نے اس موقعہ پر ایک پروگرام شائع کیا جو اہل دانش کی توجہ کا مرکز بن گیا۔

خلاصہ:

۲۱، فروردین ۲۳۴۳، جشن آزادی و رہائی حضرت آیۃ اللہ خمینی مدظلہ کے موقع پر حوزۂ علمیۂ قم کے طلبہ کی قرارداد:

اس موقع پر جب کہ عوام اور مختلف تنظیمیں متحد ہو چکی ہیں حوزۂ علمیۂ قم کے طلبہ ملک کے عالی مرتبت علماء اعلام و مراجع بزرگ خصوصاً آیت اللہ عظمیٰ خمینی سے مندرجہ ذیل مطالبات پر توجہ کی درخواست کرتے ہیں:

۱۔ تمام علمی مراکز خصوصاً حوزۂ علمیۂ قم میں ہمہ جہتی موثر پروگرام اور موثر و اساسی دستور۔

۲۔ مکمل طور پر اسلامی قانون کا نفاذ اور متروک العمل اسلامی تہذیب کی بحالی۔

۳۔ آئین ایران کی دوسری دفعہ کے مطابق، صحیح معنوں میں

دستور کا نفاذ۔

۴۔ غیر قانونی ایوانوں کو معطل کرنے کے بعد مجوزہ اصلاحات کا تعطل عمل میں لایا جائے۔

۵۔ صیہونیوں کے استعمار اور دست درازیوں کا خاتمہ کیا جائے۔

۶۔ ظلم کا خاتمہ، اجتماعی عدل و انصاف کا قیام، انفرادی و اجتماعی آزادی کی بحالی، اسلام و مذہب جعفری کے زیر پرچم آزاد ایران کا وجود۔

۷۔ قومی معیشت کی بحالی، مزدوروں کی بہبودی، فارغ التحصیل طلبہ کے لئے ملازمتوں کا انتظام۔

۸۔ شراب سازی اور منشیات کا مکمل خاتمہ، ٹیلی ویژن، ریڈیو اخبارات اور سینما پر کنٹرول اور بد اخلاقی و فحشا و منکرات کی اشاعت پر پابندی۔

۹۔ تمام بے گناہ قیدیوں کی رہائی خصوصاً آیت اللہ طالقانی اور پروفیسر صاحبان و اساتذہ کی رہائی۔ جلا وطن رہنماؤں کی وطن واپسی۔

۱۰۔ پندرہ خرداد کے مرحومین کے پسماندگان کی معاشی خبر گیری۔

نجف میں علما کا جلسہ

مدرسۂ آیت اللہ بروجردی نجف میں حوزۂ علمیہ اور صف اول کے علما کی طرف سے جلسہ منعقد ہوا جس میں قصائد و منظومات اور

اور تقریریں پیش کی گئیں ـــ علما و طلبہ و اکابر کی طرف سے مبارکباد کے تار بھیجے گئے۔

علما میں اختلاف کی سعی

انقلاب سفید، انتخاب اور اب رہائی

خمینی کے بعد حکومت نے عوام کو راضی نہ پایا۔ ہر طرف نفرت وحقارت کا اظہار ہو رہا تھا۔ حکومت نے علاج سوچا کہ علما میں پھوٹ ڈال دی جائے۔ لوگ بھیجے گئے۔ ریشہ دوانیاں ہوئیں۔ نتیجہ نظر نہ آیا۔ تو اخبارات نے بات اچھالی ـــ آغا کی رہائی کے دوسرے ہی دن روزنامہ اطلاعات نے لکھا:

"خوشی کی بات ہے کہ علما بھی عوام کے ہم نوا ہو چکے ہیں اور انقلاب شاہ وعوام کے پروگرام میں حصہ لے رہے ہیں"

یہ تذکرہ اس ریشہ دوانی کی علامت تھی جو امریکہ نواز، شاہ پرست، یہود پرور اور بے دین عناصر کی طرف سے روز افزوں تھی علما میں اختلاف ہو گیا۔ علما سیاست سے کنارہ کش ہو گئے، علما سرمایہ داروں کے قبضے میں ہیں۔ ان باتوں کا پوری قوم پر ذرہ برابر بھی اثر نہ تھا مگر علما کا سکوت اور حکومت کی لگاتار جدوجہد سے کسی وقت بھی غلط ردعمل کا امکان تھا۔ آقای خمینی کی نگاہ دور بیں اس وقت کو دیکھ رہی تھی جب وہ بڑھیں اور پردے چاک کر دیں۔

آیت اللہ کی اہم ترین تقریر

جمعہ ۱۲ فروردین کو کئی ہزار طلبہ یونیورسٹی

اور کالجوں کی طرف سے گلدستے لے کر قم پہنچے اور آیت اللہ خمینی کے حضور میں نذرانۂ عقیدت و تعاون پیش کیا۔ آیت اللہ خمینی نے طلبہ کے معروضات کے جواب میں ایک معرکۃ الآرا تاریخی تقریر کی۔ یہ تقریر سرکاری پروپیگنڈے کا مکمل جواب۔ انقلاب اسلامی کا جامع منصوبہ اور آغا کے افکار کا منضبط متن تھا۔

خلاصۂ تقریر:

"جناب طالقانی اور جناب مہندس مہدی بازرگان کی قید سے نہ گھبرایئے۔ جب تک یہ نہ ہو گا معاملات کیسے ٹھیک ہوں گے۔ جیل جائے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ چند افراد کی آزادی کو مقصد بنانے کے بجائے ان کے نصب العین کو سامنے رکھیے۔ مقصد ہے اسلام، ملک کا استقلال، اسرائیلی کارندوں کا اخراج، اسلامی ممالک کا اتحاد، آج ملک کا اقتصادی نظام اسرائیلیوں کے قبضے میں ہے۔ فیکٹریاں، ٹیلی ویژن، کارخانہ ارج، پیپسی کولا۔۔ ان کا ہے ـــ دو ہوائی جہاز حاجیوں کو لے جانے کے لئے اسرائیلیوں سے لئے گئے حکومت سعود نے انھیں مسترد کرنے کی دھمکی دی تو حکومت باز آئی۔ حد یہ کہ انڈے بھی اسرائیل سے آتے ہیں۔ صفیں درست کریں اور استعماری منصوبے خاک میں ملا دیں۔

حضرات!

یونیورسٹی میں اسلامی پرچم بلند کیجیے۔ مذھبی رجحانات پھیلائیے مسجد بنوائیے۔ مل کر نماز پڑھیے۔ سب کے ساتھ مل کر نماز بجالائیے مذھبی اتحاد ضروری ہے۔ اگر ایران کی آزادی چاہتے ہیں تو مذھبی اتحاد کا مظاہرہ کیجیے۔

حکومت واقتدار اعلی نے دیکھا اب اس سے زیادہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس سے زیادہ بوجھ نہیں اٹھ سکتا۔ اسلامی وغیر اسلامی ممالک دباؤ ڈال رہے ہیں۔ اسلامی ممالک نفرت کر رہے ہیں — اندرونی وبیرونی دنیاہ سیاہ ہو گئی تو راتوں رات مجھے یہاں لے آئے۔ مجھ سے کہا۔

"ہم آپ کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔"

وہ ڈر رہے تھے کہ قوم مجھے نقصان پہنچائے گی۔ کیا ملت اسلام مجھے قتل کرنا چاھتی ہے؟

رسوائی کے بعد انھوں نے دیکھا کہ اب قدم ٹکانے کی جگہ نہیں رہی۔ پوری قوم، تمام ممالک ناراض ہیں۔ خاص طور پر حج اور محرم کے دن نزدیک ہیں۔ نہ معلوم حج کے موقع پر کیا ہو۔ محرم میں کیا ہو۔ انھوں نے مجھے رہا کر دیا۔ مگر فوراً زہر بونے لگے۔ وہ ہمیں عوام کی نظر میں ذلیل کرنا چاھتے ہیں۔ وہ علما اور عوام میں جدائی ڈالنے کی فکر میں ہیں۔

ابھی چند روز ہوئے کہ میں رہا ہوا ہوں۔ اخبار پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ قید میں فراغت تھی، اخبار پڑھتا تھا۔ ابھی مجھے روزنامہ اطلاعات دیا گیا۔ ۱۸ فروردین کا پرچہ۔ مجھے شکایت ہے کہ اخبار پہلے کیوں نہ دیا گیا۔ یہ کثیف اخبار — اتحاد مقدس — کے عنوان سے لکھتا ہے — علما سے مفاھمت ہو گئی۔ علما شاھی انقلاب سفید کے ساتھ ہیں۔ علما قوم کے ساتھ ہیں — کیسا انقلاب اور کون سی قوم؟ یہ انقلاب علما اور عوام سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

یونیورسٹی کے عزیزو!

سب کو بتا دیں۔ علما اس انقلاب کے طرف دار نہیں ہیں۔ ہمارے پاس اطلاعات کا کوئی ذریعہ نہیں۔ ہم سے سب کچھ چھین لیا گیا ہے۔ ٹیلی ویژن اور ریڈیو ہم سے لے لیا۔ ٹیلی ویژن غیر شریف شخص کے پاس ہے۔ ریڈیو بھی انھی کے قبضے میں ہے۔ نشریات گندے ہیں۔ وہ کوئی نکتہ کہتے یا لکھتے ہیں، اسی وقت دور دراز دنیا میں پھیل جاتا ہے۔ بے خبر عوام سوچتے ہیں علما ان کے ساتھ ہو گئے — علما ان برائیوں کے طرف دار نہیں ہیں — اگر روزنامہ اطلاعات نے اس کی تردید نہ کی تو ہمارے ردعمل کا اسے سامنا کرنا پڑے گا۔

دکسی نے کہا۔

"اسے ممنوع قرار دے دیجئے۔"

فرمایا — "ابھی اس کا وقت نہیں ہے۔ ہر بات کا موقع محل

ہوتا ہے۔)

خمینی کو قتل کرنے کے بعد بھی مفاہمت نہیں ہو سکتی۔ سنگینوں سے ایسے اصلاحات نافذ نہیں ہو سکتے ــــ طہران کی دیواروں پر ــــ "خمینی خائن است" لکھنے سے اصلاح ملک نہیں ہو سکتی۔ تم نے یہ کیا، غلطی کی۔ تم خود غلطی محسوس کر رہے ہو۔ تم اسلام کے ہو جاؤ۔ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اگر ہمیں آزاد کرنے سے کوئی اور منصوبہ بروئے کار لانا مقصود ہے۔ وہ کوئی اور ہنگامہ کرنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ۔

مجھے فلاں تاریخ قیطریہ کے جیل خانے میں اخبار دیا گیا۔ اس میں لکھا تھا کہ علما سیاست میں دخل نہیں دیں گے۔ میں آج حقیقت بیان کرتا ہوں ایک آدمی میرے پاس آیا ــــ میں اس کا نام نہیں لینا چاہتا ــــ اس نے کہا۔

"آغا! سیاست مکر، فریب اور نیرنگ سازی ہے۔" خلاصہ پدر سوختگی است"۔ یہ ہمارے لئے رہنے دیجیے"۔

بحث کا موقع نہ تھا۔ میں نے کہا۔

"جو سیاست آپ بتا رہے ہیں اس سے ہمارا پہلے ہی دن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

آج موقع ہے میں اعلان کرتا ہوں کہ اسلام ایسا نہیں ہے خدا کی قسم اسلام پورے کا پورا سیاست ہے۔ یہ بات بہت بعد میں کہی گئی ہے کہ سیاست مدن اسلام سے حاصل ہوتی ہے۔ میں ان علما میں نہیں ہوں

جو یہاں بیٹھا تسبیح پڑھتا رہوں۔ میں پوپ نہیں ہوں کہ اتوار اتوار کچھ رسوم بجا لاؤں اور گھر بیٹھ کے سلطانی کروں، کسی بات سے سروکار نہ رکھوں۔ اسلامی استقلال کا یہ مرکز ہے اس ملک کو پریشانیوں سے آزاد ہونا چاہیے لوگ اس ملک کی اصلاح نہیں چاہتے۔ غیر آدمی ملک کی خوشحالی نہیں چاہتے۔ یہ لوگ پانی تک دستیاب نہیں ہونے دیتے۔ ہم قم میں ایسا پانی پی رہے ہیں جو یورپ میں جانوروں کو بھی نہیں دیا جاتا۔ اگر یہ لوگ اچھے ہیں تو بے روزگاروں کے لئے جگہ نکالیں۔ یہ نوجوان (ایک جوان کی طرف اشارہ کر کے) بیس سال کے بعد کوئی جگہ چاہتا ہے۔ کل اسے فارغ التحصیل ہونا ہے۔ پریشان ہے کہ کل نوکری کہاں ملے گی؟ یہ شخص دین کیسے بچائے؟

آپ سمجھتے ہیں کہ رات کو چور دیوار پھاند کر اندر آتا ہے۔ عورت اپنی آبرو بیچتی ہے۔ اس نے یہ خطرہ یونہی مول لیا ہے؟ اس نے یہ جرم خواہ مخواہ کیا ہے؟ معاشی حالت اچھی نہیں۔ دن رات اخبارات میں جرائم چھپنے کا سبب یہی ہے ــــ میں جیل میں تھا۔ میں نے خبر پڑھی کہ ہمدان میں درجہ حرارت ۳۲ درجے گر گیا ہے۔ پھر خبر آئی کہ دو ہزار آدمی سردی سے مر گئے۔ میرے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ میں کچھ نہ کر سکا (رونے کی آوازیں) یہ خبر ہمدان کی تازہ بات تھی۔ طہران اور دوسرے شہروں میں بھی جانی نقصان ہوا۔ حکومت نے کیا کیا؟ اس ناگفتہ بہ حالت میں ہمانوں کی آمد پر ایک ہوائی جہاز ہالینڈ بھیجا گیا۔ وہاں سے تین لاکھ تومان کے پھول آئے ــــ اپنی غلط کاریوں

کی اصلاح کیجیے! اسلام کا خیال رکھیے۔

جیل ہی میں پڑھا ـــ تعجب ہے کہ اخبار نے یہ بات کیسے لکھ دی ـــ جنوبی علاقے میں دیہات کے دیہات ایسے ہیں جہاں نہ ڈاکٹر ہے نہ دوا۔ پانی ناپید ہے۔ دس فیصد آدمی نابینا ہیں۔ زندگی کے ابتدائی ضروریات موجود نہیں ـــ اسی زمانے میں کانفرنس منعقد ہو رہی تھی کہ حکومتوں کے اقتصادی معاملات پر غور کیا جائے۔ پھر تمام دنیا کے ممالک اپنے اقتصادی مشکلات بیان کرتے ہیں اور ہمارا نمائندہ اپنے بے عیب بے خلل اقتصادیات کی تعریف کرتا ہے ـــ انگلستان کی اقتصادی صورت حال خراب ہے؟ ایران کی اقتصادی حالت بہتر ہے؟ ہندوستان کی ترقیوں کے باوجود کہنا ہے کہ اسکی اقتصادی حالت تباہ ہے؟ ایران کے اقتصادی معاملات اچھے ہیں؟ جاپان کی مالی حالت کمزور ہے؟ ایران ٹھیک ہے؟

سرمایہ دار اپنی کوٹھیوں میں بیٹھے کہہ رہے ہیں قوم نے ترقی کر لی۔ حالانکہ ترقی یافتہ قوم بھوک سے مر رہی ہے۔ امیر اسلام علی علیہ السلام جَو کی روٹی نوش فرماتے تھے۔ پانچ پانچ لاکھ اور ایک ایک ملین کی دعوتیں نہیں کرتے اور ترقی کے نعرے نہیں لگاتے تھے۔ ہمارا ملک ترقی یافتہ ہے۔ ہمارا ملک صف اول میں ہے۔ شاید اسمبلی میں چند خواتین کے چلے جانے سے ملک ترقی یافتہ ہو گیا ـــ ملک اسرائیلی پروگرام پر عمل کرنے سے درست نہیں ہو گا۔ اسلام ...

ولادت سے قبر میں جانے تک قانون رکھتا ہے ـــ کسی شخص سے اختلاف کا تذکرہ نہیں ـــ سابقہ حکومت کے بعد ایک صاحب قید میں مجھ سے ملنے آئے اور پہلی حکومت کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ اثناء گفتگو میں فرمایا:

"یہ حکومت ترقیاتی منصوبے لے کر آئی ہے۔"

میں نے کہا۔

"ہمیں کسی شخصیت سے یا اپنی ذاتی غرض سے غرض نہیں ہے۔ ہمیں لوگوں کے کردار و عمل سے تعلق ہے۔ اس غریب قوم کو نجات دو"۔ کل پندرہ خرداد کے خاندان یہاں آئے تھے، مجھے جس بات سے دکھ ہوا وہ یہ ہے کہ لوگوں نے قید کے زمانے میں مجھے اس واقعے کی خبر نہیں دی تھی جس دن رہائی ملی اسی دن المیہ سے مطلع کیا گیا۔ پندرہ خرداد کے واقعات غیر قوم کی بربریت سے زیادہ بھیانک تھے۔ اجنبی فوج بچوں کو قتل نہیں کرتی۔ عورتوں پہ گولیاں نہیں برساتی۔ اس کے بعد یہ جشن بے معنی ہے۔ پندرہ خرداد کا غم پوری زندگی کا غم ہے۔ حکومت کے ایک نمائندے نے کہا تھا:

"پندرہ خرداد کا واقعہ قوم کے لیے رسوا کن ہے"۔

میں اس جملے کو یوں پورا کرتا ہوں کہ ـــ

"پندرہ خرداد قوم کی رسوائی تھی کیونکہ اسی قوم کی دولت سے اسلحہ خریدے گئے تھے اور انہی اسلحہ سے قوم کے فرزند مارے

گئے۔۔۔"

آیت اللہ خمینی کی عظمت

بادشاہ کے تجربہ کار افسر، دنیا بھر کے مانے ہوئے نفسیات، بے شمار دولت خرچ کرکے تربیت حاصل کرنیوالے جاسوس، مدتوں آقای خمینی کو جانچتے رہے۔ اپنے تجربے اور لیاقت صرف کرتے رہے۔ ان کی عدم لیاقت اور شراب نوشی کا نتیجہ سمجھئے یا آقای خمینی کی عظمت کہ حکومت کے بہترین افسروں نے جو نتیجہ نکالا وہ غلط تھا۔ انھوں نے رپورٹ مرتب کی اور طویل محنت کے بعد فیصلہ کیا کہ خمینی تھک چکے ہیں۔ ان کی قوت مقابلہ ختم ہو چکی ہے۔ وہ قوم سے منقطع ہو چکے ہیں۔ ان کی رہائی سے اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ خمینی کا حوصلہ، ذہنی گہرائی اور ژرف نگاہی کو تیس سال سے آج تک قم میں ان کے قریب ترین آدمی بھی نہیں پا سکے۔ جن کی قوت فیصلہ اور دور اندیشی کا بڑے بڑے ماہرین ریاست وسیاست نے لوہا مانا۔ جن کی محبت قوم کے دل ودماغ کا جزین چکی ہے۔ جن کا ایمان کامل، جن کا عقیدہ راسخ، جن کی بصیرت بے داغ، جن کا علم وعمل اور سیرت وکردار دین کا نمونہ ہے۔

جواب طلبی

سید خمینی کی اس تقریر نے بادشاہ کے سنہری خواب کی تعبیر الٹ دی۔ اسکے تمام حملے پسپا کر دیئے۔ روزنامہ اطلاعات سرکاری اخبار تھا حکومت

اسی کمین گاہ سے حملے کیا کرتی تھی۔ آقای خمینی نے اس بار اخبار کے ادارتی عملہ کو نشانہ بنایا۔ آغا نے ایک نمائندہ کے ذریعے جواب طلبی کی۔ نمائندے نے ایڈیٹر سے پوچھا:

"انقلاب شاہ وامریکہ کا حامی کون عالم ہے؟ اور اس عالم نے کب اور کہاں ساتھ دیا ہے؟"

ایڈیٹر نے گھبرا کر کہا:

"مقالہ 'بعض مقامات دولت' سے آیا اور چھپنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔"

آغا نے فرمایا:

"اس کی تردید کی جائے ورنہ ہم اپنا فیصلہ صادر کر دیں گے۔"

مدیر اطلاعات نے ساواک اور متعلقہ اداروں سے رجوع کی وہاں سے جواب ملا کہ اس کی تردید انتظامیہ کے لئے مشکلات کا باعث ہے لہٰذا تردید نہیں کی جا سکتی۔

متعلقہ محکمے نے اس کے بعد آقای خمینی کے جواب سے خوف زدہ ہو کر بات کو ٹالنے کی سعی کی مگر آغا نے ان کا تعاقب کیا آخر کار ان کا نمائندہ قم آیا اور اس نے معذرت طلب کی اور وعدہ کیا کہ علماء کے بارے میں اس قسم کی بے ادبی نہ کی جائے گی اور اب حضور اس بات کا تذکرہ چھوڑ دیں۔

دوسرا قدم

بادشاہ نے اپنی تقریر میں آقای خمینی

کے خیالات کو رد کرنے کی کوشش کی اور رجعت پسندی اور قدامت پرستی کا مقابلہ کرنے کا اعلان کیا اور سی آئی ڈی کو مدرسۂ فیضیہ میں پاس ہونے والی قرارداد لکھنے والوں کا سراغ لگانے کا اشارہ کیا۔ حکام نے متعدد حضرات سے بات کی اور جب مسئلہ حل نہ ہوا تو آقای خمینی سے جواب طلبی کی نوبت آئی۔ آغا نے فرمایا:

"جب روزنامہ اطلاعات کی خبر لکھنے والے کا نام و نشان بتا دیا جائے گا تو ہم بھی اپنا خیال ظاہر کر دیں گے۔"

آغا کی دوسری تقریر

آقای خمینی کو سال ڈیڑھ سال کے عرصے میں

حکومت کے زہریلے پروپیگنڈے اور ملک و بیرون ملک پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کی تفصیل معلوم تھی۔ انھوں نے اس ردعمل کا ازالہ کرنا ضروری سمجھا۔ اس سلسلے میں ۲ ذی حجہ ۱۳۸۳ھ کو مسجد اعظم میں جلسہ ہوا۔ آغا نے اس تقریر میں قدامت پرستی کے الزام اور بادشاہ کی پالیسیوں پر کڑی تنقید کی۔ اپنا نصب العین واضح کیا اور کہا:

"..... ہمیں رجعت پسند کہا جاتا ہے۔ ملک و بیرون ملک بے حساب دولت ہمارے خلاف خرچ ہو رہی ہے اور ہمیں اصلاحات کا مخالف بتایا جا رہا ہے۔ حالانکہ ان اصلاحات میں سب سے پہلے اسلام کا نام ہے ـــــ مخالفین اصلاحات کے بارے میں کہتے ہیں

کہ ملا کہتے ہیں ہمیں بجلی درکار نہیں۔ ہوائی جہاز نہیں چاہیے۔ یہ لوگ عہد وسطیٰ کی طرف واپس جانا چاہتے ہیں۔

علما اس سیاہ عہد کے مخالف ہیں جو قوم کو نصیب ہو رہا ہے ... علمائے اسلام اس مار پیٹ، قتل و غارت، بدمعاشی اور ڈکٹیٹری کے مخالف ہیں۔ یہ قدامت پرستی ہے؟ ... ہم کہتے ہیں دوسروں کے حلقہ بگوش غلام نہ بنو۔ آزادی کی حفاظت کرو۔ غیروں کی تقلید سے بچو۔ چار پیسوں کے لئے ان کے ہاتھ نہ بڑھنے دو... ہم کہتے ہیں قانون پر عمل کرو ... تم لوگوں کو قید کرتے ہو۔ جلاوطن کرتے ہو۔ بے گناہوں سے تمہارے قید خانے بھرے پڑے ہیں۔ تم رجعت پسند نہیں ہو؟ ... ہم تمدن کے مخالف نہیں۔ اسلام آثار تمدن کے خلاف نہیں ہے .... یہ نورانی افکار جو علما کے ذہنوں میں ہیں اسلام کی بدولت ہیں.... ہر کس و ناکس کی پیروی، ملک کا محفوظ و غیر محفوظ سرمایہ دوسروں کو دینا رجعت پسندی ہے۔ اسی سیاہ رجعت پسندی کے ہاتھوں... تم استبداد کے نوکر ہو، سنگینوں اور بدکرداری کے زور سے غریب عوام پر حکومت کر رہے ہو۔ ملک کے قوانین کو پیروں تلے کچل رہے ہو۔ اسلام کے احکام سے بے توجہی برت رہے ہو۔

تم ترقی پسند ہو؟ ہم احکام اسلام اور آئین و قانون ملک پر عمل کرنے کو کہتے ہیں۔ ہم رجعت پسند ہیں؟ کس عالم نے کہا ہے کہ

ہم آثار و مظاہر تمدن کے خلاف ہیں؟ تم مظاہر تمدن کے آتے ہی
اسے یوں استعمال کرتے ہو کہ حلال کو حرام بنا دیتے ہو۔ کیا ریڈیو اسی
مقصد کے لئے ہے جس کے مطابق یہ ادارہ کام کر رہا ہے؟
متمدن ملکوں میں اس سے یہی کام لیا جاتا ہے جس طرح یہاں
فائدہ اٹھایا جاتا ہے؟ یہ سب کاروبار استعماری ہاتھوں میں ہے
وہی روزناموں کو بے ہودہ راستوں پر ڈال رہے ہیں تاکہ جوانوں
کی فکر مسموم ہو جائیں۔ استعماریوں نے ہمارے نظام تعلیم کو ایسی
ڈگر پر ڈال دیا ہے جس سے ہمارے جوان ملک کی مضبوط طاقت نہ رہیں
گے۔ استعماریوں نے ریڈیو ٹیلی ویژن کے پروگرام ایسے بنائے
ہیں کہ عوامی اعصاب سست ہو جائیں۔ قوت سے دست بردار
ہو جائیں عزم و ارادہ کی طاقت ختم ہو جائے۔ یہ استعماری کام ہیں
ہم استعمار کے مخالف ہیں۔ تم فوجی ماہرین اسرائیل سے منگاتے ہو
تم ہمارے طلبہ کو اسرائیل بھیجتے ہو۔ ہم اس کے مخالف ہیں ——
حضرات علما ہوائی جہازوں پر سفر کرتے ہیں۔ اس کے بعد بھی وہ
یہ کہتے ہیں کہ لوگ خچروں پر سفر کریں؟ . . . یہ لوگ آثار تمدن
کے مخالف ہیں؟ ہم عورتوں کی ترقی کے مخالف نہیں۔ ہم فحاشی
و عریانی اور غلط کاریوں کے مخالف ہیں۔ کیا مرد آزاد ہیں جو عورتوں
کی آزادی کا پرچار کیا جا رہا ہے؟ کیا عورتوں مردوں کی آزادی
فقط لفظوں سے حاصل ہو جاتی ہے؟ ہم کہتے ہیں تمہاری یونیورسٹیاں

ایسے پروگرام نہ بنائیں جن سے ہمارے نوجوان غلط قسم کے ثابت ہوں
ہمارے جوانوں کو سپاہی بنا دو۔ ہمارے جوانوں کو استعمار دشمن بنا کر نکالو۔
یہ ہیں ہمارے مقاصد۔

. . . . ملت اسلامیہ زندہ ہے۔ اب وہ نئے سرے سے زندہ
رہی ہے۔ مسلمانو! اللہ مبارک کرے! مسلمان بیدار ہو چکے ہیں۔
ب وہ چین سے نہ بیٹھیں گے۔ میں اگر واپس بھی آ جاؤں تو مسلمان
پس نہیں پلٹیں گے۔ دھوکہ نہ کھاؤ۔ اگر خمینی بھی تم سے اتفاق
لے کر لے تو مسلمان تم سے متفق نہ ہوں گے۔ دھوکہ نہ کھاؤ۔ ہم اسی
یر میں جکڑے ہوئے ہیں جس میں پہلے تھے . . . .
. . . . یہ دانش گاہ اسلامی جسے اصلاح پذیر کرنا چاہتے ہیں
ہ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسلام سے دوستی کر رہے ہیں بلکہ یہ وہی
ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے قرآن لے کر آئے تھے۔
دینے قرآن کو حربہ بنا کر حضرت کو خاموش کیا تھا۔ کیا دانش گاہ
ی کے ذریعے اسلام کو شکست دی جا سکتی ہے؟ ہم تم کو اجازت
گے کہ آؤ دانش گاہ اسلامی میں دخل دو۔ جو شخص دانش گاہ
ی میں دخل دے گا ہم اسے فاسق قرار دیں گے۔ وہ قوم سے
نکال پھینکا جائے گا۔ مسلمانوں اور علما کو وزارت تعلیمات کے ماتحت
رکھا جا سکتا ہے؟ وزارت تعلیم غلطی کرے گی اگر اس نے دیانت اور
اسلام کے راستے میں روڑا اٹکایا۔ ہم یہ مقاصد پورے نہیں ہونے

دیں گے.....

...........دنیا بھر کے عوام سن لیں۔ ہم اسرائیل سے معاہدے کے خلاف ہیں۔ وہ ہماری قوم نہیں ہے۔ وہ ہماری روحانیت سے تعلق نہیں رکھتے۔ ہمارے دین کا مطالبہ ہے کہ دشمن اسلام سے تعاون نہ کریں۔ ہمارے قرآن کا تقاضا ہے کہ ہم مسلمانوں کے مقابلے میں دشمنان اسلام سے رشتہ نہ جوڑیں.....“

آغا کی یہ تقریر بڑی طولانی تھی۔ اس میں اتحاد، اسلامی ملکوں کی یگانگت، طلبہ کی بلند نگاہی، امریکہ کی زبردستی و بالادستی پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ اس عزم کا اظہار ہے کہ ہم آزادی کامل اور بالادستی عوام و وحدت ممالک اسلامیہ اور خاتمۂ اسرائیل تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

جمال عبدالناصر کے خلاف پروپیگنڈا اور نیشنلزم کا پرچار

اسرائیل وامریکہ کے خلاف قوم کے زبردست ردعمل کو دیکھ کر بادشاہ نے محاذ بدل دیا۔ محکمہ ساواک اور سرکاری ادارے ملک کے مختلف مقامات پر اجتماع کرتے اور وہاں جمال عبدالناصر کے خلاف تقریروں کے ذریعے خطرے کا اعلان کرتے تھے۔ وزراء و ملازمین سرکار قومیت اور درآمد شدہ نیشنلزم کی تبلیغ پر زور دیتے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب ایران پر

حملہ ہونے ہی کو ہے۔ اس کے مقابلے میں ایرانیوں کی اپنے عرب بھائیوں سے ہمدردی بڑھ رہی تھی اور وہ پروپیگنڈے کو جھوٹ کی پوٹ سمجھ رہے تھے۔

محرم کی آمد اور حکومت کی گھبراہٹ

ذی الحجہ مقبولوں کی تیاری میں گزرا اور پولیس، ساواک اور تمام اداروں کو تیاری کا حکم مل گیا۔ تمام مجالس اور سب عزا خانے کنٹرول میں لے لیے گئے۔ خطیبوں کو سی آئی ڈی، مقامی مقامی تھانوں، مجسٹریٹوں اور دوسرے دفتروں میں بلابلاکر تنبیہ و تہدید کی گئی۔ نوحہ خوانوں کو انقلابی اشعار پڑھنے سے منع کیا گیا لیکن یہ کوششیں بارآور نہ ہوئیں۔ نتیجہ میں جناب شیخ علی اصغر مروارید ــــ طبسی مشہدی ــــ محامی خراسانی ــــ شیخ محمد آقا طہرانی ــــ سید کاظم قریشی جیسے حضرات پچاسوں کی تعداد میں جیل بھیجے گئے اور عوام کی بہت بڑی تعداد بے شمار حقائق سے آگاہ اور نئے ارادوں سے آراستہ ہوئی۔

پندرہ خرداد کی یاد

۱۲۔ محرم کی آمد سے پہلے گزشتہ سال کا واقعہ لوگوں کو یاد آ رہا تھا۔ حکومت کی سختی اور متوقع خطرات کے پیش نظر بہت سے حضرات مکمل خاموشی کے عالم میں تھے اور موقع مصلحت کے وقت کچھ کرنے کا ارادہ کئے بیٹھے تھے۔ آقای خمینی نے لوگوں سے اعلان

دستخط کرنے کو کہا بھی مگر مثبت منفی کوئی جواب نہ ملنے کے بعد آغا نے علامیہ چھپوا دیا۔ اس اعلامیے پر آغا کے علاوہ آیت اللہ محمد ہادی میلانی —— آیت اللہ شہاب الدین نجفی —— حجۃ الاسلام حسن الطباطبائی القمی کے نام تھے۔ اعلامیہ کا خلاصہ یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم —— انا للہ وانا الیہ راجعون
وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

۱۲ محرم ۸۳ (پندرہ خرداد ۱۳۴۲) کو سال پورا ہو رہا ہے — عزیزانِ ملت کی موت کا ایک برس ختم ہو گیا۔ غم نصیب ماؤں، دکھیا بیواؤں اور بے خانماں یتیموں کی مصیبت کے بارہ مہینے گزر گئے۔ پندرہ خرداد کا سانحہ، حکمران انتظامیہ کی پیشانی پر رسوائی کا داغ ہے۔ یہ واقعہ بھولا نہیں جا سکتا۔ تاریخ نے اسے محفوظ کر لیا ہے مسلمانوں نے کیا قصور کیا تھا۔ بچوں اور عورتوں نے کیا گناہ کیا تھا انہیں مشین گنوں کا کیوں نشانہ بنایا گیا۔ علما و خطبا کا قصور کیا تھا؟ ان کا قصور اسلام اور قرآن اور حق سے دفاع تھا۔ مشفقانہ نصیحتوں اور ان کی صلاح اندیشی ان کی توہین کا بہانہ ہے۔ انہیں جیلوں میں جانا پڑا۔ انہیں نظر بند ہونا پڑا۔ ان پر مصائب ڈھائے گئے۔

علماء اسلام پر فرض ہے کہ اسلامی احکام کی حفاظت کریں۔ اسلامی مملکت کی آزادی کی حمایت کریں۔ ظلم و ستم سے نفرت کا اظہار

کریں۔ دشمنان اسلام سے عہد و پیمان کی مخالفت کریں۔ اسرائیل اور ملازمینِ اسرائیل، دشمنان قرآن و اسلام و ملک سے اظہار بیزاری کریں —— بلاوجہ قتل، بلا جواز پھانسی، غیر قانونی جلاوطنی، ناجائز مقدموں میں پھنساؤ کے خلاف آواز اٹھائیں، ہر حالت میں صلاح ملک و ملت کی بات کریں —— یہ جرم ہیں؟ یہ سیاہ رجعت پسندی ہے؟ اس ملک میں تمام گمراہ کن جماعتیں اسلام کے خلاف اپنے عقائد و افکار کی تبلیغ کر سکتے ہیں۔ طہران میں عیسائیوں کے گرجے ہیں ان میں غیر ملکی عیسائی مبلغ رہتے ہیں۔ کرمان شاہ میں ان کا ادارہ بھی ہے اور مدارس بھی ہیں۔ ان کے ادارے حکومت کی امداد سے شاد کام ہیں۔ دین کے خلاف کتابوں کی اشاعت پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہاں مسلمان اور مذہبی مبلغ و علماء اسلام آزاد نہیں ہیں۔ دینی تبلیغ اور دینی تقریریں باطل شکنی کو سیاہ رجعت پسندی کہا جاتا ہے۔ ان پہ قدغن ہے۔ دینی محافل اور اجتماعات کے لیے پولیس کی اجازت شرط ہے۔ ماتمی جلوس محدود و ممنوع ہیں۔ عزاداری حضرت سید الشہدا علیہ السلام پر پابندی ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ دین کی اسرائیل سے کس قسم کی وابستگی ہے —— ایران جیسے قدیم ملک کے لیے شرمندگی کی بات یہ نہیں ہے کہ اسرائیل کہے کہ ہم ایران کی حمایت کرتے ہیں؟ عظیم ایران اسرائیل کی حمایت میں ہے؟ کیا یہ بات ملکی مصالح کے

کے خلاف نہیں ہے کہ بے سر و پا باتیں قوم کو یاد کرائی جاتی ہیں
اور روزنامے ان موضوعات پر بحث کرتے رہتے ہیں؟ حکومت کی
کمزوری برملا بیان کرنا غلط سیاست کاری نہیں ہے، رسوائی
نہیں ہوتی؟ ان لوگوں نے قوم کو نیند میں سمجھ رکھا ہے۔ ہم ہر وقت
اسلام و ممالک اسلام کی آزادی اور ان کے دشمنوں کا دفاع
کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ ہمارا پروگرام وہی اسلام کا
پروگرام ہے — مسلمانوں کا اتحاد — ممالک اسلام کا اتحاد —
تمام مسلمان فرقوں میں برادری — تمام عالم اسلام سے باہمی
معاہدات — تمام دنیا میں صیہونیت سے مقابلہ — استعماری
طاقتوں سے مقابلہ — اس غریب قوم کا سرمایہ کوڑیوں میں لوٹنے
والوں سے مقابلہ۔ ان کی بدولت یہ بدنصیب قوم فقر و بے روزگاری
و بے نوائی کی آگ میں جل رہی ہے۔ ان لوگوں کے سامنے اقتصادی
خوش حالی اور ترقی کا نعرہ لگایا جاتا ہے جن کے چہروں کا رنگ بھوک
اور مفلسی نے اڑا دیا ہے — ہماری ان باتوں سے گھبرا کر علماء اسلام
کے در پئے آزار ہو گئے ہیں — اگر یہ باتیں، سیاہ رجعت پسندی
ہیں تو ٹھیک ہے ہم کو رجعت پسند رہنے دو۔ ہم بارہ محرم، پندرہ
خرداد کے منحوس واقعے سے شرمندہ ہیں۔ فیضیہ اور دوسرے تمام
مدارس نے ہر غیرت مند مسلمان کی کمر توڑ دی ہے۔ حکومت کتنی ہی
کوشش کرے ملت اسلامیہ اس مصیبت کو نہیں بھولے گی —

ہم بارہ محرم کو قومی سوگ منانے کا اعلان کر رہے ہیں۔ ہمیں رجعت
پسند کہیں یا قدامت پرست، ہم ان ظالمانہ حرکات سے خوف زدہ
ہیں اور حکومت کو نصیحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ہم کئی مرتبہ
نصیحت کر چکے ہیں۔ بھلائی اور بہتری کی بات سمجھا چکے ہیں کسی
بات کو نہیں مانا گیا۔ ہم پھر سمجھاتے ہیں کہ حکومت رویہ بدل لے
ساواک اور پولیس کو مظلوم قوم اور علماء اسلام و خطباء محترم پر جرأت
نہ دلائے۔ اگر ہو سکے تو قوانین کے خلاف اقدامات سے باز آجائے
ممالک و قوانین سے علماء کا رشتہ خدا نے قائم کیا ہے۔ یہ رشتہ توڑا
نہیں جا سکتا۔ ہم اللہ تعالٰی کی طرف سے اسلامی ممالک کی آزادی
و حفاظت پر مامور ہیں۔ ہم اسلام اور آزادی ملک کے لیے پیش
آنے والے خطرات کے مقابلے میں خاموشی اور ترک نصیحت کو جرم
اور گناہ سمجھتے ہیں۔ ہم اسے خودکشی کی تیاری جانتے ہیں۔ ہمارے
پیشوائے بزرگ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ظلم کے مقابلے میں
خاموشی کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ہم بھی اسے جائز نہیں سمجھتے
قوم اور حکومتوں کی رہنمائی ہمارا فریضہ ہے۔ تمام اقدار کو سمجھنا
ہماری ذمہ داری ہے۔ ہم انشاء اللہ اس ذمے داری کو انجام دینے
میں کوتاہی نہیں کریں گے۔ اس دور میں خاموشی دراصل ظالموں
کی امداد ہے۔ اسلامی فرائض فقط ہم سے ہی متعلق نہیں ہیں ہر
طبقے اور تمام مسلم قوم ولاعلام لا فراد سے متعلق ہیں۔ ہم مکمل یقین رکھتے ہیں کہ

مستقبل قریب میں مسلم قومیں استعمار پر فتح حاصل کر لیں گی ہم اپنی باری پر انشاءاللہ کسی قربانی سے نہیں گھبرائیں گے۔ ہم اسلامی ممالک، اسلامی حکومتوں اور مسلمانوں کی اصلاح احوال کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہیں۔

پروردگارا! لوگوں کے دل ہماری طرف مائل کر دے۔

ہدایت کی راہ پر چلنے والوں کو سلام۔

و روح اللہ موسوی خمینی —— محمد ھادی حسینی میلانی —— شہاب الدین نجفی مرعشی —— حسن طباطبائی قمی!"

اعلامیہ کے اثرات

اصل فارسی متن، ملت ایران کے لئے مکمل فتح تک منضبط دستور بن گیا۔ اس میں واضح نصب العین تھا۔ تحریک کے بنیادی نکات تھے۔ قوم کو صاف صاف میدان میں پیش قدمی کی ہدایت تھی اور حکومت کو الٹی میٹم —— چنانچہ ملک کے تمام طبقات اور تمام لیڈروں اور جماعتوں نے اس اعلامیے کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ہر طرف غور و فکر شروع ہو گیا۔ مجلسوں میں ذاکرین نے اعلامیہ کا متن پڑھ پڑھ کر عوام کو باخبر کیا۔ بانیان مجالس اور ماتمی دستوں نے حرز جان بنایا اور ملک کے گوشے گوشے میں پہنچایا۔ دروازوں اور دیواروں پر لگایا —— "ما ترک نصیحت و سکوت را جرم میدانیم، گناه

بزرگ میدانیم واستقبال مرگ سیاه میدانیم علیہ علماء کے لیے اعلان اتحاد قوم کے لئے للکار اور حکومت کے لئے پیام موت تھا۔ مسجدوں، امام باڑوں، روضوں اور چوراہوں پر لگے ہوئے اشتہار نے کھلبلی مچادی۔ پوری قوم کو نئی عزیمت و توانائی ملی۔ دینی حلقوں میں متحدہ محاذ بنانے کا خیال عملی صورت پا گیا۔

جلوس عاشور

دنیا بھر کے لئے حیران کن بات قوم کا امن و ضبط تھا۔ محرم کے نو دن جوش و خروش اور خمینی کی باتوں کو پھیلانے میں گزرے لیکن کسی مذہبی حلقے اور ادارے کی طرف سے کوئی امن شکن چھوٹا یا بڑا واقعہ نہیں ہوا۔ دس محرم کو شہر شہر، قریے قریے حسب دستور جلوس نکلے۔ مرکزی شہروں میں شہر کی نوعیت کے مطابق جلوس کی نوعیت بھی اہم تھی۔ ان شہروں میں پولیس نے عوام پر لاٹھیاں اور گولیاں برسائیں۔

طہران میں غیر معمولی جوش تھا۔ گزشتہ سال بھر کے واقعات اور مرکزی حکومت کے شب و روز ان لوگوں کے سامنے تھے۔ "ھیئتِ مؤتلفۂ اسلامی" کی سربراہی میں صبح سویرے جلوس نکلا تو عوام مرنے کے لئے تیار، خالی ہاتھ اور بے ارادۂ تصادم، منظم اور پرسکون، وہ امام حسین علیہ السلام کی یاد میں سوگوار اور ان کے تعلیمات سے سرشار تھے۔ یزیدیت کے خلاف اور اسلام کی حمایت میں نعرے لگا رہے تھے۔ فرزند امام حسینؑ کی مکمل تائید کا اعلان کر رہے تھے۔ ان کے جلوس میں بہت سے

آیات و احادیث اور حسینیت کے بینر تھے۔ کچھ بینروں پر لکھا تھا:

'ان الحیاۃ عقیدۃ و جہاد'؛

'دست پلید از اسرائیل کوتاہ'؛

'العلماء ورثۃ الانبیاء الراد علیھم کالراد علی اللّٰہ'؛

'قوم حضرت آیۃ اللّٰہ خمینی کے منصوبوں کی مکمل حمایت کا اعلان کرتی ہے'؛

مجمع کے آگے ایک صاحب قرآن مجید بلند آواز سے پڑھتے اور ختم آیت پر لوگ درود پڑھتے تھے۔ زبردست مجمع 'سیلاب رواں' کی طرح اہم سڑکوں سے گزرتا' محلات اور ایوانوں کا ہوتا' یزیدیوں کو دہلاتا' 'ننگ بر یزید پہلوی وارث تاج اموی' — درود بر شہیدان ۱۵ خرداد — خمینی پیروز باد — کے نعرے لگاتا' درود و سلام پڑھتا کاخ سلطنتی کی طرف بڑھا — یہ اسلامی مظاہرہ شاہی رژیم کے متوقع انتظامات سے بے خوف تھا۔ سی آئی ڈی اور پولیس اور فوجی ٹرک' گاڑیاں اور دستے میدان بہار میں لیس کھڑے تھے۔ لاکھوں کا مجمع انتہائی بے جگری سے بڑی پامردی سے اس رکاوٹ کے نزدیک پہنچا۔

بارش ظلم و ستم

اچانک سینکڑوں بندوقیں چلیں اشک آور گیس اور لاٹھیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ منتظمین جلوس خون خرابے سے بچنے کی خاطر انتہائی

حوصلہ مندی سے پلٹے۔ ان کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ آج عاشور کے دن وہ کسی اور ماتم کے لئے تیار نہ تھے۔ مجمع پلٹا اور بغیر کسی توڑ پھوڑ کے سب واپس آ گئے۔ لیکن حکومت نے سینکڑوں آدمی گرفتار کر لئے۔ البتہ حکومت یہ سمجھ گئی کہ انقلاب اسلامی مستحکم ہو چکا ہے اور عوام جوش سے زیادہ ہوش سے کام کر رہے ہیں۔ خمینی عوام کے دل اور دماغ میں بیٹھ گئے ہیں۔ ان کی آواز قوم کی آواز اور قوم کی صدا خمینی کی صدا ہے۔

ہفتہ وار اجتماع

آیۃ اللّٰہ خمینی مدظلہ نے حالات کی تیز تر تبدیلیوں کو دیکھ کر قم کے علما کو ہفتہ وار اجتماع کی طرف متوجہ کیا۔ ہر اتوار کو میٹنگ کا فیصلہ ہوا اور سات دن کے واقعات پر تبادلۂ خیال ہونے لگا۔ موضوع بحث اسلام کے خلاف حکومت کی رفتار کا جائزہ اور مشکلات کا سد باب ملک و ملت کے مسائل اور ان کا حل۔ صف اول کے علما دروازہ بند کر کے بیٹھتے اور گفت گو کرتے رہے۔ 'ساواک' کے مرکز کو اس 'خطرناک' میٹنگ کی اطلاع ملی اور حکومت کی مشنری حرکت میں آ گئی۔ ہفتہ وار میٹنگ کی تحریک قم سے نکل کر تمام شہروں میں پھیلی۔ حکومت نے بعض مقامات کے علما کو گرفتاری اور انکوائری کے ذریعے کام کرنے سے روک دیا۔ ادھر قم میں بھی تسلسل قائم نہ رہ سکا۔ سرکاری ریشہ دوانیاں اور سی آئی ڈی کے آدمی دن بدن

اختلافات پیدا کرنے کی سعی پیہم کرتے رہے۔ آقای خمینی باہمی اختلاف کا خطرہ مول نہ لینا چاہتے تھے۔ اس لیے زور دینے سے بچے۔ اتنے میں بعض شرارت پسند افراد نے شوشے چھوڑنا شروع کر دیے۔

قلمی جنگ اور ذھنی بحران اور ان پر قابو

ساواک کی زیر زمین ریشہ دوانی کے نتیجے میں ایک کتاب شائع ہوئی جس میں یہ بحث اٹھائی گئی تھی کہ امام حسین علیہ السلام کے جہاد کا مقصد کیا تھا؟ —— 'شہید جاوید' کی اشاعت سے غلغلہ اٹھا اور موافق و مخالف گروپ ردو قدح میں الجھ گئے۔ آخر ساواک کو پسپائی ہوئی لیکن ذھنی انتشار پیدا ہوا اور آقای خمینی مدظلہ کا مشن ثانوی درجے میں چلا گیا۔ ساواک نے ایک جھٹکا لگا کر مورچہ بدلا۔ اب یہ موضوع اٹھایا گیا کہ حدیث ہے:

"الکفر ملۃ واحدہ" —— "کفر ایک ملت ہے"۔ ——

اس لئے فقط اسرائیل کی مخالفت بلا وجہ ہے۔ یہود کی طرح کمیونسٹوں اور عیسائیوں کو بھی اسی سلسلے میں رکھنا چاہئے۔ اب ہر حلقے میں یہ بحث چل نکلی۔ اقتدار اعلےٰ اس بحث سے اسرائیل کے خلاف محاذ کو کمزور بنانے سے دل چسپی لینے لگا اور قم کے مدرسوں اور ہوٹلوں میں یہ بحث پھیلنے ہی کو تھی کہ آقای خمینی مدظلہ نے

بڑھتی ہوئی بحث کو بے معنی قرار دینے اور توجہ کو ایک مرکز پر مرکوز رکھنے کے لئے ایک موقع نکالا۔ نہضت آزادی کے لیڈروں کی حمایت میں بیان جاری کرتے ہوئے فرمایا:

"... میں 'الکفر ملۃ واحدہ' پر بحث سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ سرکاری اداروں نے گفتگو عام کر کے ہر شخص کو الجھا دیا ہے حالانکہ یہ بات قرآن مجید کے واضح اعلان کے خلاف ہے —— (قرآن مجید میں سورہ مائدہ کی آیت ۸۱ ہے۔ "لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیہود" —— "تم یہودیوں کو تمام انسانوں سے زیادہ ایمان لانے والوں کا دشمن پاؤ گے"۔) —— لوگ اس بحث سے اسرائیل اور اس کے کارندوں کو پناہ دینا چاہتے ہیں۔ وہ منحرف گروہ اور اسرائیل کو تحفظ مہیا کرنے کی فکر میں مصروف ہیں"۔

آغا نے اپنے نئے اعلامیے میں یہودیوں کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ پر روشنی ڈالی اور ایران میں ان کی بالادستی کو نمایاں کیا۔

اعلامیۂ تاریخی کا خلاصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
وسیعلم الذین ظلموا ای

منقلب ینقلبون ـــــ حجۃ الاسلام آقای طالقانی اور جناب مہندس بازرگان نیز دوسرے احباب کی گرفتاری کے خلاف میں نے ابتک کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ مجھے خوف تھا کہ اگر میں کچھ کہوں گا تو ان کی دو سالہ قید پندرہ سال میں بدل جائے گی۔ ان پہ مظالم بڑھ جائیں گے۔ لیکن میری خاموشی کے بعد بھی نا انصاف عدالت نے یہی کیا۔ مجبوراً میں ایران کی عام صورت حال اور عدالتوں کی خاص حالت کے بارے میں اپنے افسوس کا اظہار کرتا ہوں۔

عدالتوں میں خلاف قانون فیصلوں کی زیادتی قابل تعجب و افسوس ہے۔ اس کے علاوہ خفیہ عدالتیں، تحقیقاتی کمیشن، ثبوت جرم سے پہلے حبس بے جا، مظلوم افراد کے خلاف اپیلوں کی عدم سماعت دیکھ کر میں اور بہت سے صاحبان ضمیر مسلمان رنجیدہ ہیں۔ قید میں زندگی بسر کرنے والے یہ بے قصور افراد، اسلام کی حفاظت قانون کی بالادستی اور آئین کے احترام کا مطالبہ کرنے کے جرم میں قید کئے گئے ہیں۔ ان لوگوں کا بڑھاپا ان کی کمزوری اور طویل مدت سے جیل میں رہنا، دوسروں کو کھل کھیلنے کا موقع دیتا ہے۔ ووٹ دینے والے اپنی بدترین قسمت کے لکھے کا انتظار کریں۔

اس سے بڑھ کر اسرائیل کی بالادستی ہے۔ ملک کے اہم ترین کاروبار پر ان کے کارندوں نے انھیں مسلط کر دیا ہے۔ حکومت کی مدد سے وہ ہمارے اقتصادیات تباہ کر رہے ہیں ـــ اسرائیل

مسلمان ملکوں سے برسر پیکار ہے اور حکومت ایران انتہائی دوستی برت رہی ہے۔ ہر قسم کے وسائل اسے دے رہی ہے اور اس کا مال لے رہی ہے ـــ میں نے کئی مرتبہ خطروں کی نشان دہی کی ہے ـــ دیانت مقدسہ کو خطرہ ہے ـــ ملک کی آزادی کو خطرہ ہے ملک کے اقتصادیات خطرے سے دوچار ہیں۔

جملہ 'الکفر ملۃ واحدہ' ـــ جو بعض اداروں کی طرف سے لوگوں کی زبانوں پر لایا گیا ہے اور اس پر قلم فرسائی ہو رہی۔ عجیب بات ہے یہ جملہ نص قرآن کے خلاف ہے اور اسرائیل، نیز ان کے کارندوں کو نیز فرقۂ گمراہ و منحرف (بہائی) کو تحفظ مہیا کرنے کی خاطر اچھالا جا رہا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اسلامی ملک میں آئین کے خلاف، قرآن مجید اور مسلمات دین کے برعکس پمفلٹ اور کتابچے چھپتے ہیں۔ عائلی قوانین میں کلام اللہ مجید پر (معاذ اللہ) تنقید ہوتی ہے اور حکومت کیطرف سے کوئی جواب طلبی نہیں۔

سرکاری ادارے اسلامی احکام کی تبلیغ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ دینی اجتماعات اور مجالس عزا سید الشہداؑ پر پابندیاں لگاتے ہیں۔ بانیان مجالس اور ظلم و ظالم پر تنقید کرنے والوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا ہے۔ یہ لوگ مدتوں سے قید کی زندگی گزار رہے ہیں۔ لوگ حوصلہ فرسا سختیوں میں ہیں۔ عاشور کے دن مسلمانوں نے جلوس نکالا۔ اس پُرامن جلوس میں اسرائیل اور اسکے حامیوں کے

خلاف بیز تھے۔ اس جرم میں انھیں طرح طرح کے شکنجوں میں جکڑا گیا اور اب تک وہ جیل میں پڑے ہیں۔

میں تمام مسلمان حکومتوں اور اسلامیان عالم کو توجہ دلاتا ہوں کہ ملت عزیز شیعہ اسرائیل اور اس کے کارندوں سے نفرت کرتی ہے نیز ان حکومتوں سے نفرت کرتی ہے جو اسرائیلیوں سے تعاون کرتی ہیں۔ ایرانی قوم ذلیل اسرائیل سے تعاون نہیں کر رہی ہے۔ ایرانی قوم اس گناہِ عظیم سے پاک ہے۔ یہ حکومتوں کا قصور ہے۔ قوم ان کے ساتھ نہیں ہے۔

اللہ سے عظمتِ اسلام و حفظِ احکام اسلام کی دعا ہے۔

و روح اللہ موسوی خمینی!

اس اعلامیے سے قومی اتحاد کو قوت ملی۔ قومی رہنماؤں کی حمایت نے ان کا حوصلہ بڑھایا۔ لیڈروں نے آقای خمینی کی باریک بینی اور دور رس نگاہی کا اعتراف کیا۔ حوزۂ علمیۂ قم آقای سید محمود طالقانی مدظلہ اور دوسرے سیاسی لیڈروں کی تائید کرتا ہی تھا۔ اس تائید کو اعلامیے نے اور زیادہ مستحکم کیا۔ قم سے متعدد اعلامیے اور چھپے۔

اسی اثنا میں جناب مہدی بازرگان کی والدہ کا انتقال ہوا ــــ اخبارات نے اس کا نوٹس نہ لیا تو قم کے مجاہد علما نے تعزیت نامہ لکھا سازمان امنیت (ساواک) نے اخبارات میں اس کی اشاعت بھی روک دی تو انھوں نے لاکھوں کی تعداد میں اپنی قرارداد تعزیت چھاپ

کر ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا دی۔ اس کا عنوان تھا:

مہدی بازرگان کے نام تعزیت نامہ

متن تسلیت نامہ عدۂ از فضلا و دانش جویانِ دینی حوزہ علمیہ قم با آقای مہندس بازرگان۔

استاد محترم و مجاہد دانش گاہ آقای مہندس بازرگان!

انتہائی افسوس اور غم کے ساتھ اس مصیبت میں ہم سب آپ کے شریک ہیں اور اسلام و آزادی ایران کی حمایت میں اعلیٰ حضرت ولی عصر سے آپ کے لئے امداد طلب کرتے ہیں۔

(پچاس سے زیادہ دستخطوں کے نیچے یہ جملہ لکھا تھا۔)

"ملت مسلمان ایران وحشی اور ظالم حکومت کے اس اقدام سے بیزار ہے کہ اس نے اس تعزیت نامے کی طرح سیکڑوں تعزیتی پیغام اخباروں میں چھپنے سے روک دیے ــــ آزاد مرد و آزاد خواتین کا ملک یہ ہے۔ ہم اس جونی صد رجعت پسند کام پر سخت مذمت کرتے ہیں اور متن تعزیت نامہ کو شائع کر رہے ہیں۔ و انجمن دانشجویان دینی، طہران!

اسرائیلی روابط میں پختگی کا نیا منصوبہ

شاہ نے ملک میں حکومت سے

بڑھتی ہوئی نفرت اور پکنے ہوئے لاوے کو دیکھا امریکی مشیروں سے بات کی اور انھوں نے منصوبہ دیا اور بادشاہ نے فوج میں اسرائیلیوں کی بھرتی کرکے انہیں بنیادی عہدوں کے لیے راہ ہموار کی۔ اس ضمن میں خفیہ طور پر فوج کے حلف نامے میں 'قرآن' کے بجائے 'کتاب آسمانی کہ بہ آں اعتقاد دارم' کا فقرہ داخل کر دیا۔ اس سے صیہونیوں کے زر خرید بہائی برسر اقتدار آنے کے قابل ہو گئے اور فوجی مسلمان افسروں کی متوقع مخالفت سے بادشاہ کو نجات ملنے کا امکان پیدا ہو گیا۔
بادشاہ نے اس عمل سے اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی اور غیروں کو حکومت میں حصہ دار بنانے کا مقصد پورا کر لیا۔ ملک کے عوام اور مسلمان مملکت کے مسلمان باشندے بنیادی حق سے محروم ہو گئے۔ گویا اصل وطن اپنے وطن کے وفادار نہ قرار پائے۔ فوج نے اس بات کا نوٹس لیا اور کچھ ذمہ دار افسروں نے آیت اللہ خمینی کو اس خبر سے مطلع کیا۔
آغا خبر سن کر بہت ناراض ہوئے۔ بادشاہ کو اس اطلاع کی رپورٹ ملی تو اس نے بلا توقف ایک شخص کو آغا کی خدمت میں بھیج کر واقعے کی تردید کی۔ آغا نے تفصیلات سننے کے بعد حکم دیا کہ اگر واقعا یہ خبر جھوٹی ہے تو ریڈیو سے قانونی طور پر اس کی تردید کی جائے اگر فلاں دن تک تردید نہ ہوئی تو ہم تمام معاملات قوم کے سامنے رکھ دیں گے۔

شب ۱۶ مہر ماہ ۱۳۴۳ ق ھ کو ایک فوجی انٹرویو میں حلف نامے

کی تبدیلی کو جھوٹ قرار دیا اور حکومت کی طرف سے واقعے کی تردید کی گئی لیکن خبروں اور فوجی اطلاعات سے اس تردید کی تردید ہوتی رہی اور آغا موقع کے منتظر تھے۔

حکومت کی پیش بندی اور حلف نامے کی تبدیلی پر آغا کی تنبیہ

۲۔ جمادی الاولےٰ ۱۳۸۴ ھ کو آغا کا درس شروع ہونے والا تھا لوگ اس میں شرکت کے لیے دور دور سے قم پہنچے۔ حکومت بھی جانتی تھی کہ آغا اس دن قم میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور کہیں گے جس سے حکومت کو نقصان پہنچے گا۔ فضا میں دھماکہ ہو گا اس لئے کئی ہزار مسلح کمانڈوز لبسوں میں لاکر قم بھیجے گئے جنھوں نے مسجد اعظم اور قم کی شاہراہوں اور محفوظ مقامات پر مورچے بنالئے۔
آقای خمینی مدظلہ نے درس کا آغاز کرتے ہوئے موضوع زیر نظر کے لے فرمایا۔
"....... اسرائیلی کارندوں کو دیکھے وہ اس ملک میں کیا کر رہے ہیں؟ آخری خبر مجھے ملی جس کے بارے میں مجھے کچھ کہنے کو منع کیا گیا ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ ہم اسے ٹھیک کر دیں گے ریڈیو سے بھی کہا جائے گا۔ ایک اور بات بھی بتائی گئی ہے۔ یہ

ان چیزوں پر زیادہ بھروسہ نہیں کرتا۔ دیر میں یقین کرنے والا آدمی ہوں انھیں معلوم ہوا کہ میں کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں تو مجھ سے کہا گیا کہ اس بات کا نام نہ لوں، اس کی اصلاح کردی گئی ہے۔ رات کو ریڈیو پر بھی توضیح ہو چکی۔ لیکن مجھے باور نہیں آتا۔ اگر انھوں نے مزید یقین دھانی نہ کرائی تو میں پھر کسی دن یہاں گفتگو کروں گا اور وہ بات بتاؤں گا۔"

آقای خمینی نے نہ کہنے کے باوجود سب کچھ کہہ دیا اور بات سب کو معلوم ہو گئی۔ ہر طرف چرچا ہونے لگا اور فوج کو یقین ہو گیا کہ خمینی ان کے حقوق کی وکالت و حمایت میں کوتاہی کرنے والے نہیں اور قوم کو بادشاہ کی خفیہ تدبیر کا سراغ لگنے کے بعد مزید محتاط ہونے کی اہمیت محسوس ہوئی۔

کرمان پر بارش ظلم

انھی دنوں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس پر آغا کو بولنے اور لکھنے کا موقع ملا۔ شاہ کے خلاف عوام کو صف آرا کرنے کا لمحہ قانون کی حمایت اور لاقانونیت پر احتساب کرنے کا وقت۔

کرمان کا ایک قصائی دادرس ذاتی جھگڑے کی وجہ سے رجائی نامی سپاہی کے ہاتھوں، بھرے بازار میں قتل ہو گیا۔ عوام کو اس پر سخت غصہ آیا کہ پولیس اب اتنی بے باک ہو گئی ہے کہ دن دہاڑے ایک آدمی کو مار ڈالے۔ اہل کرمان نے اس پر احتجاج کیا۔ دکانوں پر

کالی جھنڈیاں لگائی گئیں۔ ٹیکسیوں پر بھی یہ عمل ہوا۔ فاتحہ خوانی کی مجلسیں برپا ہوئیں، سی آئی ڈی کے خلاف اظہار نفرت ہوا۔ حکومت سے مجرم کو سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ پولیس اور حکومت نے مثبت رویہ اختیار کرنے کے بجائے سخت منفی طریقہ کار اپنایا۔ ٹیکسیوں کو روک کر، دکانوں پر جا کر پولیس نے کالے جھنڈے اور جھنڈیاں اتروائیں اور لوگوں کو ہراساں کیا۔

حجۃ الاسلام شیخ محمد جواد حجتی نے مجلسوں میں ساواک، پولیس انتظامیہ اور حکومت پر سخت تنقید کی۔ انھوں نے کہا۔ اگر عوام چپ رہے اور ان کو لاقانونیت کی مزید اجازت دی تو یہ لوگ مستقبل قریب میں سانس لینا دوبھر کردیں گے۔ یہ قاتل بھی ہیں اور چور بھی انھیں آزاد نہ چھوڑیے یہ مجرم کو نہ پکڑیں تو معاف نہ کیجیے۔ ابھی کچھ دن کی بات ہے کہ مسجد جامع کرمان سے حضرت آیت اللہ خمینی کی تصویر انھی لوگوں نے چرائی تھی اور باوجود مطالبہ کے واپس نہ کی۔

عوام کے غیظ و غضب کو دیکھ کر حکومت نے شہر کے معززین سے ملاقات کی اور انھیں یقین دلایا کہ مجرم گرفتار ہوگا اور سزا دی جائے گی لیکن وعدہ وفائی کے بجائے جناب حجتی اور دوسرے معززین کی گرفتاری کا منصوبہ بنا لیا۔ جناب حجتی نے احتجاج کے طور پر کرمان سے ہجرت کی اور قم آگئے۔ آقای خمینی نے اہل کرمان کے نام ایک کھلا خط لکھا جس میں کہا تھا کہ آپ بے خوف ہو کر حکومت کی روزافزوں

www.shiabookspdf.com

لاقانونیت اور پولیس کے تشدد کے خلاف دنیا کی ضمیر کو جگائیں۔ اسی کے ساتھ جناب مجتبیٰ سے کہا کہ وہ کرمان واپس جائیں۔

آقای خمینی کا خط اہلِ کرمان کے نام

۷، جمادی الثانیہ ۱۳۸۴ھ

"........ سرکاری ملازمین کی دست درازی جو ملک کے گوشے گوشے میں ہو رہی ہے میں اس پر اظہار افسوس کرتا ہوں میں حضرت ثقۃ الاسلام خطیب محترم جناب مجتبیٰ دامت افاضتہ کی ہجرت سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ پولیس نے قاتل و مجرم کو سزا دینے کے بجائے یہ عجیب رویہ اختیار کیا ہے کہ شریعت و ضمیر و قانون کے خلاف جناب مجتبیٰ کے خلاف اقدامات شروع کر دیے۔

میں نے جناب مجتبیٰ سے کہا ہے کہ وہ کرمان واپس جائیں۔ علماء اعلام قم اور اہل کرمان مولانا مجتبیٰ صاحب کے حامی ہیں۔ اہل کرمان جناب مجتبیٰ کی زحمتوں کی قدر کریں اور ان کا ساتھ دیں اور انتظامیہ کے خلاف اپنے رد عمل کو اس وقت تک جاری رکھیں جب تک مجرم کو سزا نہ ملے۔ آپ لوگ مذہبی آداب کو ترک نہ کریں اور جمعہ کے دن خصوصیت سے ان کا اہتمام کریں ظالم اقتدار کی لاقانونیت کا پردہ فاش کر کے ایرانی قوم اور دنیا کے مسلمانوں کو ان لوگوں کے اعمال بد سے مطلع کریں اور امن و امان کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ خداوند عالم بتصدق حضرت ولی عصر عجل اللہ فرجہ مدد

کرے گا تاکہ ظالم حکومتیں اسلام و قوانین قرآن کے خلاف قدم نہ اٹھا سکیں۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔" (دستخط مبارک)

اس خط کی بڑے پیمانے پر اشاعت ہوئی اور شہر شہر، قریے قریے پہنچایا گیا۔ پریس ایسی تحریروں کو چھاپ نہیں سکتے تھے ڈاک خانے ایسے بیانات قبول نہیں کرتے تھے۔ عوام اسے علانیہ ہاتھ میں نہیں لے سکتے تھے اس کے باوجود لٹریچر کی وسیع پیمانے پر اشاعت نے ثابت کر دیا کہ حکومت پر آقای خمینی کی گرفت مضبوط ہو گئی ہے اور شاہی اقتدار کے پاؤں اکھڑ گئے ہیں۔

رجب ۱۳۸۴ھ کو عوام کی جرأت اس قدر بڑھی کہ ٹیکسی ڈرائیوروں نے پٹرول کی قیمت بڑھنے پر زبردست ہڑتال کر دی۔

اسلامی جہاد کا دُوسرا مرحلہ

→ RECAPITULATION

و کیپی چولیشن کا احیاء

و اور خمینی کا شدید حملہ

و قائد بزرگ کی جلاوطنی

انقلاب سفید کی ناکامی اور عوامی اشتعال سے خوف زدہ ہو کر امریکہ نے خفیہ ریشہ دوانیوں کے بجائے قانونی اقدامات پر زور دیا ایران کو امریکی اپنا ذیلی ملک تو سمجھتے ہی تھے۔ آخر بادشاہ اعلیٰ

www.shiabookspdf.com

کا ساختہ پرداختہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ انقلاب سفید کے ضمن میں عوام کو جھلاوا دے کر ہم اپنی من مانی کاروائی کرتے رہیں گے۔ ترقی پسندی کا نعرہ اور نظریاتی تعلیم کا نتیجہ ان کے حق میں تھا۔ کمیونزم اور 'انقلاب سرخ' کا نام و نشان لوگوں کو ناپسند ہے اور حکومت مدت سے اس کا قلع قمع کر رہی ہے۔ لیڈر اور وکیل، اساتذہ اور طلبا کمیونزم کے جرم میں بآسانی راستے سے ہٹائے جا سکتے ہیں۔ لیڈروں کا معاشرہ کسی نہ کسی طرح سرمایہ داروں اور حکومت کے اداروں سے رشتہ رکھتا ہے۔ عوام کے دلوں میں ان کا گھر نہیں۔ ایک سربراہ کو پکڑ کر بند کر دیا جائے تو اس کے مٹھی بھر ساتھی لاوارث ہو جاتے ہیں۔ مشکل تھی علما کی۔ علما کے خلاف مہم جتنی تیز کی جاتی تھی اس کا ردعمل سخت رونما ہوتا تھا۔ بچوں اور بچیوں کو سکولوں، کالجوں، تاریخوں، اخباروں کے ذریعے گمراہ کیا جاتا تھا مگر جب کوئی عالم بیان دیتے تھے تو پورا ملک گوش بر آواز ہو جاتا تھا۔ پھر عالموں میں آقای خمینی کی شخصیت و عظمت کسی کی پیش نہ جانے دیتی تھی امریکہ نے ایک فیصلہ کے بموجب ایران کو قانونی طور پر اپنا ماتحت بنانے اور قانونی و دستاویزی تحفظات حاصل کرنے کی مہم کا آغاز کیا حکومت امریکہ نے انقلاب سفید سے پہلے CAPITULATION کی اسکیم بروئے کار لانے کی طرف قدم بڑھایا تھا۔

CAPITULATION کیپی چولیشن کے معنی مفاہمت اور تسلیم

و قبول کامل کے ہیں۔ اصطلاحی طور پر ایسی قرار دادوں کا تبادلہ اور ایسے معاہدوں کا قیام جن کے مطابق طاقتور ملک کسی دوسرے کمزور ملک میں اقتدار حاصل کرتا ہے اور اسے غیر ملک میں اپنے ملکی قوانین کی پابندی کا حق ملتا ہے۔ یورپ کی قومیں ڈیڑھ دو سو سال سے اسی اصول کی بنا پر استعماری نظام کا جال پھیلا رہی ہیں۔ ایک صدی پہلے برطانیہ نے اسی قسم کے تحفظات ایران میں حاصل کئے تھے۔ جنگ عظیم کے بعد رضا شاہ اول نے بھی اسی قسم کے معاہدوں پر دستخط کئے تھے۔ برطانیہ سے یہ معاہدہ توہین آمیز علما نے اس وقت رد کیا تھا اور ان کی سربراہی میں پوری قوم اٹھی اور ۱۲۴۸ھ میں حکومت مجبور ہو گئی او اسے منسوخ کیا گیا۔ اب دوسری مرتبہ یہ معاہدہ امریکہ سے کیا گیا۔

اسفند ماہ ۱۳۴۰ش سے سفارت امریکہ نے خط و کتابت کے ذریعے یہ بات چھیڑی اور امریکی فوجی مشیروں اور دوسرے کارندوں کو غیر معمولی تحفظات دلانا چاہے۔ ۱۲ مہر ماہ کو ۱۳۴۲ کو تحفظات کی منظوری دی گئی اور اسد اللہ علم کی وزارت و کابینہ نے قرار داد پر صاد کیا پھر بل ۳ دی ماہ ۱۳۴۲ کو مجلس سنا (سینٹ) پیش کیا گیا اور ۳ مرداد کو آخری منظوری دی گئی۔ اس کے بعد مجلس شوریٰ میں بل پیش ہوا اور اکثریت نے اس کے حق میں ووٹ دے دیا۔

حکومت ایران نے امریکی مشیروں، ماہروں اور شہریوں کو ایران میں تحفظ دیا کہ وہ ایران میں امریکی قانون کے پابند ہوں گے اور انکے جرم ایرانی قانون

ے مطابق کسی سزا کے مستوجب نہ ہوں گے۔ اس ایک بات کے علاوہ اور بہت سی آزادیاں حاصل ہوں گی۔ اس سلسلے میں سرکاری دستاویزات کا ایک مطبوعہ مجموعہ کسی اسمبلی ممبر نے آقای خمینی کو مہیا کر دیا۔

وارثینِ انبیاء، اولیاء خدا، رضا کاران دین اسلام، فدائیان حضرت ولی عصرؑ کی تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے بڑے بڑے فرعون صفت شہنشاہوں کو دینی انحراف پر روکا اور غلط اقدامات پر ٹوکا۔ خود اسی صدی میں 'انقلاب تنباکو' ـــــ نہضت مشروطہ ـــــ تیل کمپنیوں کو قومیانے ـــــ ۱۵ خرداد کا انقلاب ـــــ سب کے سامنے ہے ـــــ

امپیریلزم اور مکمل استعماریا کاپیچولیشن کے تفصیلات معلوم ہونے کے بعد آیۃ اللہ خمینی کی پریشانی نے ان کی نیند اڑا دی۔ اس قدر صابر اور صاحب عزیمت کے ذہنی بحران کا اثر چہرے سے نمایاں تھا۔ ان کی حالت دگرگوں تھی۔ وہ بادشاہ کی وطن فروشی پر سخت غصے میں تھے۔ انھیں امریکہ کی جرأت پر حیرت تھی۔ وہ اس کا خاتمہ کرنے کا عزم کر چکے تھے۔ ان کی حالت اور پریشانی دیکھ کر لوگ فکرمند ہوئے اور اس کا چرچا ہونے لگا۔ بہت سے لوگ آغا کی پریشانی دریافت کرنے اور اصل مسئلہ کا سراغ لگانے کے درپے ہوئے۔

آغا نے بادشاہ کی پالیسی کے خلاف سخت اعلان کا فیصلہ کر لیا۔ علما و خطبا کو واقعے سے مطلع کرنے کا منصوبہ بنایا اور سب کو متحد کر کے اسلام و ایران کی حفاظت پر تیار کرنا چاہا۔ قم، شیراز، تبریز

طہران، اصفہان، جہاں جہاں علما تھے، سب جگہ خط اور پیام بھیجے تاکہ مقامی اور اجتماعی اتحاد پر زور دیا۔ اطلاع رسانی کے بعد ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۴۔ آبان ماہ ۱۳۴۳ق کو تقریر کا اعلان ہوا۔ اعلان سنتے ہی قم کے تمام راستے کاروں اور بسوں سے لبریز ہو گئے قم مجمع کے لئے تنگ نظر آنے لگا۔

بادشاہ نے سوچا کہ وہ آقای خمینی کا نیا حملہ برداشت نہ کر سکے گا۔ اس نے امریکہ کے خلاف تقریر سے روکنے کی تدبیر سوچی۔ ایک شخص نے آغا سے ملنا چاہا۔ آغا نے اجازت نہ دی۔ وہ آدمی مجبوراً آیت اللہ زادہ سید مصطفےٰ سے ملا اور کہا:

"۔۔۔۔ امریکہ ایرانی عوام میں مقبولیت حاصل کرنے کی بے حد کوشش کر رہا ہے۔ بے شمار روپیہ عوام میں تقسیم ہو رہا ہے۔ اس موقع پہ ملک کے سربراہ پر حملہ اتنا خطرناک نہیں جس قدر خطرہ امریکہ کی مخالفت میں پوشیدہ ہے۔ اگر آیۃ اللہ کوئی تقریر فرمانا چاہتے ہیں تو امریکہ کے خلاف بات کرنے سے احتیاط کریں ورنہ انتہائی خطرے سے دوچار ہوں گے۔ اس کے علاوہ جو چاہیں کریں حتیٰ کہ خود شاہ کے خلاف اظہار خیال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔"

آغا نے اس پیام سے یہ نتیجہ نکالا کہ بادشاہ امریکہ کی مخالفت چاہتا ہے اور موجودہ رژیم سے وہ بھی پریشان ہے۔ لہٰذا ان کا فیصلہ درست ہے۔

روز عید میلاد حضرت زہرا سلام اللہ علیہا، قم، مسلمانوں سے چھلک گیا۔ آغا کی تاریخی تقریر کے اشتیاق میں ملک کے تمام طبقات حاضر تھے۔ میدان اور بازاروں میں دور دور تک لاؤڈ اسپیکر لگے ہوئے، ٹیپ ریکارڈوں کا ڈھیر، شوق و جوش کا عالم، شدید سردی میں عظیم مجمع دیکھنے کے قابل تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے آغا باہر تشریف لائے اور کوچہ و بازار، بام و در پر منتظر زیارت مجمع کی نگاہوں نے قد آور آفتاب کو دیکھا۔ چہرہ تمتمایا ہوا، پیشانی پر شکن، آنکھوں میں بے خوابی نمایاں، سراپا سے جلال ہویدا، آہستہ آہستہ آقای خمینی سٹیج پر آئے اور مجمع ایک دم خاموش ہو گیا۔ آغا نے فرمایا:

تاریخی تقریر

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
انا للہ وانا الیہ راجعون

(قیامت خیز گریہ)

میں اپنے دلی جذبات کا اظہار نہیں کر سکتا۔ میرا دل بوجھل ہے۔ جس دن سے ایران کے بارے میں آخری اطلاعات ملے ہیں۔ اس دن سے نیند کم ہو گئی ہے (گریہ) بے چین ہوں۔ دل پر بوجھ ہے دل کی حالت دیکھ کر دن گن رہا ہوں کہ موت کب آتی ہے (قیامت خیز

شور و بکا!

اب عید ایران میں نہیں رہی۔ ایران کی عید کو سوگ میں بدل دیا گیا (گریہ جاری رہا) سوگ منایا گیا۔ چراغاں کیا گیا۔ ایک گروہ ناچ رہا تھا۔ ہمیں بیچ ڈالا گیا۔ ہماری آزادی کا سودا ہو گیا اس کے باوجود چراغاں ہوا۔ ناچ ہوا۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو چراغاں کو منع کرتا۔ بازاروں میں کالے جھنڈے لگواتا۔ گھروں پر کالے جھنڈے اور سروں پہ کالی چادریں۔ ہماری عزت روند ڈالی گئی۔ ایران کی عظمت ختم ہو گئی۔ (مجمع کا شور گریہ) افواج ایران کی عظمت پیروں تلے آ گئی۔

قانون ساز اسمبلی میں قرارداد منظور ہوئی جس کی بنیاد پر ہمیں 'پیمان دین' کا پابند بنا دیا گیا۔ پھر فیصلہ ہوا کہ — امریکی فوجی مشیر، اپنے فنی ماہرین، تکنیکی معاونوں اور سب کے خاندانوں اور نوکروں کے ساتھ ایران میں آن کر رہیں اور جو بھی جرم و زیادتی کریں آزاد ہیں ان سے کوئی جواب طلبی نہیں ہو سکتی۔ ایک امریکی نوکر، ایک امریکی باورچی آپ کے مرجع تقلید کو پکڑ کر سر بازار رسوا کر سکتا ہے قدموں تلے روند سکتا ہے اور ایران کی پولیس اسے روک نہیں سکتی۔ ایرانی عدالتیں اس کے خلاف فیصلے کا حق نہیں رکھتیں۔ اگر اس امریکی کے خلاف کوئی کارروائی کرنا ہو تو ایک فرستادہ امریکہ جائے وہاں کے ذمہ داروں سے سوال کرے اور وہ جو بھی حکم دیں

وعمل میں لایا جائے۔

گزشتہ حکومت نے یہ قرارداد کسی سے کہے بغیر مان لی اور موجودہ حکومت نے اسے قانون ساز اسمبلی میں پیش کیا اور ایک دو اٹھک بیٹھکوں کے بعد تسلیم کر لیا۔ پھر چپ سادھ لی۔ کچھ دن ہوئے کہ یہ قرارداد مجلس شوریٰ میں آئی۔ وہاں بحث ہوئی۔ کچھ نمائندوں نے مخالفت کی۔ لیکن مقصد پورا ہوا اور بڑی بے شرمی سے مدعا حاصل ہوا حکومت نے بے انتہا ذلت کے ساتھ اس رسواکن قرارداد کی حمایت کی۔ قوم کو امریکی کتوں سے بھی کم تر قرار دیا۔ اگر کوئی امریکی کتا کسی کی کار سے مر جائے تو کار کا مالک تھانے میں بلایا جائے گا۔ سزا پائے گا اور اگر شاہ ایران کی موٹر امریکی کتے پر سے گزر جائے تو اسے بھی جواب دہی کرنا ہوگی۔ اس کے برعکس اگر امریکی باورچی شاہ ایران کو کچل دے۔ کسی بڑے آدمی کو موٹر تلے دے دے تو کسی کو باز پرس کا حق نہیں ہے —— کیوں؟ —— اس لئے کہ ہم امریکہ سے قرض لینا چاہتے ہیں۔ امریکہ یہ کام کرنا چاہتا ہے۔

دو سو ملین ڈالر امریکہ سے قرض مانگے گئے۔ وہاں سے منظوری آئی اور پانچ سال میں اس رقم کی ادائیگی کے بعد مزید دس برس کے لئے تین سو ملین ڈالر لینے کا حق ہوگا —— آپ سمجھے اس کا مطلب کیا ہوا؟ —— دو سو ملین ڈالر —— ایک ڈالر کی قیمت آٹھ تومان —— فوجی اخراجات کے لئے پانچ سال کے اندر حکومت ایران کو ملیں گے

اور دس برس میں تین سو ملین ڈالر واپس کرنا ہوں گے۔ یعنی سو ملین ڈالر —— آٹھ سو ملین تومان —— ایران کو قرض کے سود میں ادا کرنا ہوں گے۔ یوں ایران نے اپنا سودا خود کر لیا۔ اپنے آپ کو بیچ ڈالا۔ آزادی فروخت کر دی۔ ہمیں زیردست ریاستوں میں شمار کیا گیا —— دنیا بھر میں یہ تاثر دیا کہ ایران قدیم وحشی قوم سے بھی زیادہ غیر مہذب ولاشعور ہے۔

اس مصیبت میں ہم کیا کریں؟ ان مصائب میں علما کیا کر سکتے ہیں؟ اپنی درخواست کس ملک میں لے جائیں؟ دنیا کے ممالک سوچتے ہیں کہ یہ ہے ایرانی قوم جس نے اپنی پستی کی حد ختم کر دی۔ ان کو کیا معلوم کہ یہ سب کچھ حکومت اور اسمبلی کا کام ہے۔ یہ اسمبلی قوم سے کوئی سروکار نہیں رکھتی۔ یہ سنگینوں کی اسمبلی ہے۔ اس کا قوم سے کیا تعلق ہے؟ ایرانی قوم نے ان ممبروں کو ووٹ نہیں دیئے۔ صف اول کے علما و مراجع نے انتخابات میں حصہ لینے کو منع کیا تھا اور قوم نے ان کا ساتھ بھی دیا۔ ووٹ نہیں دیئے لیکن سنگین کے زور سے یہ ممبر آئے اور کرسیوں پر براجمان ہوئے۔

انھوں نے دیکھا، علما کے اثر و رسوخ کی وجہ سے من مانی کارروائی نہیں ہو سکتی لہٰذا ان لوگوں نے اس اثر و نفوذ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اس سال شائع ہونے والی ایک تاریخ میں خلاف حقیقت اور جھوٹ کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے۔ اب سمجھ میں آیا کہ علما کا اثر

قوم کی امن و خوشحالی کے لئے نقصان دہ ہے۔" یہ کتاب سکولوں میں پڑھائی جا رہی ہے۔ حکمران کو معلوم ہو چکا ہے کہ اگر علما کا اثر و نفوذ رہا تو وہ لوگ قوم کو ایک دن برطانیہ اور دوسرے دن امریکہ کی غلامی میں نہیں جانے دیں گے۔

علما کا اثر رہا تو وہ اسرائیل کو ایرانی اقتصادیات پر قابض نہ ہونے دیں گے۔ وہ اس کی اجازت نہیں دیں گے کہ اسرائیلی مال درآمدی ٹیکس کے بغیر فروخت ہو۔ اگر علما کا اثر رہا تو یہ خود سری نہ چل سکے گی اور قوم پر اتنا بھاری قرضہ نہیں لادا جا سکے گا۔ اگر علما کا اثر قائم رہا تو قومی بیت المال میں لوٹ کھسوٹ کا یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکے گا۔ اگر علما کا اثر رہا تو سو فی صد قومی مفاد کے خلاف ہر حکومت اپنی من مانی کارروائی نہ کر سکے گی۔ اگر علما کا اثر رہا تو وہ اسمبلی کو اس ذلیل صورت حال میں قبول نہ کرنے دیں گے۔ وہ اجازت نہیں دیں گے کہ اسمبلی سنگینوں کے زور سے قائم ہو اور ایسے رسوا کن فیصلے کرے۔ اگر علما کا اثر رہے گا تو شیراز کی طرح لڑکے اور لڑکی گھُل مل کر کشتی نہ لڑ سکیں گے۔ اگر علما کا اثر رہے گا تو وہ آبرو مند لڑکیوں کو سکول بھیج کر لڑکوں کے ماتحت نہ ہونے دیں گے اور وہ لڑکیوں کو لڑکوں اور لڑکوں کو لڑکیوں کے سکولوں میں بھیج کر فتنہ و فساد نہ پیدا ہونے دیں گے۔ اگر علما کا اثر رہے گا تو اس حکومت کے منہ پر مکہ ماریں گے۔ اس اسمبلی کے منہ پر تھپڑ ماریں گے اور ممبروں کو اسمبلی سے نکال

دیں گے۔ علما کا اثر چند آدمیوں کو قومی نمائندوں کے نام سے قوم پر مسلط ہونے اور قوم کی قسمت سے کھیلنے سے روکے گا۔ اگر علما کا اثر و نفوذ رہا تو وہ امریکی اشاروں سے کرسی پر بٹھانے والوں کو ایسی غلطیاں نہ کرنے دیں گے اور ان کو ایران سے نکال دیں گے۔ علما کا اثر ملت کے لئے مضر ہے؟ نہیں۔ تمہارے لئے ضرور مضر ہے۔ تم چوروں کے لئے مضر ہے۔ قوم کے لئے نہیں تم خوب جانتے ہو کہ علما کے اثر و نفوذ کی حالت میں تم سب کچھ نہیں کر سکتے۔ تم ان کا اثر ختم کرنا چاہتے ہو۔ تم ریشہ دوانی کر کے علما میں اختلاف کے درپے ہو؟ تو یہ خواب تم مرنے کے بعد ہی دیکھ سکو گے۔ تم یہ کام نہیں کر سکتے۔ علما متحد ہیں۔

میں تمام علما کا احترام کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ پھر علما کے ہاتھ چومتا ہوں۔ اس سے پہلے اگر مراجع کی دست بوسی کرتا رہا ہوں تو آج طلبہ کی دست بوسی کرتا ہوں۔ میں آج مزدوروں کے ہاتھ چومتا ہوں (گریۂ حاضرین)

حضرات! میں خطرے سے خبردار کرتا ہوں۔

افواج ایران! میں خطرے سے خبردار کرتا ہوں۔

سیاسی لوگو! میں خطرے سے خبردار کرتا ہوں۔

ایرانی تاجرو! میں خطرے سے خبردار کرتا ہوں۔

علماء ایران و مراجع اسلام! میں خطرے سے خبردار کرتا ہوں۔

دانش ورو! طلاب! علمی حلقو! نجف! قم! مشہد، طہران اور

اے شیراز! میں خطرے سے خبردار کرتا ہوں۔

بڑا خطرہ ہے۔ سنا ہے کہ پس پردہ کچھ ہوا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ہوا کیا ہے۔ اسمبلی میں یہ کہا گیا ہے کہ پردے نہ اٹھنے پائیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ہمارے لیے کچھ خواب دیکھے گئے ہیں...... اس سے بدتر کیا کر سکتے تھے؟ قید سے بدتر کیا ہے؟ ذلت سے بدتر کیا ہے؟ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ ان کا ارادہ کیا ہے؟ ڈالروں کا یہ قرضہ قوم کے سر پر کون سی بلا لائے گا! کیا اس غریب قوم کو دس سال میں سو ملین ڈالر ــــ آٹھ سو ملین تومان ــــ امریکی ڈالر کے نفع میں ادا کرنا ہوں گے؟ اس قرضے میں ہمیں بیچ ڈالیں گے؟

امریکہ کے فوجی افسر، فوجی مشیر تمہیں کیا فائدہ پہنچائیں گے! اگر یہ ملک امریکہ کا مفتوحہ علاقہ ہے تو پھر یہ شور ــــ نمود و نمائش ــــ کیوں ہے؟

ترقی کا دعویٰ کیوں ہے؟ اگر یہ مشیر تمہارے نوکر ہیں تو انہیں مالکوں پر کیوں مسلط کرتے ہو؟ اگر یہ لوگ نوکر ہیں تو دوسرے ملازموں کی طرح ان سے سلوک کیوں نہیں ہے؟ اگر یہ تمہارے کارندے ہیں تو دنیا بھر کی قوموں کے مانند ان سے کام لو۔ وہی رفتار کیوں اختیار نہیں کرتے؟ اگر ہمارا ملک ایران کا مفتوحہ ملک ہے تو اعلان کر دو اور ہمیں اس ملک سے نکال دو۔ آخر کیا کرنا چاہتے ہیں؟ یہ غیر قانونی اسمبلی، یہ ناجائز اسمبلی، یہ اسمبلی جو مراجع تقلید کے

فتووں کے مطابق ناجائز ہے۔ یہ اسمبلی جس کا ایک ممبر بھی عوام کا نمائندہ نہیں ہے۔ یہ اسمبلی جو آزادی و انقلاب کا نعرہ لگاتی ہے اور جس کا دعویٰ ہے کہ ہم انقلاب سفید سے آئے ہیں۔

ہمیں نہیں معلوم۔ انقلاب سفید کہاں ہے؟ انقلاب سفید جو اس قدر مصیبت و پریشانی کا سبب ہوا۔ خدا جانتا ہے کہ میں اس سے باخبر اور رنجیدہ ہوں۔ میں دور دیہاتوں اور شہروں سے باخبر ہوں۔ میں اس پسماندہ شہر قم کے حالات جانتا ہوں۔ میں عوام کی بھوک سے باخبر ہوں۔ میں عوام کی زراعت و کاشت کاری کی تباہ حالی سے باخبر ہوں۔ اس ملک کے لیے سوچو۔ اس ملت کے لئے سوچو! قرض پر قرض نہ لا دو۔ اتنے فرماں بردار نہ بنو! یقیناً ڈالر کے بعد نوکری بھی کرنا پڑتی ہے۔ تو ڈالر لو تم اور نوکری ہم کریں۔ اگر ہم کسی امریکی کار سے کچل جائیں تو کوئی اس امریکی سے یہ پوچھنے کا حق نہ رکھے کہ تمہاری آنکھیں ہیں؟ (تمہاری آنکھوں پر بھویں ہیں؟)

وہ حضرات جو کہتے ہیں کہ دم سادھ لو۔ سانس نہ لو۔ کیا وہ اس موقعہ پر بھی یہی کہیں گے کہ چپ رہو؟ اس لمحہ بھی ہم چپ رہیں دم نہ ماریں؟ ہمیں بیچ ڈالیں ہم چپ رہیں؟ ہماری آزادی کا سودا کر لیں ہم چپ رہیں۔

واللہ، جو فریاد نہ کرے وہ گنہ گار ہے۔

واللہ، جو فریاد نہ کرے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے!

(مجمع پر شدید جوش وجذبہ)

سرداران اسلام! اسلام کی داد کو پہنچو۔

علماء نجف! اسلام کی داد کو پہنچیے۔

علماء قم! اسلام کی داد کو پہنچیے، اسلام گیا۔

(فریاد و بکا کا شور۔ جوش و نعرہ)

مسلمان قومو! مسلمان قوموں کے سربراہو! اسلامی جمہوریتوں کے صدور! ہماری داد کو پہنچو۔ اے شاہ ایران! اپنی داد کو پہنچ!

چونکہ ہم کمزور قوم ہیں۔ ڈالر ہمارے پاس نہیں ہیں اس لئے ہمیں امریکہ کے جوتوں کے تلے آنا چاہیے۔ امریکہ انگریز سے، انگریز امریکہ سے بدتر ہے۔ شوروی دونوں سے بدتر ہے۔ سب ایک دوسرے سے بدتر ہیں۔ سب ایک دوسرے سے زیادہ پلید ہیں لیکن سردست ہمارا سابقہ امریکہ سے ہے۔

صدر امریکہ سن لے۔ اس حقیقت کو سمجھ لے کہ وہ ہماری قوم کے نزدیک افراد بشر میں سب سے زیادہ قابل نفرت ہے۔ اس نے ایک مسلمان قوم کے ساتھ اتنا بڑا ظلم کیا ہے۔ آج قرآن اس کا دشمن ہے ایرانی قوم اس کی دشمن ہے۔ حکومت امریکہ اس حقیقت کو سمجھ لے کہ وہ ایران میں بے وقار اور رسوا ہو چکی ہے۔

بے چارہ نمائندہ! فریاد کی کہ ان دوستوں (امریکہ) سے کہو ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں، ہمیں نہ بیچیں ایران کو ذیلی ریاست نہ بناؤ مگر

کس نے کان دھرے؟

عہد نامہ موتمر کی ایک دفعہ کا تذکرہ موجود نہیں۔ دفعہ نمبر ۳۲ کا بالکل تذکرہ نہیں ہے۔ مجھے نہیں معلوم وہ دفعہ کیا ہے؟ مجھے ہی نہیں اسمبلی کا چیئرمین بھی نہیں جانتا۔ ممبران اسمبلی بھی نہیں جانتے کہ دفعہ ہے کیا، اس کے باوجود قرارداد منظور ہو گئی۔ دستخط بھی کر دیے گئے۔ کچھ لوگوں نے کہا بھی کہ دفعہ ۳۲ بتائی جائے۔ ممکن ہے ان لوگوں نے دستخط نہ کئے ہوں۔ وہ لوگ جنھوں نے دستخط کیے وہ ان سے زیادہ بدتر تھے۔ یہ سب جاہلوں کا ٹولہ ہے...

ہمارے سیاسی لیڈر اور بڑے بڑے عہدے دار یکے بعد دیگرے راستے سے ہٹا دیے گئے۔ آج ہمارے ملک میں وطن دوست لیڈر بے کار بنا دیے گئے ہیں —— فوج بھی یاد رکھے انھیں بھی یکے بعد دیگرے الگ کیا جائے گا۔ کیا اب بھی فوج کی آبرو باقی ہے۔ ایک امریکی چپراسی، ایک امریکی باورچی ہمارے کرنل سے برتر ہے۔ اگر میں فوج میں ہوتا تو مستعفی ہو جاتا۔ اگر میں اسمبلی ممبر ہوتا تو الگ ہو جاتا۔ میں یہ رسوائی قبول نہ کرتا۔

امریکی باورچی، امریکی میکانک، امریکی کلرک، امریکی کارکن، امریکی فنی ماہر اور ان کے خاندان تحفظات رکھتے ہیں لیکن علماء اسلام واعظین اسلام، خدمت گزاران اسلام جلا وطن اور جیل میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اسلام کے حامی بندر عباس میں نظر بند ہیں۔ ان کا

جرم سنا کی حمایت یا خود عالم ہونا ہے۔

تاریخ کی کتاب میں سند دے دی گئی۔

"قومی خوش حالی اس بات پر منحصر ہے کہ روحانیت یعنی علما کا اثر ختم کر دیا جائے۔"

یعنی اس قوم کی فلاح و بہبود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہاتھ قطع کرنے میں ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اسرائیل ذہنی سکون کے ساتھ جو کرنا چاہتا ہے وہ کرے۔ تاکہ امریکہ اطمینان قلب کے ساتھ اپنا منصوبہ بروئے کار لائے۔ ہماری موجودہ پریشانیاں امریکہ کی وجہ سے ہیں۔ ہماری تمام الجھنیں اسرائیل کی بنا پر ہیں۔ خود اسرائیل بھی تو امریکہ کا ہے۔ یہ ممبران اسمبلی بھی امریکی نوکر ہیں۔ سب امریکہ کے کرسی نشین بنائے ہوئے ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو اس کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔ کیوں صدا نہیں اٹھاتے؟

میری حالت اس وقت دگرگوں ہے۔ حافظہ ٹھیک کام نہیں کر رہا ہے۔ اپنا مدعا اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا۔ گزشتہ کسی اسمبلی میں مرحوم جناب سید حسن مدرس ممبر تھے۔ روسی حکومت نے ایران کو الٹی میٹم دیا —— اگر ہماری پیش —— وہ پیش کش یاد نہیں آ رہی ہے —— رد کر دی تو ہم قزوین پر حملہ کر دیں گے اور طہران فتح کر لیں گے۔ حکومت وقت نے اسمبلی پر زور دیا کہ قرارداد منظور کر لے۔

ایک امریکی مورخ کے بقول —— ایک عصا بدست عالم (مرحوم مدرس) آگے بڑھے اور سیٹ پر کھڑے ہوئے۔ بیان دیتے ہوئے کہنے لگے کہ اب ہمیں ختم ہی ہونا ہے تو اپنی فنا پر خود ہم دستخط کیوں کریں؟ ان کی تقریر سے اسمبلی میں جان آگئی اور قرارداد رد کر دی روس بھی کوئی غلط قدم نہ اٹھا سکا۔

یہ ہوتا ہے عالم کا کردار، ایک کمزور، دبلا پتلا، ہڈیوں کی مالا، طاقت ور حکومت روس کا الٹی میٹم ٹھکرا سکتا ہے۔ آج بھی اگر اسمبلی میں کوئی عالم دین ہوتا تو یہ کام نہ ہو سکتا۔ اسی بنا پر علما کا اثر ختم کیا گیا ہے۔ اس سے وہ اپنی آرزو پوری کر سکتے ہیں۔

مسائل کا ڈھیر ہے۔ خرابیوں کی ملک میں وہ فراوانی ہے کہ میں اس وقت میں اس سینے سے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں نہیں کہہ سکتا۔ یہ مسائل اپنے احباب سے بیان کیجئے۔ قوم کو حقائق سے آگاہ کرنا علما کا فریضہ ہے۔ آواز اٹھانا اور تائید کرنا قوم کی ذمہ داری ہے۔ اسمبلی پر اعتراض ہونا چاہئے۔ حکومت پر اعتراض کرنا چاہئے۔ انھوں نے یہ کام کیوں کیا؟ ہمیں کیوں بیچا؟ تم ہمارے نمائندے نہیں ہو۔ تم خود بخود، ممبر شپ سے معطل ہو گئے۔ یہ ملک سے غداری ہے۔ خدایا! ان لوگوں نے ہمارے ملک میں خیانت کی ہے۔ اسلام سے خیانت کی ہے قرآن سے خیانت کی ہے۔ دونوں اسمبلیوں کے جن نمائندوں نے قرارداد کی تائید کی ہے۔ انھوں نے خیانت کی ہے۔ مجلس سنا کے بوڑھے مرد عل

نے خیانت کی ہے۔ مجلس شوریٰ نے مؤید ممبروں نے ملک سے خیانت کی ہے۔ یہ ممبر نہیں رہے۔ دنیا سن لے۔ یہ لوگ ایران کے نمائندے نہیں ہیں۔ اگر یہ لوگ ممبر تھے بھی تو میں انھیں معزول کرتا ہوں۔ یہ لوگ نمائندگی سے معزول ہیں۔ انھوں نے اب تک جتنے رزولیوشن منظور کئے، وہ سب بے اعتبار ہیں۔ دوسرے بنیادی اصول اور قانون اساسی کی بنیاد پر جب تک مجتہدین مجلس میں نظارت نہ رکھتے ہوں۔ کوئی قانون معتبر نہیں۔ مشروطیت کے آغاز سے اب تک کس مجتہد نے نظارت کی ہے؟ اگر پانچ مجتہد اس اسمبلی میں ہوتے۔ اگر ایک مجتہد بھی اسمبلی میں ہوتا تو اسمبلی کے منہ پر تھپڑ مارتا۔ اسے یہ کام نہ کرنے دیتا۔ اسمبلی درہم برہم کر دیتا۔

میں بظاہر مخالفت کرنے والے ممبروں سے پوچھتا ہوں کہ اگر واقعاً آپ مخالف تھے تو آپ نے ان کے سروں پر خاک کیوں نہ ڈالی کیوں اٹھ کر ان کا گریبان نہ پکڑا؟ کھڑے ہو کر

"ہم مخالفت کرتے ہیں"

کہہ دینے کا نام مخالفت ہے؟ مخالفت کے یہی معنی ہیں؟ اس قسم کی چاپلوسی کرو؟ ہنگامہ کرنا چاہئے تھا۔ اسمبلی کے درمیان حملہ کرنا چاہئے تھا۔ ایسی اسمبلی کو وجود پذیر نہ ہونے دیتے کہ اس میں ایسی قرارداد پیش ہوتی۔ میں تائید نہیں کرتا کہہ دینے سے بات پوری ہو جاتی ہے؟ تم نے دیکھ لیا قانون پاس ہو گیا۔

ہم اس قانون کو جو بقول ان کے اسمبلی سے منظور ہو چکا ہے۔ قانون نہیں مانتے ــــ ہم اس مجلس (اسمبلی) کو مجلس نہیں مانتے۔ ہم اس حکومت کو حکومت نہیں مانتے۔ یہ خائن ہیں۔ ملک میں خائن موجود ہیں۔

خداوندا! مسلمانوں کے مسائل کی اصلاح فرما (مجمع کی صدا آمین)۔ خداوندا! دین مقدس اسلام کو عظمت عطا فرما! (آمین۔ مجمع کی پکار) یا اللہ! جو لوگ اس آب و خاک سے خیانت کرتے ہیں جو اسلام سے خیانت کرتے ہیں جو قرآن سے خیانت کرتے ہیں انھیں نیست و نابود کر دے (آمین کا شور)

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'!"

تقریر کے کچھ حوالے

آیت اللہ خمینی کی یہ تقریر بین الاقوامی سیاست اور قومی تحریکوں کی تاریخ میں عظیم سنگ میل ہے۔ دنیا کے بڑے سے بڑے انقلاب میں کسی لیڈر نے بغیر کسی پارٹی، بغیر کسی انجمن کے تن تنہا اتنی بڑی بات کبھی نہیں کہی ہو گی۔ یہ صرف شیعہ مرجع اعظم کی شخصیت ہے جو اتنی بلند نگاہی اور بلند آہنگی سے بات کرتی ہے مرجع اعظم کے معلومات کی گہرائی اور گیرائی سمجھنے کے لئے روح اللہ خمینی مدظلہ کی عظمت جانچنے کے لئے یہ تقریر انتہائی اہم ہے۔ میرے پاس اس تقریر کا متن ۷۴ء۱۹ کا مطبوعہ ہے جو نجف سے آیا تھا۔ یہی

متن بعینہٖ "نہضت امام خمینی" میں بھی موجود ہے۔

تقریر میں ایک جگہ "پیمان وین" کا تذکرہ ہوا ہے۔ اس سے مراد وہ عہدنامہ ہے جو باون دفعات اور دو پروٹوکول پر مشتمل ہے۔ اس عہدنامے میں غیر ملکی سیاسی افراد کو عدالتی اور کسٹم کی رعایتیں دی گئی ہیں۔

دفعہ نمبر ۱۔ جس کا تذکرہ تقریر میں ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

مادہ واحدہ: بمنظور تقویت نیروی دفاعی کشور، بدولت اجازہ دادہ میشود............

ترجمہ:۔ ملک کی دفاعی طاقت بڑھانے کے لئے حکومت کو اجازت دی جاتی ہے کہ مذکورہ ضروریات کے لئے پانچ سال کی مدت میں ڈالر کی مالیت جس کا زیادہ سے زیادہ منافع ۵ بز ہوگا دس سال تک حکومت ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ضمانت پر امریکی بینکوں سے حاصل کرے اور اس سے متعلقہ کاغذات و معاہدات پر دستخط کرے اور ان کا نفاذ عمل میں لائے۔

مذکورہ زر ضمانت شدہ کا استعمال سرکاری اخراجات و قانونِ محاسبات (ڈاکٹ) سے مستثنیٰ ہوگا۔ وزارت دفاع اس قانون کے اجراء کی ذمہ دار ہے۔

آئین ایران کی دوسری دفعہ:

مجلس شورای ملی کسی وقت اور کسی دور میں بھی ایسے قانونی دفعات نہیں بنا سکتی جو اسلام کے قواعد مقدسہ اور حضرت خیرالانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وضع کردہ قوانین کے خلاف ہوں — لہٰذا ضروری ہے کہ ہر عہد اور ہر زمانے میں ایک ایسی کمیٹی موجود رہے گی جس کے ممبر پانچ سے کم نہ ہوں گے۔ یہ ممبر مجتہد و فقہائے متدین ہوں گے اور مجلس شورای ملی کی رکنیت سے معزز ہونگے۔"

اعلامیۂ انقلاب

آغا کی یہ تقریر ہزاروں آدمیوں نے سنی۔ سینکڑوں ٹیپ اسے محفوظ کر کے دور دور چلے گئے۔ حکومت کی پوری مشنری نے اس کے متن اور مضمرات کو دیکھا۔ قوم پوری طرح قدموں پر کھڑی ہو گئی۔ برسوں بچوں نے جو پڑھا تھا وہ سبق بھلا بیٹھے۔ علما کا اثر و رسوخ شدت کے ساتھ نمایاں ہوا۔ لیکن قائد ارجمند اور داعی اسلام اس آواز کو گوش و ہوش سے گزرنا کافی نہ سمجھے۔ ان کی نگاہ بلند نے دل کی صدا کو پتھر کی لکیر بنانا چاہا اور یہی تقریر مرتب انداز میں لکھ کر ایران میں تقسیم کرادی۔

یہ اعلامیہ تقریباً چار بڑے صفحات پر مشتمل تھا۔ طہران اور اصفہان میں اسے چھاپا گیا اور معین وقت پر اس کی چالیس ہزار کاپیاں تقسیم ہو گئیں۔ پانچ سرجوانوں نے نی کس اسی عدد اعلامیے لئے اور دس منٹ

میں یوں بانٹے کہ ایک آدمی بھی پکڑا نہ جا سکا بحرِ بتلفظ اسلامی کے اس اقدام نے ساواک سفاک کو بھونچکا کر دیا۔ ہر شہر اور قریے میں یہ اعلامیہ جوش و شوق سے پڑھا گیا اور اسے انقلابی دستاویز سمجھ کر محفوظ رکھا گیا۔

اعلامیہ کی چند سطریں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا

کیا ایرانی قوم کو معلوم ہے ان دنوں مجلس میں کیا ہوا؟ معلوم ہے کہ بلا اطلاعِ ملت عیاری سے کتنا بڑا گناہ و جرم ہوا ہے؛ معلوم ہے کہ حکومت کی تجویز پر مجلس نے قوم کی غلامی پر دستخط کر دیے؟ ایران کی ذیلی ریاست ہونے کا اقرار کر لیا! امریکہ کو دستاویز کے ذریعے ہمارے وحشی و غیر مہذب ہونے کی سند دے دی۔ ہمارے قومی و اسلامی فخریہ کارناموں پر سیاہ قلم پھیر دیا۔ قومی لیڈروں کی اس لاف و گزاف پر سرخ قلم پھیر دیا جو برسوں سے جاری تھی۔ دنیا کے پسماندہ ترین ملکوں سے بھی ایران کو پست کر دیا۔ ایران کی معزز فوج کی توہین کی۔ عدالتوں کی حیثیت ختم کر دی۔ قوم کو امریکہ کی قید میں دے دیا۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

صرف اس لئے کہ امریکہ ڈالروں کا ملک ہے اور ایران ڈالروں کا محتاج ہے۔۔۔۔ دنیا کی قومیں اسیری سے آزاد ہو رہی ہیں اور

۔۔۔۔۔۔۔ ایران کے ڈھائی ہزار سالہ ترقی کے دعووں کے باوجود رسوا ترین توہین آمیز قرارداد غلط پر دستخط ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ علما کہتے ہیں کہ سنگینوں کے زور سے ملک کی قسمت نہ بگاڑی جائے۔۔۔ ۔۔۔ قوم کو معلوم ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔ یہ مطالبہ اس لئے ہے کہ قوم پر یہ رسوائیاں مسلط نہ کی جائیں۔۔۔۔۔ قوم کو معلوم ہے کہ فوجی افسر قرآن کے بجائے کتاب آسمانی کا حلف اٹھائیں گے؟۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ دونوں ایوانوں کی یہ رائے ذلیل اور اسلام کے خلاف، قرآن کے خلاف ہے اس کی قانونی حیثیت کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

امریکہ اسرائیل کا حامی ہے۔ امریکہ اسرائیل کو قوت دے رہا ہے کہ عرب مسلمانوں کو آوارہ کر دے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ قوم پر فرض ہے کہ ان زنجیروں کو توڑ دے۔ فوج پر فرض ہے کہ اس قدر ذلیل کام کرنے کی اجازت نہ دے۔۔۔۔۔۔۔ یونیورسٹی کے طلبہ کا فرض ہے کہ قوت اور جوش سے اس کا مقابلہ کریں۔۔۔۔۔۔۔ بیرون ملک ایرانی طلبہ پر لازم ہے کہ زندگی کے مسئلے اور مذہب و ملت کی آبرو کو خطرے میں پڑتے دیکھ کر چپ نہ رہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ دنیا بھر کے علما کا مقصد ایک ہی ہے۔ وہ ہے اسلام، قرآن مجید اور مسلمانوں کی حمایت۔ اس مقصد مقدس میں باہمی اختلاف نہیں ہے۔ اجتہاد کی بنا پر اگر جزئی اختلاف ہوں بھی تو ان سے اصولوں میں وحدتِ فکر کو نقصان نہیں

www.shiabookspdf.com

پہنچتا...... اس موضوع کی اہمیت نے ہمارے خاص معروضات کو ثانوی درجہ دے رکھا ہے............ مسلمانوں کو خبر بھی ہے کہ ان دنوں بہت سے علما مبلغ، طلبہ اور بے گناہ مسلمان جیلوں میں ہیں اور قانونی جواز کے بغیر بلا ثبوت جرم وہ زندانی ہیں۔ کوئی عدالت ایسی نہیں ہے جس سے اپیل کی جا سکے اور قرون وسطیٰ کی یہ افراتفری اور لاقانونیت پر بند نہیں باندھا جا سکتا۔ پندرہ خرداد، بارہ محرم کے قتل عام کا یہ تتمہ ہے۔ ملت پاک کے دل زخمی ہیں اور ان کا علاج ممکن نہیں۔

حکمران ادارے ایرانی اقتصادیات کی بہتری، تباہ حال تاجروں کی خوش حالی، تہی دست فقراء کی روٹی پانی اور شدید سردی میں مرنے والے بے خانماں افراد کی بحالی، تعلیم یافتہ جوانوں کی نوکریوں کے بجائے نئے تباہ کن منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ مردانہ سکولوں میں خواتین اور زنانہ سکولوں میں مردوں کی بھرتی ہو رہی ہے جس کے اخلاقی نقصانات سب پر عیاں ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ سرکاری اداروں میں عورتوں کے داخلے کیا فساد پیدا کر رہے ہیں۔

آج ایرانی اقتصادیات امریکہ اور اسرائیل کے قبضے میں ہیں۔ ایرانی منڈیاں ایرانیوں اور مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکی ہیں۔ شکستگی کے آثار تاجر و کاشتکار کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ نئے اصلاحات نے ملک میں امریکہ اور اسرائیل کے لئے بلیک مارکیٹنگ کے راستے کھول

دیے ہیں۔ ملت کی فریاد سننے والا کوئی نہیں۔ میں اس سال کی سردی سے پریشان ہوں۔ عوام کی بھوک اور غربا کی (خدانخواستہ) موت سے گھبرا رہا ہوں۔ ابھی سے اس کی پیش بندی ضروری ہے تاکہ گزشتہ سال کے واقعات غم انگیز کا اعادہ نہ ہو۔ تمام بستیوں کے علماء اعلام کو اس طرف توجہ کرنا چاہیے۔ میں عظمت اسلام و اہل اسلام کی اللہ سے دعا کرتا ہوں۔ میں اجنبی ہاتھوں سے مسلمان حکومتوں کی رہائی کے لئے دعا کرتا ہوں ــــ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

ردِّ عمل

سب کے دل کی آواز، سب کی صدا، دس کا خلاصہ تھا یہ اعلامیہ۔ ملک کا ہر طبقہ بلکہ ملت اسلامیہ کا ہر صاحب شعور آغا کا مؤید تھا۔ عوام حکومت کے خلاف باہر نکل آئے۔ "انقلاب سفید" کی حقیقت کھل گئی۔ نئے معاہدے اور کیپچولیشن کی مخالفت میں ٹیلی گرام، خط اور بیانات کا تانتا بندھ گیا۔ ہر شخص اس معاہدے کو ختم کرنے کا مطالبہ کرنے لگا۔ حکومت کو اتنی بڑی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا کہ حواس اڑ گئے۔

مجلس سنا طلب ہوئی اور حسن علی منصور، وزیر اعظم نے الٹی سیدھی تقریر میں اعتراضات کے جواب دیے۔

وزیر اعظم کی تقریر

"...... مجھے افسوس ہے گزشتہ چند روز ایسے گزرے جن میں بہت افسوس ناک مسائل سننے میں آئے۔ محترم سینیٹروں کو یاد

ہے کہ سیاسی تحفظات کی خاطر کچھ امریکی فوجی مشیروں کے لئے ایک قرارداد پاس ہوئی اور امریکہ نے کچھ تحفظات عطا کیے۔ یہ بات اسی ملک میں نہیں ہوئی ہمارے ہمسایہ ملکوں میں بھی ایسا ہو چکا ہے۔ ہمارے یہاں کچھ تحریکیں اٹھائی جا رہی ہیں جو اس ملک و ملت کی شان کے خلاف ہیں۔ یہ باتیں چونکہ منظر عام پر آ گئی ہیں لہٰذا مجھے اس پر کچھ کہنا ضروری ہے۔"

وزیر اعظم نے قرارداد اور اس کے پس منظر اور موجودہ بحث و نظر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

"چونکہ پانچویں کالم کے کچھ ممبروں کے اثر و نفوذ کی وجہ سے کچھ واقعات کا رونما ہونا ممکن ہے اس لئے مجھے اس مسئلے پر موشگافی کرنا پڑی۔ وہ لوگ پہچانے جا چکے ہیں ـــــ جھوٹی خبریں کچھ آدمیوں تک محدود ہیں۔ قوم نے بے امنی کے رشتے توڑ رکھے ہیں۔ حکومت ایران نے سیاسی تحفظات کی خاطر کچھ فوجی مشیر بلائے ہیں اور اس سے ملک و ملت کے حقوق کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا ہے دنیا کے چھوٹے بڑے ملک دفاع کو مستحکم کرنے کے لئے اس قسم کے معاہدے کرتے رہتے ہیں ...... ایرانی افواج ہی نہیں قوم اور حکومت نیز دونوں ایوان مناسب مواقع پر داخلی اور خارجی دشمنوں کے حملوں کا جواب دیتے رہیں گے۔ دراصل پوری قوم یک دل اور ہم آہنگ ہے اور خدمت گزار حکومت کی معاون و مددگار ہے۔"

یہ تقریر سرکاری اخباروں میں چھپی۔ قوم نے انتظار کیا کہ شاید خود بادشاہ بھی کچھ بولیں گے مگر صد لائے برخواست اور ملک و قوم نے حکومت کی بے سروپا باتوں کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ ہر طرف وزیر اعظم کی تقریر کو بے معنی اور غلط قرار دیا گیا۔

قائد بزرگ کی جلاوطنی

حکومت سے بڑھتی ہوئی نفرت اور عوام کا روز افزوں اتحاد، حضرت آیۃ اللہ کے شدید اور کامیاب حملے، بادشاہ کے ایوان کی دیوار ہلا چکے تھے۔ آئے دن کے جشن چراغاں، روز روز کے میلے، فلموں اور اخباروں کے شاندار جھوٹے پروپیگنڈوں کی بنا پر اس میں اضافہ ہوا۔ کچھ دن بعد شاہ پرستی اور دروغ بافی کا جنازہ نکلنے والا تھا۔ اب صورت یہ تھی کہ اگر اس خطرے کو ٹالنے میں کامیابی ہو گئی تو جنسی بے راہ روی اور اخلاقی آوارگی نے لاقانونیت کے ذریعے پوری فضا کو زہر آلود کر کے اچانک پھٹنے والا کوہ آتش فشاں ایران کو اپنی آغوش میں لے کر قصر مرمر کو خاکستر میں بدل دے گا۔ امریکہ کی غلامی کا پھندا گردن شاہ میں تھا اس لئے قوم کو اس زنجیر میں بندھنا چاہیے تھا اور اگر عوام کے جذبۂ لذت اندوزی و اخلاق باختگی و شاہ دشمنی نے ان زنجیروں کو توڑ دیا تو حکومت کی تبلیغ لادینیت کا بھیانک نتیجہ روس کی غلامی ہو گا۔ بادشاہ نے فیصلہ کیا کہ دوسری صورت قبول ہے یعنی دین کو یکسر نظر انداز کر دے اور روسی نظام

امریکی سنگینوں کے سائے میں مکمل طور پر نافذ کر دیا جائے۔

۲۰۔جمادی الثانیہ ۴ آبان ماہ کو آغا نے قم میں تقریر فرمائی۔ ۲۴۔ جمادی الثانیہ ۸ر آبان ماہ کو سینٹ کا اجلاس ہوا۔ دو تین دن قومی صورت حال اور عوامی ردعمل کا جائزہ لیا گیا۔ جب وزیر اعظم کو جوابی تقریر کی ناکامی کا یقین ہو گیا تو حکومت نے حضرت آیت اللہ خمینی کو ملک میں رکھنا خطرے کی علامت مان لیا۔

۲۹ر جمادی الثانیہ ۱۳۸۴ھ ۱۲ر آبان ماہ ۱۳۴۳ھ ش ۴ نومبر ۱۹۶۴ء کی رات کو سینکڑوں کمانڈوز، چھتر باز، مسلح سپاہی، بکتر بند گاڑیوں میں قم پہنچے اور آقای خمینی کا مکان اچانک محاصرے میں آ گیا۔ دنیا سو رہی تھی۔ فضا تاریک اور شہر خاموش تھا۔ لوگ محوِ خواب تھے۔ سکون شب میں سیڑھیاں لگا کر بہت سے سپاہی آیت اللہ کے گھر میں کود پڑے اور آغا کو ڈھونڈنے اور آدمیوں کو مارنے لگے۔

آقای خمینی اندرونی مکان کے حجرے میں نماز شب و دعا میں معروف تھے۔ بیرونی مکان اور مردانے گھر میں ہنگامہ و شور کی صدا گوش مبارک میں پہنچی تو حجرے سے باہر صحن میں آ گئے۔ لباس زیب تن کیا۔ دروازے کے پاس پہنچے تو قفل لگا ہوا تھا۔ کنجی تلاش کر رہے تھے کہ پولیس نے دروازے پر گھونسے ٹھوکریں اور بندوق کے کندے مارنا شروع کیے۔ آغا نے پکار کر کہا۔

"وحشت نہ دکھاؤ، دروازہ کھولتا ہوں۔"

خون آشام درندوں نے ایک حملے میں دروازہ توڑ ڈالا۔ آغا نے اسی وقت اپنی مہر اہلیہ معظمہ کو امانت دیتے ہوئے فرمایا:

"اللہ کے حوالے کیا۔"

اور فوراً عقبی دروازے سے گلی میں آ گئے جہاں پولیس کا پہرہ تھا۔ اس کاروائی کا مقصد یہ تھا کہ حملہ آوروں سے مار پیٹ نہ ہونے پائے اور حرم سرا کی عزت نہ جائے۔ گلی کی پولیس اور فوج سے باہر جیسا ہو گا دیکھا جائے گا۔ لیکن ان لوگوں نے کوئی قدم نہ اٹھایا۔ آغا کو گھیرے میں موٹر تک لائے اور آغا کے بیٹھتے ہی گاڑی ہوا ہو گئی۔

فاطمی اسپتال کے پہرہ دار کا بیان ہے کہ آغا کو گلی سے سڑک تک فاکس ویگن میں لائے اور سڑک پر کھڑی ہوئی شیورلٹ کار میں بٹھایا۔ اس وقت چار سو سے زیادہ مسلح پولیس کے آدمی آغا کو گھیرے ہوئے تھے۔ آغا نے مسکراتے ہوئے کچھ فرمایا۔ میں نے صرف اتنا سنا:

"ایں ہمہ قوامی خواست۔"

ایک سو چالیس کیلو میٹر کا فاصلہ نوے منٹ میں طے ہوا اور مہر آباد کے ہوائی اڈے پر گاڑی رکی ــــ سرہنگ مولوی نے وائرلیس سے کسی کو پوری رپورٹ دی۔ خیال ہے کہ سرہنگ مولوی بادشاہ کو رپورٹ دے رہا تھا۔

وطن سے دور ترکیہ میں

۲۹ر جمادی الثانیہ کا آفتاب افق سے باہر نہ آیا تھا کہ ہوائی جہاز کی لائٹ چمکی اور انجن سٹارٹ ہوا۔ آغا کا پاسپورٹ آغا کو پیش کرتے ہوئے کہا گیا۔

”آپ ترکیہ جا رہے ہیں اور گھر والے بھی وہاں پہنچا دیے جائیں گے۔“

سرھنگ افضلی آغا کے ساتھ ہوائی جہاز میں بیٹھ گئے۔ طیارہ اڑا۔ اتنے میں ایک شخص نے عرض کی:

’اجازت ہے کہ چائے لاؤں۔‘

آغا نے سرھنگ افضلی سے پوچھا۔

”یہ مسلمان ہیں؟“

گارسون نے عرض کی۔

’جناب والا! میں فلاں عالم کا فرزند ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔“

آغا نے چائے پی

حیرت انگیز جرأت و ذکاوت و سیرت

آغا بہت کم سخن، خاموش، رکھ رکھاؤ کے آدمی ہیں، بذلہ سنجی، لطیفہ گوئی، تبادلۂ خیالات، ادھر ادھر کی باتوں سے دلچسپی نہیں رکھتے۔ خوشی اور غمی میں غیر معمولی آثار ان پر طاری نہیں ہوتے، ہر افتاد کو تحمل سے دیکھتے اور اس سے بچنے کی انتہائی کامیاب

تدبیر سوچتے ہیں۔ وقت کا ضیاع نہیں کرتے۔ خاص الخاص آدمی بھی ان کا مافی الضمیر نہیں سمجھ سکتے۔

افضلی، سی آئی ڈی کے افسر اور خاص تربیت یافتہ فوجی آدمی تھے۔ ان کے ہمراہ جانے کا مقصد یہ تھا کہ راستے میں آغا کے نفسیات دیکھیں۔ ذہنی کیفیت کا امتحان لیں اور سزائے ترک وطن سے انکے تاثرات معلوم کریں۔ ممکن ہے کہ آغا شکست مان چکے ہوں۔ ناکامی محسوس کرتے ہوں اور وطن سے دوری پر فکر مند ہوں یا پھر انھیں غصہ آگیا ہو۔ وہ بادشاہ کے خلاف غم و غصے کا اظہار کریں۔ ممکن ہے ایران میں وہ اپنے آدمیوں کا نام بتائیں کہ میرے بعد دیکھنا ایران میں کیا ہوتا ہے فلاں عالم یا فلاں لیڈر سے میں نے کہہ دیا ہے کہ پروگرام جاری رکھے وغیرہ وغیرہ۔

سرھنگ افضلی نے بالکل بے جوڑ بات کہی۔

’اگر پسند فرمائیں تو ہوائی جہاز کی مشین دیکھیں۔‘

رات بھر کی جاگ، گھر پہ حملے کی اذیت، بال بچوں کا چھوٹنا، قم سے طہران تک تیز رفتار کار کا سفر اور اب وطن سے دور جانے کی بات، خالی ہوائی جہاز۔ امید تھی کہ آغا تیار نہ ہوں گے اور انتہائی کبیدگی سے خاموش بیٹھنا پسند کریں گے اور افضلی کو بات کرنے کا موقع دیں گے مگر خلاف توقع آغا اٹھے اور کیبن کی طرف بڑھے۔ ایک ایک پرزہ، ایک ایک مشین کی تفصیل پوچھتے رہے اور پورا سفر ہوائی جہاز کی

www.shiabookspdf.com

تکنیک سمجھنے میں گزر گیا۔ سرھنگ انفلی حیران تھا کہ میں کیا چاہتا تھا اور قصہ کیا ہو گیا۔

آغا ترکیہ پہنچے اور بورسا نامی شہر میں ان کے قیام کا انتظام ہوا۔

قم کا عالم

قم کے لوگ صبح کو گھر سے نکلے تو شاہی فوج شہر پر قابض تھی۔ مارشل لا لگا ہوا تھا۔ باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ صحن حرم، علما کے مکان فوج کے کنٹرول میں اور شہر کا محاصرہ تھا۔

آقای مصطفےٰ جیل میں

نو بجے صبح حجۃ الاسلام حاج سید مصطفےٰ خمینی گرفتار ہو گئے۔ وہ صبح سویرے کسی نہ کسی طرح گھر سے نکلے اور علماء اکابر سے ملے۔ کچھ آدمی ان کے ساتھ تھے۔ علما سے ملتے ملاتے آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی مدظلہ کے مکان پر پہنچے۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ کمانڈوز کے آدمی دیوار اور چھتوں سے گھر کے اندر اترے اور آقای مصطفےٰ کو گرفتار کر کے تھانے اور وہاں سے قزل قلعے لے گئے۔ قزل قلعہ خفیہ پولیس کا تحقیقاتی مرکز ہے اور یہاں اذیت رسانی کے خطرناک ترین آلات تھے اور انسان کو شدید ترین اور جدید ترین سائنسی آلات کے ذریعے اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں۔

آغا کے فرزند اکبر سید مصطفےٰ ایک عرصے تک قزل قلعے میں رکھے گئے۔

اخبارات کا اعلان

سہ پہر کو چھپنے والے اخبارات میں اتنے بڑے واقعے کی مختصر سی خبر ساواک کے حوالے سے شائع ہوئی:

"باوثوق ذرائع اور کافی دلائل وشواھد کی بنا پر آقای خمینی اور ان کی تحریک قومی مفاد، ملک کی آزادی وسلامتی وامن عامہ کے خلاف ثابت ہونے کے بعد موصوف کو بتاریخ ۱۳، آبان ماہ ۱۳۴۳، ایران سے جلاوطن کیا گیا — سازمان اطلاعات وامنیت کشور۔"

"الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ۔"

(حج، آیت ۴۱)

تخت وتاج خطروں کی زد پہ

آیت اللہ خمینی مدظلہ کی جلاوطنی نے تمام ایران کو ہلا دیا۔ لوگوں پر غم والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حکومت کی انتہائی سنگدلی اور قوم دشمنی پر غیظ وغضب کی لہر دوڑ گئی۔ طہران، قم، اصفہان، مشہد جیسے شہروں میں دکانیں بند ہو گئیں۔ احتجاج ہونے لگے۔ مرکز میں فوج کو تیاری کا حکم دے دیا گیا۔ آمرانہ نظام ایک مرتبہ پھر فاشزم اور خونخواری پر اتر آیا۔ قوم نے بادشاہ کے تیور دیکھے۔ طہرانی عوام غیر معمولی ذہانت کے مالک ہیں۔ انھوں نے

زبردست مظاہروں میں پُرامن اور منظم رہنے کے حیرت خیز نمونے پیش کیے تھے۔ اس موقع پر شاہ سے نفرت کی لہر مرد و زن کی دلی گہرائیوں سے اٹھی تھی۔ انھوں نے زبردست جلوس نکالے مگر گولی نہ چلنے دی۔ نفرت و احتجاج کا مظاہرہ ہوا مگر خوں ریزی نہ ہونے دی۔ پندرہ دن تک پولیس اور ساواک شہریوں کو دھمکاتی رہی مگر دکانیں بند رہیں۔

چوریاں

ساواک، جو قوم کی دشمن اور شاہ کی خوں ریز تلوار تھی۔ ساواک جس کا ہر سپاہی چنگیز و ہلاکو تھا۔ بچوں کا اغوا، گھروں میں گھسنا، جوانوں کو مارنا، معززین کی بے حرمتی کرنا، گھونسا لات، لوٹ مار ان کا سبق تھا۔ روئے زمین پر ان سے زیادہ انسان دشمن شاید ہی کوئی ہو۔ انقلاب سفید کے موقع پر ان لوگوں نے وسیع پیمانے پر لوٹ مار، ڈاکہ اور چوری کا بازار گرم کیا تھا۔ اس مرتبہ بھی ساواکیوں نے دکانوں کے تالے توڑے اور بہت بڑی بڑی چوریاں کیں۔ دکان داروں کو لوٹ لیا۔ مجبور شہری نہ پولیس میں رپورٹ لکھوا سکتے تھے نہ قانون سے امداد ملتی تھی۔ بدمعاش دندناتے پھرتے تھے اور کمزور، نہتے عوام دن دہاڑے لٹ پٹ کر خاموش رہ جاتے تھے۔

احتجاج

نجف و قم کے علما کا اہم ترین احتجاج یہ ہے کہ نماز جماعت نہیں پڑھاتے اور حوزۂ علمیہ کا درس بند کر دیتے ہیں۔ اس موقع پر بھی علما نے یہ دونوں

اقدام فرمائے۔ اس کا ایک اور نتیجہ یہ ہوا کہ مجلسوں اور محفلوں میں خمینی کا چرچا ہونے لگا اور نفضا کا طوفان دلوں پہ چھاگیا۔ تمام دنیا کے علما نے تار اور خط، بیان اور تقریر کے ذریعے بادشاہ کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اکابر علماء اعلام نے آقای خمینی کو بھی خط لکھے اور ان کو اپنی امداد کا یقین دلایا۔ ان خطوط میں مشہد مقدس کے مرجع اکبر آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد ہادی الحسینی مرحوم کا خط اپنی تاریخی حیثیت سے انتہائی اہم ہے۔ جس کا خلاصہ قابل غور ہے۔

آیۃ اللہ میلانی کا مکتوب گرامی

بسم اللہ تعالےٰ
ولہ الحمد

ترکیہ اسلامبول۔

حضرت مستطاب حجۃ الاسلام والمسلمین آقای حاج آقای روح اللہ خمینی دامت برکاتہ۔

سلام و تحیات فراواں۔ آستان قدس میں ہر طرح کی دعاؤں سے یاد کرتا ہوں اور آپ کے وجود مبارک کو علما اور تمام امت اسلامیہ کیلیے پروردگار عالم سے طلب کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ توجہات مقدسۂ حضرت ولی عصر ارواحنا لہ الفداہ کی حمایت میں رہیں اور مقاصد عالیہ میں کامیاب ہوں گے۔ بیچہار شنبہ ۲۹ جمادی الثانیہ ۸۴ھ کو حضرت عالی کے جلاوطنی کی خبر ملی اور حضرت عالی کی اس فریاد کو ملت اسلامیہ کے کانوں تک پہنچنے سے روک دیا گیا جس کے ساتھ علما ہم نوا ہو رہے تھے۔ صبح

پنجشنبہ سے متعدد گھر محاصرے میں ہیں اور لوگوں کو با دلیل بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ کے حضور میں فریاد ہے اور ولی خدا حضرت مہدی آخر الزماںؑ کی خدمت میں عرض تمنا ہے۔ گویا ان لوگوں نے نفقط قرآن مجید اور آئین اسلام ہی کو نہیں بلکہ قوانین ملک اور آئین اقوام عالم کو بھی کچل دیا ہے۔ کس قدر خوش نصیب ہے وہ سرزمین جہاں حضرت عالی تشریف فرما ہیں۔ صاحبان ایمان کے دل آپ سے لو لگائے ہوئے ہیں۔ اللہ نے لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل کر دیئے ہیں۔ علما اور دینی حلقوں کی آپ زبان گویا ہیں۔ علما کی تمام تر تائید و نصرت آپ کے ساتھ ہے۔ آپ کی بات حق و حقیقت ہے۔ سب علما دعا گو ہیں۔

میں آپ کو آپ کے جدّ بزرگوار حضرت سید الشہدا علیہ السلام کا وہ ارشاد یاد دلاتا ہوں جو حضرت ابوذر علیہ الرحمہ کے وداعِ مدینہ منورہ کے وقت فرمایا تھا:

"عم محترم! جو صورت حال آپ کے سامنے ہے اللہ اسے بدل دینے پر قادر ہے۔ اللہ کی ہر آن نرالی شان ہے۔ قوم نے اپنی دنیا آپ سے بچالی اور آپ نے ان کے مقابلے میں اپنا دین بچالیا۔ لیکن جو انھوں نے آپ سے بچا لیا اس نے آپ کو غنی نہیں بنایا اور جو آپ نے بچا لیا اس کے وہ ضرورت مند ہیں۔ آپ اللہ سے صبر و مدد کی دعا کریں۔"

یہ لوگ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ معیبتیں کون لوگ لائے اور کن اسلحہ سے انھوں نے مسلمانوں کو قتل کیا۔ کتنے تعجب کی بات ہے۔ یہ لوگ فارس اور پندرہ خرداد سے اپنی بے تعلقی و بے گناہی کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ فئہ باغیہ نے عمار یاسر رضوان اللہ علیہ کو شہید کیا اور ان کا خون حضرت علی علیہ السلام کے ذمے ڈال تھا۔ باوجودیکہ حضرت عمار حرمت قرآن کی حمایت میں حاضر رکاب آنحضرتؐ تھے۔ آپ جیسے وارث انبیا بھی اسی راستے پر گامزن ہیں جو اللہ نے پیغمبران اولوالعزم اور ائمہ ھدیٰ علیہم السلام کے لیے معین فرمایا ہے۔ کلمہ توحید کے اعلان سے باز رکھنے کے لئے حضرت ابراھیم علیہم السلام کو آگ میں ڈالا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک کاٹا اور آپ کے جدّ بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو طویل مدت تک جیل میں رکھا گیا۔ ان سب کوششوں کے باوجود چراغ خدا کو بجھا نہ سکے ——— وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنا نور کامل کرے۔

علما کہتے ہیں ——— اسلامی مملکت میں ایسے لوگوں کو بالادستی نہ دی جائے جو اخلاقی اور عقلی صلاحیت نہیں رکھتے۔ جو لوگ اس ملک کے بیت المال اور قرضوں سے مسلمانوں کے خلاف کام کرتے ہیں انھیں یہ حق نہ دیا جائے۔ علما کہتے ہیں ——— علماء کرام و خطبا عظام، دانشور اور اساتذہ دانشگاہ کو جیل میں نہ رکھا جائے۔ زندگی کے

ابتدائی حقوق سے محروم قوم پر مزید ظلم نہ کریں۔ علما اس سرزمین کے آب و خاک کے حامی ہیں۔ اگرچہ ابلاغ عامہ کے ادارے ان پر اسکے برخلاف اتہام لگاتے رہتے ہیں۔

ملت اسلامیہ، مکمل اتحاد و مضبوطی کے ساتھ علماء اسلام کے مقاصد کا ساتھ دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کی امید پر یقین رکھیں گے ـــــ "اللہ نے مومنین اور اعمال صالحہ بجالانے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ انھیں زمین پر حکومت عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلی امتوں سے کیا اور جو دین اللہ نے ان کے لئے پسند کیا ہے اسے قوت دے گا اور انھیں خوف کے بعد امن و اماں بخشے گا" ـــــ آخر میں میں آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں...... ۵ رجب ۱۳۸۴

ایران۔ مشہد مقدس!

دوسرے خطوط

حوزۂ علمیہ کے زعیم، مجاہد و مرجع اعظم آقای میلانی نے تمام علما کو احتجاج کرنے کے لئے تار دیے۔ آیت اللہ حسن طباطبائی قمی نے بھی یہی کیا۔ آیۃ اللہ سید محمد رضا گلپایگانی مدظلہ نے آقای خمینی کو سفیر ایران کے ذریعے تار دیا جس میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"حضرت عالی کی جلاوطنی کو علما کے مرتبہ بلند کے خلاف سخت اقدام سمجھتا ہوں اور مجھے سخت اذیت پہنچی ہے۔ قوم کی اکثریت کا عقیدہ ہے کہ علماء اعلام ہی

مرکز شکایت ہیں اور وہی قوانین کی منظوری نامنظوری کا حق رکھتے ہیں۔ بے حد افسوس کا مقام ہے کہ علماء اعلام کے خلاف جسارت کی جائے اور جو لوگ تعلیم اسلامی کے مطابق نظام چلا سکتے ہیں انھیں پانچواں کالم کہا جائے اور ناجائز حملوں کا نشانہ بنایا جائے۔ میں اس واقعہ کی اصلاح کے سلسلے میں اپنے فرائض انجام دے رہا ہوں اور اقدام کروں گا....." ۹۔ رجب

آیت اللہ آقای سید کاظم شریعت مدار مدظلہ:

"...... جناب والا کی جلاوطنی شدید رنج و غم کا سبب ہے۔ میں خدا سے آپ کی جلد از جلد حوزۂ علمیۂ قم میں واپسی کے لئے دعا کرتا ہوں تاکہ پریشانی ختم ہو۔ میں حد امکان بھر اقدامات کر رہا ہوں اور اس سلسلے میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا......"

۹ رجب کو آقای شریعت مدار نے آقای میلانی کو مفصل تار دیا اور اس میں حکومت پر سخت تنقید فرمائی۔

آیت اللہ سید علی موسوی بہبہانی نے خوزستان کے عوام کو ایک اعلامیہ بھیجا جس میں آقای خمینی کی جلاوطنی کے خلاف احتجاج اور حکومت پر کڑی تنقید تھی۔

ایک ایک تار میں دس دس، بیس بیس علماء افاضل و طلبہ کے دستخط کر کے علماء اعلام، سفیر ترکی، حکومت ایران اور اکابرِ ملت کے نام ارسال ہوئے۔ اعلامیے چھپے۔ بین الاقوامی اداروں، مسلمان رہنماؤں کے نام پیغام بھیجے گئے۔

اہم اقدامات

بعض علماء قم نے وزیر دربار کو بلا کر آغا کی رہائی پر بات کی لیکن وزیر نے عذر کر دیا۔ اس کے بعد اسلامی ممالک کے سفرا اور سربراہانِ مملکت کے نام اپیلیں روانہ کیں۔ اندرون ملک عوام سے گہرا رابطہ پیدا کیا۔ تمام علماء یک زبان ہو کر شاہ کے خلاف بولنے لگے۔ حکومت کی طرف سے آیت اللہ کا نام لینا جرم قرار دیا گیا۔ ساواک کی نفری بڑھا دی گئی۔ محلے محلے جاسوسوں کا جال پھیلا دیا گیا۔ یہ لوگ علماء کے خلاف افواہیں پھیلانے لگے۔ علماء کو شہروں سے نکالا جانے لگا۔ مگر صف اول کے علماء محاصرے میں ہونے کے باوجود شاہ پر دباؤ ڈالتے رہے۔ چھوٹی چھوٹی انجمنیں بن گئیں۔ سینکڑوں انجمنوں نے ایران میں سفیر ترکیہ کو میمورنڈم بھیجے جن میں آیت اللہ خمینی کو ترکیہ میں زیر حراست رکھنے پر احتجاج تھا اور ترکیہ کے خلاف جذبات کا اظہار۔ ترکیہ کے علاوہ دوسرے عرب سفراء کو بھی قم میں بلا کر بات چیت کی۔ تاکہ مسلمان ملک مداخلت کریں اور آقای خمینی کو ایران واپس آنے میں مدد دیں۔

نمائندۂ علماء ترکیہ میں

خود علماء نے اپنے طور پر ترکیہ میں آدمیوں سے آقای خمینی کی صحت و منزل و کیفیت طلب کی۔ ترکیہ میں علماء اور دینی حلقوں نے آغا کی خبرگیری میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ادھر بادشاہ مجبور ہو گیا اور اس نے علماء کا حکم مانا۔ ایک نمائندے کو ترکیہ جانے اور آغا سے ملنے کی اجازت دے دی۔ نمائندے کی روانگی کے بعد ہی ۱۵۔ شعبان ۱۳۸۴ھ کو آیت اللہ خوانساری کے داماد سید فضل اللہ ہوائی جہاز سے اسلامبول پہنچے۔ دوسرے دن آقای خمینی بورسا سے اسلامبول کے اس ہوٹل میں پہنچا دیے گئے جہاں سید فضل اللہ صاحب مقیم تھے۔ بورسا میں علماء کا نمائندہ مل چکا تھا۔ اسلامبول کے ہوٹل میں ساواک کے آدمیوں کی موجودگی میں جناب سید فضل اللہ سے آغا کی کئی ملاقاتیں ہوئیں جن میں آغا نے اپنے فرزند ارجمند آقای حاج سید مصطفٰے خمینی کی گرفتاری پر اطمینان کا اظہار فرمایا اور یہ جملہ کہا۔

"ان کے لیے جیل بہت مفید ہو گا۔ وہ مستقبل کیلئے وہاں سوچ کر منصوبہ بنا سکتے ہیں۔"

دونوں نمائندوں کی ایران واپسی پر قوم نے اطمینان کی سانس لی۔

پروپیگنڈہ

"پست تہران" نامی اخبار کا ایڈیٹر تل ابیب کا وظیفہ خوار اور اسرائیل نے

جلانے والا یہود نواز تھا۔ اس نے ساواک کی شہ پر آغا کے خلاف سخت قسم کا پروپیگنڈا اور شدید حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جس سے مشتعل ہو کر کچھ جوان اس کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔

طلبۂ قم کے آرگن "بعثت" نے اخبار کے مہملات کا جواب دیا اور حکومت سے مدیر "پست تہران" کو سزا دینے کی اپیل کی۔ "بعثت" نے ڈاکٹر مصدق کی حکومت کا وضع کردہ قانون یاد دلایا جس کی رو سے اکابر علما کی توہین، بادشاہ کی توہین کے مساوی قرار دی گئی ہے۔

طہران کے سیکڑوں افراد نے ملاقات اور ٹیلیفون کے ذریعے مدیران جرائد سے ان کے رویے پر روک ٹوک کی۔ مدیران جرائد نے حکومت کی طرف سے ڈکٹیٹ کرانے اور مراسلات شاہی کے شائع کرنے کی ہدایت کا عذر کیا۔ عموماً ایڈیٹر یہی جواب دیتے رہے اور جب ادارۂ اطلاعات کے افسروں سے باز پرس ہوئی تو انھوں نے "فرمان ہمایونی" کا حوالہ دیا۔ یہ سلسلہ شہر شہر جاری تھا۔ کرمان میں تو عوام نے روزنامہ "فاتح" کے دفتر کو آگ لگا دی۔

آیت اللہ مرعشی کا بیان

آیت اللہ العظمیٰ سید الحاج شہاب الدین نجفی مرعشی مدظلہ العالی نے ۱۲ رجب ۸۲ھ کو اپنے بیان میں اخبارات کی روش پر سخت گرفت کی اور مدیران کو اس طریقہ کار پر تنبیہ کی۔

ان کے بیان میں تھا:

"..... علماء شیعہ نے ..... وطن سے محبت کی بنا پر کبھی کسی کو ایک انچ زمین پر قبضہ نہیں کرنے دیا۔ تاریخ اس کی زندہ گواہ ہے۔ ارباب بینش و دانش موجود ہیں۔ گزشتہ عہد کی تاریخ کے بارے میں دیکھے اور پوچھے تو علما کی جاں نثاری و قربانی کا حال معلوم ہو۔ ان حضرات نے صفویوں سے پہلے، صفویوں کے زمانے میں اور ان کے بعد وطن کی حفاظت اور اسلام کی حمایت میں کتنی خدمتیں کی ہیں یہ کتابیں خود فارسی زبان میں لکھی ہوئی ہیں — بیس علما کی فہرست .....

گزشتہ واقعات اور حالیہ اقدامات میں بھی علما پیش پیش ہیں سید بزرگوار، مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مستطاب آیت اللہ خمینی دامت برکاتہ بھی انہی بزرگان دین میں ہیں۔ آقای خمینی اور دوسرے علما کے مقاصد اور کیا ہیں ..... کیا ان کا مقصد حفاظت دین نہیں ہے؟ — کیا حفاظت احکام شرعیہ ان کا مقصد نہیں ہے؟ — حفظ احکام الٰہیہ نہیں ہے؟ — آیا ان کا نصب العین آزادی ملک کی حفاظت نہیں ہے؟ — کیا وہ ایسے کام کرنے سے نہیں روک رہے ہیں جن سے سر چھوٹیں؟ — ملک غیروں کے قبضے میں چلا جائے۔ کیا وہ یہ نہیں کہتے کہ ایسے کام نہ کرو جو بدنظمی کا سبب ہوں؟ ان کے علاوہ بھی انہوں نے کچھ کہا؟ واللہ ان باتوں کے علاوہ انہوں نے

کچھ نہیں کہا۔ خدا کی قسم! اس کے علاوہ کچھ نہیں فرمایا۔ اللہ کی قسم! ان باتوں کے علاوہ کچھ نہیں کہا۔ میں اسم جلالہ کی قسم کھا کر عرض کر رہا ہوں۔ جس نے بھی قلم اٹھایا اور جس نے بھی بات کی۔ تمام علما اس مقصد میں شریک رہے۔ آزادی، احکام شرعیہ و فرامین الٰہیہ کی حفاظت... اس مقدس نصب العین پر گزشتہ اور موجودہ علما قائم ہیں اور آئندہ بھی انشاء اللہ اسی مقصد میں متفق رہیں گے اور آج بھی متفق ہیں۔ اگر موصوف جلاوطن کیے گئے ہیں تو ہم سب جلاوطن ہوئے ہیں۔ وہ گرفتار ہوں تو ہم سب گرفتار ہیں۔ یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ جب چند افراد کسی مقصد میں متحد ہوں تو ان میں سے ایک آدمی کا مبتلائے مصائب ہونا سب کا مبتلا ہونا ہے۔ یہی نہیں کہ موصوف مبتلائے مصائب ہیں۔ نہیں، سب مبتلا ہیں۔ آپ حضرات کے سامنے بیٹھا ہوا میں بھی مبتلائے مصائب ہوں۔ میں بھی قید ہوں۔ قید کی قسمیں ہیں۔ ایک جملہ بھی نہ کہنے دینا قید ہے۔ ہم کچھ نہیں لکھ سکتے۔ ہم مسلسل حراست میں ہیں......

.... ان خدمات کا نتیجہ یہ ہے کہ اخبارات ہتکِ عزت پر اتر آئیں۔ دنیا کے اخبارات دیکھیے۔ علما کی بے عزتی، ان کی آبرو پر اتنے حملے اور بھی کہیں دکھائی دیتے ہیں؟ دیکھیے! میں نے کسی ملک کے اشاعتی لٹریچر میں اتنی جرأت نہیں دیکھی جو اس محترم و عظیم الشان طبقے کے بارے میں یہاں ہو رہی ہے۔ یہ ایک شخص کی

بے حرمتی نہیں، سب کی بے عزتی ہے۔ یہ نہ کہیے گا کہ ایک شخص کی توہین ہے۔ نہیں، سب کی توہین ہے۔ ہم ایک معاشرے، ایک مشترک زندگی کے افراد ہیں۔ ٹھیک ہے؟ مناسب ہے؟ انسان اتنا بے انصاف ہو سکتا ہے؟ علما کی اس حد تک رسوائی کر سکتا ہے؟

.... کہتے ہیں، آخر اخبارات ایسا کیوں لکھتے ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ جناب وہ (مدیر) اپنی ذاتی رائے لکھتا ہے۔ جناب والا! اگر ذاتی رائے آزاد ہے تو مجھ سید کی رائے کیوں آزاد نہیں ہے؟ میں بھی کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے کیوں نہیں لکھنے دیا جاتا؟....

..... بات بھی کرو گے تو جرم ہو گا۔ جلاوطنی، قید اور شکنجہ ہے۔ آخر بے انصافی کی کوئی حد ہوتی ہے؟..... دورِ شراب پاشی یونہی چل رہا ہے۔ کون عالم ملک کا دشمن ہو سکتا ہے؟ تم آیت اللہ خمینی جیسے سیدِ محترم کو پانچواں کالم کہتے ہو؟ ان کی تعبیر فقط کالم سے ہوتی ہے؟ یہ بات آدمی باور کر سکتا ہے؟ موصوف کے فرزند کو میرے گھر سے آن کر پکڑ لے جائیں؟ یہ گھر کبھی عوام کی پناہ گاہ تھے۔ آپ کو یاد نہ ہو تو بڑے بوڑھوں سے پوچھیے یہ گھر قلعے سمجھے جاتے ہیں۔ لوگ پناہ لینے آیا کرتے تھے۔ خدا گواہ ہے ان میں کچھ لوگوں کے ہاتھ بھی بندھے ہوتے تھے۔ ان (سید مصطفیٰ) کے ہتھکڑی نہیں ڈالی۔ وہ مقابلے کے بغیر چلے گئے۔ میرے گھر میں مشین گن لائیں؟ میں جنگ آزما تھا؟ میں ان سے لڑ رہا تھا؟ ایک بیٹا اپنے والد کی

گرفتاری کے غم میں دل شکستہ آیا تھا۔ مجھ سے بات کرنا تھی۔ اسے یوں پکڑ لے گئے؟ دیوار پھاند کر آئے۔ اب کسی کی کیا آبرو رہ گئی؟ میں اپنے بارے میں سوچتا ہوں۔ اکتالیس سال سے ...... اس شہر میں خدمت کر رہا ہوں ــــ میں بہت برا ہوں لیکن کوئی بدی، کوئی فسق کسی نے دیکھا ہے؟ میرے ساتھ یہ سلوک جائز تھا؟ یہ شرم کی بات نہیں ہے؟

اب اس سے آگے کیا کہوں۔ میں بے حد رنجیدہ ہوں....

ابوابراهیم، موسیٰ بن جعفر! اے آقا! آپ خود ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ ہمارا کیا حال ہے۔ آپ کو آپ کی جدۂ ماجدہ کا واسطہ، ہماری پہلی تمنا یہ ہے کہ آپ کا فرزند آیت اللہ خمینی اپنے وطن واپس لوٹے.......

آیت اللہ قمی کا محاصرہ

علما کے تار اور طلبہ کے احتجاج حکومت پر اثر نہ کر سکے۔ بادشاہ نے سختیاں بڑھا دیں۔ گرفتاری، زباں بندی، اشاعت پر پابندی، اخبارات پر سنسر میں اضافہ ہو گیا۔ متعدد علما جیل بھیج دیے گئے۔ قم، مشہد، اہواز، ہمدان، اصفہان، شیراز کے متعدد با اثر افراد حراست میں آ گئے۔ سی آئی ڈی کے بدترین مرکز قزل قلعہ میں معززین علما بند کیے گئے لیکن علما کی حمایت کم نہ ہوئی۔ ہر روز ہڑتال۔ آئے دن جلوس کا تانتا بندھا رہا۔ مراجع میں باری باری

ہر بزرگ آقای خمینی کے بارے میں اپنا اثر استعمال کرتے رہے۔ مشہد مقدس میں آقای میلانی مرحوم پر پابندی بڑھی تو آیت اللہ سید حسن طباطبائی قمی سامنے آ گئے اور مشہد کو تحریک کا مرکز بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ حکومت نے ان کے گھر کو فوج اور پولیس، سی آئی ڈی اور ساواک کے قبضے میں دے دیا۔ ان پر اتنی قدغن لگا دی کہ انتہائی سخت سردی میں کوئلہ اور نان و نمک کا حصول گھر سے باہر نکلنا اور آدمی کا سودا لانا ممکن نہ رہا۔ محلے کے لوگ چھتوں سے کچھ سامان چھپ چھپا کر پہنچاتے تھے تو زندگی کا سہارا ہوتا تھا۔ انسان دشمنی اور لاقانونیت اور علما پر مظالم کی یہ درد ناک داستان پوری طرح سے تاریخ میں نہیں آ سکی۔

سردی کا طوفان بڑھا تو بادشاہ نے تیل کی قیمت بڑھا کر ٹیکسی ڈرائیور اور غریب عوام کو موت سے دوچار کر دیا تاکہ وہ آیت اللہ خمینی کی موافقت اور شاہ کی مخالفت کا مزہ چکھیں اور سیاسی معاملات پر سوچنا یا اسلام کا نام لینا چھوڑ دیں۔

ایک نیا سیلاب

مذبوحی حرکت اور خطرناک تیور کے باوجود عوام نہ دبے۔ وزیراعظم، سفارت ترکیہ، اسلامی ملکوں کے سفارت خانے تاروں کے بوجھ تلے دبے چلے جا رہے تھے۔ اب بیرون ملک مقیم طلبہ بھی اٹھے۔ ملک ملک میں ایرانی طلبہ نے جلسے اور جلوس شروع کر دیے۔ انھوں نے قم، نجف،

ازھر کے علما کو خطوط اور تار بھیجے۔ اوتھانٹ سیکرٹری جنرل یو این او، برٹرینڈرسل وغیرہ کو اپنے جذبات سے آگاہ کیا۔ ان سے آقای خمینی کی رہائی کے لیے اپنا اثر استعمال کرنے کو کہا۔

حوزۂ علمیہ قم کے طلبہ

۱۵ خرداد کے بعد قم، اسلامی تحریک کے رضا کاروں کا کیمپ یا سپاہیوں کا ہیڈ کوارٹر بنتا جا رہا تھا۔ مروّجہ گوریلے کا مفہوم ان جاں بازوں میں نہیں پایا جاتا تھا مگر اخلاق و امن کے ساتھ مقصد کی طرف پیش قدمی اور اسلامی احکام کے مطابق دشمنانِ دین سے مقابلے اور آخری فتح تک آگے بڑھتے رہنے کا عزم بیدار حوزۂ علمیۂ قم کے بیشتر طلبہ اسی جذبے سے سرشار تھے۔ اگر آقای خمینی قم میں رہتے تو شاید صرف ان کے مدرسے اور ان کے طلبہ ہی کمر بستہ ہوتے مگر ان کی جلاوطنی نے مشہد و اصفہان و شیراز و تبریز تک یہ لہر دوڑا دی۔ قم کے اکثر طلبہ خاموش جنگ کے لیے زبان و قلم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو گئے۔ ہر مدرسے میں سرباز و جاں نثار پیدا ہونے لگے۔ مدرسۂ فیضیہ اور آقای خمینی کا مکان دیکھ کر ان کے جوش میں اضافہ ہوتا تھا۔ ایک زمانہ ایسا آیا کہ مدرسۂ فیضیہ میں حکومت نے تالا ڈال دیا اور آقای خمینی کا مکان خوف کا گھر بنا دیا۔ اس گھر کے در و دیوار و صحن میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی اس کے باوجود لوگ اسے دیکھتے اور حرارت و قوت حاصل

کرتے تھے۔ ساواک کے سپاہی اور حکومت کے جاسوس دینی لباس پہنے، طلبہ کی صورتیں بنائے مدرسوں میں در آئے۔ طلبہ میں پھوٹ ڈالنے اور غلط پروپیگنڈہ کرنے کی سعی مذموم کرتے رہے۔ مگر کبھی "بعثت" کا شمارہ نکل آتا۔ کبھی حکومت کے نام الٹی میٹم چھپ جاتا، کبھی عوام کو حکومت کے اسلام دشمن عزائم سے باخبر کرنے اور حکومت کو ظلم و ستم سے باز رکھنے کے لئے اعلامیہ جاری ہوتا تھا۔ ان میں طلبہ، علما اور معززین کے نام بھی ہوتے تھے اور کبھی "حوزۂ علمیۂ قم" یہ اعلامیے اپنے لہجہ اور زبان کے اعتبار سے الٹی میٹم دعوت مقابلہ، تحریک کو آگے بڑھانے میں بے حد اہم ثابت ہوتے رہے اور ساواک اس سلسلے کو بند نہ کروا سکے۔ ان میں سے ایک اعلامیہ اس نظر سے دیکھیے کہ طلبہ نے جزوِ حقیقت بیان کرنے اور اس کے جواب میں منضبط پروگرام دینے کا کتنا اچھا انداز اختیار کیا تھا۔

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم   برادرانِ عزیز!

آج اٹھارواں دن ہے۔ استعمار کے دست نجس نے ہمارے عظیم الشان رھبر، عالی مرتبت زعیم، حضرت آیۃ اللّٰہ خمینی کو ہم سے چھین لیا۔ ان کی دانش مندانہ قیادت سے ایران کو محروم کر دیا۔ حوزۂ علمیۂ قم کا نظام درہم برہم کر دیا۔ طلبہ سے نشاط کار اور پڑھنے کا شوق چھین لیا۔ علمی اور مذھبی مجالس کو بے روح بنا دیا...... حکومت کا خیال ہے کہ علما، طلبہ اور عوام تمام مسائل سے غافل ہو جائیں گے۔

سب کے سب آیت اللہ خمینی کی رہائی کے مسئلے میں الجھ جائیں گے۔ اسے دھوکا ہوا ہے۔ ہم اپنے رہبر بزرگ کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھتے رہیں گے۔ ہم حکومت کے استعماری منصوبوں کو جاری نہ ہونے دیں گے۔ حکومت اسلام کے خلاف خیانت کاری کرنا چاہتی ہے۔ وہ دشمنان کو قوم پر مسلط کرنے کی فکر میں ہے وہ محروم عوام کی عزت و آبرو، جان و مال سے کھیلنا چاہتی ہے۔

جاسوسی، پولیس اور حکومت کے ادارے شیطانی پروگرام بنا رہے ہیں۔ اس کے قوت و اقتدار کے سہارے ایسا موت آفریں ماحول پیدا کیا ہے کہ آیت اللہ خمینی کا نام لینا مشکل ہو گیا ہے۔ ان کے لئے دعا نہیں کی جا سکتی۔ ان حیلوں تدبیروں سے خمینی کا عشق دلوں سے نکالنا مقصود ہے۔ حالانکہ خمینی کی محبت دلوں میں استوار ہو چکی ہے۔ ان سے محبت، خدا اور رسول و ائمہ کی اس محبت کا کرشمہ ہے جو شیر مادر کے ساتھ ہماری رگ و پے میں موجود ہے۔ ہمارے یہ مجروح احساسات ایک دن پھوٹیں گے اور قصر ظلم و بیداد کو نیو سے گرادیں گے۔ اللہ مظلوموں کا مددگار ہے۔

آیۃ اللہ خمینی کی جلاوطنی کے بعد ان کے والد سے دشمنی کے نتیجے میں ان کے فرزند رشید اور حوزۂ علمیہ کے بلند مرتبہ اساتذہ و علما کو بلا جرم و خطا جیل بھیج دیا گیا ہے۔ ان میں حجۃ الاسلام آقای مبانی شیرازی........ اور بعض طلبہ بھی شامل ہیں.......

جذبات کی گھٹن اور ظلم کی یلغار نے خوں گرما دیا ہے۔ اب یہ بادل پھٹنے والے ہیں اور اللہ کی نصرت و فتح آنے والی ہے۔

افریقہ کے جنگلی باشندوں نے سمجھ لیا ہے کہ مراجع اسلام و علماء اسلام ایران اور اسلام کا دفاع کرنے سے باز نہ آئیں گے۔ ستم پیشہ ڈکٹیٹر اور استعماری ہاتھوں سے کرسی پر بٹھائے ہوئے شخص سے جنگ جاری رہے گی۔ ان کے دامن پاک پر قدامت پرستی و رجعت پسندی و فیوڈلزم کی خاک نہ جم سکے گی۔ یہ دھبے اور پیوند ان دامنوں کے لیے ہی زیب دیتے ہیں جو امریکہ کے کافر مشیروں سے حفاظت مانگتے ہیں جو اپنے ملک کو نیم استعماری مملکت قرار دیتے ہیں جو فیوڈلزم اور فاشزم کے واضح نمونے ہیں۔ شیعوں کے مراجع عالی قدر نے ہمارے وطن عزیز کو استعمار طلب لوگوں کی دراز دستی سے خطرے میں دیکھا، وہ محبوب سرزمین جو تمدن کا گہوارہ اور قدرتی خزانوں کا سرچشمہ ہے جو عالم میں ایک اکیلی شیعہ مملکت ہے۔ علماء اسلام نے اسرائیل کے نجس ہاتھ اور استعماری طاقتوں کو پس پردہ دیکھا۔ انھوں نے بہت پہلے قوم کو ہوشیار کیا۔ آیت اللہ خمینی نے دیکھا، حریم مقدس اسلام پر دست درازی ہو رہی ہے۔ کفار کا غلبہ ہے۔ مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی پر دشمنان دین کا تسلط ہے۔ بین الاقوامی طور پر اسلام کا گھیراؤ ہے۔ لہٰذا انھوں نے دو سال پہلے خطرے کا اعلان فرمایا اور فتویٰ دیا:

"تقیہ حرام است و لو بلغ ما بلغ"۔

حضرت آیۃ اللہ خمینی نے اپنے آخری اعلامیے میں ملک کے تمام طبقات کو ان کے فرائض یاد دلائے تھے۔ فوج، علما، افاضل، حتیٰ کہ ابتدائی جماعتوں کے طلبہ کو ان کا پروگرام دیا تھا اور صاف صاف ہدایت کی تھی کہ اسلام کے خلاف خیانت کاری اور حکومت کی تباہ کاری کے مقابلے میں خاموشی گناہ کبیرہ ہے۔

ہاں، اے برادران عزیز! ـــــ اے فرزندان محترم اسلام! اے تربیت یافتگان درس گاہ حسینی! ـــــ اے رضا کاران امام زمان! ـــــ اے شاگردان آیۃ اللہ خمینی! . . . وہ ہے فرمان مرجع تقلید۔ یہ ہے ہماری فریاد، وہ ہے خائن حکومت کی کمر بندی۔ مذہب کو نکالنے، اسلام کے احکام کی منسوخی، علم بردار تشیع کے خلاف اتہام پردازی اور یہ تمہاری ہمت و مردانگی!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ـــــ انتظار فتح"

وحوزہ ی علمیہ ی قم۔

دعاء توسّل

ہر طرف پھیلے ہوئے مقابلے کے میدان علما و طلبۂ قم کے دلیرانہ حملوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ہر مسجد و مدرسے میں شاہی پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دے رہے تھے۔ قم میں اطراف و جوانب سے آنے والے زائروں کو تازہ اطلاعات مہیا کرتے اور تحریک کے مقاصد سے باخبر کرتے۔ حرم معصومۂ قم، مسجد بالا سر، جہاں زائروں کا اجتماع زیادہ رہتا ہے

وہاں روزانہ بعد عشا دعاء توسّل پڑھی جاتی ہے قائد بزرگ کی وطن واپسی کے لیے دعا ہوتی اور شرکا "آمین" کی صدا سے فضا بھر دیتے تھے۔ خاص اجتماعات کے دن کوئی خطیب کھڑے ہو کر اسلام کی حمایت میں لوگوں کو ابھارتا تھا۔ پولیس اس طریق کار سے بے حد پریشان تھی۔ وہ باری باری خطبا کو گرفتار کرتی تھی مگر سلسلہ منقطع نہ ہوتا تھا۔ جب تک آقای خمینی نجف تشریف نہ لے گئے اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس اجتماع کی صدائے بازگشت زائرین کے ذریعے ملک و بیرون ملک سے اٹھتی تھی۔ خاص طور پر شعرا کے اشعار بہت جلد زبان زد ہو جاتے تھے۔ ان میں سے ایک منظومہ تھا:

این الخمینی؟	(خمینی کہاں ہیں؟)
یا ربنا فارحم بنا این الخمینی	واحسرتا من هجره، این الخمینی
(یا اللہ! ہم پر رحم فرما، خمینی	وان کی جدائی پر حسرتیں، خمینی کہاں ہیں؟)
این الخمینی!	
نام خمینی بردن ار زجاست و زندان	زندان چه باشد جان قربان خمینی
(اگر خمینی کا نام لینا سزا اور جیل ہے)	(تو جیل کیا ہے خمینی پر جان بھی قربان ہے)

این الخمینی

مهر خمینی را خدا بر دل نهاده	دل می طپد در سینه از یاد خمینی
(اللہ نے خمینی کی محبت دل	(سینے میں یاد خمینی سے دل

کو بخشی ہے) تڑپ رہے ہیں)

این الخمینی

سلم خمینی ربنا فاردد الینا واحفظ الٰہی مصطفےٰ نجل الخمینی

(خدایا! خمینی کو صحیح سالم واپس بھیج دے۔) (اور ان کے فرزند مصطفےٰ کی حفاظت کر۔)

فارحم علینا این الخمینی

اس کے علاوہ وفات وولادت ائمہ کے موقعوں پر جو بڑی بڑی مجلیس اور میلاد ہوتے ان میں خمینی پر درود اور اعلامیوں کی تقسیم ہوتی تھی۔ "بعثت" اور "انتقام" کے نام سے سائیکلو سٹائل مجلے چھپتے تھے ان چیزوں کی بدولت تحریک برابر پھیلتی اور قوت پاتی رہی۔

تحریک اسلامی کا دوسرا مرکز طہران

طہران میں پرانے لیڈر اور بڑی بڑی سیاسی پارٹیاں تھیں۔ بین الاقوامی پریس تھا۔ پرانی تحریکیں یہاں جنم لے کر بوڑھی ہو گئی تھیں۔ ہزار ہزار دو دو ہزار ہمدردوں کی ٹولیاں اپنا اپنا پروگرام عوام کو بتاتی رہتی تھیں۔ ان کے لیڈر بھی جیل جاتے اور سزائیں پاتے تھے لیکن محبوب خاص وعام اور سب کا اتفاق کوئی بھی حاصل نہ کر سکا تھا۔ آیۃ اللہ خمینی کے ایران میں نہ ہونے کے باوجود عوام و خواص سب آغا کے ساتھ تھے اور جب اعلان ہوا کہ مسجد عزیز اللہ میں میٹنگ ہے تو پولیس کی رکاوٹ کے باوجود ہزاروں

آدمی پہنچے۔ "جمعیت مؤتلفہ اسلامی" نے نعرے لگائے:

"سلام بر خمینی"

"خمینی بت شکن ملت تو را میخواھد"

"درود بر شہدائے فیضیہ"

ہر نعرے کا سب نے جواب دیا۔ ایک خطیب لباس بدل کر مجمع میں آئے اور مجمع کو گرما کر چلے گئے۔ آقای خمینی کے حق میں ایک قرارداد پاس ہوئی۔

پولیس نے خطیب کو تلاش کیا اور ناکام ہوئی کچھ کارندے اور آدمی گرفتار ہوئے مگر جلسہ دیرپا اثرات چھوڑ گیا۔

مسجد صاحب الزماں میں بھی تجار کی طرف سے بڑا اجتماع ہوا۔ آقای مرواریدی نے جلسے سے خطاب کیا۔ جلسے میں جو قرارداد پڑھی گئی وہ یہ تھی:

"تاجر اور دوسرے عوام دوبارہ دین وملت کے احترامات کی خاطر میدان میں نکل آئے ہیں۔

ایران کی جسارت مند وگستاخ حکومت کے یکے بعد دیگرے دین وملت کے خلاف اقدامات نے قوم کا پیمانہ صبر لبریز کر دیا ہے قوم اور علما کی زبان گویا، مرجع بلند مرتبہ، حضرت آیۃ اللہ.... خمینی کی جلاوطنی، قرون وسطیٰ کا کیپی چوریوشن اور امریکی مشیروں کو سیاسی وقانونی تحفظات، خصوصی فوجی عدالتوں کے ذریعے ان شہریوں کا قتل،

جلاوطنی اور قید جو اجتماعی و انفرادی حقوق کی پامالی اور استبداد کے خلاف اٹھتے ہیں۔ مطبوعات پر سخت سنسر اور ابلاغ عامہ کا جھوٹا اور تعریفی پروپیگنڈہ، مصنوعی ایوان قانون ساز، خود فروش و بے حیثیت افراد کو وزارت بلکہ وزارت عظمیٰ کے منصب عطا کرنا۔ امن شکن وحشت و بربریت کے قاتلانہ حملے، خون آشام دژخیم شاہ کو پورے ملک میں قوم کی جان و آبرو سے کھیلنے کی اجازت، بلاوجہ جواز اندرون ملک تیل کی قیمت میں اضافہ جس نے ملکی اقتصادیات پر آخری ضرب لگائی ہے سخت تنبیہ اور سزا کی وارننگ دے کر ہر قسم کی رائے کا اظہار ممنوع قرار دینا، دکانوں کے سامنے دیواریں اٹھانا اور ڈرا دھمکا کر بازاروں کی ہڑتال اور ٹیکسی ڈرائیوروں سے ان کے لائسنس چھین کر منظم ہڑتال ختم کرانا —— اس بات کی دلیل ہے کہ اب گھٹن اور دباؤ نے اقتدار کا گریبان پکڑ لیا ہے۔

ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ حفظ امن و امان کے ساتھ اجتماعات کو مرتب کیا جائے اور عوام کو اظہار رائے کا موقع فراہم کیا جائے اور قانونی راہوں سے فتنہ و فساد کے دہانے بند کیے جائیں کیونکہ اگر قوم قانونی راستے سے مایوس ہو گئی تو خود بخود دوسری راہیں کھلیں گی جس کا نتیجہ کسی کو معلوم نہیں۔

اللہ اور ملک کے قانون سے استفادے کے بعد طہران کے عوام تاجروں اور پیشہ وروں نے اپنے دینی اور قومی فرائض سے عہدہ برآ

ہونے اور موجودہ صورت حال اور افراتفری کو ختم کرنے کے لئے یہ منشور شائع کیا ہے تاکہ قوم کو خطرے سے بچایا جا سکے۔ اس کے بعد زندگی کے مسائل پر مسلمان بھائیوں کو غلط حکومت کے سامنے اپنی حجت تمام کرنے کا موقع مل جائے۔

ہم اعلان کرتے ہیں کہ ملت مسلمان ایران مندرجہ نکات حاصل کرنا چاہتی ہے۔

۱۔ زعیم عالی قدر حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای خمینی کی قم واپسی اور حوزۂ علمی و دینی کی انسانیت سوز بے حرمتی کا مداوا۔

۲۔ قانون اساسی کی بنیاد پر شخصی حکومت کے بجائے قومی حکومت کا قیام۔

۳۔ انفرادی و اجتماعی آزادی کی حفاظت۔

۴۔ مراجع تقلید کے مشورے سے معاشرتی اور معاشی ڈھانچے کی قوانین مذہبی کے مطابق مکمل اصلاح۔

۵۔ ملت کے عوام یا ان کی اکثریت سے مناسب پروگراموں کے مطابق امداد حاصل کر کے ملک کی اقتصادی تباہ حالی کا خاتمہ —— ہاں ناراض قوم سے قومی جہاد کی آرزو رکھنا پاگل پن ہے۔

۶۔ جرم حق گوئی میں قید ہونے والے علما، خطبا، پروفیسر

اور عام حقوق طلب مسلمانوں کی رہائی۔

۷۔ ملک کے تمام باشندوں کے لیے مکمل طور پر گھرے مضبوط اور ٹھوس اجتماعی عدالت اسلام اور پورے معاشرے میں ہم آہنگی قائم کر کے ایران نو کا استقلال جس میں حکومت اور علما میں وسیع پیمانے پر روابط ہوں۔

مراجع تقلید کی رہنمائی میں ایران کا قومی انقلاب زندہ و کامیاب باد۔

اس اعلان کے بعد زبردست جلوس نکلا جو پر امن طور پر نظم و ضبط کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ اچانک پولیس اور ساواک نے حملہ کر کے سینکڑوں آدمیوں کو زخمی کر دیا اور لوگ مزاحمت کے بعد منتشر ہو گئے

وزیر اعظم کا شکست خوردہ بیان اور اس کا جواب

حسن علی منصور، عوام کے بگڑتے تیور دیکھ کر سینٹ کا اجلاس بلانے پر مجبور ہو گئے۔ سینٹ کے بوڑھے روایتی ممبروں وفادار شاہ تنخواہ دار مردوں اور ریٹائرڈ وظیفہ یاب خواتین کے سامنے ہانپتے کانپتے وزیر اعظم نے فرمایا:

...... ہم پانچویں کالم کی ریشہ دوانیوں، پھیلائے ہوئے جالوں اور تخریب کاروں کو خوب پہچانتے ہیں۔ انہی لوگوں میں وہ

اشخاص بھی ہیں جو ملک کو تیز رفتاری سے ترقی کرتے اور اعلیٰ درجے کے منصوبوں کو بروئے کار آتے دیکھ کر جھوٹی افواہیں پھیلانے لگتے ہیں ـــــ یہاں تشریف فرما معزز افراد، وسیع تجربوں، پاک افکار اور عظیم خدمتوں کے بعد اس ایوان میں پہنچے ہیں اور یہاں بیٹھ کر حکومت کی خدمات کی نگرانی کر رہے ہیں۔ نو مہینوں میں سینٹ کی رہنمائی سے حکومت نے جو فیض اٹھایا ہے میں اس کا شکر گزار ہوں۔

لیکن حاسدوں اور غرض پسند افراد کے جھوٹے پروپیگنڈے نے سیاسی تحفظات کے سلسلے میں جو ہنگامہ برپا کر رکھا ہے اس کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ حکومت نے تھوڑے سے امریکی مشیر ایران کے اندرونی و بیرونی امن کے لئے بلائے ہیں۔ ان کے خلاف ذاتی اغراض کی بنا پر جہل اور مذبوحانہ حرکتیں کسی جواب کی محتاج نہیں ہیں۔

ہم اپنے اقتصادی حالات کا جب تفصیلی تذکرہ کرتے ہیں تو اپنی حفاظت و امن سے غافل نہیں ہو سکتے۔ اس قسم کی باتیں ان زبانوں سے نکلتی ہیں جو افسوس ہے کہ ایران کو موجودہ مثبت و مستحکم روش پر نہیں چلنے دینا چاہتے۔

میں آج سینٹ کے اجلاس میں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قانون بجو دونوں ایوانوں سے گزر چکنے اور شائع ہونے کے باوجود، حکومت نے امریکی حکومت کے نمائندوں سے مذاکرات کیے اور حکومت

امریکہ نے اس بات پر آمادگی ظاہر کی ہے کہ کسی امریکی شخص کے بارے میں اگر حکومت ایران چاہے گی تو اس کے سیاسی تحفظات واپس لے جا سکیں گے۔ درحقیقت یہ مسئلہ فوجی ملازمت سے مربوط ہے وہ فوج جو ایران کی خدمت کرتی ہے اور اس کے قوانین کی پابند ہے پھر بھی ہم ضروری مقامات پر ان کے خصوصی مراعات و تحفظات واپس لے سکیں گے۔ حکومت امریکہ نے اس بات کی منظوری سے مطلع کر دیا ہے جس کی اطلاع سے میں محترم سینیٹ کے سامنے فخر محسوس کر رہا ہوں۔ اس کے بعد حسد پرور اور غلط اندیش افراد کو ایسے چھوٹے چھوٹے بین الاقوامی مسئلوں پر چہ میگوئیاں کرنے کا موقع نہ ملے گا یہ چیزیں کسی نہ کسی انداز میں ہر جگہ پیدا ہوتی رہتی ہیں اور ایران کی موجودہ عظمت پر خوشی کے بجائے، سیاسی مسئلہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ ملک کی شان، ملک کی عزت کے خلاف ہے اور بلا خوف و شک ایسے افراد ممبران سینیٹ کی طرف سے مجرم قرار دیئے جاتے ہیں۔" (اطلاعات ۸ دی ماہ ۱۳۴۲ کا خلاصہ۔)

اس بیان پر مختلف حلقوں نے اپنے اپنے طور پر تنقید کی جن میں قم کے نشریہ "بعثت" نے لکھا:

"اتنا ہنگامہ تھا کہ خان بھی سمجھ گئے ___ جناب منصور نے سینیٹ کے اجلاس میں کہا ___ مذاکرات کے بعد امریکی حکومت نے اتفاق رائے کا اظہار کیا کہ ضرورت کے پیش نظر امریکی نوکر چشموں کی سیاسی ضمانت واپس لی جا سکتی ہے ___ ہم اس بات پر بہت خوش ہیں کہ جناب منصور کے امریکی دوستوں نے حکومت کی خاطرداری کی اور موصوف پر کرم فرمایا ___ اسی کے ساتھ قوم کو یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ منصور صاحب کے بقول واپسی ضمانت کا یہ تذکرہ قانونی حیثیت سے کچھ نہیں اس کا مقصد صرف عوام اور علما کو خاموش کرنا ہے۔

اصولاً جناب منصور صاحب سے پوچھا جائے کہ اگر آپ کا یہ پروگرام آپ کے سابقہ دعووں کے مقابلے میں معمولی کام ہے اور اس کا نفاذ جزئی اور عوامی مفاد میں تھا اور دونوں ایوان اسے منظور بھی کر چکے تھے پھر مذاکرات کرنے اور عوامی فائدے کے لئے اس میں تبدیلی کا حق کیا تھا؟ اور اگر واقعاً سابقہ عہد نامے میں کوئی جزوی تبدیلی برا تفاق رائے ہو گیا ہے تو اسے متن عہد نامہ میں لکھا کیوں نہ گیا؟ اگر آپ کے دعوے کی بنا پر دونوں ایوانوں نے سابقہ ملک دشمن معاہدے کو منظور کر لیا تھا تو کس قانونی جواز سے آپ نے خود مختاری دکھائی اور اس معاہدے کے بارے میں ایوان کی اجازت کے بغیر مذاکرات کئے اور بغیر اطلاع معاہدے میں تبدیلی بھی کر دی؟ اگر نیو کیمپچی لوشن میں کوئی تبدیلی کی ہے تو اسے اپنے قانونی ڈھانچے میں پیش کیجیے ...... واقعاً ہنسی آتی ہے۔ جو حکومت رسوا کن معاہدے کو ایوان کے سامنے پیش کر چکی ہے اب دوبارہ وہی ان ممبروں کو فخریہ لہجے میں ان کے فیصلے میں بطور خود ترمیم و تبدیلی کی

خبر سنا رہی ہے ـــــ آموزگار موصوف سمجھے کہ ماجرا سخت ہے۔ نظر ثانی کرنا ضروری ہے۔ ہاں، علما و مراجع عالی قدر کے مقابلے میں آنے کے بعد آپ پسپائی پر مجبور ہوئے اور علم بردار آزادی اور کمزوروں کے حقوق کی حامی حکومت امریکہ نے لطف و نوازش فرمائی جس کے بعد نمائندے اور فوجی چپراسی سے تحفظ کی ضمانت واپس لینے کا حق دے دیا ـــــ جناب منصور صاحب! واقعاً بڑی شرمندگی کی بات ہے کہ ایران جیسے کھلم کھلا اسلامی ملک میں روحانی پیشوا شخصی ضمانت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے جبکہ قانون مملکت میں ان کا یہ حق تسلیم کیا جا چکا ہے۔ یہ حضرات جلاوطنی، جیل اور حملہ و یلغار کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ . . اور نئی دنیا کے چپراسی آپ کی پناہ میں حقوق کی ضمانت سے بہرہ ور ہیں اور تازہ ترین ترمیم بھی انسان دوست امریکہ کی رضامندی پر موقوف رہی ہاں! آپ کو اب بھی شرم نہیں آئے گی؟

ایرانی مسلمانو!

جب تک حکومت کی عوام فریبی، ریاکاری اور فریب دہی ختم نہ ہو اس وقت تک دھوکا نہ کھانا اور علما کی قیادت میں صورت حال کا مقابلہ کرتے رہنا۔ ایک دن قوم دشمن کیپچو لیشن کا نظام ختم ہو کر رہے گا۔

و بعثت ۲۸ شعبان ۸۴

آقای سید مصطفےٰ کی رہائی اور جلاوطنی

حسن علی منصور نے ایک تو

ری کیپچو لیشن میں ایک فرضی ترمیم کا اعلان کیا۔ دوسرے حجۃ الاسلام آقای حاج سید مصطفےٰ خمینی کی رہائی کا اہتمام ہوا۔ یہ بھی ایک شکست نگر عیاری کی مثال ہے۔ قوم دشمن حکومت نے آقای خمینی کے فرزند کو ستاون روز کی ناجائز نظر بندی کے بعد ۳ شعبان ۸۴ھ کو قزل قلعے سے رہا کر دیا مگر ۲۹ شعبان کو ان کی سیٹ ریزرو کرا دی گئی تاکہ وہ اپنے والد بزرگوار سے ملنے ترکیہ تشریف لے جائیں۔

حسن علی منصور نے یہ تاثر دیا کہ حکومت نے عوام کے دو مطالبے مان لیے:

۱۔ معاہدۂ قومی سلامتی ـــــ ری کیپچو لیشن میں ترمیم و اصلاح۔
۲۔ آقای سید مصطفےٰ خمینی کی رہائی۔

ان طفل تسلیوں سے کام نہ چلا۔ ری کیپچو لیشن میں ترمیم مہمل و بے معنی تھی اور آقای مصطفےٰ کی رہائی جلاوطنی کی تمہید ان سے قم جاتے ہوئے کہہ دیا گیا تھا کہ آپ کی پرواز ۲۹ شعبان کو ہے۔ سیٹ ریزرو ہو چکی ہے۔ بادشاہ کو رمضان کا خوف تھا۔

آقای مصطفےٰ خمینی کا قم پہنچنا آمد عید سے کم نہ تھا۔ شہر جشن و مسرت، صلوٰۃ و تکبیر سے گونج اٹھا۔ آغا پہلے زیارت روضۂ معصومہؑ قم کیلیے گئے۔ وہیں مجمع نے گھیر لیا۔ حکومت کے خلاف نعرے اتنے موثر ہوں یا نہ ہوں آیت اللہ خمینی کی حمایت کی یقین دہانی کا جوش بادشاہ کو پاگل بنانے کے لیے بے حد موثر تھا بلکہ کی جاں نثاری اور علما کی متحدہ پالیسی اس

کے ساتھ عوام کے ناقابل فراموش احساسات نے سید مصطفےٰ کو اطمینان بخشا وہ اساتذہ وعلماء کبار سے ملے اور سب کو اس نکتے پر متوجہ پایا کہ بادشاہ ' ایران سے آقای خمینی کا نام ونشان ختم کر دینے کے درپے ہے۔ وہ سارے خاندان کو جلاوطن کر کے دم لے گا۔ اس لئے سید مصطفےٰ صاحب قبلہ کو قم میں رہنا چاہیے دیکھیں حکومت کیا کرتی ہے اگر مداخلت نہ کی تو خیر؛ ورنہ اپنے تابوت میں ایک اور کیل کا اضافہ کرے گی۔

سرہنگ مولوی نے آغا کو فون کیا۔ آغا نے اس کے غصے اور لہجے کا جواب سختی سے دیا۔ کچھ دیر بعد ایک افسر آیا۔ اس نے آغا کو ترکیہ جانے پر راضی کرنا چاہا۔ لیکن آغا اپنے انکار پر قائم رہے۔ وہ ناکام لوٹا۔ مختلف طریقوں سے کوشش ہوئی کہ حجۃ الاسلام زبان سے کہہ دیں:

"میں ترکیہ جانا چاہتا ہوں"

لیکن پند ونصیحت، خوشامد درآمد بے سود گئی۔

ساواک کا ظلم عظیم

۲۹ شعبان، ۲ بجے، شہر نسبتاً سکون میں تھا، ساواک قم کا افسر اعلےٰ 'بدیع'، سفید پوش ساواکیوں کے ساتھ آغا کے گھر آیا اور اس طرح آغا کو گرفتار کر کے لے گیا جس کی دہشت سے خاتون معظم کا اسقاط ہوا اور ان کی جان خطرے میں پڑ گئی۔

سیّد مصطفےٰ ترکیہ میں

سویلین لباس میں ملبوس ساواکی حجۃ الاسلام حاج سید

مصطفےٰ خمینی گرفتاری کے فوراً بعد تہران کے ہوائی اڈے اور وہاں سے ترکیہ پہنچا دیے گئے، اسی طرح آقای خمینی کا پورا خاندان ایران میں بے گھر ہو گیا۔ آیت اللہ سید روح اللہ خمینی مدظلہ کے وطن سے دور ہونے کے بعد شاہ نے امن کا خواب اور اپنی جان کو امان میں محسوس کیا۔

رہنما کی غیبت میں تحریک کی پیش قدمی!

سب جانتے ہیں کہ سید خمینی مدظلہ نے اپنی تحریک قیام نظام اسلام کے لیے کوئی انجمن یا کمیٹی قائم نہیں کی۔ وہ کسی ادارے کے صدر نہیں بنے۔ ان کا کوئی سیکرٹری یا نائب صدر نہیں تھا۔ انھوں نے محاذ نہیں بنایا۔ ان کی تحریک کا دستور العمل قرآن مجید، ان کی تحریک کا منشور فقہ اسلام، ان کا مقصد دین اسلام تھا اور یہ سب چیزیں ہر ایک کے دسترس میں تھیں۔ ہاں، ان کا دفتر، ان کا اشاعتی مرکز، ان کا سینٹر مسجد درس گاہ تھی اور یہاں زمین کا فرش تھا۔ درس کے وقت سید آتے اور درس دے کر چلے جاتے تھے۔ یہ آمد ورفت زندگی اور توانائی لاتی اور نئی روح پھونک جاتی تھی۔ دوسرا دفتر وہ سادہ سا گھر اور ملاقات کا کمرہ تھا۔ جہاں دن رات طلبہ اور علما عمامہ بر سر، عبا بر دوش حاضر رہتے تھے اور سادہ سے زمینی فرش پر وہ دنیائے اسلام کے مسائل پر گفتگو سنتے اور احکام

خدا و رسول جاری فرماتے تھے۔

قم میں فاطمیہ اسپتال کے قریب وہ گھر آہستہ آہستہ خالی ہوگیا اور تمیوں کی روایت کے مطابق ایک وقت وہ آیا کہ کھلے ہوئے دروازے کی طرف دیکھنا بھی خطرے کی علامت بن گیا تھا۔ ڈھار ڈھنڈار گھر دیکھ کر لوگ خون کے آنسو روتے تھے مگر ساواک کے خوف سے اسے آباد نہ کر سکتے تھے۔

خدا کا کرنا دیکھیے کہ آقای مصطفیٰ کی جلاوطنی رمضان سے ایک دن پہلے ہوئی۔ سوچا تو یہ گیا کہ مہینہ بھر کے لیے قم کے مدارس بند ہوں گے۔ لوگ عبادت میں معروف رہیں گے بات آئی گئی ہو جائے گی مگر تدبیریں الٹی ہوگئیں۔ قم میں علما و افاضل نے فوراً ایک اجتماع کیا جس میں رمضان بعد احتجاج اور علما کی حمایت کا پروگرام بنایا۔ بلما واعظین اور منتظمین مساجد نے اسلام کی سربلندی اور خلاف اسلام نظام و قوانین و ثقافت کی برطرفی پر مہم جاری رکھنے کا عہد دہرایا۔

حکومت نے شہر و دیہات میں گرفت سخت کر دی۔ پیش نمازوں خطیبوں اور مسجدوں کی انتظامیہ کو ڈرا دھمکا کر پابند کر دیا کہ مندرجہ ذیل موضوعات پر اشارتاً کنایتاً مختصراً یا مفصل بات چیت نہیں کریں گے۔

قائد بزرگ اسلام کی جلاوطنی ـــ کیپچیولیشن ـــ اسرائیل ـــ امریکہ ـــ بہائی ـــ تیل کی گرانی ـــ امن عامہ میں خلل کے وجوہ

پر بحث و نظر ـــ انتظامیہ و ساواک پر گفتگو۔

دلیر علما و خطبا نے اس بات کو مسترد کر دیا اور جیل یا حراست میں دھر لیے گئے۔ دو رہین حضرات نے کچھ گھما پھرا کر وعدہ کیا اور ایک دن حقائق وانشگاف طور پر کہہ ڈالے۔ وہ بھی تھانے یا جیل گئے۔ بعض حضرات نے تقریر ہی نہ کی جس سے عوام حکومت سے مشتعل ہوگئے۔ ان حضرات کا موقف یہ تھا کہ جب ہر طرح کی بات پہ پابندی ہے تو بولیں کیا!

ایک بزرگ پہلے دن منبر پہ گئے اور خطبے کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ کہہ کر منبر سے اتر آئے۔ مجمع شوق میں آیا تھا کہ رمضان کا پہلا دن تھا۔ مولانا کی اس ظرافت یا شدید طنز پر لوگ چیخ اٹھے۔ مولانا نے منبر سے اتر کر مجمع کے جوش سے فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے عوام کو بتایا کہ ساواک نے مجھ سے امن بحال رکھنے کا وعدہ لیا ہے اور اسلام میں فساد حرام ہے۔ ساواک نے وعدہ لیا ہے کہ میں چوری کو حرام نہ کہوں۔ آبرو ریزی کو برا نہ کہوں۔ خلاف قانون اعمال کی مذمت نہ کروں اور پوری تحریک، تمام جزیں، خمینی کی حمایت اور حکومت کی قانون شکنی غرض ہر چھوٹی بڑی بات کھل کر بیان کر دی اور آخر میں کہا کہ یہ سب مجھے نہیں کہنا چاہیے کہ ساواک نے مجھے منع کیا ہے اس لیے میں کچھ نہیں کہتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا گرفتار ہو گئے۔

بہت سے علما منبر پر اس موضوع پہ کچھ نہ کہتے تھے البتہ مصلے پہ بیٹھ کر ضروری باتیں بیان کر دیتے تھے۔ غرض مجاہدین حمایت دین سے

اور پولیس گرفتاری سے باز نہ آئی۔ دیہاتوں اور چھوٹی چھوٹی بستیوں کی گرفتاریوں کی بات تو مشہور نہ ہو سکی اور وہاں کے عوام ڈر گئے مگر بڑے شہروں میں آگ بڑھ گئی۔

طہران کی جمعہ مسجد انقلاب اسلامی کا مرکز تھی۔ انقلابی خبرنامے اطلاعات اور قائد بزرگ کے نظریات کی نشر و اشاعت یہیں سے ہو رہی تھی۔ پولیس اور ساواک نے مسجد کا دور دور تک محاصرہ کر رکھا تھا ہر روز ایک خطیب تقریر کرتے اور پولیس گرفتار کر لیتی تھی۔ گویا ایجی ٹیشن کی صورت پیدا کر دی گئی تھی۔ خطبا لباس بدل کر آتے۔ مسجد میں عبا و عمامہ پہنتے اور تقریر کرتے۔ پولیس حیران رہ جاتی کہ یہ کہاں سے پہنچے اور کون ہیں؟ ساواک نے علما کی ذہانت و ذکاوت سے شکست پائی اور درندگی پر اتر آئی۔

چہار شنبہ ۱۷۔ رمضان ۱۳۸۴ھ کو پولیس کا جم غفیر جوتوں سمیت مسجد میں گھس آیا۔ سیدھی سنگینوں اور خطرناک سٹین گنوں سے لیس سپاہی آگے بڑھے اور نمازیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہلیں ورنہ اڑا دیے جائیں گے۔ منبر پر بیٹھے ہوئے خطیب کو منبر سے کھینچتے ہوئے مسجد سے باہر لے گئے۔ انتہائی توہین اور ظلم کے ساتھ حوالات میں ڈال دیا اب تک شہری پُرامن تھے لیکن آج پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔ عوام سڑکوں پر نکل آئے۔ ان کے نعرے تھے:

"شکستہ شد الوداع ــ ہار گیا الوداع ــ حرمت محراب ما خمینی

بت شکن برس بفریاد ما ــ ہماری محراب کی آبرو۔ خمینی بت شکن فریاد کو پہنچو ــ اللہ اکبر ــ"

لاٹھیوں کی بارش ہوئی تو پتھروں سے جواب ملا۔ پولیس نے آنسو گیس اور گولی سے مجمع کو منتشر کیا۔ شہری اور دکاندار گرفتار ہوئے حکومت نے مسجد کا دروازہ مقفل کر دیا ــ اٹھارہ دن تک جو علما قید ہوئے ان کے نام یہ ہیں:

شیخ محمد جواد مجتبیٰ کرمانی ــ شیخ علی اصغر مروارید ــ شیخ فضل اللہ محلاتی ــ شیخ غلام حسین جعفری پیش نماز مسجد جامع، موصوف نے خطیب کی گرفتاری کے بعد کئی دن تک تقریریں کیں۔ ــ شیخ جعفر شجونی ــ شیخ مہدی ربانی املشی ــ سید قاسم شجاعی واعظی ــ مقدسیاں ــ کافی ــ مرحمی ......

وزیر اعظم منصور کا قتل

۱۹ر رمضان کو طہران پولیس کے انسپکٹر جنرل سرھنگ طاہری جیل تشریف لے گئے اور مسجد جمعہ کے واقعے میں گرفتار شہریوں اور دکانداروں کے سامنے رجز خوانی میں مصروف ہوئے:

"تم اس بچگانہ کھیل سے طاقت ور پولیس سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو؟ مسخرہ پن کرتے ہو؟ مفت خور ملاؤں کو لباس بدلوا کر مسجد میں لاتے اور انھیں اندر

www.shiabookspdf.com

ے جا کر عمامہ و عبا پہناتے اور منبر پہ بٹھاتے ہو؟ تم سمجھتے ہو ہم تمہارا یہ کھیل ختم نہیں کر سکتے؟ میں ابھی حکم دیتا ہوں تم سب کو گاڑیوں میں بند کر دیا جائے تمہاری املاک ضبط کر لی جائے۔ تمہیں آگ میں جھونک دیا جائے۔ وہ بلا تم پر نازل کی جائے گی کہ جب تک زندہ ہو نہ بھولو گے اور مخالفت کا خیال بھی دماغ میں نہ لا سکو گے......"

ابھی یہ گیدڑ بھبکی ختم نہ ہوئی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور سرہنگ صاحب تقریر روک کر دفتر گئے۔ کس نے ٹیلی فون کیا کیا بات ہوئی؟ سرہنگ طاہری کا رنگ اڑ گیا۔ رسیور رکھا اور دفتر سے نکل کر جیپ پر بیٹھ یہ جا وہ جا لوگوں نے دیکھا کہ پولیس حرکت میں آگئی۔ سروں پہ فولادی ٹوپیاں، کاندھوں پر بندوقیں، جیسے کسی ہنگامی حالت کا اعلان ہو گیا ہو۔ قیدی سمجھے کہ پرسوں کی طرح آج بھی شہر میں کچھ فساد ہو گیا ہے مگر ظہر کی نماز میں کافی دیر تھی؟ اتنے میں خبر آئی کہ حسن علی منصور مارا گیا۔ وہی منصور جس نے امریکہ سے ملت کی آبرو اور دین کی عزت کا سودا کیا تھا۔ جس نے اسلام کا تمسخر اور علما کی توہین کو مشغلہ بنا رکھا تھا جس نے قائد بزرگ کو جلا وطن کیا تھا جس نے امریکہ اور شاہ کی وفاداری میں ایران کو ایک کافر مملکت اور دشمن دین سرزمین بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

وزیر اعظم مجلس شورائے ملی (اسمبلی ہال) کی عمارت کے دروازے پر موٹر سے اترے ہی تھے کہ ایک گولی موصوف کے حلق اور دوسری شکم کو چاک کر گئی۔ موصوف وہیں ختم ہو گئے لیکن سرکاری طور پر خبر آئی:

"... دس بجے صبح جناب آقای منصور وزیر اعظم.... ایک نوجوان کی بدنیتی کا نشانہ بنے.... محمد بخارائی کو گرفتار کر لیا گیا ہے... وزیر اعظم بیمارستان پارس پہنچا دیے گئے۔ معالج ڈاکٹر کے بقول وزیر موصوف کی حالت تسلی بخش ہے۔"

دوسرے دن بھی یہی جھوٹی خبر تھی کہ زخم مندمل ہو رہے ہیں۔ آخر کار ۷، بہمن ۱۳۴۳ھ کو اعلان موت کر دیا گیا۔

مسلمانوں کے خلاف گھناؤنا اقدام

امیر عباس ہویدا کی وزارت

حسن علی منصور کی جگہ نئے وزیر اعظم کا تقرر بڑا نازک موڑ تھا۔ بادشاہ کسی مذہبی آدمی کو وزارت دے دیتا تو شاید عوام مطمئن ہو جاتے اور علما کی تگ و دو کو نقصان پہنچتا۔ ملک میں اعلیٰ تعلیم یافتہ مدبر موجود تھے لیکن ایسے آدمی کے آنے سے امریکی و اسرائیلی مفادات کو خطرہ تھا۔ اسلئے سی آئی اے

کے نمائندے، اسرائیلی جاسوس اور فرانسیسی تربیت یافتہ بہائی عیار و مکار شخص امیر عباس ہویدا کو وزارت عظمیٰ کا قلمدان عطا کیا گیا۔

وزیر اعظم کو علما کے تار

حسن علی منصور کے بعد ہویدا کی آمد کا مقصد واضح تھا۔ علما اس کے خلاف قدم اٹھا سکتے تھے مگر انہوں نے صبر، اخلاق اور امن کا راستہ اختیار کیا اور ہویدا کو مخلصانہ نصیحت کی۔ قم کے مراجع یعنی صف اول کے علما نے تار بھیجے جن میں آقای خمینی اور دوسرے علماء اکابر کی رہائی کا مشورہ تھا نیز یہ کہ مسلمان ملک میں اسلام و قانون کی حکومت چاہتے ہیں آپ گزشتہ وزیر کی پالیسی پر کاربند نہ ہوں علما، قم کے تاروں کا مثبت جواب نہ ملنے پر ملک اور بیرون ملک سے بڑے بڑے تاروں کا سیلاب رواں ہو گیا۔ ایک ایک تار میں پچاس پچاس علما کے نام ہوتے اور طویل مسائل و معاملات پر توجہ دلائی جاتی تھی۔ ایران کے علاوہ دوسرے اسلامی ملکوں کے علما نے بھی وزیر اعظم کو جھنجھوڑا۔ ان بے شمار تاروں میں سے آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئی مدظلہ کا تار نجف سے آیا:

آقای خوئی کے تار کا مضمون

۲۸ ماہ صیام ۸۴ھ

— جناب آقای امیر عباس ہویدا......

"...... ہم نے سابقہ حکومتوں کو ارشاد و رہنمائی کے طور پر

توجہ دلائی تھی کہ دباؤ اور ظلم کی مدت بہت تھوڑی اور اس کے نتائج بڑے تاریک ہوتے ہیں۔ آپ اس قوم پر حکومت کر رہے ہیں جو مسلمان ہے اور قرآن پر اعتقاد رکھتی ہے۔ وہ مخالف اسلام قانون کی قدر نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں کے احساسات اور محترم جذبات اور ان کی شخصیت کو پیش نظر رکھیے۔ دل دکھانے اور ملت اسلامیہ کے خلاف راستہ اختیار کرنے سے احتیاط کیجیے۔

اثر و نفوذ صیہونیت کے خاتمے اور مخالف شریعت اسلام قوانین کو منسوخ کرنے نیز حضرت آیت اللہ خمینی کو قم واپس لانے سے مسلمانان عالم کو خوشی کا موقع دیں"۔

ہویدا کے کان پر جوں نہ رینگی۔ سنسر، گرفتاری، بہتان طرازی، مجالس پر پابندی، علما پر سختی، دین کی بے حرمتی، بادشاہ کی رجز خوانی، احکام و قوانین کی معطلی، جوانوں میں آوارگی کی تبلیغ و تشویق اسی طرح باقی رہی بلکہ اسے اور شہ ملی۔

پروپیگنڈہ اور نفسیاتی تعطل کی مہم

اخبارات میں ایران کی ترقیوں کے فرضی قصے چھپتے۔ ٹی وی پر قدیم ایرانی تاریخ و تمدن کی نمائش ہوتی۔ ریڈیو پر بلند بانگ دعوے اور بین الاقوامی میدانوں میں بادشاہ کی بڑائی کا چرچا، اخبارات میں عوام کی آہوں کا تذکرہ اور فریادوں کی خبر کا نام و نشان نہ تھا۔ ملک کا سرمایہ شاہی خاندان

کی عیاشیوں اور بادشاہ کی خوشامد کرنے والوں کی دراز دستیوں کی نذر تھا۔ زلزلوں سے شہر برباد ہو جاتے تھے تو مصیبت زدہ عوام کو اسی عالم میں چھوڑ کر یا تو جھوٹے امدادی پروگراموں کی اشاعت پر اکتفا ہوتی یا متبادل بستی پر لاکھوں ڈالر خرچ کر کے عوام کو ان کی تاریخ و ثقافت سے دور اور بداخلاقی و لادینی کی فضا بنا کر، بچوں اور جوانوں کو لادینی کی بھٹی میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اس موقع پر علما تباہ حال غریبوں کی مدد کرتے۔ انھیں وسائل نان و نمک مہیا کر کے ان کے گھروں کی آبادی کا انتظام فرماتے تھے۔

ساواک کے ذکر افواہیں پھیلانے پر متعین تھے۔ کوئی مذہب کے خلاف شوشے چھوڑتا۔ کوئی بادشاہ کی عظمت کے گن گاتا۔ کوئی مخالفین کے بارے میں دہشت خیز قصے گڑھتا اور بات کا رخ بدلتا تھا۔ مثلاً منصور کا قتل عوام کے لئے جذبۂ انتقام کی آسودگی تھا مگر اس کی یوں تعبیر کی گئی۔

"کچھ دنوں سے وزیراعظم نے شاہ کے خلاف منشا اقدامات شروع کر رکھے تھے۔ بادشاہ نے اپنی مخالفت کا رجحان دیکھا اور پلک جھپکتے میں اتنے بڑے آدمی کو ختم کروا دیا۔"

مطلب یہ تھا کہ جب وزیراعظم مارا جا سکتا ہے اور بادشاہ اتنے بڑے معزز آدمی کو ختم کر سکتا ہے تو ہما شما کی حیثیت ہی کیا۔ بادشاہ سیاہ و سفید کا مالک ہے۔ اس سے ڈرتے رہنا ہی بہتر ہے۔ بے وسیلہ

دیہاتی بڑی حد تک ان باتوں کو باور کر لیتے تھے۔

بین الاقوامی سطح پر اسی قتل کی یہ تعبیر پیش کی گئی:

"جمعیتِ فدائیانِ اسلام دس سال سے زیر زمین سازش کر رہی ہے اور اکا دکا ایسے حملے کرنا اس کا دستور ہے۔" جوانوں کے قتل کا جواز فراہم کرنے کے لئے ان کی تصویریں اور خود ساختہ کہانیاں چھاپ کر دشمنان دین کو خوش کیا جاتا اور اہل دین کو رجعت پسند، دہشت گرد، خونی اور قاتل باور کرایا جاتا تھا۔

سیاسی بصیرت رکھنے والے کہانیوں کی تہہ میں اور صورتوں کے پردے میں چھپے ہوئے حقائق سمجھ لیتے تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ حکومت کی پریشانی کا سراغ لگانے والے جوشیلے جوان سنجیدگی سے ایسے منصوبے بنانے لگتے تھے۔ آخر کار وہ خونی اقدامات پر آمادہ ہو گئے۔

مسلح مقابلے کی طرف منظم اقدام

جمعیت مؤتلفہ اسلامی کے شاخوں میں محمد بخارائی کا گروپ تیار ہوا۔ ان لوگوں نے سیاسی قتل کا خطرناک منصوبہ بنایا۔ ان کے خیال میں امریکی پٹھوؤں اور ساواک کے اہم اشخاص کی موت موجودہ بحران کا حل تھی۔ منصور، نعمت اللہ نصیری، اسد اللہ علم اور اقبال ان کے علاوہ بعض ایڈیٹر جو آقای خمینی کے بارے میں گستاخیاں کرتے رہتے تھے کے نام فہرست میں تھے۔ صیہونی مراکز اور درباری وابستگان جاسوس کے دفاتر پر حملے،

بھی ان کی نظر میں تھے۔ مہدی عراقی نے بادشاہ کو قتل کرنے کا ذمہ لیا۔ عرصے تک وہ موقع تلاش کرتا رہا۔ طہران میں جہاں بادشاہ کی خبر سنتا پہنچ جاتا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے عزم پر گواہی اس وقت ملی جب گروہ محمد بخارائی کے ساتھ وہ عدالت میں پیش ہوا تو دوران بحث اس کے وکیل نے کہا۔

"محمد بخارائی جذباتی اور انتہا پسند آدمی تھا یہ کام اسی نے کیا ہے۔ میرا مؤکل اس سے نفرت کرتا تھا وہ ایسی گندی نیت سے پاک ہے۔"

مہدی عراقی اپنی جگہ سے اٹھا اور وکیل سے کہا۔

"خاموش! ان مہروں کو مارنا ہم میں سے ہر ایک کا فریضہ تھا یہ اور بات ہے کہ محمد کو موقع مل گیا اور افسوس کہ ہم موقع نہ پا سکے۔"

بچوں اور جوانوں کے اس جذبے سے پوری قوم کا مزاج سمجھ میں آ جاتا ہے۔ امیر عباس ہویدا نے ۱۰ فروردین ۴۴ ق کو مجلس شورای ملی میں کہا تھا:

"محمد بخارائی، مرتضیٰ نیک نژاد اور رضا صفار ہرندی پروگرام بروئے کار لانے والے اور ہاشم، صادق امانی و مہدی عراقی منصوبہ بنانے والے تھے۔ ان لوگوں نے تحقیقات کے ضمن میں منصور کے بعد دوسرے افراد کو قتل کرنے کا ارادہ بتایا ہے۔"

ہویدا نے اسلحہ، بموں اور ٹیپ ریکارڈر نیز ان خطوں کا بھی انکشاف

کیا جو مختلف سفارتوں اور ڈاکٹر مصدق، ڈاکٹر علی امینی اور ڈاکٹر مظفر بقائی کو ارسال کرنے کے لئے ان کے پاس تھے۔

"گروہ محمد بخارائی" نے تحریک انقلاب میں نئی روح پھونک دی۔ بچوں کی فداکاری نے جوانوں اور بوڑھوں کو ولولہ بخشا۔ قوم کے دلیر فرزند مسلح جدوجہد کے لئے تیار ہو گئے۔ اس کمیٹی کے پروگرام، اعلامیے اور اسلامی انقلاب کو بروئے کار لانے کے منصوبے پولیس نے قبضہ میں لے لئے ورنہ یہ لوگ خدا جانے کیا قیامت ڈھاتے!

"گروہ محمد بخارائی" کا مقدمہ خصوصی فوجی عدالت میں پیش ہوا۔ جہاں پولیس کی رپورٹ، سی آئی ڈی کی کہانی پیش ہوئی۔ خود ان تیرہ قیدیوں نے دلیرانہ بیان دیے اور انتہائی عزیمت سے نشانہ بننے والوں کو قابل قتل قرار دیا۔ روزنامہ 'اطلاعات' نے ان کا مختصر سا اظہار شائع کیا۔

عدالت نے محمد بخارائی، رضا صفار ہرندی، مرتضیٰ نیک نژاد اور صادق امانی کو موت کی سزا سنائی۔ مہدی عراقی، ہاشم امانی، حبیب اللہ عسکر اولادی، عباس مدرسی فر، ابوالفضل حیدری، محمد تقی کلاچی کو حبس دوام بامشقت اور جناب حجۃ الاسلام والمسلمین آقای حاج محی الدین انواری کو پندرہ برس کی سزا دی۔ احمد شہاب دس سال اور حمید ایپکچی نابالغی کی بنا پر بری ہو گئے۔ ان لوگوں کے علاوہ سو تاجروں

اور شہریوں اور "جمعیت ہای موتلفۂ اسلامی" کے ارکان کو شکنجے اور قید کی سختیوں کے حوالے کیا گیا۔

حکومت نے آقای محی الدین انواری کا نام شائع نہیں کیا صرف ' ایک روحانی " پر اکتفا کی لیکن اس عالم محترم سے ہر ایک واقف تھا علما وطلبہ نے ان نیک نہاد خوش عقیدہ اور بے گناہ آدمیوں کی حمایت میں کدوکاوش کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں بہت بیانوں اور تاروں کے علاوہ آیت اللہ سید محسن حکیمؒ نے حضرت حجۃ الاسلام حاج میرزا احمد آشتیانیؒ کو تار دیا:

آقائے حکیم کا تار

"بلغنا ادعاء العام بالحکم بالاعدام علی الشیخ الانواری وسائر المتھمین من العلماء والکسبۃ فسائناذ الک اشد الاستیاء لذا لک نامل ان تتبادروا الی مراجعۃ المسئولین وتحذیرنا ایاھم من وخامۃ العاقبۃ وسوء المصیر"

—— شیخ انواری اور دوسرے مبینہ متہمین کے خلاف حکم قتل و موت کے فیصلے سے ہمیں بیحد دکھ پہنچا۔ آپ متعلقہ حکام کو ہمارے جذبات اور نتائج بد اور بدترین عاقبت سے ڈرا دیں......

آقای عبداللہ شیرازی کا فتوے

صفر ۱۳۸۵ھ کو مجاہد بزرگ آیۃ اللہ سید

عبداللہ شیرازی نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا:

"حضرات حجج اسلام آقایان مدرسین و فضلاء حوزۂ علمیۂ قم دامت افاضاتہم سلام............

آپ کے علم میں ہے ایران کی حکومت نے گزشتہ دو تین سال سے آتش ظلم و استبداد بھڑکا رکھی ہے۔ اپنی بقا اور یہود و نصاریٰ کی دوستی باقی رکھنے کے لئے اسلام، قانون اور انسانیت کی تمام حدیں توڑ دی ہیں۔ ہمارے اور مراجع عظام و علماء اعلام و خیر اندیش مصلحان ملت کی نصیحت کا اثر مزید شرارت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ "وما زادھم الا طغیانا و ظلما۔" دین مقدس اسلام کے خلاف قانون سازی ۱۲ محرم کو طلبۂ مدرسۂ فیضیہ اور ہزاروں افراد کی خوں ریزی، حق گوئی کے جرم میں قید و بند حکومت حسن علی منصور کا روزمرہ تھا۔ اس کی امداد مصنوعی ایوان کرتے رہے۔ ان لوگوں نے امریکہ اور دوسرے سامراجیوں کی پیروی کی اور کئی ہزار سال پرانی مملکت غیروں کے قبضے میں دی۔ حضرت آیۃ اللہ خمینی کو حق گوئی، خطرات سے مطلع کرنے، اقتصادیات کی تباہ حالی پر توجہ دلانے کے جرم میں جلا وطن کیا۔ آج ان کے صحیح حالات بھی کسی کو معلوم نہیں۔ حالانکہ مراجع تقلید قانون کی رو سے بیان و تقریر کے علاوہ بھی تحفظات رکھتے ہیں۔ اس کے بعد اگر دین و آبروئے وطن کی خاطر قتلِ منصور جیسے حادثات رونما ہوں تو حیرت کا سبب نہیں۔ قطعی طور پر عدالت کا فیصلہ اور مبینہ افراد کو حبس یا موت کا حکم شرعی

طور پر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ان لوگوں کو مفسد نہیں کہا جا سکتا۔ دراصل مفسد وہ جبار حکومت ہے جس نے ایسے حالات پیدا کیے۔" واذا قیل لھم لاتفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون ولکن لا تشعرون "......."

طلبہ مراجع کے آستانوں میں پناہ گیر ہو گئے!

ایران کی روایت کے مطابق مراجع بزرگ کے گھر پناہ گاہ ہیں۔ پولیس بڑے علما کے دروازے میں داخل نہیں ہوتی۔ ایک مدت کے بعد یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ طلبہ نے اعلان کیا کہ ہم فوجی عدالت کے فیصلے کے خلاف اور حکومت کی ناجائز کارروائی کے جواب میں اسلام کی حفاظت اور ایران کی آزادی نیز فداکاران تحریک اسلامی کی حمایت میں، آیت اللہ گلپایگانی، آیت اللہ شریعت مدار و آیت اللہ نجفی کے گھروں میں خانہ نشینی کر رہے ہیں۔

مجاہد دلیر حجۃ الاسلام ربانی شیرازی ابھی قید سے چھوٹ کر آئے تھے۔ انھوں نے اس محاذ میں روح تازہ پھونکی اور دور دراز خبر بھیج کر ہڑتال کی اپیل کی اس اقدام نے موت کی خاموشی ختم کی یونیورسٹی اور سیاسی تنظیموں کو حوصلہ دیا۔ قم کے تاجروں نے دکانیں بند کرنے کا اعلان کیا۔ طہران و اصفہان جیسے شہروں سے علما قم روانہ ہوئے۔ کچھ علما نے اپنے اپنے شہروں میں بھی اسی پروگرام پر عمل کا

فیصلہ کیا۔ معین تاریخ، کپتان پولیس اور سی آئی ڈی کے انسپکٹر جنرل اپنے خاص عملے کے ساتھ تینوں علما کے یہاں پہنچے اور طلبہ و علما کو ڈرایا دھمکایا۔ ان حضرات نے بھی ترکی بترکی جواب دیا۔ حکام اپنا سا منہ لے کر واپس گئے۔ لیکن اندر بیٹھے ہوئے ایک آدھ نامعلوم شخص کی سعی سے یہ مظاہرہ انجام کو نہ پہنچ سکا۔

گولی نے کام تمام کیا

۲۶ خرداد ۴۴ھ کو صبح سویرے چار جواں سال فرزندان اسلام موت سے ہم کنار ہوئے اور بادشاہ کے اشارے سے سخت ترین احکام کے ذریعے ان کے لیے مجالس و فاتحہ خوانی ممنوع قرار دی گئی۔

آقائے قمی کا اعلامیہ

آیت اللہ سید حسن قمی نے مشہد سے چار دن جوانوں کے قتل پر اظہار نفرت کرتے ہوئے ایک اعلامیہ جاری فرمایا جس میں آقای خمینی کے منشور کے مطابق تمام نکات پر گفتگو تھی۔

"..... دستور کے مطابق ایران کو حامی اسلام و مروج احکام مملکت ہونا چاہیے تھا۔ اس کے بجائے اس نے دین، اہل دین و مصلحین و آزاد افراد سے مقابلے کی ٹھان رکھی ہے اور تا بہ امکان دین کی بنیاد دینی معاشرے اور ملک کے مفادات پر وحشیانہ حملے کیے اور مسلمانوں کے گلے دبا کر ان کو سانس لینے کی بھی اجازت چھین لی اب چند مسلمانوں رضاکاروں کو موت اور دوسروں کو جیل کی سزا دیکر

حضرت ولی عصر ارواحنا فداہ کے قلب اقدس کو زخمی کرنے کی جرأت کر کے ملت کے زخموں میں اور اضافہ کیا...... کیونکہ شرعاً صرف اس قاتل کو سزائے قتل دی جا سکتی ہے کہ جس نے کسی ایسے شخص کو عمداً قتل کیا ہو جو کسی شرعی سبب کی وجہ سے واجب القتل نہ ہو۔ پھر ولی خون صرف قاتل سے قصاص لے سکتا ہے...

.... ہم سب اپنے دینی فرائض پر توجہ رکھتے ہیں اور ان لوگوں سے پوچھتے ہیں .... حرمت اسلام و قرآن و قانون اساسی مملکت کی مخالفت، ملک پر غیروں کا تسلط، صیہونی حکام کی تجارت اور ملک کے معاملات پر بالادستی..... آیت اللہ خمینی کی جلاوطنی................ آخر میں اعلان کرتا ہوں۔ اللہ کی قوت و طاقت و مشیت سے ہم ہر وقت اپنے شرعی فرائض پر عمل کریں گے اور حیثیت حاکمہ کی سختیاں ہمارے قدم نہیں ہٹا سکتیں....... ۲۰ صفر ۱۳۸۵ھ

بادشاہ پر قاتلانہ حملہ

رضا شمس آبادی شاہی محل راکاخ مرمر کے محافظوں میں ایک باغیرت و دلیر مسلمان افسر تھے "گروہ محمد بخارائی" کے اقدام سے حکومت کے تمام محکمے خوف زدہ تھے اور موت سے نڈر شہری کچھ کر گزرنے کی دھن میں تھے۔ ان دلیر وطن دوست افراد میں رضا شمس آبادی نے قانون شکنی، اسلام دشمنی اور وطن فروشی کے

سرچشمے پر حملے کی ٹھان لی۔ ایک دن وہ اپنے آفس سے سٹین گن لے کر بادشاہ کے دفتر کی طرف عقاب کی طرح جھپٹا۔ اچانک سامنے سے سٹین گن چلی اور رضا زخموں سے چھلنی ہونے کے باوجود یہ کہہ رہا تھا:

"میں اس جلاد کو قتل کرنا چاہتا ہوں"۔

رضا شمس آبادی، بادشاہ کو قتل نہ کر سکے لیکن اسے زندہ درگور ہونے کا یقین دلانے میں ضرور کامیاب ہو گئے۔ جنوری ۱۹۷۹ء کے ایک پروگرام میں بی بی سی لندن نے شاہ کے ایک انٹرویو کا تذکرہ کیا۔ اس پروگرام میں بادشاہ کی تقریر سنائی گئی۔ بادشاہ اپنی موت اور فنا کو یاد کرتے ہوئے کہہ رہا تھا:

"قبر میں میرے ساتھ میری تاریخ دفن ہو گی"۔

مجھے اس "نامۂ اعمال" کے بجائے "میری تاریخ" کے تبادلے پر غصہ آیا کہ یہ وہی حرکت ہے جو اس نے حلف نامے میں قرآن مجید کے ساتھ کی تھی یہ شخص شعوری و لاشعوری طور پر اسلامی اصطلاحات سے پہلو بچاتا ہے۔ اب سوچتا ہوں کہ بادشاہ کی زبان پر یہ الفاظ اس کے لاشعوری مایوسی کا اظہار تھے۔

رضا شمس آبادی نے بادشاہ اور بین الاقوامی پریس کو ایرانی قوم کی شاہ دشمنی کا یقین دلایا۔ بیس برس سے پروپیگنڈا تھا کہ ایرانی بادشاہت پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایرانی شاہ پرست ہیں۔ ایرانی

شاہ کے جاں نثار ہیں۔ دنیا کے عوام پریس کے مسلسل عمل سے مسحور ہو چکے تھے۔ "گروہ محمد بخارائی" اور رضا شمس آبادی کی جرأت نے سارا طلسم توڑ دیا۔ بادشاہ نے اس کی کاٹ ضروری سمجھی۔ اخبارات نے کہانی گڑھی۔

کاخ مرمر کے چند سپاہیوں میں جھگڑا ہو گیا اور ایک دوسرے کی فائرنگ سے چند افراد ہلاک ہو گئے۔

سرکاری ذرائع ابلاغ نے کہا:

جیسے ہی اعلیٰ حضرت ہمایونی شاہنشاہ، کاخ مرمر کے دفتر میں نزول فرما ہوئے ڈیوٹی پر متعین سپاہی دیوانگی کے عالم میں فائر کرنے لگا جس سے مالی اور دو خادم جاں بحق ہوئے۔ خود اسے بھی گولی مار دی گئی۔

مگر لوگ صرف اتنا سمجھے کہ بادشاہ پر گولی چلی۔ شاہی محل سرا یں بھی بادشاہ سے نفرت کی جاتی ہے —— شاہی محکمے بھی یہ نکتہ سمجھ گئے۔ انھیں یہ تاثر بدلنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وہ سوچنے لگے کہ یہ گھنٹی کس کے گلے میں باندھی جائے۔ لوگوں کے ذہن کیسے موڑے جائیں۔ بڑی سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ یہ کام کمیونسٹوں کے سر تھوپا جائے۔ اس کے بعد اعلان ہوا:

"کاخ مرمر کا واقعہ معلوم ہو گیا یہ انتہا پسند کمیونسٹوں کی سازش تھی جیسا کہ ان کے لٹریچر سے واضح ہوتا

ہے تحقیقات جاری ہیں۔"

کچھ چینی لابی کے کمیونسٹ بھی گرفتار کیے گئے اور مسلمانوں سے کہا گیا کہ ظل اللہ کے بچنے سے ۲۱ فروردین کو تم بچ گئے ورنہ چینی کمیونسٹ پارٹی کا انقلاب لے آتے تو مزے معلوم ہو جاتے۔

دراصل رضا شمس آبادی کا ارادہ و منصوبہ کسی کو معلوم نہیں لیکن اہل خبر کے نزدیک پرویز نیک خواہ کی کمیونسٹ تحریک سے اس کا کوئی رابطہ نہیں تھا۔ ورنہ پرویز نیک خواہ بادشاہ کے انتقامی حملے اور خوشامدیوں کی دہشت پسندی سے نہ بچ سکتا۔

مدرسۂ فیضیہ کی یاد

۲۵ شوال ۱۳۸۴ھ، امام جعفر صادق علیہ السلام کی مخصوصی کے لیے حسب دستور دور دور سے قافلے آنے لگے۔ علما، طلبہ، دانشور، ادبا، شہری، دیہاتی، مرد و زن، بچے، جوان، بوڑھے افراد قم میں زیارت معصومہ کے لیے حاضر ہوئے۔ یہی دن مدرسہ فیضیہ کی دانش گاہ مذھب جعفری کی قربانی کا تھا۔ دوسری سال گرہ اور آقای خمینی کے لیے احتجاجی جلسے کا بلا دعوت و اعلان انتظام ہو گیا۔ باوجودیکہ لوگ ڈرے سہمے ہوئے تھے مگر مذھب اور روضۂ معصومہ کی کشش کون روک سکتا تھا۔ مسلح پولیس اور ساواک کے آدمی شہر میں نقل و حرکت پر کڑی نگرانی کر رہے تھے۔ مغرب کا وقت آیا اور صحن و حرم کھچا کھچ بھر گیا۔ نماز کے بعد حسب دستور مسجد بالا سر

میں دعاء توسل شروع ہوئی۔ بے شمار آدمی پہلی مرتبہ اس دعا میں شریک ہوئے تھے۔ وہ حیران اور جذباتی تھے۔ دعا ہو رہی تھی کہ مدرسۂ فیضیہ میں واقعات کے گواہوں نے کھڑے ہو کر دو سال پرانے مظالم، غارت گری، آتش زنی کی تفصیل یوں بیان کی جس سے لوگ چیخ اٹھے۔ نفرین و لعنت کی صدائیں بلند ہوئیں۔ سنئے آدمیوں کو اصل خبر سے مطلع اور باخبر افراد کو یاد دہانی کرائی گئی۔ پروپیگنڈے اور اطلاعات کا یہ عمل سرکاری مشینری سے زیادہ موثر تھا۔ مجلس ختم ہوئی۔ لوگ باہر نکلے تو اللہ اکبر ــــ درود بر خمینی ــــ سلام بر خمینی کے نعرے فضا میں گونج رہے تھے۔

پولیس نے حملہ کر دیا۔ بندوقوں کے کندے اور برچھیاں برسانے لگے۔ اشک آور گیس اور لاٹھی چارج نے جلوس منتشر کر دیا اور مجاہدین اسلام کا مقصد پورا ہو گیا۔

صبح ۲۵ شوال تھی۔ علما کی طرف سے اسی مسجد بالا سر میں مجلس کا اعلان ہوا۔ رات کے واقعے نے آگ لگا دی تھی۔ مخصوص کا خاص دن بھی، تازہ دم مجمع صبح تک قم پہنچ چکا تھا۔ فیضیہ کے شہیدوں اور خمینی کے جہاد کو خراج عقیدت پیش کرنے والے ایرانی دستور کے مطابق نظمیں پڑھتے، نعرے لگاتے حرم پہنچے ــــ پولیس نے خطیبوں کو پہلے ہی سے روک دیا تھا۔ باقی مقررین پولیس کی زد میں تھے۔ ایک ذہین جاں نثار واعظ جناب شیخ علی اکبر ناطق

لباس بدل کر مجلس میں پہنچ گئے۔ سیاہ چشمہ، کالا عمامہ و عبا پہنے اچانک سٹول پر آئے اور بڑی پرجوش تقریر کی۔ شہدائے فیضیہ کو داد دی۔ شاہ پرستوں پہ تنقید کی اور آقای خمینی کے مقاصد کو سامنے رکھنے اور آخری فتح تک مقابلہ کرنے کا اعلان کیا۔ مجمع نے مکمل تعاون اور پُرجوش ارادوں کا یقین دلایا۔ مجلس ختم ہوئی اور پولیس حملہ کی تیاری میں تھی کہ جلوس کو صحن میں ختم کرنے کا اعلان ہو گیا۔ یوں ساواک کی خواہشیں پوری نہ ہو سکیں۔

ظہر کے بعد پھر مجلس ہوئی اور جناب سید عبدالرسول طہرانی نے تقریر کے ساتھ آقای خمینی کا پرانا اعلامیہ سنایا۔ حاضرین نے جوش و خروش کا مظاہرہ کیا اور آقای خمینی کے حق میں نعرے لگائے۔ ختم تقریر کے بعد جلوس کا پروگرام نہ تھا لہٰذا آج بھی پولیس کی پیش نہ گئی۔

گرفتاری

دو دن کی کاروائی دیکھ کر حکومت نے تحریک کی قوت اور روز افزوں شدت کا اندازہ لگا لیا۔ اس کی نظر میں قم میں لگی ہوئی آگ کا بجھنا ممکن نہیں۔ یہاں وقتی جذبہ نہیں اعتقاد لازوال کارفرما ہے مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ کرنا تو ہے ہی لہٰذا مجاہدین میں صف اول کے لوگوں پر ہاتھ ڈالا اور حجۃ الاسلام ربانی شیرازی۔ حجۃ الاسلام انصاری شیرازی حجۃ الاسلام شیخ صادق خلخالی و آقای شیخ اکبر رفسنجانی کو گرفتار کر لیا

ان کے خیال میں اب قم خاموش قبرستان میں بدل جائے گا مگر پاکروں گھروں اور مسجدوں میں میٹنگ اور مسجد بالا سر میں دعا و توسل کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پایا۔ زائرین دوردست یہاں سے حرارت اور پروگرام لیجاتے رہے۔ تحریک گھٹی گھٹی فضا اور خطرناک ماحول میں طاقت پکڑتی رہی۔ طہران' اصفہان اور دوسرے چھوٹے بڑے شہروں میں اکا دکا واقعات ہوتے اور مرجھائے زخموں کو ہرا کر دیتے تھے۔

نوروز میں شریک ہونے والوں پر مشقِ ستم

نوروز کا جشن پہلوی خاندان نے خالص زردشتی اور آوارگی کے مظاہروں سے بدل رکھا تھا عوامی میلہ اور عمومی کھیل کود کے ہنگاموں میں اہل دین یہ خوشی زیارت معصومہؑ قم و زیارت امام رضاؑ سے اسلامی عید میں بدل لیتے تھے چنانچہ گروہ در گروہ زائر مشہد و قم میں آئے اور علما نے مساجد و مدارس' ہوٹل اور گھروں میں اطلاع رسانی کا عمل شروع کر دیا۔ "تسلیت مردم" کے نام سے ایک تکنیکی اعلامیہ تقسیم ہوا جس میں مبارک بادی کے بجائے عوام سے کہا گیا تھا کہ بھوک' سردی' گرانی اور قرض نے قوم کی گردن توڑ رکھی ہے۔ رہبران ملت جیل میں ہیں لہٰذا عید منانے کی ضرورت نہیں ہے۔ قوم کو اللہ کی حکومت اور حزب اللہ کی حمایت کے لیے کمربستہ رہنا چاہیے۔

شب عید کی قریب آتی گئی' مجمع بڑھتا گیا۔ لاکھوں افراد جمع ہو

گئے۔ مشہد کی تفصیل تو معلوم نہ ہو سکی مگر قم میں جو کچھ ہوا اس کا خلاصہ محفوظ ہے۔ یکم فروردین کو دعا' توسل اور تقریروں کے علاوہ ٹریکٹ تقسیم ہوئے۔ حرم کے اندر مظاہرے ہوئے۔ حکومت نے صورت حال پر قابو پانے کے لیے سکیم بنائی۔

مسجد میں دیوار

مسجد بالائے سر اور حرم کے درمیان ایک در تھا۔ رات کو عوام کا راستہ روکنے اور دعائے توسل کے مجمع کو ختم کرنے' نیز دیکھنے والوں کی نظر سے دور رکھنے کی خاطر دیوار اٹھانا شروع کر دی۔ صبح کو زائرین جو حرم میں آئے تو حرم و مسجد کے درمیان در ختم ہو چکا تھا۔ ادھر منتظمین دعا نے محسوس کیا کہ اب دعا کی جگہ بدل دی جائے اور چھوٹی سی مسجد کے بجائے صحن بزرگ میں دعا ہونی چاہیے۔ یہاں آقای نجفی نماز پڑھاتے ہیں۔ زائروں کا اجتماع زیادہ ہوتا ہے آنے جانے والے زیادہ گزرتے ہیں۔ پروپیگنڈے کے مواقع زیادہ ہیں۔

شب عید نوروز ۱۳۴۲ھ آئی۔ حرم' صحن بزرگ (صحن طلا یعنی) صحن کوچک' مسجد اعظم' ایوان اور میدان میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ زن و مرد کی تمنا کہ تحویل کی ساعت حرم میں آئے۔ پولیس انتظام کی خاطر اور ساواک جاسوسی کے لیے چلتے پھرتے اور بیٹھے نظر آتے تھے تاکہ سال گزشتہ کی طرح پمفلٹ تقسیم کرنے والوں کو پہچانیں اور گرفتار کر کے خوشنودی ارباب حکومت حاصل کریں۔

آیت اللہ نجفی نے نماز مغربین ادا کی اور صفیں ہٹیں کر زائرِ آیش کہ ایک گروہ نے باواز بلند دعاء توسل شروع کردی لوگ پوچھنے لگے یہ کیا ہو رہا ہے؟ —— لوگوں نے ادھر ادھر جستہ جستہ جو خبریں سنی تھیں ان کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اتنے میں آقای فلاح یزدی نے گرجدار آواز میں حقائق سے پردے اٹھانا اور واقعات پر روشنی ڈالنا شروع کی اور یہ تحریر پڑھ کر سنائی :

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران وطن!

دور و نزدیک سے رسم نوروز اور زیارت معصومہ کے لئے آنے والے محترم حضرات! حوزۂ علمیۂ قم کے طلبہ اور اپنے فرزندان روحانی کا سلام قبول کیجیے۔

تحویل سال میں ایک دو لمحے کی دیر ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ہم آپ کو مبارکباد پیش کرتے۔ لیکن فاسد حکومت نے عید منانے کے امکانات ہی ختم کر دیے ہیں۔ اب مبارک باد کی گنجائش کہاں ہے؟ مدرسۂ فیضیہ و طالبیہ تبریز کے عزیز طلبہ اور پندرہ خرداد کے قتل عام، مرجع تقلید حضرت خمینی (شور صلوٰۃ) کی جلاوطنی، امریکی مشیروں کے تحفظات نے قوم کے دن تاریک کر دیے ہیں۔ قومی بینک کی لوٹ، غیر ملکوں میں ایران کی دولت کا انتقال، عیاشی اور فضول خرچی نے ہم وطنوں کو بھوک اور بدنصیبی سے دست و گریباں کر دیا ہے۔ ملک

کے اقتصادیات پر اسرائیل کا تسلط، سیاسی اور فوجی اداروں میں یہودیوں کا اقتدار ملک کی آزادی و استقلال کو ختم کر چکا ہے۔ اسلام و آزادی ملت کے خلاف منصوبے بن چکے۔ اب موقع کا انتظار ہے۔

برادران اسلام!

سنیے اور دوسروں تک پہنچایئے۔ علوم دینی کے طلبہ اس مقدس و مذہبی شہر میں زندگی سے مطمئن نہیں ہیں۔ پولیس کی گالیاں، گھونسے اور لاتیں ان کی توہین کرتی ہیں۔ ہماری آزادی چھن چکی ہے جیل خانے علماء و فضلا سے بھرے ہیں۔ رمضان سے اس ذی قعد تک بیسیوں اساتذہ، علماء و طلبہ قم و طہران جیسے شہروں میں گرفتار ہوئے ہیں۔ آپ عید منانے آئے ہیں اور سینکڑوں خاندان اپنے عزیزوں کے غم میں سوگوار ہیں۔ ہم آپ کو فقط ان حضرات کے نام گنواتے ہیں جو گزشتہ دو ماہ میں قید ہوئے:

حجۃ الاسلام ربانی شیرازی۔ جناب حجۃ الاسلام انصاری شیرازی۔ حجۃ الاسلام شیخ اکبر ہاشمی رفسنجانی۔ حجۃ الاسلام شیخ صادق خلخالی۔ حجۃ الاسلام محی الدین انواری۔ حجۃ الاسلام علی اصغر مروارید۔ حجۃ الاسلام شیخ محمد جواد حجتی کرمانی۔ حجۃ الاسلام فضل اللہ محلاتی۔ حجۃ الاسلام غلام حسین جعفری۔ حجۃ الاسلام طبسی مشہدی۔ حجۃ الاسلام محمد مہدی سبانی گیلانی۔ حجۃ الاسلام شیخ محمد آقا طہرانی۔ واعظ مجاہد آقای شیجونی —— محامی مشہدی۔ شیخ مہدی حق پناہ۔ قاسم اسلامی۔ نجم اعتمادی۔ سید مہدی

امام جمارانی، سید کاظم قریشی، سید حسن طاہری خرم آبادی احمد کافی، میر
دامادی، طاہری اصفہانی، مقدسیان، واعظی، شجاعی، نورالدینی، شہاب
شیرانی، مرتضیٰ فہیم کرمانی، صادق قمی، حسین غفاری، شیخ محمد رضا گلسرخی
صفدری خرم آبادی، علی اصغر زنگانہ، شیخ نبی زنگانہ، حسین بجستانی
محمود صالحی، ناصحی، مہدوی، احمدی، سید مہدی موحد، رضا شیخ الطائفہ
جوادی رکعی، دین پرور، جعفر سبحانی، نبی پور، کاظمی، سید محمود مدنی
مجازی ہے۔

ان کے علاوہ سینکڑوں شہری جیل اور شکنجے کی مصیبتیں جھیل
رہے تھے۔ راستہ چلتے، گھر بیٹھے گرفتاریوں کا سلسلہ جاری ہے۔ تھانہ،
چوکی، حوالات، جیل اور شکنجے نے ہر ایک کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے
چور، ڈاکو اور مجرموں کے گھر یعنی جیل میں شریف ترین فرزندان وطن
کو بے جرم و خطا کیوں بند کر رکھا ہے؟ علما دین دار اور مخلص فرزندان
اسلام و پیروانِ قرآن قید خانے میں کیوں بند ہیں؟ لوگوں کو شکنجوں

علما و خطبا کی یہ فہرست اب سے پندرہ سال پہلے کی ہے۔
اندازہ کریں کہ اس کے بعد کتنے مشاہیر علما جیل اور قتل سے دوچار
ہوئے ہوں گے۔
ان حضرات کی انتھک جدوجہد کے بعد انقلاب اسلامی کی راہ
میں گولی کا نشانہ بننے والے قائل کتنے کم تھے؟

میں ڈال کر اعصابی و ذہنی اذیت سے کیوں دوچار کیا جاتا ہے؟ اور سب
سے اہم سوال یہ ہے کہ مرجع تقلید عالم اسلام حضرت آیت اللہ العظمیٰ الخمینی
— شور صلوات — جلاوطنی میں کیوں ہیں؟ مسلمان ان کی
سرگزشت سے بے خبر ہیں؟

ان سوالوں کے جواب واضح ہیں۔ اس ملک کی قسمت چوروں،
بدکردار لوگوں، اسلام دشمنوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہی مسند حکومت پر
بیٹھے ہیں۔ امریکہ کے بنائے ہوئے حکمران، اسرائیل کے ہم پیالہ و ہم نوالہ
ہمارے ملک پر حکمران ہیں.......... ایرانی دولت سے
جب تک تباہ کاروں کے ہاتھ نہ روک دیں گے اور قرآن و اسلام
کے دشمنوں کو جب تک مسند اقتدار سے نہ اتار لیں گے اس وقت
تک یہ جدوجہد جاری رکھیں گے۔ ہمارا اور آپ کا بلکہ ہر ایرانی مسلمان
کا فریضہ ہے کہ اسلامی جدوجہد اور استعمار کے خلاف اقدامات کو فتح
کی آخری منزل برقرار رکھے۔ آزار، توہین، جلاوطنی، جیل، گالیوں،
مار پیٹ اور پولیس کی یورش کے باوجود، ہم حوزۂ علمیۂ قم کے طلبہ اور
علما اس مقدس مقام میں آپ سے اور تمام مسلمانوں سے عہد کرتے ہیں
ہم اس غیر قومی و غیر اسلامی حکومت سے صلح ناپذیر جنگ کو مکمل فتح یا
شہادت تک جاری رکھیں گے۔ ہمارا ایمان ہے کہ خدا کی مدد اور
ایران کے غیرت مند عوام کے تعاون سے آخری فتح ہماری ہے۔ ہم
پورے ملک میں اسلام کا انصاف پرور و آزادی بخش پرچم فضا میں

لہرائیں گے۔ انشاء اللہ جلد اور بہت جلد۔

آخر میں اس حقیقت کا ذہن نشین کرانا بھی ضروری ہے کہ ایران کی موجودہ مخالف اسلام حکومت کے خلاف جد و جہد میں ذرہ برابر بھی کوتاہی قرآن مجید اور ملک سے خیانت ہے۔ جو بھی اس مرحلے میں خاموشی اختیار کرے گا وہ حکومت کے جرم میں شریک ہوگا۔ آج پھر امام حسین (علیہ السلام) یزید عہد کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ وہی صحرائے کربلا، وہی عاشورائے حسینی ہمارے وطن میں آچکا ہے۔ حق و باطل کے اس معرکے میں جو بھی ہچکچاتا ہے اس پر افسوس ہے چند روزہ حقیر و ذلت آفریں زندگی کی خاطر جو بھی حق کی مدد سے جی چرائے گا جو بھی سر بچائے گا وہ دنیا میں بدنصیب اور آخرت میں بے سہارا رہے گا۔ اس حسینی انقلاب میں برادران محترم! کوئی کوتاہی نہ کریں! والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

حملہ اور خون

حرم معصومہ قم ننھے بچوں، ماؤں، خواتین و اطفال اور مردوں سے چھلک رہا تھا۔ خاندان کے خاندان حجرہ و دیوان، رواق و صحن میں کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ دعا و تسبیح، بات چیت اور تحویل آفتاب کی ساعت کے انتظار میں وقت گزار رہے تھے۔ صحن میں تقریر مذکور گونج رہی تھی کہ پولیس کے فسادی جوتے پہنے اچانک ٹوٹ پڑے۔ بچوں کو روندتے، عورتوں کو مارتے، بوڑھوں پر بندوقوں کے کندے برساتے

جوانوں کو برچھے لگاتے، مکّوں کی بارش کرتے آگے بڑھے۔ آدمیوں پر آدمی گرنے لگے۔ ہڈیاں ٹوٹ گئیں، سر پھٹ گئے، سامان لٹ گیا، درندگی اور بربریت کے اس مظاہرے نے مقدس آستانے مذہبی عید، قومی تہوار، عوامی اجتماع اور بے گناہ عوام کی توہین کر کے حکومت کے تابوت میں ایک اور کیل لگادی۔

قم کے حوصلہ مند طلبا و علما نے صبر کیا۔ وہ پُرامن رہے۔ حاضرین کے ساتھ ان پر بھی سب و شتم، لاٹھیوں اور بندوقوں کی بارش ہوئی وہ بھی لہو لہان ہوئے مگر اپنے اقدامات سے باز نہ آئے۔ پولیس کے سخت حملے کے بعد زخم خوردہ لوگ حرم سے باہر چلے گئے اور نیا مجمع ان کی جگہ آگیا۔ پولیس بھی اپنی کاروائی مکمل کر کے نکل گئی۔ طلبہ اور علما نے موقع پایا اور چھپا ہوا لٹریچر تقسیم کرنا شروع کردیا۔ ساواک اور پولیس کے سپاہی انہیں ڈھونڈتے رہے مگر کوئی شخص ہاتھ نہ آیا کچھ حضرات مجمع میں ادھر ادھر چھپ گئے اور دانش ور، فہمید و بااثر حضرات کو اپنا ہمنوا بنانے میں معروف رہے۔ ان لوگوں نے صاف صاف کہا کہ جب تک بادشاہ کو تخت و تاج سے دستبردار نہ کرالیں گے اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں گے۔ ملک میں اسلامی نظام لائیں گے۔ ظلم و ستم مٹائیں گے۔ اجنبی طاقتوں کو ایران سے نکالیں گے۔

آقای طالقانی کی آفرین

نوروز کے دوسرے دن زائرین واپس

ہوئے اور علماء قم نے دعاء توسل کا عمل جاری رکھ کر حکومت کے دماغ پر ایک اور ضرب لگائی۔ جنگ آزادی کے ایک عظیم رہنما آیۃ اللہ طالقانی جیل میں تھے ایک ملاقاتی سے انھوں نے فرمایا:

"آستان مقدس پر پولیس کا غم انگیز حملہ انتہائی افسوس کا سبب ہے لیکن اعلامیوں اور ٹریکٹوں کی تقسیم اور دینی طلبہ کی منظم کارگزاری باعث مسرت ہے۔ ہم ان سلاخوں کے پیچھے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں اور اپنی عزیز و محترم قوم کو سلام کرتے ہیں ان حضرات کا جدوجہد میں بھرپور حصہ لینا ہمارے مستقبل کی نیک تمنا ہے۔"

آستان معصومہؑ قم میں تاریخی بیان، ٹریکٹ، اعلامیے اور ملاقاتیں جو کام کر سکتی تھیں ان سب کو پولیس کے حملے نے اور زیادہ موثر بنا دیا۔ لاکھوں زبانیں پورے ملک میں مظالم کی داستان گو بن گئیں۔

ساواک کی دوسری تدبیر

حکومت قم کو قابو میں نہ لا سکی۔ دینی حلقے روز بروز طاقتور ہوتے گئے۔ ساواک والوں نے دکان داروں کو ورغلایا۔ ان سے ایسی درخواستیں لکھنے کو کہا جن میں طلبۂ حوزۂ علمیہ کی شکایت ہو کہ یہ لوگ ایسے ہنگامے کرتے رہتے ہیں جن سے

ہمارا کاروبار تباہ ہو گیا ہے۔ خوانچہ فروش، ریڑھی والے خاص طور پر مارے گئے مگران لوگوں نے سرگرمی نہ دکھائی۔ پولیس ڈری کہ یہ لوگ کہیں راز نہ کھول دیں لہٰذا خفیہ پولیس نے بطور خود ایسی درخواستیں لکھیں، اشتہار چھاپے، کچھ بازاریوں کے ساتھ ہنگامہ کر کے طلبہ کو پریشان کیا لیکن مجاہدین اسلام نے ان باتوں کی پروا نہ کی۔

حج کی آمد اور تحریک کی قوت میں اضافہ

حکومت کی پوری مشنری اندرون ملک و بیرون ایران بادشاہ کی سیاسی بصیرت، ایران کی ترقی اور تمدن جدید سے وابستگی کا پروپیگنڈہ کر رہی تھی۔ تحریک اسلامی کو ردس نواز، کمیونسٹ اور رجعت پسند کی حیثیت سے بدنام کر کے رائے عامہ کو ہم خیال بنا رہی تھی۔ خبروں پر پابندی تھی اور اگر کوئی بڑا واقعہ ہوتا تھا تو یہودی، امریکی اور برطانوی خبر رساں ایجنسیاں اسے توڑ مروڑ کر بادشاہ کے حق میں شائع کر رہی تھیں۔ سفارت خانے بے دریغ روپیہ برسا رہے تھے۔ ایران کے دوست ملک اگر کچھ لکھ بھی دیتے تھے تو ان سے باز پرس ہوتی تھی۔ پاکستان اور عراق میں داخلی بحران اور مارشل لا تھے۔ لہٰذا اول تو خبریں چھپتی ہی نہ تھیں اور اگر کوئی خبر کبھی چھپ جاتی تھی تو انتہائی غیر اہم طریقے سے اخبار کے گوشے میں جگہ ملتی

تھی۔ بمشکل تمام ہم نے خود لاہور میں بعض مساجد میں بات بھی کی تو کسی اخبار نے اسے شائع نہ کیا۔

؎

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

قم کے طلبہ تھے جو بدترین سنسر کے باوجود آواز اٹھاتے اور لوگوں کو جگاتے رہے اور کوئی مناسب موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا حج ۱۳۸۴ھ کے موقع پر عربی میں ایران کے کوائف اور اسلامی تحریک کے مقاصد چھاپ کر حاجیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ بھیجے آقای خمینی کی تصویریں تقسیم کرکے دنیا بھر کے مسلمانوں سے اسلامیان ایران کی حمایت کا مطالبہ اور امریکہ و یہود کی سازش کو بے نقاب کیا۔

مراسم محرم پر پابندی

حاجیوں کے قافلے واپس آئے تو ان سے باز پرس ہوئی اور احتیاطی تدبیر یہ کی گئی کہ محرم کی مجالس پر قدغن لگادی۔ عذر یہ تھا کہ پولیس کم ہے مجلسیں زیادہ، قابل اعتماد لوگوں کو اجازت دی بھی تو واعظ و ذاکر ممنوع المنبر کردے گئے اور کم از کم ملک کے دس خطیبوں کو بلیک لسٹ کر دیا۔ جلوسوں پہ پابندی کہ نوحے ایسے نہ ہوں جن کے کسی مصرعے سے کوئی طنز یا حمایت کا پہلو نکلے۔ آخر محرم ختم ہونے کے برابر ہوا جب لوگوں نے جلوس نہ نکالے اور احتجاج کے طور پر ماتمی دستے باہر نہ نکلے تو حکومت نے ایک آدھ دستہ خود

تیار کروا کے علم نکلوائے۔ اس سے عوام کا غیظ و غضب اور بڑھ گیا۔ آخر ۵ اخرداد کے بعد کچھ ڈھیل دی گئی اور لوگوں نے دبے ہوئے جذبات اور دل کی بھڑاس نکالنے میں کمی نہ کی جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ گرفتار ہوئے اور بہت سے زبان بندی کے مستوجب قرار پائے۔

آقای خمینی کے گھر پر مظاہرہ

طہران و اصفہان جیسے شہروں میں کسی حد تک حکومت کا مقصد پورا ہو گیا مگر قم کے دلیر طلبہ نے پھر شکست دی آوارہ گرد لوگوں اور ساواک کے سفید پوش حملہ آوروں سے ڈر کر بہت سے لوگ چپ تھے مگر طلبہ مجلسیں بھی کر رہے تھے اور ماتم بھی مگر طریقہ ایسا رکھا جس سے پولیس مداخلت نہ کر سکے۔ نو دن بڑی آہستگی سے گزارنے کے بعد عاشور کو لوگ ماتم کرنے نکلے اور ذوالجناح لے کر آقای خمینی کے خالی اور کھلے گھر میں اچانک داخل ہو گئے۔ پولیس ہکا بکا تھی کیونکہ محرم میں ادھر سے گزرنا ممنوع تھا اور لوگ اس گلی سے گزرتے ہوئے دروازے کو دیکھنا بھی خلاف احتیاط سمجھنے لگے تھے۔ طلبہ کا صحن میں جانا تھا کہ قیامت برپا ہو گئی:

"ذوالجناح کو پدرم؟ خاک عالم بہ سرم!"

اس معرعہ پہ ماتم اور مجمع کا کہرام تھا ہی کہ آقای خمینی کا کمرہ خالی دیکھ کر کسی نے نعرہ لگا دیا:

www.shiabookspdf.com

خمینی بت شکن ملت تو رامی خواہد ــــ مرجع دور از وطن، اسلام تو رامی خواہد ــــ"

ان آوازوں نے اقتدار اعلٰے کے جسم میں کپکپی ڈالدی۔

بین الاقوامی اداروں میں حرکت

حسن علی منصور کا قتل، گروہ محمد بخارائی کی پھانسی، شمس آبادی کا قصر مرمر میں گولی چلانا، قم میں مسلسل حرکت اور پورے ملک میں سیاسی لیڈروں کی گرفتاری و نظر بندی، تمام علما کی مخالفت، جلاوطنی، حراست اور حقوق شہریت سے محرومی و آبرو ریزی نے ادارۂ حقوق انسانی کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اپریل ۱۹۶۵ء کو کمیشن کے چیئرمین نے یو این او کے سیکرٹری جنرل کو خط لکھا جس میں آیت اللہ خمینی کی جلاوطنی اور بچاؤ سے فیصد ایرانیوں کی محرومیِ حقوق اور قانون کے تعطل پر احتجاج کیا۔ نیز سیکرٹری جنرل سے مداخلت کی اپیل کی۔ اس کے باوجود ایران کے ڈکٹیٹر نے اپنی پالیسی نہ بدلی۔

تشدّد کا راستہ

ایرانی عوام امن کی راہ چلتے چلتے تھک گئے۔ نوجوان تشدد کی راہ پر نکل چکے تھے۔ ان کے اقدامات سے بہت بڑھے جلتے کو فتح کا امکان نظر آیا تھا۔ سال گزرنے سے پہلے پہلے منچلے جاں باز مسلح تنظیم کی طرف بڑھے ــــ مہدی بادرگان نے لکھا ہے:

"قوم کے سینے پر جو تیر مارا جاتا ہے۔ سروں پر جو گرز پڑتا ہے۔ اس سے سینے کشادہ تر اور سر بلند تر ہوتے جاتے ہیں۔ ان چوٹوں سے زیادہ سخت اور آتشیں ردعمل دشمن کے سامنے آتا جارہا ہے"۔

(مکتب مبارز۔ شمارہ ۱۵، ص ۷)۔

بادشاہ کے جذبۂ انتقام، نعیری کے خون آشام اقدامات کا ردعمل یہ ہوا کہ "حزب ملل اسلامی" کے پچپن ممبروں کا انکشاف ہوا۔ جس سے ظلم کے ایوانوں میں شگاف پڑ گیا۔ اس گروپ کو نہ کمیونسٹ کہا جا سکتا تھا نہ فدائیان اسلام کے بچے کھچے افراد۔ یہ لوگ کھلم کھلا سو فیصد مسلمان تھے اور اسلامی تحریک کے جاں نثار۔ حکومت نے کئی مہینے تک اس خبر کو شائع نہیں کیا۔ اس کی کوشش یہی تھی کہ اس گروپ کے لئے کوئی داستان تیار کی جائے مگر حجۃ الاسلام شیخ محمد جواد حجتی اور حجۃ الاسلام محمد کاظم بجنوردی پر انتہا پسند فدائی، بائیں بازو کے دہشت گرد ہونے کا بہتان لگانا خطرناک اقدام تھا۔ عوام چیخ اٹھتے۔ لہٰذا مجبور ہو کر خبر شائع کی گئی اور ساواک نے ان لوگوں کی سراغرسانی پر خوشی کا اظہار کیا اور جھوٹے، الزام تراشی و بہتان طرازی کے رنگ و روغن کے ساتھ کہا:

"...... مذکورہ گروپ بیرونی ممالک سے اسلحہ حاصل کرتا تھا اس کے پچپن ممبر ہیں، ان میں آٹھ کو پھانسی

اور پچاس کو تین سال سے حبس دوام تک کی سزا
دی گئی ہے۔..........."

اس گروپ کی خبر نے عوام کو جوان ہمتی اور ساواک کو احساس شکست سے دوچار کر دیا۔ وہ ذرا سی جنبش کو شیر کی آمد سمجھنے لگے۔
پریشانی یہ تھی کہ مولانا شیخ محمد جواد حجتی کو اس الزام میں گرفتار نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی ایک بے عمامہ تصویر اور دہشت گردوں کی صورت بنا کر پیش کرنے کا تجربہ کیا۔ اس سے عوام نے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ یعنی کرمان والوں نے آقای حجتی کی تصویر اور اعلامیہ چھاپ کر ملک بھر میں تقسیم کیا اور حکومت پیچھے ہٹی اور آقای سید کاظم بجنوردی کو پھانسی کے فیصلے کے بعد عمر قید میں بدل دیا گیا۔ پھر مزید سات افراد کو طویل قید اور آقای بجنوردی کو نظر ثانی میں تین سال اس کے بعد دس سال کی سزا سنائی گئی۔

آیت اللہ خمینی بورسا سے نجف اشرف میں
شاہِ ظلم پناہ
منہمک

دوران وچنگیز عہد لگاتار غور و فکر کے باوجود بچت کا راستہ نہ ڈھونڈ سکا۔ سربرآوردہ لوگوں کا گلا گھونٹنے اور مظلوموں کا خون پینے سے مسئلہ حل نہ ہوا۔ خمینی کا آہنی پنجہ نہ مڑ سکا۔ خمینی کا منصوبہ بت شکن ایرانیوں کو جرأت بخشتا رہا لہٰذا آریا مہر صاحب کو علما کے قدموں پہ گرنا پڑا۔ علما کے بگڑے تیور آگ برسانے کی خبر دے رہے تھے۔

شہنشاہ خوف سے ان کی صدا سن کر دل میں کہہ رہا تھا:
"معاف کر دیں!"

وہ فرعون کی طرح دن کو خدائی کا دعویٰ کرتا اور رات کو فرار کی راہ ڈھونڈتا تھا۔ اسے اپنا تجربہ یاد آیا۔ آغا کے جیل سے طہران آنے پر عوام مطمئن ہو گئے تھے۔ لوگ خمینی کی صحت و سلامتی سے باخبر رہنا چاہتے تھے۔ وہ اپنے محبوب کی قید برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ بادشاہ نے تنکے کا سہارا لیا۔ مگر اس کی سانس اکھڑ چکی تھی۔ حواس غائب ہو چکے تھے۔ بادشاہ سمجھا کہ صحیح حل مل گیا اب اسے نجات مل جائے گی۔

حکومت ترکیہ معذرت خواہ ہوئی۔ رائے عامہ کا دباؤ ناقابل برداشت تھا۔ ترکیہ کے شیعہ مشتعل تھے اور بین الاقوامی ادارے بدگمان۔ بادشاہ نے حکومت عراق سے رجوع کی۔ عراق گورنمنٹ نے کہا — ٹھیک ہے آیۃ اللہ خمینی کو عراق بھیج دیا جائے لیکن ہم جلسہ جلوس، استقبال و خطاب نہیں ہونے دیں گے۔ خمینی صاحب جلاوطن کی حیثیت سے یہاں نہیں رہیں گے۔ ایران گورنمنٹ ان کے سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کرے گی — آخر بادل نخواستہ بات طے ہو گئی۔

بادشاہ نے بیداری کا لبادہ اوڑھا، روز زیارت مشاہد مشرفہ کے لئے جانے لگا۔ اسلام اور مسلمانوں کی حمایت پہ بولنے لکھنے کی مشق بڑھا دی۔ قرآن مجید چھاپ کر دنیا بھر میں تقسیم کیا اور اپنی ضمن

www.shiabookspdf.com

میں آیت اللہ خمینی کو نجف اشرف منتقل کرنے کا اعلان کر دیا۔

۹۔ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ کو آیت اللہ خمینی اور حجۃ الاسلام سید مصطفےٰ صاحب قبلہ نجف اشرف میں داخل ہوئے۔ حوزۂ علمیۂ نجف خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ نجف و کربلا سے متعدد وفد استقبال کے لئے بغداد ایئر پورٹ پہنچے اور عراقی مسلمانوں نے جشن منایا۔ قم والوں نے درود و سلام سے فضا کو منور کر دیا۔ ایران میں رہائی خمینی و فتح علما کی خوشی میں مٹھائیاں تقسیم ہوئیں۔ حکومت کی شکست و رسوائی پر مجاہدین مسجدوں میں جھک گئے۔

ہوشیار! قافلہ جاگتا رہے

مجاہدین و رہنما جوش کے بدلے ہوش اور خوشی سے زیادہ فکرِ مستقبل میں غرق تھے۔ احتیاطی تدابیر اور آئندہ کے تحفظات پر نظر رکھنا ان کا فریضہ تھا۔ اگر عوام حضرت خمینی کے نجف پہنچنے کی خبر سن کر سو گئے تو حکومت دوبارہ پلٹ پڑے گی۔

حضرت آیۃ اللہ المجاھد السید حسن طباطبائی قمی نے خبر سنتے ہی اعلامیہ شائع کیا:

"برادران اسلام! تقریباً دو ہفتے گزرے کہ حضرت آیۃ اللہ الخمینی دامت برکاتہ کو عراق لے گئے ہیں۔ اس خبر نے عوام کو خوش کیا اور ہمیں بھی مسرت ہوئی۔ موصوف زیارت عتبات سے مشرف ہوئے اور کسی حد تک ان کی نظر بندی ہلکی ہوئی۔ اس موقع پر دو نکتہ

کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

۱۔ آیت اللہ خمینی کا نجف میں جانا جلاوطنی کا خاتمہ نہ سمجھنا چاہیے۔

۲۔ علما کا مقدس جہاد پہلے مرحلے میں کامیاب ہوا ہے اور حکومت نے ظالمانہ اقدامات میں پسپائی حاصل کی ہے مگر قرآن و اسلام کے مخالفین سے اس وقت تک ہمارا مقابلہ جاری رہے گا جب تک استعمار، سلب آزادی، محرومی حقوق کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔

آیت اللہ خمینی کے عراق بھیج دینے سے ہم مطمئن نہیں ہو سکتے ہمارے سامنے ان کے وہ مقاصد ہیں جن کی بنیاد پر وہ ترکیہ بھیجے گئے تھے۔ مراجع عظام نظر بند ہوئے۔ انفرادی و اجتماعی آزادی ختم ہوئی۔ بے شمار افراد جیل گئے۔ بہت سے لوگ شکنجوں میں کھینچے۔

ہم اعلان کرتے ہیں ــــ علما بارگاہ مقدس پروردگار عالم سے مدد مانگتے اور حضرت ولی عصر ارواحنا فداہ کی توجہ طلب کرتے ہیں۔ ہم اس مقدس نبرد آزمائی کو آخری فتح تک برقرار رکھیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔"

۲۰ جمادی الثانیہ ۸۵ھ حسن طباطبائی قمی۔

بے شمار تار اور ٹیلی گراف نجف پہنچے۔ قم کے علما و طلبہ، مشہد کے، ون ایران طلبہ کی تنظیموں نے بے شمار خط اور پیغام بھیجے

تنظیموں کے بنیادی نکتے یہ تھے۔

۱۔ عراق میں منتقلی جلاوطنی کا خاتمہ نہیں ہے۔

۲۔ حوزۂ علمیۂ قم کا مطالبہ کہ آیت اللہ قم لائے جائیں پوری قوم کا مطالبہ ہے اور علما وطلبۂ قم پوری قوم کے ترجمان ہیں اور ملت ایران ان کے ساتھ ہے۔

۳۔ آیت اللہ کی جلاوطنی کے اسباب اور حکومت کی قانون شکنی کی تفصیل۔

۴۔ حوزۂ علمیۂ قم کی پامردی اور انقلابی جدوجہد کا قیام ملت ایران کے لئے قابل فخر ہے۔

۵۔ تعاون اور ناقابل شکست عزیمت کا اظہار اور اعتماد۔

ایک ایک پیغام پر دو دو سو دستخط ہوتے تھے۔ قم کے متعدد طلبہ کی جماعتوں کے علاوہ نجف آباد، کرمان، اصفہان، مشہد بلکہ ایران کے تمام شہروں سے عوام کا ردعمل یہی ہوا۔ ملکوں نے بھی یہی کیا۔ پاکستان (لاہور اور کراچی) ہندوستان، لبنان اور متعدد اسلامی ملکوں سے تار اور ریزولیوشن ارسال کیے گئے۔

وزیر اعظم پر دباؤ

حوزۂ علمیۂ قم کے انتھک کارکن و رہنما تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے اقدامات میں سنجیدہ اور تیز قدم تھے انھوں نے عباس هویدا کو کھلے خط اور صاف بیانات اور قراردادوں سے فراموش نہ کیا۔

ب۔ شمار خطوں میں اسے حکومت کی لاقانونیت اور ظلم وستم کی فہرستیں اور تفصیل لکھ کر بتایا کہ آیت اللہ خمینی کی وطن واپسی اور رہنماؤں کی مکمل آزادی کے بغیر ہم چین سے نہ بیٹھیں گے۔ وزیر اعظم کو وطن دشمنی اور مخالفتِ اسلام وعلماء اعلام سے باز آجانا چاہیے۔ ساواک کے مظالم اور شاہ کے عزائم ملک وملت کیلئے خطرناک ثابت ہوں گے اور ہم اپنے منصوبے کے ایک ایک جزو کو پورا کر کے رہیں گے ہمارا مقصد اسلامی انقلاب ہے۔

جشن میلاد حضرت ولی عصر عجل اللہ فرجہ

پندرہ شعبان ۱۳۸۵ھ کو مسجدِ اعظم قم میں جشن میلاد منایا گیا۔ آقای خمینی کی قدآدم تصویر نمائی ہوئی۔ لوگوں نے انتہائی سخت تقریریں کیں۔ ٹریکٹ تقسیم ہوئے۔ نظمیں پڑھی گئیں۔ شہر شہر، قریے قریے یا صاحب الزمان اور کبھی جیسے چارٹ اور کتبے لگائے گئے۔

حکومت نے آقای خمینی کا نام لینے والوں کو حوالات یا پولیس چوکی میں بند کر دیا۔ آقا کی کتاب فتویٰ کا رکھنا جرم قرار پایا عروۃ الوثقیٰ کا ایسا ایڈیشن شائع کیا گیا جس میں تمام مراجع کے فتوے تھے مگر آیت اللہ خمینی کا نام و فتویٰ نہ تھا۔ ان کے وکلا سخت گھراؤ میں آگئے۔ پھر بھی علما کی جدوجہد میں کمی نظر نہ آتی تھی۔ رمضان میں وہی سرگرمی رہی اور شوال آتے ہی دوبارہ محاذ کھل گیا۔

فیضیہ کی یاد

۲۵ شوال کو حوزۂ علمیۂ قم نے اعلامیہ جاری کیا اور مدرسۂ فیضیہ میں اجلاس ہوا۔ دونوں میں بادشاہ کی نئی سکیم "جہالت سے مقابلہ" نامی تنظیم پر سخت تنقید کی گئی نیز "حزب تہلکہ اسلامی" کے قیدیوں کو رہا کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ آقای خمینی کے تمام افکار کو دہرایا اور ان کے نصب العین کی کامیابی تک آگے بڑھتے رہنے کا عزم ظاہر کیا۔ حکومت کے غلط اقدامات کی تفصیل لکھی۔ اپنے دستخطوں سے اشتہار چھاپے اور کاروائی شائع کی۔

آقای خمینی کے نجف منتقل کرنے پر علما کی تشویش بڑھ گئی جناب حجۃ الاسلام منتظری نے اپنے گھر پر اجلاس بلایا جس میں ایک ہفتے تک درس بند کرنے کا فیصلہ ہوا ـــــ نوروز قریب تھا اس لیے کسی موثر مظاہرے کی ضرورت تھی۔ آقای منتظری، آقای مشکینی، آقای ہاشمی رفسنجانی آگے بڑھے اور تعطیل درس اور ہڑتال کے لیے اعلامیہ جاری کر دیا۔

حکومت نے اعلان کیا کہ حوزۂ علمیۂ قم کو منظم کیا جائے گا۔ مدارس کو جدید اصول تعلیم کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ شرارت پسند افراد کا صفایا ہو گا۔ طلبہ و مدرسین کو زیادہ سہولتیں دی جائیں گی اور مدرسوں میں پاک صاف تعلیمی ماحول مہیا کیا جائے گا... لیکن مجاہدین ان باتوں میں نہ آئے۔ شب نوروز جناب مولانا محمد علی منتظری،

حجۃ الاسلام شیخ حسین علی منتظری، ٹریکٹ تقسیم کرتے ہوئے گرفتار کر لیے گئے۔ صبح کو طلبہ و علما، مراجع کے مکانات پر جمع ہوئے اور ان سے آغای ربانی کے لیے کوشش کا مطالبہ کیا۔ لوگ آقای نجفی مدظلہ کے شریعت کدے پر جمع تھے کہ خبر ملی حجۃ الاسلام ربانی شیرازی گرفتار ہو گئے۔ اس سے ہیجان میں اور شدت بڑھ گئی۔

آقای منتظری و ربانی کی گرفتاری کے بعد ان کے گھروں پر پولیس نے چھاپے مارے اور تمام کتابیں تباہ کر دیں۔ گھر لوٹ لیا آقای ربانی کی اہلیہ کا اسقاط ہوا۔ ان کی حالت خراب ہو گئی۔ ان کے دس بارہ سال کے فرزند کو پکڑ کر تھانے لے گئے۔ بچے کو مارا پیٹا اور باپ کے خلاف کچھ کہلوانا چاہا مگر بچے نے شاہ کی مخالفت اور خمینی کی حمایت میں سخت موقف اختیار کر کے پولیس کو بتا دیا کہ قم کا بچہ بچہ خمینی کی محبت میں جان دینے کے لیے تیار ہے۔

آقای منتظری و آقای ربانی شیرازی قم سے طہران اور طہران سے "قزل قلعے" (ساواک کے خطرناک تحقیقی مرکز) میں بند کر دیے گئے۔ حجۃ الاسلام مروارید، جنتی، آذری اور آقای خمینی کے داماد حجۃ الاسلام اشراقی کو ہمدان وغیرہ میں جلا وطنی دی گئی اور طلبہ میدان میں آ گئے۔ انھوں نے کھلے خط اور حقائق کی تشریح شروع کر دی۔ قم اور نجف کے اعلام کو قدم اٹھانے پر ابھارا اور آقای حکیم

منتظری ورہائی کی رہائی کا مطالبہ تیز سے تیز تر کر دیا۔

یونیورسٹی کے طلبہ سے تعاون

طہران میں وقفے وقفے سے دوسری جماعتیں بھی کچھ نہ کچھ کر رہی تھیں۔ یونیورسٹی کے طلبہ نے گرانی اور فیس کے اضافوں کے سلسلے میں ہڑتال کر دی۔ پولیس نے مار پیٹ کی۔ ہڑتال ختم کرنے کا حکم دیا۔ دس دن تک خوں ریزی ہوتی رہی۔ یونیورسٹی یونین نے طلبۂ قم کو پکارا۔ قم والوں نے آواز پر لبیک کہی اور ان کو اپنے تعاون کا یقین دلایا اور ہمدردی کا چھپا ہوا پیغام بھیجا جس میں اعلان تھا کہ ہم سب اسلامی اقدار وقانون کی بالادستی قائم رکھنے کے لئے مل جل کر کام کر رہے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ حکومت ایک طرف "خاتمۂ جہالت" کی مہم پر کروڑوں روپیہ صرف کر رہی ہے دوسری طرف کالج اور یونیورسٹی کی فیس بڑھاتی اور عوام کو تعلیم سے محروم رکھنے کی تدبیریں کرتی ہے۔

آئے دن کے اعلامیوں، بعثت اور انتقام نامی رسالوں کی اشاعت سے ساواک بوکھلا اٹھی / بلبلا اٹھی

ہر وقت ان بزرگوں کی مخالفت، ہر جگہ قم کے حالات کی اصلاح کو موضوع بحث بنا دیا۔ دھڑا دھڑ گرفتاریاں ہوئیں۔ گھر گھر تلاشی لی گئی مگر تحریک نہ دبنا تھی نہ دبی۔

آقای منتظری کی حیرت انگیز استقامت

جناب آیۃ اللہ منتظری باثر مجتہد ہیں، نجف آباد میں لوگ ان پر جان نثار کرتے تھے۔ آقای خمینی کی جلاوطنی کے زمانے میں ان کی استقامت اور قیادت نے بادشاہ کے دانت کھٹے کر رکھے تھے۔ قم میں ان کی غیر معمولی معاملہ فہمی اور قوت فیصلہ نے جوانوں میں نئی زندگی پھونک رکھی تھی۔ ملک کے بڑے بڑے علما اور سیاست دان ان کی ذہانت اور منصوبہ بندی کے قائل تھے۔ ساواک کے خیال میں ان کے اوپر سختی کرنے سے تحریک کو نقصان پہنچایا جا سکتا تھا۔ ساواک نے سب سے پہلے آقای منتظری کے فرزند محمد علی کو شکنجہ میں لیا اور ان کو اساتذہ وعلماء قم کے خلاف بیان دینے پر مجبور کیا۔ پندرہ دن تک جان لیوا اذیت رسانی کے طریقے استعمال کئے۔ بجلی کے چولہے پر بٹھا کر اتنا مارا کہ بے ہوش کر دیا۔ چہرے اور کانوں پر خطرناک ضربیں لگائیں جس کے نتیجے میں وہ نو عمر سماعت سے محروم اور بصارت میں کمزور ہو گئے۔ کئی دن تک سونے نہ دیا جس سے حواس معطل ہو گئے۔ ایک پیر پر کھڑا کر کے بے حد مارا۔ آیت اللہ منتظری

کے سامنے گالیاں دیں اور لاتوں سے کچلا...... مگر اس فرزند اسلام نے سچ اور حقیقت کے سوا کچھ نہ کہا۔

آیت اللہ منتظری کی باری آئی۔ وحشی جانوروں اور خونخوار سپاہیوں نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ہمیشہ نا قابل بیان رہے گا۔ بے ادبی اور گستاخی کی باتوں کا نقل کرنا خود آقای منتظری کے شایان شان نہیں اور دوسرا راوی موجود نہ تھا۔

یہ ضرور معلوم ہوا کہ پولیس نے خانہ تلاشی کے وقت ایک ایسا خط حاصل کر لیا تھا جس میں آقای منتظری نے رضا خان (شاہ اول پہلوی) کے بیس سالہ دور اقتدار کے مظالم اپنے قلم سے لکھے تھے۔

پولیس والوں نے وہ خط آقای منتظری کو دے کر پوچھا:

"یہ سب آپ نے لکھا ہے؟"

آغا نے خط لیتے ہی پہلو میں دہکتے ہوئے اذیت رساں چولھے میں ڈال دیا۔ انکوائری افسر، سب وشتم و ضرب و توہین کے سوا کیا کرتا۔ اس نے ظلم کی بنیاد ضائع کر دی۔

تمام سیاسی قیدی جن میں آقای مہندس مہدی بازرگان بھی ہیں اور قزل قلعہ کا انچارج سابق آقای محمد علی کی بہادری پر انگشت بدندان رہ گئے اور انہیں "تہران روحانیت" کے نام سے یاد کرنے لگے۔

ان کے والد آقای حسین علی منتظری کا کردار اور زیادہ نکھرا۔ ان پہ مظالم کی داستان جس نے جیسی سنی چیخ اٹھا۔ ایران بھر میں تہلکہ

مچ گیا۔ حکومت نے سر جھکا دیا۔ اصفہان و نجف آباد کے کچھ علما کو ان سے ملنے اور خیریت دریافت کرنے کی اجازت دی۔ اسی کے ساتھ کچھ افراد سے یہ مطالبہ کروایا کہ موصوف پر مقدمہ چلایا جائے اور سزا دی جائے تاکہ تحریک انقلاب ختم ہو۔ بادشاہ ظلم پناہ اسی خبط میں مبتلا تھا کہ تباہ کر دو، کچل دو، گلا گھونٹ دو۔

طلبۂ قم کی شجاعت

دو سال سے قم کے طلبہ پندرہ خرداد کی یاد میں جلسے کر رہے تھے۔ ہر سال اعلامیہ و اشتہار چھاپتے تھے اور "حوزۂ علمیۂ قم" لکھتے تھے۔ اس مرتبہ انھوں نے "تعزیت نامہ از طرف طلبہ حوزۂ علمیۂ قم بخدمت مقدس بزرگ، مرجع تقلید مسلمانان جہان حضرت آیۃ اللہ خمینی......" جیسے خطرناک عنوان سے ایک پوسٹر چھاپا۔ جس میں حقائق کی نقاب کشائی کے ساتھ حکومت کو سخت ترین لفظوں سے مخاطب کیا اور لکھتے لکھتے لکھا:

"......... گستاخی و بے حیائی یہاں تک پہنچی ہے کہ علما میں بزرگ شخصیت حضرت حجۃ الاسلام منتظری مجتہد و استاد حوزۂ علمیۂ قم اور ان کے فرزند محمد علی منتظری کو لوا ین اور کے قانون حقوق کے بر خلاف گرفتار کیا۔ قزل قلعہ کے شکنجوں میں جکڑا۔ استاد گرامی حضرت حجۃ الاسلام ربانی شیرازی، دوسرے اساتذہ حجج اسلام آقای میرزا حسین نوری، آذری، قدوسی، گرامی، حیدری،

نہاوندی، حقانی، کلانتر کو قید کیا۔ حضرت حجۃ الاسلام آقای اشراقی کو جلاوطن کیا۔ اسی طرح بہت سے علما و فضلا و طلبہ کو عہد وسطیٰ کی لاقانونیت کا شکار بنایا۔ خفیہ ہنگامی عدالتوں نے سزا دی، احکام اسلام کو مٹایا، حوزۂ علمیہ قم کو ختم کیا۔ عوام کے حقوق پامال کئے۔ غاصب و ظالم اسرائیل کو ملک سپرد کر دیا۔ سیستان اور بلوچستان کے عوام فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں اور گھاس پھوس پر گزارہ کر رہے ہیں۔ بیکاری دن بدن بڑھ رہی ہے..............

... ہم مرجع تقلید عالی قدر کی جلاوطنی کے خاتمے کے خواہش مند ہیں........" و ڈیڑھ سو کے قریب نام اور تاریخ۔

اس تعزیت نامے سے مجاہدین آزادی کے دلولے دیکھ کر قیدیوں کے حوصلے بڑھے اور جیل کی کوٹھری سے حجۃ الاسلام آقای ربانی شیرازی نے اپنے پڑوسی حجۃ الاسلام مروارید سے کہا:

"جب تک جیل کے باہر لوگوں کی جدوجہد کی یہ رفتار ہے میں کال کوٹھری کی قید سے نہیں گھبراتا۔"

جیل سے پیغام

ساواک کا فولادی پنجہ اور شاہ ظلم پناہ کا آمرانہ ہیبت بے اثر ہو چکا تھا خمینی کے فدائی قوت خداداد سے ہر قدم پر فتح حاصل کر رہے تھے ان کی صداقت، راست بازی، امن پسندی اور شریعت کی پابندی کامیاب و کامران رہے تھے۔ اس کے باوجود ملک کی تمام تحریکوں

اور تمام لیڈروں نے اعتراف کیا اور سب نے حوزۂ علمیۂ قم، علما اور طلبا و منبر کے سامنے احترام سے سر جھکایا۔ ان لوگوں نے خدا کے سوا کسی سے مدد نہیں مانگی، امام زمانہ کے علاوہ کسی سے حمایت نہیں چاہی اور مراجع و طلبۂ علوم دینیہ ہی سے رابطہ رکھا۔ طلبہ نے بھی جرأت، روشن خیالی اور جنگ کے تسلسل میں کوئی ایسی بات نہ کی جو وقار علما کے خلاف ہوتی۔ ان رضا کاران حضرت ولی عصر عجل اللہ ظہورہ کی للّٰہیت اور فداکاری نے سیاست کے ماہرین کو دنگ کر دیا۔ انھوں نے یہ مانا کہ سیاست اسلامیہ اپنی مذھبی راست بازی کے ساتھ کامیاب ہو سکتی ہے۔ علما کے تابڑ توڑ حملوں نے بڑے بڑے جیالوں کے حوصلے پست کر دیے اور جابر حکام کی ناک رگڑ دی۔

حکومت نے آقای ربانی و منتظری کو رہا کرنے کی ٹھانی اور دونوں سے کہا۔

"آپ لوگ اگر چھ مہینے تک قم نہ جائیں تو ہم آپکو چھوڑ دیں۔"

دونوں بزرگوں نے شرط ماننے سے انکار کر دیا اور انتہائی سخت نگرانی کے باوجود سات صفحے کا ایک خط پانچ بڑے اداروں اور تینتیس مراجع کے نام ارسال کر کے بادشاہ ظلم پناہ کا سر کچل دیا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حوالات: قزل قلعہ ۱۶/۶/۴۵ ۱۳ھ ق

www.shiabookspdf.com

بنام جنرل صاحب سربراہ فوجی عدالت ــــ ادارۂ فوجی عدالت ۔
عدالت عالیہ مملکت ــــ کمیشن حقوق انسانی و ادارۂ اقوام متحدہ ! ــــ
بخدمت ــــ مراجع عظام و آیات اللہ ــــ آقای حکیم ــــ
آقای خمینی، آقای شاھرودی، آقای خوئی، آقای طاہری (نجف میں) آقای سید محمد شیرازی (کربلا میں) اور قم میں بنام آقای گلپایگانی آقای شریعت مداری، آقای نجفی، طہران میں بنام آقای خوانساری، آقای آشتیانی، آقای آملی، آقای سعید، آقای فلسفی، مشہد میں بنام آقای میلانی، آقای قمی، شیراز میں بنام آقای محلاتی، آقای دست غیب، اہواز میں بنام آقای بہبہانی، آقای علم الھدیٰ، آبادان میں بنام آقای قائمی، ہمدان میں بنام آقای معصومی، آقای بنی صدر اصفہان میں آقای ارباب، آقای خادمی، رشت میں بنام آقای ضیابری، آقای بحر العلوم، سوادکوہ میں بنام آقای کوھستانی، کرمان میں بنام آقای صالحی، یزد میں بنام آقای صدوقی، تبریز میں بنام آقای قاضی، کرمان شاہ میں بنام آقای جلیلی۔ اللہ ان حضرات کی طول عمر سے مسلمانوں کو مستفید رکھے۔

میں تقریباً چھ ماہ سے حوالات قزل قلعہ میں ہوں۔ یہاں ایسی تکلیفیں ہیں جو کسی سیاسی قیدی کیلئے بھی درست نہیں۔ ان اذیتوں کا احترام و حالات علماء سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ باوجودیکہ تین ماہ سے یہ اجازت ہے کہ گھر والے مجھ سے مل سکیں (یہ بات

واضح کرتی ہے کہ حکومت کو خطرہ نہیں ہے) پھر بھی خلاف قانون صرف اذیت رسانی اور لگاتار پریشان کرنے کی خاطر قید تنہائی دے رکھی ہے۔

پہلی دوسری فروردین کو قم میں تعجب خیز اور افسوس ناک واقعہ پیش آیا۔ تفتیش کے سلسلے میں نوکر شاہی نے قانون شکنی و خلاف ورزی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ مجھے اور میرے فرزند ..... کو کسی قانونی جواز کے بغیر مہمل بہانے سے گرفتار کیا میری غیر موجودگی میں خانہ تلاشی لی اور خلاف قانون علمی و دینی کتابوں کا ایک ذخیرہ اور سادات و طلبہ میں تقسیم ہونے والی رقوم تصویر لینے کے بعد اٹھالے گئے اور ابھی تک ان کے پاس ہے۔ تلاشی کے درمیان شیعہ علماء و مراجع بزرگ کے بارے میں توہین خیز الفاظ، مارپیٹ اور شکنجہ (جس پر حد شرعی لاگو ہوتی ہے) جیسے اقدامات کیے۔ مجھے ان مرحلوں سے گزارا اور میرے فرزند کو شکنجوں میں یوں کھینچا کہ ابھی تک اسکے نشان جسم پر موجود ہیں۔

محمد ربانی شیرازی کو قانونی سمن کے بغیر بلا وجہ گرفتار کیا اور مجھے اطلاع دیے بغیر اہل خانہ کی غلالت میں، دس کانسٹیبل اور سی آئی ڈی کے آدمی گھر میں گھسے جن کی بدزبانی اور دہشت سے اسقاط حمل ہوا اور اہلیہ کی جان خطرے میں پڑ گئی۔ یہ نوکر گھر میں

کیوں گھسے ؟ میرے گھر کا گھیراؤ کیوں ہوا ؟ پھر خانہ تلاشی پر کچھ نہ ملنے کے بعد غیر قانونی طور پر دینی اور قانونی کتب کیوں اٹھائے گئے کچھ معلوم نہیں ۔ قزل قلعے میں طویل تفتیشی عمل شروع ہوا اور گیارہ راتیں انتہائی پریشانیوں کے ساتھ نازک سوالات کے ذریعہ اپنے مطلب کی باتیں کہلوانا چاہیں اور جب اس میں ناکامی ہوئی تو ایک ایک سوال کو بار بار دھرا کر کاروائی دکھانے کے لیے بہت بڑا دفتر لکھا گیا بعض اساتذہ و فضلاء قم میں بیس سال سے یہ خیال پھیلایا جا رہا ہے کہ تبلیغی اور اشاعتی مقصد کے لیے حوزہ علمیہ قم کے طریق تعلیم و نصاب کی اصلاح کی جائے ۔ مرحوم آیۃ اللہ بروجردی سے بھی امداد و تعاون کی درخواست کی گئی ۔ میٹنگیں ہوئیں ۔ جلسے ہوئے مگر فیصلے نہ ہو سکے ۔ تین سال پہلے پھر یہی منصوبہ بروئے کار لایا گیا ۔ پھر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا ۔ اس کے بعد پولیس نے براہ راست مداخلت کی اور حکومتوں کی دین و قانون کے خلاف روش پر روک ٹوک کرنے والے علما کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت آیۃ اللہ خمینی کی جلاوطنی پر تنقید کرنے والے علما کو تین سال کی رپورٹ کی روشنی میں سیاسی قرار دے کر فائلیں بنا ڈالیں ۔

ہم دونوں اور ہمارے ساتھیوں کی قید سے نوکر شاہی کو عوام کے شدید ردعمل کا سامنا کرنا پڑا ۔ علما کی ناراضگی خصوصاً مراجع عظام (اللہ ان کی طویل زندگانی سے مسلمانوں کو مستفید رکھے) اور تمام

طبقات کی برہمی دیکھ کر حکومت نے جھوٹے وعدے شروع کر دیے ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن رہائی نہ دینے اور وعدے پورے نہ کرنے کا نتیجہ اشتعال ہوا اور جذبات میں ہیجان پھیل گیا ۔ آخر کار شریک تفتیش دو عالموں کو رہائی کی خبر دی گئی اور علما و اعلام کے اجتماعات و مطالبات کے جواب میں ایک میٹنگ محکمے کے دفتر اور دوسری میٹنگ قزل قلعے میں بلائی گئی جس میں محکمے کی طرف سے تجویز رکھی گئی ۔ ہم سے چھ ماہ تک قم میں نہ رہنے کا عہد مانگا ۔ قم ہمارا موجودہ مسکن اور ہماری خدمتوں کا مرکز ہے ۔

محکمے کی نظر میں ہماری جبری جلاوطنی ملک و ملت کے لیے ناقابل قبول تھی لہٰذا ہمیں دھوکہ دے کر رضامندی حاصل کرنے میں فائدہ تھا ۔ ہم نے اس مطالبہ کو دینی اصول و مقاصد ، دستور اساسی اور منشور حقوق انسانی آزادی شخصی و وطنی کے برخلاف پایا ، نیز اس مطالبے کی قبولیت کو ناکردہ گناہ کے ضمنی اقرار جرم پر مبنی پایا لہٰذا ہم دونوں نے رد کر دیا ۔

حبس بے جا ، ہتک حرمت ، شکنجے ، اسقاط ، خاندان کو بیمار کرنا اور پانچ ماہ سے زندگی دوبھر بنانا ، اس پولیس کیلیے معافی مانگنے کا سبب نہیں تھا ؟ اور پولیس افسر قم کے خلاف عدالتی کاروائی کے بجائے ہم پر یہ ناجائز عمل کرنے کی اجازت دی گئی اور اسے یہ حق دیا کہ ہم سے ایک معاہدہ لے کر اپنے اقدامات کو قانونی حیثیت

www.shiabookspdf.com

دے۔ کیا یہ مطالبہ اس منصوبے کو پورا نہیں کرتا جس کی روشنی میں حوزۂ علمیۂ قم کو بے اثر بنانا مقصود ہے۔ اگر ہم یہ پیش کش قبول کر لیں تو حکومت کے لیے کون سی رکاوٹ ہے کہ وہ کل دوسرے اساتذہ کو ایسے بیہودہ بہانوں سے جیل بے جا میں نہ رکھے؟ اور کچھ دنوں بعد ان سے بھی یہی وعدہ لے کر قم کو خالی کرا دے؟ حوزۂ علمیۂ قم کمزور ہوتے ہوتے عملاً ختم ہو جائے۔ مذکورہ حقائق اور نوکرشاہی لاقانونیت کے ساتھ ساتھ اور بھی مسائل ہیں جو حسب موقع بیان ہوں گے۔

پولیس اور حکومت کے افسوس ناک رویے کے پیش نظر ہم صاف صاف اطلاع دیتے ہیں کہ حکومت آزادی قلم و زباں کو بحال نہیں کرنا چاہتی۔ حکومت امر بمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ بجا لانے میں علما کے لیے رکاوٹ ہے وہ مسلمانوں کو وعظ و نصیحت اسلام سے دشمنوں کا دفاع، اسلامی معاشرے کی حفاظت اور حقوق مسلمین کی نگہداشت سے علما کو روک رہی ہے اور یہ حضرات اللہ کی طرف سے عائد شدہ فرائض انجام دہی سے روک دیے گئے ہیں ...... اگر کوئی مبلغ یا بولنے والا، اخلاقی، اقتصادی یا معاشرتی خرابیوں کی طرف عوام کو متوجہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ علما اگر یہ فرض ادا کرتے ہیں تو پولیس دست اندازی کرتی ہے۔ اس کے برعکس خود حکومت خفیہ انداز سے تدریجی طور پر دینی روح کو کمزور کر

رہی ہے اور معاشرے سے اسلامی اخلاق چھین رہی ہے۔

صحیح تنقید کی ممانعت، اخلاق و دین کے خلاف ہر قسم کے اقدامات کی آزادی، مطبوعات، سینما، تھیٹر ہال جیسے مراکز بداخلاقی اور خانماں سوز اور دین دشمن، فقر و بیکاری کے اڈے، مسلمانان ایران کے لیے ایسے قوانین کی منظوری جو سیاسی و اقتصادی حقوق کی تباہی کا باعث ہیں۔ جن سے زندہ گواہی ملتی ہے کہ اس ملک میں اساس دین و مذھب خطرے میں ہے چونکہ دین و مذھب کے رسمی ہونے سے ثقافتی و معاشرتی ڈھانچے اسی بنیاد پر استوار ہوتے ہیں۔ ایران میں حکومتوں نے عملاً ثقافت کی اساس اسلام کے نجات بخش اصولوں پر نہیں رکھی بلکہ رسمی منصوبوں میں اسلام کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ ملازمت کے نئے قانون میں "مطلق دین" اور فوجی، ملازمت کے اعلانات میں بھی مسلمان ہونے کی شرط ختم کر دی گئی ہے۔

گزشتہ چند برسوں سے حوالات، سرزنش، شکنجہ اور جلاوطنی کا عمل جو علما اور آزاد مسلمانوں کے لیے جاری ہے کیا مدرسہ فیضیہ اور صحن حرم معصومۂ قم کے حادثات حکومت کے قومی اور اسلامی مقاصد کے خلاف گواہ نہیں ہیں؟ ایک شیعہ مرجع تقلید کی قید اور ان کے کیلنے کی فروخت پر پابندی کا مطلب کیا ہے؟ بعض جاسوسی اقلیتوں کی لامحدود آزادی، صیہونیوں کے نوکروں کو معاملات حکومت میں

شریک بنانا، ملت ایران کے اقتصادی و معاشرتی نظام پر انکو بالادستی دینا اسلامی احترامات کے بارے میں خطرات کی تاکید نہیں ہے؟

جیل کی کوٹھری سے ہم اس ناموزوں صورت حال پر اظہار افسوس کرتے ہیں اور اپنے محبوب دین اسلام، علما اور ملک کے عوامی اخلاق پر نازل کردہ خطروں کی یاددہانی سے مراجع دین وقانون کی توجہ آئندہ رونما ہونے والے برے نتائج کی طرف مبذول کرا رہے ہیں۔ ہم ایران میں حفاظت اسلام وعلماء دین وملک کی خاطر جو مشکلات جھیل رہے ہیں اس پر مطمئن ہیں۔ اگر مراجع عظام و علماء اعلام اور مختلف عوامی نمائندوں پر مشتمل کوئی عدالت بنائی گیی تو ہم بہت سے اسلام دشمن اور قانون شکن حکومتی اقدامات سے پردے اٹھائیں گے ـــــ فتح صرف عزیز وحکیم اللہ کی طرف سے ہے۔

وحسین علی منتظری   عبدالرحیم ربانی شیرازی

کتاب ضخیم ہوتی جارہی ہے اس لئے ہم اس خط پر تفصیلی روشنی ڈالنے سے پہلوتہی کر رہے ہیں۔ یہ دیکھیے کہ جیل کی کال کوٹھری اور نفسیاتی اذیت کے باوجود قوم کو بیدار رکھنے کی کس قدر موثر کوشش ہے۔ حکومت کی استبدادیت اور فاشزم کی لاقانونیت پر کیسی کیسی شدید ضربیں ہیں۔ اسلام کے لئے کس بلند ہمتی وجان فروشی کا مظاہرہ ہے اور عوامی عدالتوں کا کس قدر بابصیرت انتظار ـــــ خط میں جن حضرات کو مخاطب کیا گیا ہے اس سے جابر حکومت اور

دنیاوی صاحبان اقتدار کی بے وقعتی اور سیاسی رہنماؤں سے بے نیازی کا کیسا شاندار مظاہرہ ہے۔ اللہ پر بھروسہ اور فتح کا یقین، آنے والے عوامی دور کا سچا اور ہمت افزا انتظار۔ سیاسی شعور کا بے مثال نمونہ ہے۔ آپ خط کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے تو بہت سے پہلو ایسے ملیں گے جن سے اسلامی تحریک کی قوت کا اندازہ ہوگا ـــــ آیۃ اللہ خمینی کی آواز اور ان کے منصوبے کی قوت ملاحظہ ہو کہ خاندان کی تباہی، اولاد کی بے محابا خطرناک زدوکوب دیکھنے والا حسینیوں کی طرح اسلام ـــــ اسلام پکار رہا ہے اور کسی ظالم طاغوت کے سامنے سر جھکانے پر تیار نہیں۔ حوزۂ علمیۂ قم کی پامردی اور نظام اسلام کی حکومت کے لیے پیش قدمی کی رفتار دیکھیے۔ جب پریس، عوامی رابطے، بین الاقوامی ایجنسیاں اور وسائل رسل ورسائل کی راہیں بند تھیں اس وقت مسجد، مدرسے، جیل اور دور دراز گوشے سے کیسی گرجدار آوازیں سنائی جارہی تھیں اور زبان بندی کی حالت میں قلم سے توپ و تفنگ اور شمشیر دودم کا کام لیکر دشمن اسلام کو ہر قدم پر رسوائی سے دوچار کیا جارہا تھا۔ ہڑتال ـــــ احتجاج ـــــ اعلامیے ـــــ کھلے خط ـــــ ہزاروں تار ـــــ بے شمار بیان ـــــ بیرون ملک واندرون ملک رسالوں اور خبرناموں کی وسیع پیمانے پر اشاعت، سیاسی جماعتوں اور مذہبی شخصیتوں کا اتحاد ـــــ طلبہ اور عوام کا اشتعال ـــــ پھر مسلح اقدامات اور سرفروش تنظیموں

www.shiabookspdf.com

کی اٹھان — ایسے نتائج تھے جنہیں مذہبی تحریک کے لیے بعید از قیاس سمجھا جاتا تھا۔

امریکہ و روس دونوں نے شاہ کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ برطانیہ و فرانس نے علما کی تحریک کو بدنام کرنے میں ساری طاقت صرف کر دی۔ ملک و بیرون ملک یہودی نیوز ایجنسیوں اور شاہ دوست مدیران جرائد نے علما کی جدوجہد کو بدنام کیا۔ بادشاہ کے کھوکھلے نعروں اور سوشلسٹ گروپ نے تقسیم ایران کے بھیانک تصور سے لوگوں کو تصویر کے عجیب عجیب رخ دکھائے۔ آیت اللہ خمینی وطن سے دور ہر تیر کا جواب اور ہر حملے کا توڑ دیتے اور قافلے کو لے آگے بڑھتے رہے۔

نجف سے رہنمائی

آیت اللہ خمینی ۹ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ / مارچ ۱۹۶۶ء کو نجف پہنچے۔ نجف کے حالات بھی قم کی طرح بڑے پُرآشوب تھے۔ حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد یہاں سوشلزم و کمیونزم کے شیطانی رقص نے اہل دین کی زندگی شکنجے میں جکڑ رکھی تھی۔ ایک فوجی حکومت کے بعد دوسری حکومت آتی اور نجف کا گھیراؤ کرتی تھی۔ خون، قتل، پھانسی، گرفتاری، اغوا اور گمشدگی نے اندرونی خلفشار برپا کر رکھا تھا۔ ایران اور عراق سے خلیج فارس پر بھی شدید جھگڑا تھا۔ تمام عربوں کی طرح اسرائیل کا مسئلہ بھی عوام کے جوش و ہیجان کا باعث تھا۔ آیۃ اللہ

سید محسن الحکیم ایک مارشل لاء کے بعد دوسرے اور ایک آمر کے بعد دوسرے آمر ایک انقلاب کے بعد دوسرے انقلاب میں ملک و بیرون ملک کے مسائل میں الجھے ہوئے تھے۔ عراق کی حکومت انھیں خلیج فارس کے معاملے میں مزید الجھانا چاہتی تھی تاکہ اندرون ملک ایرانی زائرین و ساکنین پر مظالم ڈھانے کا جواز مل جائے (دیکھیے سیات حکیم) اس پس منظر میں آیت اللہ خمینی کا نجف میں آنا بہت مفید ہوا۔ آقای خمینی شاہ کے خلاف بیان دینے میں آزاد رہے ایرانی زائرین ہر روز نجف میں آتے اور ایران کی خبریں سناتے اور آغا کے پیام لے جاتے تھے۔ دنیا جہان کے زائر آغا کے مقاصد اور نظریات و تحریک کے تفصیلات سے فرانس، کناڈا، انگلستان، امریکہ بلکہ روس میں لوگوں کو مطلع کرتے تھے۔ ان ملکوں میں تحریک انقلاب اسلامی کے حامی تنظیمیں بناتے اور آغا کے بیان و خطوط دنیا بھر میں شائع کرتے تھے۔

آیۃ اللہ خمینی کی تحریک کا نقطۂ آغاز صیہونزم کی مخالفت تھا جس کے لیے ایران میں صدا بلند کرنا جرم اور عراق میں پسندیدہ عمل تھا، چونکہ آقای خمینی بہت بڑے مرجع بھی تھے اس لیے عرب ملک میں بیٹھ کر ان کی حمایتِ فلسطین، یاسر عرفات کے لیے باعثِ شکر گزاری تھی۔ آغا نے اسرائیل اور اس کے حامی کے خلاف سخت ترین بیانات جاری کیے جسے عرب ملکوں میں شایع کیا گیا

اور عرب ممالک، اسلامی جماعتیں اور فلسطینیوں کے حامی آغا کے مداح و حامی ہو گئے اور شاہ کا پروپیگنڈہ ایک بڑے حلقے میں اپنی تاثیر کھو بیٹھا۔ عراقی حکومت روس نواز تھی لہٰذا امریکہ کے خلاف ہر بات کو پھیلنے کا موقع ملا اور سب سے بڑی بات اسلامی تحریک کو پیش رفت و تبلیغ کے لیے سوشلسٹ فضا حاصل ہوئی جس سے خود اس کے رہنماؤں کو نصیحتیں بھی کی گئیں۔

۱۹۶۵ء/ ۱۳۸۵ھ میں صیہونیت کے خلاف ایران میں تنظیم قائم ہوئی اور اس کا لٹریچر چھپنا شروع ہوا ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء میں حوزۂ علمیۂ قم نے اسرائیلی حکومت کے خلاف عربوں کی حمایت میں زبردست اعلامیہ شائع کیا۔ ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء میں ایران نے بین الاقوامی کھیلوں کا انتظام کیا تو اس جماعت نے یہودیوں کی شرکت پر سخت احتجاج کر کے حکومت کو رسوا کیا اور یہودیوں کو منہ چھپانے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ ایران میں کہیں بھی تل ابیب کی موٹر اور اسرائیلی سفارتخانے کا دفتر نظر نہیں آتا تھا۔ وہ لوگ سب چھپ گئے۔ ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء کی جنگ مصر و اسرائیل میں آقای خمینی نے عربوں کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے عربوں کو اتحاد اور اسلامی تحریک کے لیے صف بستہ ہونے کا حکم دیا جسے ساری دنیا میں شایع کیا گیا (دیکھیے موقف الامام الخمینی تجاہ اسرائیل)

۱۹۶۹ء/ ۱۳۸۹ھ میں اسرائیلی حکومت نے مسجد اقصیٰ میں آگ

لگا کر اسلام دشمنی کا زبردست مظاہرہ کیا۔ اس سے مسلمان بیحد مشتعل ہوئے اور سلطان حسن (مراکشی) سلطان حسین (اردن) اور شاہ ایران نے امریکہ کو تحفظ دینے کے لیے پروگرام بنائے۔ مراکش میں مسلم سربراہوں کی کانفرنس کا فیصلہ ہوا۔ شاہ ایران نے عوام کے جوش اور جذبے سے فائدہ اٹھانے اور ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی خاطر "مسجد اقصیٰ فنڈ" قائم کر دیا۔ اس سے سادہ لوح ایرانی اور مخلص مسلمانوں کا سرمایہ چھین کر اپنے خزانے بھرنا مقصود تھا۔ حضرت آیۃ اللہ خمینی نے قوم کو جھنجھوڑا اور کہا:

"..... مسجد اقصیٰ کو نذر آتش کر دیا۔ ہم صاف صاف اعلان کرتے ہیں کہ اس جرم عظیم کو اس کے نشانات کے ساتھ باقی رکھو، تعمیر و مرمت کی تحریک دراصل شاہ نے اپنے اکاؤنٹ کو مزید بڑھانے کے لیے شروع کی ہے۔ وہ اپنی جیب بھرنا اور قوم کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، نیز مسجد اقصیٰ کی مرمت کے بعد اسرائیل کا یہ جرم عظیم چھپ جائے گا۔"

موتمر عالم اسلامی مراکش کے بارے میں:

"..... رباط کی مسلم سربراہ کانفرنس، مسلمانوں کی کوئی خدمت نہ کر سکی۔ اس کے برعکس اس سے دشمنوں کو فائدہ پہنچا کیونکہ صیہونیوں کو مسجد اقصیٰ

میں آگ لگانے کی شہ ملی"

الجمہوریہ (بغداد) کے شمارہ ۲۳، اکتوبر ۱۹۶۹ء میں آغا نے کہا۔

"مسجد اقصیٰ مسلمانوں کو اس لیے نہ بنانا چاہیے کہ مسلم فلسطین کی فتح تک، ساری دنیا کو، اس جرم کے آثار دکھائی دیتے رہیں"

آقای خمینی نے لبنان، اردن، مراکش، ایران کے حکمرانوں اور فلسطینیوں کو خفیہ مخالف اسلام حسربوں سے مطلع اور ہوشیار رہنے کی تنبیہ کی سا اعلاً ہے اور کھلے خط پریس کو دیئے اور اسلامی اقدار کی بنیاد پر مسئلے کو حل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ گویا وسیع تر انقلاب اسلامی کے نصب العین کو عرب دنیا میں پھیلانے کی جدوجہد کی۔

رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ میں ان کا پیام اسی لب و لہجہ اور اسی انداز میں جاری ہوا جیسے قم سے بیان جاری ہوتے تھے:

"....... ماہ مبارک رمضان کی آمد، ماہ رحمت و معرفت ماہ خیر و برکت کی آمد پر میں خدا سے تمام مسلمانوں کی توفیق کے لیے دعا کرتا ہوں۔ اللہ مسلمانوں کو ان کے فرائض ادا کرنے کی سعادت بخشے اور ذمے داریوں سے عہدہ برآ ہونے کا حوصلہ دے۔ قوانین الٰہیہ کی نگہداشت اور ان پر عمل، عظمت و بزرگی اسلام و اہل اسلام کی اساس قرآن کریم پر عمل کی توفیق دے۔ وحدت کلمہ

(اتفاق کامل)، دینی بھائی چارے اور اسلامی ملکوں کی استعماری طاقتوں سے آزادی..........."

عراق میں نظر بندی کی سعیٔ ناکام

آیت اللہ خمینی مدظلہ العالی کے بیانات کسی محبوب روز نامے کی طرح دنیا بھر میں پہنچتے اور پڑھے جاتے تھے۔ ان کے اعلامیوں کو غیر معمولی پبلسٹی حاصل ہوتی تھی اعلامیے کا متن عربی یا فارسی میں ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتا اور۔ اردو، انگریزی اور فرانسیسی ترجمے بھی چھپتے تھے۔ ایرانی طلبہ ان بیانات کو حرز جاں بنا کر ہر نوجوان تک پہنچاتے تھے۔ حکومت ایران بین الاقوامی رسوائی اور ایرانیوں کی متحدہ جدوجہد سے بے حد پریشان تھی۔ شوال ۷ ۱۳۸ھ/۱۹۶۸ء میں حکومت ایران نے عراق گورنمنٹ سے آقای خمینی کو ملک بدر کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے حکومت عراق سے کہا کہ آقای خمینی کو ہندوستان یا کہیں اور بھیج دیا جائے۔ یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی اور ایرانی انجمنیں حرکت میں آ گئیں۔ انگلستان، امریکہ، فرانس اور دنیا بھر سے تاروں کا ریلا چلا اخبارات کے سرورق ایسے پیاموں سے رنگین ہو گئے۔ لاہور میں ہم نے بھی جلسے کیے اور حکومت عراق سے اس قسم کے اقدام پر احتجاج کیا۔ خود علماء عراق بھی مانع ہوئے آخر حکومت عراق نے بادشاہ کا مطالبہ رد کر دیا اس سے آقای خمینی کی عوامی محبت و توجہ میں اضافہ ہوا۔ ان کی تحریک

کی مقبولیت بڑھی اور دنیا بھر میں ان کی شخصیت کے بارے میں دلچسپی زیادہ ہوئی۔ ہمبرگ، امریکہ اور یورپ میں آزادی ایران کی متحدہ تنظیم نے مغربی پریس اور اقوام متحدہ کے اداروں کو ہلا کر رکھ دیا۔ حکومت عراق نے اپنی سفارتوں کے ذریعے دنیا بھر میں اعلان کرایا کہ خمینی کو ہرگز نجف سے نہیں ہٹایا جائے گا۔

قتل کا منصوبہ

"حکومت عراق خمینی صاحب کو قتل کرنا چاہتی ہے"

عجیب خبر تھی۔ اس کو باور کرنے کے لئے بے حد اسباب موجود تھے۔ سید حسن شیرازی، سید محمد شیرازی، سید مہدی حکیم اطال اللہ بقاءھم جیسی عظیم شخصیتوں، عالموں اور بااثر حضرات کے واقعات سب کے سامنے تھے۔ ایرانی مہاجرین پر سختیاں دیکھ رہے تھے۔ حسن البکر کی حکومت نجف کے حوزۂ علمیہ کے بند کرنے کی تدبیریں کر رہی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ یہ واقعہ بھی اس منصوبے کا حصہ ہو — ایرانی طلبہ و عوام کے خیال میں بادشاہ نے قتلِ خمینی کا ارادہ کیا ہے۔ ساواک کے ذریعے آغا کو قتل کروا کے اس کی ذمہ داری عراق پر ڈال دی جائے (جناب حجۃ الاسلام سید مصطفیٰ خمینی کے ساتھ یہی ہوا) — اگر قتل کا منصوبہ پورا نہ بھی ہو تو کم از کم خود آقای خمینی کو خوفِ جان تو ہو گا۔ شاید ان کی نفسیات پر اثر ہو۔

سید روح اللہ خمینی کے نزدیک اسلام پر جان دینا حیات ابدی

کا ذریعہ ہے۔ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ دعا پڑھتے رہتے ہیں
"........ میں تیری راہ میں اپنے قتل کی تمنا کرتا ہوں .."
آیۃ اللہ خمینی نے لوگوں کی ہمت بندھائی اور کہا:
"میری زندگی کا بہت تھوڑا حصہ باقی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں بستر پر طبعی موت سے نہ مروں گا۔ میری زندگی اسلام کی خدمت بجا نہ لا سکی۔ شاید میری موت اسلام کی خدمت کر سکے"

دلیری اور عزیمت، جذبۂ و للہیت کے اس فولادی پہاڑ کو موت سے ڈرانا عقل و خرد کا تمسخر تھا۔ انھوں نے فرمایا:

"نوکر شاہی کا خیال ہے میں اس زندگی سے خوش ہوں لہٰذا مجھے موت کی دھمکی دی جا رہی ہے۔ . . . یہ زندگی ہے کیا؟ موت ہے اس زندگی پر! میں جلد از جلد اس زندگی سے نجات چاہتا ہوں۔ رفیق اعلیٰ کا سفر چاہتا ہوں۔ رنج و بدنصیبی کی زندگی سے موت اچھی۔ اس زندگی کی کیا قیمت جس میں مسلمانان ایران کی فریادیں، چیخیں اور صدائیں ملی ہوئی ہیں ...."

یعنی موت کی دھمکی دینے والے کو اتنا سخت جواب دیا کہ اس کا کلیجہ بیٹھ گیا — آغا کے جاں نثار حرکت میں آ گئے۔ ایشیا اور یورپ کی ایرانی تنظیموں نے شور مچا دیا اور پریس سے کہا کہ شاہ ایران اپنی ساواک کے ذریعے آیت اللہ خمینی کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ حکومت عراق کو خطرے سے آگاہ کیا اور حفاظت کی تدبیروں کو زیادہ مستحکم کرنے

کی طرف توجہ دلائی۔ دنیا بھر سے صدر عراق کو تار ملے اور آغا کی حفاظت کا مطالبہ ہوا ــــ "ستارۂ سرخ" ــــ "ایران آزاد" ــــ "مبعث" ــــ وغیرہ میں بڑے زبردست بیان چھپے۔ قم میں قرارداد پاس ہوئی اور ایران میں ایسے جذبات بھڑکے کہ بادشاہ کا دل دھڑکنے لگا۔ عالمی رائے عامہ نے بادشاہ کے خونی ارادوں پر نفرین کی اور بادشاہ نے ایک اور شکست کھائی۔

جنگ رمضان ۱۳۹۳ھ میں آقای خمینی کی امداد

عربوں کا اشتعال اپنے شباب پر تھا۔ جنگ کی تیاریاں اسرائیل پر کامیاب حملے کی شکل میں رونما ہوئیں۔ اس موقع پر آقای خمینی مدظلہ العالی نے مسلمانوں کو اتحاد، بھرپور حملے، اسلامی حکومت کے قیام اور اسرائیل کو مکمل طور پر ختم کرنے کی دعوت دی۔ ان کا یہ بیان بے حد مؤثر ہوا۔ تمام اسلامی ملکوں میں خیر مقدم کیا گیا۔ دنیا بھر کے سیاسی راہنماؤں نے اس پر حیرت کا اظہار کیا اور یاسر عرفات نے اسے اپنی بہت بڑی کمک گردانا۔ ان کے اخبارات نے بیان کو شہ سرخیوں سے چھاپا۔ اس بیان کے بعد دوسرا بیان جاری کیا جس میں شاہ ایران کی اسلام دشمنی اور اسرائیل دوستی پر تنقید کی۔ یہ بیان بھی دنیا بھر میں نشر ہوا۔ رائے عامہ نے آقای خمینی کے بیانات کو سیاست اور سیاست اسلام میں تاریخی بیان قرار دیا۔ (دیکھیے موقف الامام الخمینی...)

ایران میں اس قدر قوت اور ہمہ گیر آہنگ کے ساتھ کوئی قیادت موجود نہ تھی۔ ان کا قائد نجف اشرف میں تحریک انقلاب کو آگے بڑھا رہا تھا اور ایرانی قوم پوری کی پوری اسی آواز پر جان قربان کرتی قدم آگے بڑھاتی منزل کی طرف رواں تھی۔ آقای خمینی نے اپنی قوت خداداد سے نجف و قم کے فاصلے ختم کر دیے تھے۔ اللہ کے دین پر جان قربان کرنے والے حوزۂ علمیۂ قم کے علما و طلبہ سمجھ رہے تھے کہ جیسے خمینی انھی کے درمیان بیٹھے ہیں۔

اسلامی حکومت پر فقہی نظر اور مثبت عمل!

آیت اللہ خمینی مجتہد اعظم اور مرجع اکبر و مدرس تھے۔ ان کی قیادت دین پر مبنی تھی۔ لوگ ان سے فتوے پوچھتے تھے۔ دنیا بھر کے شیعہ اپنے معاملات میں ان سے رجوع کرتے تھے۔ قم میں وہ درس خارج دیتے تھے۔ نجف میں پہنچ کر ان کے لیے سب سے اچھا موقع پیدا ہوا۔ علما و طلبہ نے ان سے درس دینے کی خواہش کی۔ وہ مدرسۂ بروجردی میں درس خارج دینے لگے۔

درس خارج 'مجتہد اعظم کے اس لیکچر کو کہتے ہیں جس میں فاضل و عالم و محقق طلبہ کو فقہ و اصول کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے۔ ان لیکچروں میں شرکت اور پورے دورۂ درس فقہ کو مکمل کرنے کے بعد اجتہاد کا درجہ ملتا ہے۔ درس خارج کے دو قدیم اور تاریخی مرکز ہیں:

۱۔ نجف اشرف

۲۔ قم

دونوں شہر اکابر فقہا اور تمام دنیا کے طلبہ سے بھرے رہتے ہیں دراصل نجف و قم رہائشی اور اقامتی درس گاہ اور یونیورسٹی کیمپس کے مانند ہیں۔ اسی کیمپس کی تعبیر "حوزۂ علمیہ" سے کی جاتی ہے۔

سید خمینی ۱۳۶۴ھ سے جلاوطنی تک قم میں درس خارج دے چکے تھے۔ بورسا میں انھیں دوبارہ فقہ پر نظر ڈالنے اور نئے مسائل پر فتوے لکھنے کا موقع ملا۔ اس لئے مشاق اور ماہر استاد و مفتی کا عمیق نگاہی سے مطالعہ و نظر ثانی کا کام بہت مفید ہوا۔ نجف پہنچتے ہی طلبہ نے درس کی درخواست کی اور سید نے (درس اجتہاد یعنی فقہ مع استدلال شروع کر دی۔ سبق کا آغاز اس باب سے کیا جس پر لوگ مدتوں بعد پہنچتے ہیں یعنی کتاب البیع اور لکچروں کی بنیاد قرار دی۔ کتاب البیع تالیف الرئیس العظیم، زعیم الحوزہ، مجاھد المجدد الشیخ مرتضیٰ الانصاری متوفی ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۴ء

سید نے اس موضوع پر ایسی نظر ڈالی کہ پورا باب بدل کے رکھ دیا۔ بحث کی پختگی، نظر کی گہرائی اور قوت اجتہاد کی فراوانی، کتاب اور سنت پر وسعت نظر نے مسائل و استنباط احکام کو نیا پیرایہ بخشا ہے۔ اگر چھوٹا منہ بڑی بات نہ سمجھی جائے تو کہوں گا کہ شیخ مرتضیٰ نے کتاب المکاسب و بیع لکھ کر فقہا کو ایسی کتاب دی تھی جس سے بہتر

کتاب سو برس میں نہیں لکھی جا سکی۔ شیخ مرتضیٰ کے بعد سید روح اللہ خمینی نے پھر ایسی کتاب لکھ دی کہ فقہ و اجتہاد کے ماہر اس پر سو برس تک ناز کرتے رہیں گے اور یہ نجف اشرف کی برکت اور اللہ کی دین ہے۔ اثنائے درس بہت سے نئے مسائل زیر بحث آئے اور ان پر نئی روشنی میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ خصوصیت سے وہ منزل جہاں یتیم کے ولی پر گفتگو چھڑی اور مال میں تصرف کرنے والے لوگوں میں حاکم شرعی کے حق تصرف کا سوال آیا۔ سید خمینی مدظلہ العالی نے اس مرحلے پر جم کر بات کی اور آغاز کلام یوں ہوا:

"جس مال کا براہ راست کوئی متصرف نہ ہو اس پر حق تصرف رکھنے والوں میں ایک۔۔ حاکم۔۔ بھی ہے اور حاکم، شرائط فتویٰ رکھنے والے فقیہ کو کہتے ہیں۔ اس موقع پر ولایت فقیہ پر اجمالی بحث نامناسب نہ ہو گی۔ تفصیلی گفتگو کے لئے مستقل رسالے کی ضرورت ہے۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

احکام اسلام پر اجمالی نظر رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ اس کا پھیلاؤ معاشرے کے تمام ضروریات پر ہے۔ عبادات یعنی بندے اور خالق کی نسبت سے ہمارے فرائض جیسے نماز اور حج، ان میں معاشرتی و سیاسی پہلو ایسے ہیں جن کا ہماری دنیاوی زندگی سے گہرا تعلق ہے اور مسلمانوں نے اسے بھلا رکھا ہے خصوصاً منزل وحی اور مرکز ظہور اسلام میں حج کا اجتماع۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے شارع اقدس کے

اس اہتمام کو نظر انداز کر رکھا ہے۔ حالانکہ اقوام عالم اور حکومتیں محنت اور دولت کے بے حساب خرچ کے بعد بھی اتنا بڑا اجتماع نہیں کر سکتیں اگر سیاسی و اجتماعی شعور ہوتا تو اس موقع پر فکری تبادلے اور باہمی مفاہمت اور سیاسی و اجتماعی مشکلوں کے حل تلاش کرنا آسان تھا.....

اسلامی قوانین میں اقتصادی، قانونی، اجتماعی، سیاسی مسائل پر جامع احکام موجود ہیں مگر صدیوں سے ہمارے جوانوں اور بوڑھوں میں یہ عقیدہ استوار ہو چکا ہے کہ اسلام عبادات و اخلاقیات کا مجموعہ ہے اور بس۔ اس کا سبب وہ زہریلا پروپیگنڈہ ہے جس کا مقصد نوجوانوں کو اسلام سے بدظن کرنا اور مسلمانوں میں نفرت و اختلاف کو ہوا دینا اور علماء اسلام کو راستے سے ہٹانا تھا۔ علوم اسلام کے طلبہ پر فرض ہے کہ وہ دشمنان اسلام کے خلاف ممکن وسائل کو بروئے کار لا کر مقابلہ کریں اور دنیا کو بتا دیں کہ اسلام ایسی عادل حکومت قائم کرنے آیا ہے جس میں سب کے ساتھ عدل اور مالیات میں توازن جرم و سزا اور حدود و تعزیرات میں مؤثر نظام عمل میں آئے۔

....

علماء دین اور طلبہ علوم دینیہ کا فریضہ فقط مصلےٰ اور مسجد، امام باڑہ اور منبر یا مدرسہ و کتب خانہ میں محدود نہیں ہے وہ غیبت امام زمانہ میں اسلام کے محافظ، شریعت اسلامیہ کے خادم اور اس کی حقانیت ثابت کرنے، اسے نافذ کرنے اور اسے عملی جامہ پہنانے کے پابند ہیں۔

یہ سلسلۂ بحث و نظر اس قدر اہم تھا کہ ضمنی بحث کے بعد اسے

مستقل رسالے کی صورت میں بھی چھاپا گیا۔ عربی میں اس کا نام "الحکومۃ الاسلامیہ او ولایۃ الفقیہ" اور فارسی و اردو میں ——— "حکومت اسلامی و ولایت فقیہ" ہے۔ اردو ترجمہ لاہور سے مولانا الحاج صفدر حسین صاحب نے کیا اور خلیل احمد صاحب حامدی نے براہ راست عربی سے ایک خلاصہ لکھا۔ یہ رسالہ سیر حاصل بحث اور نفیس شرح کا متقاضی ہے۔ اس بحث میں حکومت اسلامی کا فلسفہ، دائرۂ کار اور پورے سٹرکچر پر قرآن اور تعلیمات محمد و آل محمد علیہم السلام کا خلاصہ مرتب کیا ہے۔

کتاب البیع کے نام سے آیت اللہ خمینی کے افادات چار جلدوں میں نجف سے شائع ہو چکے ہیں (اور جناب سیٹھ حاجی منظور علی صاحب ۱۹۷۶ء میں جب نجف میں آغا سے ملے تو یہ کتاب لائے جس کے لیے میں حضرت آیۃ اللہ اور جناب حاجی صاحب کا ممنون ہوں) کتاب البیع کی جلد دوم کے آخر میں ایک بحث ہے کہ قرآن مجید کفار کے پاس رہ سکتا اور انھیں دیا جا سکتا ہے؟ مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے سید فرماتے ہیں کہ احادیث کا مفاد یہی ہے کہ اسلام کو بلند ہونا چاہیے اس پر کسی کو برتری نہیں دی جا سکتی یا حرام ہے کہ اسلام پر بالادستی حاصل کی جائے۔ اس کا مطلب مسلمانوں کو اسلام کی برتری قائم کرنے پر ابھارنا ہے۔ دلیل و حجت اور خارجی غلبہ کے ذریعہ اسلام کی حکومت قائم کرنا چاہیے۔

اس مقصد کے لیے کتب اسلامیہ کی نشر و اشاعت اور ان میں بھی قرآن کریم اسلام کی سربلندی کا ذریعہ بلکہ خارجی و بیرونی وسائل غلبہ میں قرآن کو بنیادی درجہ حاصل ہے اگر دوسروں کے ہاتھ میں اس کا پہنچنا ممنوع ہو تو غلبہ کا مقصد تشنۂ تکمیل رہے گا!

میں ۱۹۶۹ء/۱۳۸۹ھ میں کویت، عراق، شام، لبنان اور ایران گیا تھا۔ کویت میں بہت سے لوگ آیت اللہ خمینی کی تقلید میں تھے اور حکومت ایران سے نالاں مگر دبے دبے جذبات کے ساتھ کیونکہ کویت و عراق کے تعلقات کشیدہ تھے اور سرحدی تنازعات کے علاوہ عراق میں سوشلزم و کمیونزم کی آمد کویت کے لیے پریشان کن تھی عراق میں سکتے کا عالم تھا۔ ہدایت حسین گوکل کی پھانسی اور بے جرم وخطا اہل دانش و علما و رؤسا و تجار پر مظالم نے ہر طرف خوف و ہراس طاری کر رکھا تھا۔ ایران کے خلاف پروپیگنڈہ عام تھا مگر علما کے حوالے سے بات نہیں ہو رہی تھی۔ آقای خمینی سے سب کو محبت تھی لیکن ایران کے خلاف بات کرنا طلبہ میں پسندیدہ بات نہ تھی۔ آقای خمینی مدظلہ العالی مدرسۂ بروجردی میں نماز پڑھاتے تھے اور مراجع کے دستور کے برخلاف غیر رسمی زندگی بسر فرما رہے تھے۔ میل ملاقات میں احتیاط برتی جاتی تھی۔ شام میں بھی مذہب اور اہل مذہب کے خلاف پروپیگنڈے کا زور تھا۔ حکومت سوشلسٹ تھی اور لوگ مذہب کی بات کرتے ڈرتے تھے لیکن ایک آدھ شیعہ

عرب کو بات کرنے پر آمادہ پایا بھی تو حوزۂ علمیۂ نجف کی تباہی موضوع بنی ـــــ لبنان میں البتہ جوش و جذبہ زیادہ تھا۔ وہاں آیت اللہ خمینی اور ان کے شاگرد، حجۃ الاسلام سید موسیٰ صدر کے چرچے تھے۔ علما کو سیاست میں حصہ لینا چاہیے یا نہیں؟ علما کو بحیثیت مسلمانان عالم کی تحریک کی قیادت اور دینی حلقوں میں سیاسی حرکت پیدا ہونا ٹھیک ہے یا نہیں؟ یہ بحث تھی۔ اخبارات میں آیۃ اللہ حکیم کی حمایت اور حکومت عراق کے مظالم پر احتجاج ہو رہے تھے۔

نجف میں آیۃ اللہ حکیم اور آیت اللہ سید محمود شاہرودی اور آیۃ اللہ خوئی کے یہاں ہزاروں فریادیوں کی آمد و رفت تھی۔ کبھی طلبہ شکایت کرتے تھے کہ عرب لڑکے ان پر پتھر برساتے ہیں۔ انھیں برا بھلا کہتے ہیں، کبھی ایرانی تاجر اور تیس تیس برس سے رہنے والے کہتے تھے کہ ان کی دکان لوٹ لی گئی۔ ان کے گھر پر اینٹیں برس رہی ہیں۔ غرض عجب افراتفری کا عالم تھا۔ مرجعیت عظمیٰ سید محسن الحکیم کو حاصل تھی۔ حکومت عراق نے ان کا گھیراؤ کر رکھا تھا اور ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۴ء تک ان کا گھر تباہ کر دیا۔ حوزۂ علمیۂ نجف سے ایرانی، افغانی، ہندی، پاکستانی طلبہ و اساتذہ کو نکال دیا۔ ان حالات میں دل جمعی عنقا تھی۔ ہاں آقای خمینی موقع بموقع بیانات جاری کرتے رہے۔ جن کا اثر بیرون ملک ہوتا تھا۔ اندرون ملک جس طرح کی فضا درکار تھی وہ ناپید تھی۔

انتہائی نازک حالات میں سرحدیں بند ہوتے ہوتے ہم ایران پہنچے۔

راستے میں ایک فاضل ایرانی اور سینٹ کے رکن ہم سفر ہوئے۔ ہمدان تک راستے بھر آیت اللہ خمینی اور شاہ ظلم پناہ موضوع گفتگو رہے۔ حدود ایران میں آیت جناب حسن کا لہجہ نرم اور گفتگو اشاروں کنایوں میں رہی۔ موصوف نے مجھے آنے بود سمجھایا کہ ایران میں احتیاط ضروری ہے۔ آیت اللہ خمینی کا نام زبان پر نہ آنے پائے — "فارسی امروز ایران رخ ندارد" — میں نے ایران میں جن لوگوں سے ملاقات کی، ہوٹل، مسجد، کتاب فروشی، ہر جگہ خمینی کی تقلید اور حمایت محسوس کی۔ قم کے مدرسۂ فیضیہ میں طلبہ کی صورت میں ساواکی دیکھے اور فضا میں خاموشی تھی قم میں میرا قیام پانچ گھنٹے رہا، حوزۂ علمیہ بند تھا۔ مشہد مقدس میں ہر طرف آیت اللہ میلانی کا چرچا تھا۔ میں بارہ بجے کے قریب شریعت کدے پر پہنچا تو ایک سفید پوش شخص نے مجھے روک دیا اور بڑی سختی سے ملاقات کی اجازت لینے اور اندر جانے کی خواہش رد کر دی میں اپنے ہوٹل واپس آیا وہاں مجھے بتایا گیا کہ آغا ساواک کی نگرانی میں ہیں۔

۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ / ۲ جون ۱۹۷۰ء کو آیت اللہ حکیم نے رحلت فرمائی اور حکومت عراق نے ایک مرتبہ پھر بچے کھچے ہزاروں ایرانیوں کو ستانا شروع کیا۔ یہ ایرانی دس برس سے ظلم و ستم برداشت کر رہے تھے اور عتبات مقدسہ سے جدائی اختیار کرنے پر تیار نہ تھے۔ شعبان ۱۳۹۱ھ میں انھیں حکم ملا کہ ایک ہفتے کے اندر تمام ایرانی ملک سے نکل جائیں۔ آقای خمینی نے فوراً صدر عراق کو تار دیا۔ حکومت سے احتجاج

کیا مجب حکومت نہ مانی تو خود نجف چھوڑنے کا اعلان فرمایا اور اگر حکومت نے نہ جانے دیا تو وہ خانہ نشین ہو جائیں گے۔ حکومت نے جواب میں صرف یہ کہا کہ نجف کے علما طلبہ کو سردست اجازت دی جاتی ہے۔ مزید معاملات کے لئے "بعث پارٹی" کا نمائندہ حکومت کا سیاسی منصوبہ سمجھانے کے لئے آغا کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن آغا نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ کچھ دن کے بعد آغا کو پیام بھیجا گیا کہ سردست ہم نجف سے سروکار نہیں رکھتے اور آغا کو عراق چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتے۔

جشنِ شاہنشاہی

ایران کی حکومت نجف کی پریشانی سے خوش تھی۔ اس نے آیۃ اللہ حکیم کے بعد قم میں دینی مرکزیت کے لیے ایک عالم جلیل المرتبت کو پسند کر لیا تھا۔ وہ نجف کو ایرانی مسلمانوں کی لگن سے محروم کرنا چاہتی تھی۔ آیت اللہ خمینی اور آیت اللہ سید عبد اللہ شیرازی کی عوام میں محبوبیت سے بادشاہ ڈر رہا تھا۔ اس نے عراق میں ہونے والے واقعات کی خبروں کو سنسر کر دیا۔ وہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو شہنشاہ آریا مہر کے نام سے تاج پہن کر تخت پر بیٹھ چکا تھا مگر دوبارہ ایران میں بین الاقوامی جشن کا پروگرام بنایا تاکہ دنیا بھر کو اپنا نمک خوار و قصیدہ خواں بنا کر رقص طاؤس کرے اور بخیال خود شاہ ہفت اقلیم بن جائے۔

"ایرانی قومیت" — ڈھائی ہزار سالہ شہنشاہی — ایران اور شہنشاہی لازم و ملزوم ہیں — جیسے بے شمار نعروں کے جلو میں، جشن تاج پوشی

کا سیلاب رنگ و آہنگ آیا ۱۹۶۷ء میں زلزلہ زدہ عوام، بھوکے اور قیدی شہریوں، یتیم اور جلاوطن گھرانوں کو تڑپتا چھوڑ کر بادشاہ نے اربوں روپے خرچ کیے اور بہت قیمتی تاج و عبائے زرتار پہن کر ہرمزد و کیقباد کی یاد میں "شہنشاہ آریامہر" سے ملقب ہوئے۔ اس کے بعد ھخامنشی دور سے زردشتی مذھب تک ہزاروں سال پرانے گڑے مردے اکھاڑنے پر بے تحاشا دولت لٹا کر ۱۹۷۱ء میں دوسرا جشن منایا جسے "جشن دو ہزار و پانصد سالہ شہنشاہی ایران" کا نام دیا۔

اس موقع پر آیت اللہ خمینی نے ایک زبردست بیان جاری کیا۔ یہ بیان تاریخ کے تلخ حقائق پہ مشتمل ہے۔ عوام کی تکلیفوں اور حکومت کی غفلتوں کا وہ پہلو جسے نمک خوار اور عقیدت مند مؤرخ نظرانداز کردیتے رہے:

"میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ موقع نکال کر ملت اسلام کی پریشانیاں یاد دلاؤں، شاید آپ بھی ذمہ داری محسوس کریں اور اپنے بھائیوں کی امداد سے غافل نہ رہیں۔ تار اور خط یا اعلان و خبر ہی کے ذریعے سہی .... ایران کے غم انگیز حالات مجھے لکھے جا رہے ہیں۔ مسلسل درخواستیں آ رہی ہیں شیراز کے ایک عالم محترم نے اس قحط اور بھوک کا حال لکھا ہے جس سے مجبور ہو کر لوگ اپنے بچے بیچ رہے ہیں۔ "فسا" کے عالم دین نے بھی قحط و تباہ حالی عوام کی فریاد لکھی ہے۔ میں ایک عالم ہوں اور

یہاں بیٹھا ہوں۔ میں نے لکھا کہ تھوڑی بہت روٹی اور کپڑے کا انتظام سہم امامؑ سے کریں..... خبر ملی کہ "سیستان" اور "بلوچستان" میں عوام بھوک اور قحط سے گھبرا کر باہر نکل آئے۔ شہر لٹنے لگے۔ جانوروں کو چارہ نہ ملنے کی وجہ سے بستی چھوڑ کر چلے گئے۔ بہت سے لوگ بھوک سے مر گئے۔ ان حالات میں..... کئی ملین تومان جشن شاھنشاہی پر صرف ہو رہے ہیں۔ فقط طہران کی آرائش پر آٹھ ملین تومان خرچ ہوں گے۔ اسرائیل سے ماہرین بلائے جا رہے ہیں۔ اسرائیل، اسلام و قرآن کا بدترین دشمن، جس نے چند سال پہلے قرآن میں تحریف کی۔ ابھی پھر نامناسب باتیں قرآن کے بارے میں کہی ہیں .... مسلمانوں سے جنگ کر رہا ہے۔ ممالک اسلامی کو فتح کرنے اور خدانخواستہ مشاھد مشرفۂ اسلام کو ویران کرنے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں آگ لگائی..... ایک ملین سے زیادہ مسلمانوں کو آوارہ وطن کیا... اسلامی سرزمین پہ قابض ہے... اور اب جشن شاھنشاہی کا ٹھیکے دار بنا ہے...... تیل بردار جہاز اسے تیل پہنچا رہے ہیں۔ جو شخص اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کر رہا ہو، اسرائیل کو تیل دے رہا ہو اس کا جشن منایا جائے؟ پندرہ خرداد کا حادثہ......... ہم وطنوں سے جیل بھرے ہوئے ہیں۔ معززین ملت شکنجے میں کھینچے جا رہے ہیں اور زندان میں مارے جا رہے ہیں، اس کے باوجود جشن کیا جائے؟ ان بادشاہوں کے لیے قوم جشن کرے؟.....

سفاک و خونخوار جیسے لوگوں کے لیے جشن کریں ؟ مسجد گوہر شاد میں مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے ، دیوار مسجد کو خون سے رنگین کرنے والے دروازۂ مسجد بند کر کے ظلم کرنے والے کے لیے جشن منایا جائے ؟

جب سے ایران میں شہنشاہی کی رسم پڑی اس وقت سے اب تک خدا جانے کتنی زیادتیاں ہوئی ہیں۔ کتنے ظلم ڈھائے گئے ہیں۔ ایران کے بادشاہوں نے تاریخ کے صفحات کالے کر دیے ہیں۔ عوام کا قتل عام ان کے سروں کے مینار ایران ہی کے بادشاہوں نے بنوائے۔ ان کے اچھے بھی سنگ دل اور ذلیل تھے۔ ان میں سے ایک شخص جسے اچھا شمار کیا جاتا ہے جس کے فتوحات گنائے جاتے ہیں ایسا ظالم تھا کہ حضرت عبدالعظیم کے راستے سے گزر رہا تھا ایک بھوکے نے اس کی گاڑی روک کر روٹی مانگی۔ اس بادشاہ نے فوج کو حکم دے کر اسے اور متعدد فقیروں کو رسی کا پھندا ڈال کر مروا ڈالا۔ کسی رحم دل نے سفارش کر کے باقی محتاجوں کی جان بچائی۔ یہ تو اچھا تھا بُرے کا تو کہنا ہی کیا۔ روایت کے مطابق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ملک الاملاک ــــ شہنشاہ ــــ کو خدا کی بارگاہ میں سب سے زیادہ قابل نفرت بتایا ہے۔ اصولاً اسلام شاہنشاہی کی بنیاد کے خلاف ہے۔ وسیع حکومت میں سیرت رسول اکرمؐ کو جاننے والوں کو معلوم ہے کہ اسلام شہنشاہی کے قصر ظلم و ستم کو مسمار کرنے آیا تھا۔ شہنشاہی رجعت پسندی کی سب سے

زیادہ رسوا اور ذلیل علامت ہے۔

ملینوں تومان ، عوام کا سرمایہ اس کھیل اور مسخرہ پن پر صرف ہوگا اور ان لوگوں پر صرف ہوگا جنھوں نے پوری تاریخ میں روسیاہی حاصل کی ہے۔ ابھی ہمارے عہد میں ظلم و ستم کیے ہیں۔ لغویات اور فساد کو جنم دیا ہے اس کے لیے جشن برپا کیا جائے۔

تازہ ترین بات یونیورسٹی کے طلبہ پر بدمعاشوں کا وہ حملہ ہے جس سے قوم کے جوانوں کو ایسی چوٹیں آئی ہیں جن کی وجہ سے اعضا بدلنا اور مصنوعی اعضا لگانا پڑیں گے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہوا وہ ناقابل بیان ہے۔ ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ وہ جشن کے حامی نہ تھے بھوکوں کی بھوک کا علاج کریں۔ قوم کی لاشوں پر جشن نہ منائیں۔

.... ایران سے برابر خط آرہے ہیں ــــ ہمارے یہاں حمام نہیں ہیں اجازت دیجیے کہ ہم وجوہ شرعیہ سے حمام بنوائیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا خوش آئند دعوے اور امن و ترقی کے اعلان اور ترقی یافتہ قوموں کے دوش بدوش ہونے کا پرچار کیسے ہے ؟ لوگ اپنے بچے بیچ رہے ہیں اور ملک ترقی کر چکا ہے ؟

مسلمانوں سے جنگ کرنے والی حکومت کو حالت جنگ میں تیل کی سپلائی پر اعتراض نہ کیا جائے ؟ آخر مسلمانوں کا ملک اسرائیل کے تسلط میں کیوں ہے ؟ جواب دیا جاتا ہے کہ ہم محکوم ہیں۔ محکوم فرماں برداری کے علاوہ کیا کر سکتا ہے۔ فرمایا گیا کہ ہمیں اطاعت کرنا چاہیے ــــ خود

اس (بادشاہ) نے بھی ایک تقریر اور اپنی ایک کتاب میں کہا:

"حکایت میں رائے دینے والوں نے ایران کی صورتحال کے پیش نظر کہا ہے کہ میں برسرِ اقتدار رہوں۔ لوگوں نے میری سلطنت کی تائید کی ہے۔" خدا ان مشورہ دینے والوں پر لعنت کرے۔ ان لوگوں نے ہمیں قید کرا دیا ہے۔ ہاں جو شخص کسی کا مہرہ ہو وہ اس کی خدمت گزاری کیوں نہ کرے گا۔ وہ مخالفت کر ہی نہیں سکتا۔ یہ سب خواہشات نفس کے پجاری ہیں .... یاکلون کما تاکل الانعام۔ حیوان کیا جانے اس کا چارہ کہاں سے آیا۔ کیا صورت ہے۔ اس کو اپنا چارہ بچانا ہے۔ دنیا آگ اور خون میں نہاتی ہو یا بالکل فنا ہو جائے اسے کیا؟

یہ درد بے درماں بیان نہ کرنا چاہیے؟ مظالم نہ کہے جائیں اور ایک حرف بھی منہ سے نہ نکلے؟ ان مسائل پر گفتگو شانِ علما کے خلاف ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت امیر علیہ السلام نے جو طویل خطبے دیئے تو وہ عالم نہ تھے؟ خطبۂ شقشقیہ میں بیت المال پر ناجائز تصرف کرنے والے کے بارے میں جو سر توڑنے اور سخت تنقید کرنے والے فقرات ہیں۔ ہماری گفتگو اس سے مستفاد نہیں ہے؟

..... حکومت کے معاملات میں دخل نہ دینا چاہیے۔ حکومت سے ہمارا کیا تعلق، جیسی باتیں اتنی مرتبہ سنی جا چکی ہیں کہ ہمیں یقین ہونے لگا کہ واقعاً ہمیں حکومت کے معاملات پر بحث نہ کرنا چاہیے حالانکہ

تاریخ بشر کے آغاز سے انبیا و علما، سلاطین اور ظالم حکومتوں کے خلاف اٹھتے رہے۔ انھیں معلوم نہ تھا۔ "سیاسی امور میں دخل اندازی روحانی شخص کی ذمہ داری نہیں ہے؟" خداوند عالم، بادشاہ وقت کو ہلاک کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معین فرماتا ہے۔ نعوذ باللہ .... بادشاہ سے مقابلہ نہ کرنا چاہیے تھا؟ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور تمام ائمۂ اطہار علیہم السلام نے جابر حکومتوں سے ٹکر لی۔ خطرناک ترین حالات میں بھی وہ آگے بڑھے اور خاموش نہیں رہے۔ کیا اسے اشتباہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بادشاہ وقت کے خلاف خطبے دیے۔ لوگوں کو مقابلے کی دعوت دی۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے تا بہ امکان معاویہ کا مقابلہ کیا۔ جب دنیا دار لوگوں نے حضرت سے غداری کی تو آپ نے صلح کے ذریعے معاویہ کو رسوا کیا جیسے امام حسین علیہ السلام نے خونی انقلاب سے یزید کو رسوا کیا۔ یہ مقابلہ ہمیشہ رہا۔ اسلام کے بڑے بڑے علما نے ہمیشہ اخلاق باختہ، جھوٹے اور گرفتار ان ہوا و ہوس بادشاہان وقت کے خلاف آواز اٹھائی۔ اگر زندہ قوم نے ان کی مدد کی تو وہ کامیاب ہوئے۔ ہم بھی اتحاد سے رہیں گے تو آگے بڑھیں گے۔ یہاں ہر شخص کی ایک رائے، ہر آدمی کا ایک نقطۂ نظر ہے۔ اگر سو ملین افراد بھی الگ الگ نقطۂ نظر کے ساتھ کچھ کرنا چاہیں تو کامیاب نہیں ہو سکتے۔

—— ید اللہ مع الجماعۃ —— اجتماع و اتحاد ضروری ہے۔ اگر قم، مشہد

تبریز، اصفہان اور شیراز کے علما مل کر اس جشن رسواکن پر اعتراض کریں اور ملک وملت کو برباد کرنے والی عیاشیوں پر قدغن لگائیں تو یقین رکھیے اس کا نتیجہ نکلے گا۔ ایران میں ڈیڑھ سو سے زیادہ صاحبان عمامہ، آیت اللہ اور حجۃ الاسلام ہیں اگر یہ سب اجتماعی صورت میں اقدام کریں۔ مہر سکوت توڑ دیں تو کیا پیش رفت نہ ہوگی؟ کیا حکومت سب کو پکڑ لے گی۔ سب کو قید و جلاوطنی کی سزا دے گی؟ اگر اس سے یہ ہو سکتا تو سب سے پہلے مجھے ختم کر دیا جاتا مگر انھیں مصلحت اجازت نہیں دیتی۔ کاش مجھے ختم کر دیا جاتا کہ اس درد انگیز صورت حال سے نجات حاصل ہوتی۔ ظالم نوکر شاہی سمجھتی ہے کہ میں اس زندگی سے خوش ہوں۔ اسی بنا پر مجھے دھمکی دی جاتی ہے۔ میری زندگی بھی کوئی زندگی ہے؟ اس زندگی کو موت آئے جتنی جلدی ہو بہتر ہے اکرم الاکرمین کے حضور میں پہنچ کر اس نکبت کی زندگی سے رہائی پاؤں۔ رنجیدہ و ستم رسیدہ عوام کی آہوں سے گھری ہوئی زندگی بھی زندگی ہے؟ ظالم و جابر حکومت نے ملت اسلامیہ اور مملکت اسلامی سے جو خیانتیں اور حق تلفیاں کر رکھی ہیں ان سے میری زندگی کی راحت و آسائش عنقا ہو چکی ہے۔ روزانہ خبر مل رہی ہے کہ اہل وطن جیل میں بھر دیے گئے ہیں۔ بے گناہ لوگ شکنجے میں کھینچے جا رہے ہیں۔ شکنجوں میں ان کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ چھریاں اور چاقو چلانے والے بدمعاش یونیورسٹی پر حملہ آور ہوئے اور طلبہ کو خاک و خون

میں نہلا گئے۔ لڑکیوں کو زخمی کیا۔ ان کے سروں پر گرم پانی پھینکا۔ ابن زیاد و حجاج کی طرح جسے شیعہ علیؑ پایا نیست و نابود کر دیا۔ مارنے کچلنے اور سرزنش کرنے کے لیے شک کافی ہے۔ کسی کی جان محفوظ نہیں ہے۔..............

جہاں تک میری آواز کام کرتی ہے میری ذمہ داری ہے کہ آواز اٹھاؤں۔ جہاں تک میرا قلم کام کرتا ہے لکھوں اور شایع کروں۔ محترم حضرات بھی اگر صلاح سمجھیں، اس قوم کو مسلمان سمجھیں تو کوئی تدبیر نکالیں اور اگر ان کی صلاح نہیں ہے تو انشاء اللہ معذور و مؤید ہوں گے۔ ہم اس مشکل میں کیا کریں؟

اسلام و اہل اسلام کے بارے میں جو کچھ کیا جا رہا ہے اور ملت محروم ایران کو تباہی میں ڈھکیلنے کے بعد جو میلہ منعقد ہو رہا ہے اس کے لیے ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے؟ ہم بیٹھے درس اخلاق دیے جائیں؟ اگر ہم مہذب و خوش اخلاق ہوتے تو یہ روز بد کیوں دیکھتے؟ ہوش میں آیئے، نجف کو جگایئے۔ ملت مظلوم ایران کی صدا گوشے گوشے میں پہنچایئے خطوں اور تاروں سے حکومت ایران کو جھنجھوڑیے کہ اس ذلیل جشن اور رسواکن عیاشیوں کو ختم کیا جائے۔ ہم نہیں چاہتے کہ قوم مسلسل اس مصیبت میں گرفتار رہے........ افاضل و علماء ایران سے کہیے کہ حکومت ایران کو نصیحت کریں۔ یہ نہیں کہتا کہ سرزنش کریں۔ پند و نصیحت سے وہ اس غارت گری کو روک سکتے ہیں۔ حکومت سے کہیں

کہ یہ جاری بجٹ جو کے عوام پر صرف کیا جائے۔

.... میں صاف صاف بتاتا ہوں کہ مستقبل بہت تاریک وخطرناک ہے۔ آپ لوگ ثابت قدمی سے تیار رہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی مدد کریں۔ قوم پر جو سختیاں ہو رہی ہیں اور دباؤ بڑھ رہے ہیں ان پر اعتراض کریں۔ کاہلی اور تن پروری چھوڑ دیں۔ ذمہ داریوں سے نہ بھاگیں۔ بہانے نہ ڈھونڈیں۔ آج آپ کی صورتحال عہد سیدالشہداؑ سے بہتر ہے۔ آنحضرت نے خطروں کے باوجود اعلان انقلاب فرمایا اور اپنی جان اسلام پر قربان کردی تھی۔ اگر معاذ اللہ وہ تن پروری چاہتے تو شرعی جواز نکال سکتے تھے۔ خدا سے دعا کرتے کہ یزید پر فتح حاصل ہو۔ لوگ حضرت کو سمجھاتے کہ وہ ایسا نہ کریں امام نے جناب مسلم کو بیعت لینے کے لئے بھیجا تھا تاکہ ناجائز حکومت کو سرنگوں کریں۔ اسلامی حکومت قائم کریں۔ اگر امام مدینے کے کسی گوشے میں بیٹھے رہتے اور کسی معاملے میں دخل نہ دیتے تو لوگ بڑی عزت کرتے۔ ان کے ہاتھ چومتے۔ آپ بھی خاموش بیٹھ کر ان سے احترام لینا چاہتے ہیں۔ ٹھیک ہے آپ کا احترام مردہ امام زادے سے ملتا جلتا ہے۔ ہر شخص مردہ پرست ہے۔ مردہ سید کی عزت کرتا ہے لیکن زندہ امام کو مرا ہتا رہتا ہے۔

میں تمام حکومتوں اور تمام سربراہان مملکت کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ جشن ملت ایران سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اس میں شرکت مظلوم قوم

کے خون میں شرکت ہے۔ اسلامی ممالک کے سربراہ سن لیں کہ یہ جشن اسرائیلی ماہرین کی نگرانی میں ہو رہا ہے۔ انھیں اس جشن میں شریک نہ ہونا چاہیے۔ ایرانی مسلمان اس جشن غیر شرعی میں شریک نہ ہوں اور منفی مظاہرہ کریں۔ جشن کے دنوں میں اپنے گھروں سے نہ نکلیں جشن کا انتظام کرنے والوں اور شرکت کرنے والوں سے بددلی اور ناپسندیدگی کا اظہار کریں۔ جشن منانے والے یاد رکھیں کہ وہ اسلامی معاشرے اور دنیا کی زندہ قوموں میں نفرت کی نظر سے دیکھے جا رہے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کو اس شہنشاہی سے نفرت ہے۔ آپ لوگ اس جشن کی مخالفت کے پابند ہیں اس کے بجائے آپ ننگے اور بھوکے مسلمانوں بدنصیب قیدیوں اور جلاوطن لوگوں کے لیے دعا کریں۔ ان بے گناہ لڑکیوں کے لئے جو سخت ترین ضربوں سے دست و پا شکستہ ہو چکی ہیں، دعا کریں۔

اللہ سب کی مدد کرے۔ والسلام علیکم!"

عوام پر سخت دباؤ ڈال کر انھیں خاموش کیا گیا۔ پھر بھی ملک میں احتجاج ہوا۔ علماء خطبا نے تنقید کی اور جیل گئے مگر شراب کے دریا بہے۔ عورتیں حسن وشباب کے بازار میں عصمتیں لٹیں۔ دنیا بھر کے صدر و بادشاہ میلہ دیکھنے آئے۔ کیومرث اور جمشید کے کھنڈر آراستہ ہوئے۔ سب نے آتش پرستوں اور قدیم ترین تہذیب کو سلام کیے۔ رجعت پسندی کا بدترین پجاری راگ رنگ میں کنھیا بن کر بیٹھا اور ساری دنیا کا سونا او روپیہ عظیم سرمایہ داروں کی عیاشیوں پہ خرچ ہوا اور ملک کے فاقہ زدہ عوام

کراہتے رہے۔ ملک بین الاقوامی معیار ترقی پر سربلند مان لیا گیا اور انسانی غیرت سو گئی۔

قم کے طلبہ و علماء نے آیت اللہ خمینی کی آواز پر لبیک کہی اور اعلامیے چھاپے۔ مدرسۂ فیضیہ پر پولیس نے سختی کی۔ لوگ گرفتار ہوئے مگر جشن منایا گیا۔

جشن شاہنشاہی کا نتیجہ عراق سے کئی ہزار افراد کی ملک بدری ہوا۔ نومبر ۱۹۷۱ء شعبان ۱۳۹۱ھ کے پہلے ہفتے آقای خمینی نے پہلی تقریر میں فرمایا:

"میں نے اپنی مصلحت بینی سے حکومت عراق کو بذریعۂ تار مطلع کیا جس کے ردعمل میں مزید سختی دکھائی گئی۔ اب میری رائے ہے کہ ہمارا یہاں رہنا ضروری نہیں ہے۔ میں انشاءاللہ کل متعلقہ افراد کو پاسپورٹ بھیج دوں گا اور ملک چھوڑنے کی درخواست کروں گا۔ (حاضرین کی آواز گریہ) میں جہاں بھی رہوں گا افغانی، پاکستانی، ہندی اور عراقی دوستوں کو یاد رکھوں گا جس طرح میں یہاں ان کے حالات سے باخبر رکھتا تھا وہاں بھی رکھوں گا۔ امید ہے کہ برادران ایرانی انشاءاللہ بسلامتی منزل پر پہنچیں گے اور حوزۂ دینی قم اور اگر وہاں نہ ہو سکے تو مشہد میں رہیں گے۔ میں امید کرتا ہوں کہ انشاءاللہ جلدی حوزۂ علمیہ نجف میں دوبارہ واپس آئیں گے۔ جوار حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اور حفاظت حوزۂ دینیہ سے جو تعلق خاطر آپ کو

ہے اور جس بری طرح آپ کو یہاں سے نکلنے پر مجبور کیا جا رہا ہے خداوند تبارک و تعالیٰ آپ کو دوبارہ یہاں واپس لائے گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جس دن مکے سے نکلے اس دن کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ حضرت دوبارہ اس سرزمین پر آئیں گے اور اسلام کو پھیلائیں گے۔ خداوند تبارک و تعالیٰ یقیناً اس حوزے کی حفاظت کرے گا ۔۔۔ یہ حوزہ ہزار سال سے اسلام کی خدمت کر رہا ہے ۔۔۔ یہ تباہ نہیں ہو سکتا صرف افراد بدلتے رہتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ دوستوں اور دینی بھائیوں کے جبری طور پر جانے کے بعد یہاں رہنا مجھے گوارا نہیں۔

میں نے سنا جب حکومت عراق نے یہودیوں کو ملک بدر کرنے کا فیصلہ کیا تو انھیں چھ ماہ کی مہلت دی اور ایک میٹنگ میں ان کی املاک کو صحیح طریقے پر بیچنے کا فیصلہ اور قیمت ادا کرنے کا وعدہ کیا لیکن آپ حضرات، شیعہ ہیں۔ ایرانی قومیت رکھتے ہیں آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے جس ملک میں مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک ہو، مجاورین قبور ائمہ علیہم السلام کے ساتھ اس قدر غلط طریق کار برتا جائے وہاں میرا رہنا دشوار ہے۔ بنا بریں کل پاسپورٹ بھیج دوں گا ۔۔۔۔ لبنان جانے کے لیے ویزہ منگاؤں گا جس طرح شہید اول و ثانی وہاں شہادت پسفائز ہوئے انشاءاللہ میں بھی یہ سعادت حاصل کروں گا (بلند آواز سے حاضرین کا گریہ) ٹھیک ہے

یہ افتاد ایسی ہی ہے اللہ کے حضور میں تضرع و زاری کا بڑا اجر ہے لیکن استقامت ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ مشکلات اور پست لوگوں کا مقابلہ کرنے کو تیار رہیں۔ ایسے لوگ یہاں بھی ہیں اور ایران میں بھی۔ یہ نہ سمجھیں کہ یہ صورت حال آپ کے لیے نقصان دہ ہے۔ نہیں یہ آپ کے لیے نفع بخش ہے۔ آپ اللہ کے یہاں مستحق اجر ہیں۔ اور ایرانی و عراقی حکومتوں کی بدسلوکی و بداخلاقی کا ردعمل آپ لوگوں کے لیے سودمند ہوگا ...... سخت ترین سردی میں تاجر درسے دست کاروں اور کاریگروں کی حالت آپ (طلبہ) سے زیادہ قابل رحم ہے۔ میں ان لوگوں کے بارے میں بہت رنجیدہ ہوں۔ اہل و عیال کے ساتھ سرحد پار ایسے اشخاص کے ہاتھوں مبتلائے مصائب ہونگے جو ان لوگوں سے بدتر سلوک کرنے والے ہیں۔

ہر حالت میں مضبوط رہیے۔ اللہ سے لو لگائیے۔ خداوند تبارک و تعالیٰ آپ کا پشت پناہ ہے۔ اس بارے میں کوئی شک نہیں حوزۂ ہائے علمیہ محفوظ رہیں گے۔ جب حضرت حاج شیخ عبدالکریم رضوان اللہ علیہ (زعیم حوزۂ علمیۂ قم) نے رحلت فرمائی۔ قم میں چار سو کے قریب طلبہ تھے۔ یہ طلبہ ہر طرف سے شکست و ظلم میں گرفتار تھے۔ ظالم وقت جو انھیں تباہ اور حوزۂ علمیہ کو ختم کرنا چاہتا تھا تھوڑے دنوں میں مرگیا اور وہ وقت آیا کہ حوزۂ علمیہ پانچ ہزار طلبہ سے آباد ہوگیا۔ اور بحمد اللہ اس وقت اپنی قوت روز افزوں کے ساتھ برقرار ہے۔۔

".........

ہماری روایت ہے کہ نجف و قم، کربلا و مشہد کے بزرگ علما کو بے مثال احترامات و حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ حکومت ان سے تعارض نہیں کرتی ان کا درس بند کرنا، یا شہر کو چھوڑنا حکومت کے لیے ناقابل برداشت ہوتا ہے اس سے تمام علما ناراض ہوجاتے ہیں اور تمام دنیا کے شیعہ احتجاج کرتے ہیں۔ ایرانیوں کے اخراج کے وقت آقای خمینی نے یہی راستہ پسند فرمایا تھا اور عراق چھوڑنے پر آمادہ ہوئے تھے مگر حکومت نے انھیں نہیں جانے دیا۔

آیت اللہ خمینی نے نجف میں وطنیت کی بنیاد پر کبھی طلبہ کو نہیں دیکھا۔ پندرہ سال تک نجفی طلبہ آغا کی اس رفتار پہ قربان رہے کہ وہ پاکستانی اور افغانی طلبہ کو اسی نظر سے دیکھتے رہے جس نظر سے ایرانی و عرب طلبہ کو دیکھا۔ دراصل ہر معاملے میں ان کی نگاہ میں لاقوامی سطح اور مسلمان قومیت پہ رہی ہے۔

آغا کا یہ عقیدہ اور نقطۂ نظر، جذبہ اور خدا پہ بھروسہ کتنا سچا ہوا کہ ہجرت الی اللہ و للہ ہو تو احوال پیغمبر کے مطابق وطن چھوڑنے کی مہم فتح کا سبب ہوتی ہے۔ خدا نے انھیں ہر طرح گونہ مسرتوں اور بلند ترین کامیابیوں کے ساتھ قم واپس پہنچایا اور انھوں نے صرف قم نہیں پورے ملک کو اسلام کا محافظ اور شریعت اسلامیہ کا گہوارہ بنانے کی تاریخی سعادت حاصل کی۔ اللہ نے انھیں تاریخ اسلام کی پہلی شخصیت

بنایا جس نے خالص عاملانہ شان سے ایک بادشاہِ ظالم وجابر پر پنج پائی اور کیومرث وداریوش وپرویز کا درفش کاویانی لہرانے والا ہاتھ مروڑ کر نشان ظلم وستم سرنگوں کر دیا۔ اسلام کا پرچم لہرایا اور ایران کو "جمہوریۂ اسلامیہ" بنا دیا۔

زیرِ نظر خطاب میں آقای خمینی نے حکومت عراق پر سخت تنقید کی اور اسے تاریخ میں بدترین مجرم کی حیثیت سے یاد کیے جانے کی خوفناک خبر دی۔ انھوں نے ایران کی حکومت کو عراقی حکومت سے بدتر قرار دیتے ہوئے کہا کہ آپ کو انسان دشمنوں کے ظلم سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آپ پر ظلم کر کے دونوں حکمراں تاریخ انسانیت میں بدنام ہوں گے۔

آغا نے اپنی ہجرت کے لئے لبنان کا نام لیا۔ وہ لبنان جو کبھی شام کا جزو تھا، جہاں حضرت عثمان ومعاویہ کے خلاف حضرت ابو ذر نے تقریریں کی تھیں۔ جہاں ۷۸۶ھ میں محمد بن جمال الدین عاملی شہید کئے گئے اور ۹۶۶ھ میں زین الدین بن نورالدین کو شہید کیا گیا تھا۔ دونوں فقیہہ تھے۔ دونوں کا جرم مذہب کا تحفظ تھا۔ سید روح اللہ بھی انھی فرزندان اسلام اور رضا کاران نجف کی راہ پر شہادت کا استقبال کرنا چاہتے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ لبنان میں ساواک انھیں زندہ نہ رہنے دے گی۔ وہ لبنان نہ جا سکے اور ساواک نے ان کے فرزند سید مصطفےٰ کو نجف میں شہید کر دیا۔

بہر حال، عراقیوں نے ایرانی مجاہدین وطلبہ کو مکمل طور پر عراق سے نکال دیا۔ آیت اللہ خمینی نے ان ملک بدر ہونے والوں کی آخری کھیپ سے ۱۲ ذی القعدہ ۱۳۹۱ھ کو خدا حافظ کہا۔ دس منٹ کی تقریر میں انھوں نے طلبۂ علوم دینیہ کو سمجھایا:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکے میں دعوت الی اللہ، ذات مقدس پروردگار کی تعریف، وعظ ونصیحت اور تعارف اسلام تھا۔ مکی سورتوں میں حمد وصفات خدا اور وعظ ونصیحت ہی کے تذکرے ہیں۔ احکام بہت کم ملتے ہیں۔ آپ کے ساتھی اس قابل نہ تھے کہ مشرکین سے جہاد کرتے اس لئے بدترین حالات میں مکہ سے ہجرت کی۔ عام ذہن اس وقت وجہ جواز سوچ بھی نہیں سکتے تھے لیکن مدینے پہنچ کر صورت بدل گئی۔ حضرت نے مدینے میں مددگار پیدا کیے، اسلام کو پھیلایا اور اللہ نے آپ کو اتنی قوت دی کہ فتح مکہ میں سرداران قریش سر جھکا کر آئے اور آپ نے پھر انھیں معاف فرمایا۔

۲۔ عراق وایران کے باہمی اختلافات میں یہاں کے ایرانیوں نے صلح کی راہ نکالی اور ان کا وجود اب بھی صلح کی راہ ہموار کرتا ہے مگر حکومت عراق انھیں بدترین طریقے سے نکال رہی ہے۔ ممکن ہے اللہ کی مصلحت کے مطابق آپ یہاں فاتح بن کر آنے والے ہوں۔

۳۔ آپ علم حاصل کر کے جا رہے ہیں۔ ایک بڑی ذمہ داری آپ پر آن پڑی ہے۔ آپ یہاں الفاظ کا بوجھ اور مطالب کا بار لینے نہیں

آئے تھے۔اس تعلیم کا مقصد تھا حفاظت اسلام واحکام اسلام۔ آپ وحی الٰہی کے امین ہیں۔

۴۔ علم کے ساتھ تہذیب نفس اور تربیت اخلاق بھی ضروری ہے۔ دوسروں کی اصلاح کے ساتھ اپنی بھی اصلاح کریں۔ اپنے فرائض کو نہ بھولیں۔ آپس میں صلح وصفا رکھیں۔ اتحاد برقرار رکھیں آپ درخت کی شاخیں اور ایک شاخ کی پتیاں ہیں۔ آپ اپنا عہد پورا کریں۔ اللہ بھی اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ آپ یہاں آئیں گے اور آپس میں ملیں گے۔

۵۔ زوال حوزۂ علمیہ کا تصور ذہن سے نکال دیجئے۔ نظام خداوندی کے مطابق یہ برقرار رہے گا۔ پھر اس کی پشت پر تمام مسلمانوں کی صدا اور تمام شیعہ ممالک کے عوام ہیں۔ ایک حکومت دنیا بھر کی حکومتوں سے ٹکر نہیں لے سکتی۔ آج کل افغانستان، پاکستان اور ھندوستان کے طلبہ یہاں ہیں۔ خود عراقی طلبہ بھی کم نہیں۔ حکومت ہم سے آپ سے ٹکر لے سکتی ہے مگر تمام دنیا سے نہیں لڑ سکتی۔ ایرانیوں نے نکال دیا تو کیا ہوا۔ دوسرے ممالک کے طلبہ تو موجود ہیں۔ ان کا سلسلہ یکے بعد دیگرے یوں قائم رہے گا جیسے ایک فوج کی جگہ دوسری فوج آئے اور پوزیشن سنبھالے اسی طرح صف درصف طلبہ آتے رہیں گے۔ دشمن ایک جنرل اور ایک دستے کو ختم کرکے بعد میں آنے والوں کو روکنا چاہتا ہے وہ بقیہ فوج

کے فرار کی آس لگائے بیٹھا ہے۔

جن ملکوں کے طلبہ یہاں ہیں وہ تحصیل علم اور تہذیب نفس میں کوشاں رہیں۔ اگر سب مراجع اور میں کہ ایک طالب علم ہوں یہاں نہ رہیں جب بھی آپ کو یہاں رہنا چاہیئے۔ اپنی ذمہ داری پوری کرنا چاہیئے۔ حلقہ خالی نہ کریں۔ اطمینان سے کام جاری رکھیں۔

میں نے کہا تھا کہ حوزۂ علمیہ قم کے حالات سامنے رکھیں۔ چار سو طلبہ تھے اور وہ بھی سخت ترین دباؤ میں دبے ہوئے۔ آقای عبدالکریم کے بعد طلبہ نے جرأت وثابت قدمی دکھائی اور خدا نے قم کو مثالی برتری عطا کی۔ آج چھ سات ہزار طلبہ وہاں موجود ہیں۔ اسی طرح انشاءاللہ آپ فاتحانہ یہاں آئیں گے اور حوزۂ نجف کا عروج دیکھیں گے۔ ڈریے نہیں، کانپیے نہیں، وسوسوں میں نہ الجھیے، اللہ آپ کا مددگار ہے، توہین واذیت سے نہ گھبرایئے خدا کے یہاں حساب ہوگا۔ آپ غالب ہیں مغلوب نہیں۔ مظلوموں کی تاریخ گواہ ہے کہ انھیں ہمیشہ فتح ہوئی ہے۔ معاویہ کی تاریخ کا حوالہ۔ ایک طفل خورد سال، جس کی نسبت حضرت سیدالشہداء علیہ السلام سے تھی، آج اسلامی اقوام کا مرکز توجہ ہے۔ یہ ہے مظلومی کا اثر۔ ظالم کا مستقبل کوتاہ، مظلوم کا مستقبل طولانی ہوتا ہے۔

میں امید رکھتا ہوں کہ طلبہ وتاجر جو بھی یہاں سے جا رہے ہیں جلدی واپس آئیں گے۔ مجھے دست کاروں کا زیادہ دکھ ہے۔ اہل علم

تو جہاں جائیں گے عزت پائیں گے۔ دوسرے حوزوں میں بھی رہ سکیں گے لیکن یہ بیچارے مدت دراز سے عراق میں تھے۔ ایران سے ان کے رشتے ٹوٹ چکے۔ ان کا حال قابل رحم ہے۔ شاید ملت ایران ان سے اچھا سلوک کرے۔ یہ لوگ وہاں مہمان ہوں گے میں متوقع ہوں کہ ایران کے مسلمان اور معزز حضرات ان پر رحم کریں گے۔ پناہ دیں گے۔ گھر اور روٹی کپڑا دیں گے۔ ان کی پریشانیاں دور کریں گے۔ یہ لوگ ایران کے طور طریقوں اور سیاسی حالات سے بے خبر ہیں۔ ان کو نشیب و فراز سمجھائیں گے۔

۶۔ آپ حضرات ایران جائیں۔ ایرانی بھائیوں سے میرا سلام کہیں اور کہیں کہ فلاں نے آپ سے استدعا کی ہے کہ ملک بدر بھائیوں کی براہ راست خود مدد کریں۔ یہ دل شکستہ ہیں۔ آوارہ وطن ہیں۔ ان کے ساتھ وہ سلوک کریں جو اپنی آوارگی میں اپنے لیے دوسروں سے توقع کرتے .... مدعا ....

ایرانی طلبہ کے بعد پاکستانی، افغانی، ھندی، لبنانی طلبہ نکال دیے گئے۔ شعبان ۱۳۹۴ھ میں آقای شاھرودی نے رحلت فرمائی۔ ان کی وجہ سے ایک بہت بڑا بند ٹوٹ گیا اور مرجع اعظم کی وفات سے بہت بڑا مجمع بے حامی رہ گیا۔ ان کے مقلدین کی بہت بڑی تعداد آقای خمینی کی تقلید میں آ گئی لیکن عراقی حکومت نے ذرا اطمینان کی سانس لی۔ آقای سید باقر صدر عراقی ہیں۔ ان کا اثر و اقتدار بڑھ رہا

تھا۔ وہ گرفتار کیے گئے۔ آیت اللہ حکیم کے فرزند سید باقر حکیم ۱۹۷۵ء میں گرفتار ہوئے۔ پھر قتل کی خبر سنی۔ ۵-۱۳۹ھ جمادی الاولیٰ میں سید کاظم الحکیم قتل ہو گئے۔ اس طرح حوزۂ علمیہ تباہ ہوا۔ سید شاھرودی کے فرزند بھی ظلم کا نشانہ بنے۔ زائرین کی آمد و رفت مکمل طور پر بند ہوئی۔

سید حسن شیرازی، سید محمد شیرازی، سید مرتضیٰ فیروزآبادی جیسے باثر علما نجف و کربلا سے ہجرت پر مجبور ہوئے اور آخر میں المجاھد الفاتح، آیت اللہ سید عبداللہ شیرازی مدظلہ مشہد میں ہجرت کر گئے۔

نجف میں اہم ترین شخصیتوں میں ایک آیت اللہ سید ابوالقاسم الخوئی مدظلہ تھے۔ دوسرے سید روح اللہ خمینی اور پندرہ بیس طلبہ بہت سے جاسوس طلبہ حکومت عراق نے داخل کر رکھے تھے۔ عراقی حکومت وقفے وقفے سے طلبہ و علما پر حملے کرتی رہتی تھی اور یہ حضرات سخت آزمائش میں دن گزار رہے تھے۔ سید خمینی مدظلہ العالی کے اعصاب، نفسیات، عزیمت اور جرأت کا عالم آپ نے دیکھا۔ ہمارے پاس وہ تار اور بیان، خبریں اور تفصیلات موجود نہیں ہیں جن کی روشنی میں آیت اللہ خمینی کی گرجدار آواز اور صدر حسن البکر یا صدام حسین کے خلاف تقریروں تحریروں میں آغا کی وہ صفت استقامت پوری طرح سامنے آتی لیکن مذکورہ دو چار حوالوں کے سہارے ہمیں کچھ دفاع اور جوابی حملوں کا نقشہ تو معلوم ہو ہی جاتا ہے۔

ہم نے لاہور میں ہر سال محرم وصفر میں انتہائی ہولناک خبریں سنیں اور شدید احتجاج کیے تھے۔ ۱۹۷۶ء/۱۳۹۶ھ میں اربعین کے موقع پر قبائل وعشائر، شہروں اور دیہاتوں کو اربعین کی مخصوص کے لیے پیدل جانے سے روک دیا گیا۔ دراصل یہ مخصوص ہی بند کردی۔ لیکن پندرہ صفر کو کم وبیش چار پانچ ہزار زن ومرد بچے بوڑھے نجف سے کربلا کی طرف پیدل روانہ ہوئے۔ اکیس[21] میل سفر طے کرکے "خان حماد" نامی قصبے پہنچے تو یہاں بغداد سے آئے ہوئے ٹینک اور توپیں استقبال کو بڑھیں اور عوامی حکومت نے پرامن عراقیوں پر گولیاں برسا کر سینکڑوں کو مار ڈالا۔ عورتوں اور جوانوں کے ساتھ بدترین سلوک کیے۔ سو افراد کو گرفتار کیا۔ چودہ افراد کو فوجی عدالت کے حوالے کیا گیا۔ حجۃ الاسلام سید باقر الحکیم کو سزائے موت کا حکم ہوا۔ حرم امیر المومنینؑ و امام حسینؑ و حرم حضرت عباسؑ کو مقفل کردیا گیا۔ اعلام کے گھروں پہ پہرا لگا دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ آقای خمینی نے اس موقع پر تار دیے اور بیان جاری کیے ہوں گے، جن کی تفصیل نہیں مل سکی۔

۱۹۷۵ء میں ہواری بومدین کی سعی سے الجزائر میں صدام حسین اور شاہ ظلم پناہ میں بات چیت ہوئی اور دونوں نے الجزائر میں صلح پر اتفاق کرلیا۔ صلح ہوئی تو ایران کے ہزاروں زائر عراق جانے کے لیے کمر بستہ ہوگئے۔ قافلے ایک ایک ہفتے کیلئے جاتے

اور حکومت عراق کی نگرانی میں زیارت کرکے واپس آجاتے مگر کچھ لوگ کسی نہ کسی طرح آیت اللہ خمینی سے بھی مل لیتے تھے۔ اسی زمانے میں بادشاہ نے غالباً آیت اللہ خمینی یا ان کے فرزند حجۃ الاسلام سید مصطفٰے کے قتل کا منصوبہ بنایا۔

رستاخیز ملّی ایران کا قیام

ادھر انقلاب سفید کے نتائج میں بے شمار سپاہ ہوں کا قیام قابل توجہ ہے، سپاہ بہداشت — سپاہ آبادانی — خانہ ہای انصاف — سپاہ دانش نامی نیم فوجی، نیم جاسوسی تنظیموں نے ملک کے ہر طبقے کو اپنے شکنجے میں لے لیا۔ عوام کے ہر شعبۂ زندگی پر کنٹرول مستحکم ہونے کے بعد ملک میں برائے نام جو ثقافتی یا سیاسی جماعتیں تھیں ۱۹۷۵ء میں بادشاہ نے سب پارٹیاں ختم کرکے "حزب رستاخیز ملّی ایران" — (قومی انقلابی پارٹی) — قائم کردی۔ دراصل یہ کمیونسٹ طرز حکومت کی پیروی تھی۔ ایک پارٹی کی حکومت، بداخلاق، دہشت پسند، بے دین افراد کی بالادستی کا قیام تاکہ بادشاہ کو عوامی لیڈر کے طور پر شہرت دی جائے اور "کامریڈ" یا "چیئرمین" کے مفہوم کو "بادشاہ" یا "شہنشاہ آریا مہر" کی اصطلاح میں ڈھال دیا جائے۔ حزب رستاخیز ملّی کے اعلان پر بے حساب روپیہ خرچ کرکے عوام کو گمراہ کیا گیا۔ بین الاقوامی خبر رساں اداروں کو رشوتیں دی گئیں پریس نے شاہ کی بڑی تعریف کی اور انکی

www.shiabookspdf.com

سیاسی بصیرت کو سراہا۔ کچھ باہمت اداروں نے تنقید کی اور اسے استبداد کی طرف بڑا قدم قرار دیا۔ اندرون ملک طلبہ نے شور مچایا لیکن بے اثر ثابت ہوا۔ حسب دستور کچھ لیڈر اور سینکڑوں عوام گرفتار ہوئے اور نوجوانوں نے دہشت پسند تنظیموں کے ذریعے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔

دل چسپی کی بات یہ ہوئی کہ بادشاہ نے اسلامی تنظیموں اور علما کے اختلاف کو اسلامی مارکسسٹ تحریک اور روسی ریشہ دوانی کا شاخسانہ قرار دے کر خوب خوب پروپیگنڈا کیا۔ اسی پروپیگنڈے نے بڑا اثر کیا اور ہم نے اچھے اچھے آدمیوں کو آیت اللہ خمینی مدظلہ کو روسی کمیونسٹ کہتے سنا اور اپنی بات منوانے میں رکاوٹیں محسوس کیں، ہمارے ملک کے بہت سے اخبارات نے اس افواہ کو خوب اچھالا مگر ایران کے مسلمان اس سے بالکل متاثر نہ ہوئے۔ کچھ لوگوں نے بادشاہِ ظلم پناہ کے اعلانات اور حزب رستاخیز کی حیثیت کے بارے میں آیت اللہ خمینی سے استفتا کر لیا۔ ان سے پوچھا کہ قوم حزب رستاخیز میں شرکت کرے یا نہ کرے۔ آغا نے اس کے جواب میں مفصل تحریر بھیجی جس کے متعدد زبانوں میں ترجمے چھپ کر دنیا بھر میں پھیلا دیے گئے۔ مجھے اسی زمانے میں اس کا اردو ترجمہ المنتظر کے مدیر نے دیا۔ یہ ترجمہ جیبی سائز کے آٹھ صفحات پر فوٹو آفسٹ میں چھپا ہوا ہے اور بظاہر عراق سے آیا تھا۔ اس کے ساتھ فارسی

میں ایک سطر پر آغا کے دستخط سے حزب رستاخیز ملی سے تعاون حرام ہونے کا فتویٰ بھی دیا تھا۔ حضرت خمینی کا جواب، حزب رستاخیز ملی کی موت کا فرمان ثابت ہوا۔ بیان کا خلاصہ ملاحظہ ہو:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— چونکہ مذکورہ تنظیم، اسلام اور مسلمانوں کے مصالح کے خلاف ہے اس بنا پر قوم کے لئے اس میں شرکت حرام ہے۔ ظلم کی اعانت، مسلمانوں کی بیخ کنی ہے۔ اس کی مخالفت نہی عن المنکر ہے۔ اس حزب کے ذریعے بادشاہ عوام کو بنیادی مسائل سے غافل کرنا چاہتا ہے۔ وحشت زدگی اور دہشت گردی کو فروغ دے کر آئین و قانون کو مسخ کرنا مقصود ہے اس لیے حزب رستاخیز ملک و ملت سے مقابلہ کی قوت چھین لے گی۔ سانس لینا مشکل ہوگی لہٰذا قوم کو ہمہ گیر تحریک چلا کر اس کا ابھی مقابلہ کرنا چاہیے۔ جیسے "انقلاب ششم بہمن" ناکام بنایا اسی طرح اس منصوبے کو بھی ناکام بنا دیجیے جو شخص دس سال سے شور مچا رہا ہے کہ قوم انقلاب سفید کی حامی ہے۔ "انقلاب شاہ و ملت" کامیاب ہے اب وہی شخص قوم کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے عوام کو زور و جبر سے تائید پر مجبور کر رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب انقلاب کامیاب ہو چکا تو پھر یہ منظم اور طاقتور زرخرید حملہ آور جماعت کیوں بنائی جا رہی ہے؟ اس کا نام "حزب رستاخیز" ہی اس کے عزائم کا اعلان ہے۔ یہ ادارہ ایران کے بنیادی آئین اور ملک کے مروجہ قانون کے خلاف ہے۔ بین الاقوامی اصول

بھی اس کی حمایت نہیں کرتے۔ دنیا میں صرف ایران کی آمرانہ شاہی حکومت ہے جو ون پارٹی کے نام سے اپنی حکومت کو عوامی بنانا اور عوامی نمائندگی کا دعویٰ کرنا چاہتی ہے اس جماعت کے ذریعے عوام کو ممبرشپ پر مجبور کیا جائے گا جو تعاون نہ کرے گا اس کو قید، شکنجے یا جلا وطنی کا سامنا کرنا ہوگا وہ معاشرتی حقوق سے محروم کر دیا جائے گا۔

یعنی عوام کو انتہائی سختی سے شاہی نظام کی پابندی، رجعت پسندی اور قدامت پرستی کی تائید اور خلاف اسلام حکومت کی طرف کرنا پڑے گی۔ وہ نظام جو روزانہ اسلام پر حملہ کرتا اور ضرب کاری لگاتا ہے۔ وہ موقع کی تاک میں ہے۔ فرصت ملے تو قرآن کریم کی مقدس تعلیم کو جڑ سے اکھیڑ دے جس نے روشن فکر، ذہین اور تعلیم یافتہ جوانوں کو جیل میں ٹھونس دیا۔ ایرانی عوام اس ملوکیت کی تائید نہ کریں جس کے ہاتھ کہنیوں تک خون سے آلودہ ہیں۔ ایرانی عوام کی دوسری خونریزی کے لیے یہ گروہ تیار ہوا ہے۔ وہ شاہ جس نے تیل کی دولت کا آخری قطرہ فروخت کر کے اس کی قیمت سرمایہ داروں، استحصال پسندوں اور خوشامدیوں کو دے کر فخر کیا ہے۔ امریکہ تیل کے ذخیرے کر رہا ہے اور ایران تیل ضائع کر رہا ہے۔ پھر اس کی آمدنی غریب بھوکے عوام پر صرف کرنے کے بجائے استعمار پسند لوگوں کو دے رہا ہے یا اس سے بے تحاشا اپنا گھر پھونکنے والے ہتھیار خرید رہا ہے تاکہ ایران اس خطہ میں امریکی مفادات کی نگہداشت کرے۔ کل تک بیرونی

قرضے لئے جا رہے تھے اور ایرانی اقتصادیات کو تباہ کیا جا رہا تھا۔ آج قرضے عطا کیے جا رہے ہیں۔ اسلحہ کی خریداری ہو رہی ہے اور قوم کو افلاس کی مصیبت میں مبتلا کر کے عقل سے محروم کیا جا رہا ہے۔ اس عالم میں ابھی ابھی امریکہ سے پندرہ ملین ڈالر کا نیا قرضہ پھر حاصل کیا ہے۔ ایرانی عوام مجبور ہیں کہ شاہ ظلم پناہ کی حمایت کریں۔ وہ حکمران جس نے ملک کی زراعت و معیشت کو ختم کر دیا۔ اب گیہوں چاول، گوشت، گھی اور تمام غذائی اشیا گراں سے گراں تر قیمت پر درآمد کی جا رہی ہیں۔ یہ وہی شخص ہے جس نے بقول خود کسانوں کو خوشخبری دی تھی کہ ملک زرعی لحاظ سے خود کفیل ہو جائے گا۔ آج وہی شخص انتہائی شرمندگی کے عالم میں پچیس لاکھ ٹن گیہوں اور چار لاکھ ٹن چاول باہر سے منگوا رہا ہے۔ ملک کا ایک ایک صوبہ یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ پورے ملک کو غلہ فراہم کر سکے لیکن انقلاب سفید نے زمین کو ویران کر دیا اور عوام فقر و فاقہ کا شکار ہو گئے۔

طہران بظاہر آراستہ تر ہو گیا ہے۔ وابستگان دولت فلک بوس عمارتوں کے مالک ہو گئے اور دیہاتی عوام زندگی کی ابتدائی ضرورتوں سے محروم دکھ بستیاں دکھانے کے لیے بنائیں بھی تو ان میں مخصوص لوگوں کو حقوق ملکیت دیے گئے۔ اب پچیس سالہ منصوبۂ ترقی کا سبز باغ دکھایا جا رہا ہے مگر ایرانی عوام اس نعرے کی حقیقت سے باخبر ہو چکے ہیں۔ ملک سے زراعت کی صلاحیت چھین لی گئی ہے۔

مزدور اور کسان بد سے بدتر حالات کا سامنا کر رہے ہیں. صنعتی ترقی برائے نام ہے. عوام اس نظام کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتے. تیل کے ذخیرے ختم ہونے کے بعد ملک مکمل غلامی میں جکڑ جائے گا وہ قوم جو زراعت و صنعت کی مالک تھی فقر و افلاس کی قیدی بن کر سرمایہ داروں کی غلام ہو جائے گی.

شاہ، جمہوریت و قانون کا دم بھرتے ہیں حالانکہ وہ خود ہی دستور و قانون توڑنے والوں کے سرغنہ ہیں جس کا ثبوت یہ تازہ وبال ہے. وہ تنظیم جس کا ممبر بننا ہر شخص پر لازم ہے. کیا یہ دستور کی مخالفت نہیں ہے؟ عوام کو ان کی خواہش کے خلاف کسی چیز کا پابند بنانا قانون شکنی نہیں ہے؟ اخبارات کی آزادی چھین لینا، نشر و اشاعت کے اداروں کو ملک و مفادات ملک کے خلاف استعمال کرنا دستور شکنی نہیں ہے؟

عوام کے حقوق چھیننا، انفرادی و اجتماعی آزادی سلب کرنا، نمائشی پروگرام اور جھوٹے انتخابات اپنی مرضی کی اسمبلیاں بنانا، جمہوریت کا گلا گھونٹنا، قانون و دستور کی مخالفت نہیں ہے؟ غیر ملکی مفادات کا تحفظ، جاسوسی محکموں کی غیر معمولی توسیع، جمہوریت کی مخالفت ہے. ملک کی بہترین زمینوں پر غیروں کے ایجنٹوں مثلاً اسرائیلیوں کو مسلط کرنا، دستور کی خلاف ورزی ہی نہیں غداری ہے. تیل کو قومی ملکیت میں لینے کے بعد اس کے ذخیروں کو ضائع کرنا، قوم کے

قبضے سے اقتصادی کاروبار چھین لینا قوم سے خیانت ہے. ملک و انتظام و قانون کے ہر معاملے میں بادشاہ کی ہمہ وقت مداخلت رجعت سیاہ اور استبداد کا بدترین مظاہرہ ہے. انقلاب سفید جس کی کامیابی کے اعلان سے حکومت نہیں تھکتی قوم کے لئے بدبختی اور بدنصیبی کا سبب بن چکا ہے. انقلاب کا اثر یہ ہے کہ قوم کی قوت عمل مفلوج ہو چکی ہے. سپاہ دانش کے ذریعے دیہاتوں اور ملک کے دور دراز علاقوں کو ذہنی آوارگی میں مبتلا کیا جا رہا ہے. وہ انقلاب جن کے مخالفین شکنجہ گاہ پہنچائے جاتے ہیں علمائے اسلام طلبہ اور اہل دین جدید تعلیم یافتہ، سب اس کے خلاف ہیں. تاجر، کسان، مزدور، سب اس انقلاب سیاہ کے مخالف ہیں. علمائے اعلام اور ملک کے تمام طبقات جانتے ہیں کہ اس نئی تنظیم کی تشکیل بھی نئی نئی بدنصیبیوں کا پیش خیمہ ہے. مراجع اسلام کو چاہیے اس تنظیم میں شرکت کو حرام قرار دے کر ملت اسلامیہ کے حقوق کو پامالی سے بچائیں.

محترم واعظین، خطبا و طلبہ نوجوانوں، محنت کشوں، کسانوں اور تاجروں پر لازم ہے کہ وہ ہمہ گیر اور ہمہ جہت مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور اس تنظیم کو مکمل طور پر ناکام بنا دیں. آپ لوگ مطمئن رہیں کہ یہ حکومت ختم ہونے والی ہے اور فتح آپ کا مقدر رہے. قوم پروپیگنڈہ مشینری کے فریب میں نہ آئے یہ لوگ ایک طرف احکام اسلامیہ کی روز افزوں مخالفت کر رہے ہیں. دوسری طرف سادہ لوح عوام کو

دھوکا دینے کے لئے قرآن کریم، دعا کمیل جیسے پاکیزہ لٹریچر کو اپنے مفاد کے لئے شائع کرتے ہیں۔ مجلس و جلوس پر پابندی لگاتے ہیں اور زنجیر زنی کے مناظر دکھاتے ہیں۔ میں مسافرت کے گوشے میں بیٹھا، ملت ایران کی المناک مصیبتیں سن سن کر کڑھتا رہتا ہوں کیا اچھا ہوتا کہ میں بھی اس نازک موقع پر آپ کے درمیان موجود ہوتا اور اسلام و ایران کی نجات کے لیئے ان مقدس معرکوں میں آپ کے قریب رہ کر آپ کا ساتھ دیتا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں قوم اغیار اور ان کے نوکر پیشہ حکمرانوں کے چنگل سے نجات پائے اور آپکے دشمنوں کے ہاتھ شل ہوں۔"

یہ پیام سنتے ہی ایران بھر پیر دل پر کھڑا ہو گیا۔ لوگوں نے پھر آیت اللہ خمینی کے دل کی دھڑکنیں سنیں۔ یوں تو ۱۵ خرداد کی یاد منائی جاتی رہی لیکن امام باڑہ ارشادیہ طہران جو آخری دنوں اسلامی انقلاب کا مرکز تھا حکومت نے نیلام کر دیا۔ مدرسۂ فیضیہ میں پھر خون سے ہولی کھیل کر مدرسے کو مقفل کیا اور اسے میوزیم بنانے کا اعلان کیا۔ ان باتوں سے لوگ بھرے بیٹھے تھے کہ نجف سے آغا کی تقریروں کے ٹیپ آنے لگے۔ یہ ٹیپ مرکزی مقامات پر پہنچا دیے گئے اور ہزاروں آدمیوں نے روز سننا شروع کر دیے۔ حوصلے بڑھے اور اسلام اور حکومت اسلام کی سربلندی کے لئے ارادے جوان ہو گئے۔ بادشاہ نے اپنے زوال کا یقین کر لیا۔ پولینڈ، چیکوسلواکیہ، رومانیہ، بلغاریہ غرض

پورے یورپ میں کوس لمن الملک بجانے اور بین الاقوامی شخصیت بننے کے خواب میں انھوں نے اپنے آپ کو بہلا، صدر امریکہ جمی کارٹر کو ایران بلا کر بزعم خود بام عزت کے آخری درجے پر پہنچ گئے — اقتدار کے نشے میں بدمست اور نمک خوار قصیدہ خوانوں کی خوشامد سے حواس باختہ شاہ ظلم پناہ نے اپنے مخالفوں کو یک لخت کچل دینے کا حکم دے دیا۔ حالانکہ بنگلہ دیش کے مجیب الرحمٰن لنکا کی بندرا نائیکے، ہندوستان کی اندرا گاندھی، پاکستان کے بھٹو کا حال سب کے سامنے تھا۔ سیکورٹی فورس جسے ان لوگوں نے حفاظت جان کے لئے فولادی دیوار سمجھ رکھا تھا، عوام کا نام لے کر آمرانہ نظام کو مستحکم کرنے کا فلسفہ جس پر ان لوگوں کا ایمان تھا، مسلمانوں اور اسلام کو تباہ کرنے کا ارادہ جسے ترقی پسندی کا لبادہ اوڑھایا تھا اسی ترکش کا آخری تیر شاہ ظلم پناہ نے چلا دیا۔

دُوسری منزل

دس سال کسی ذھنی تبدیلی کے لئے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ فضا کے نعرے، بچوں کے ذھن و زبان سے سکول میں پروان چڑھتے ہیں۔ پرائمری سے ھائی اور ھائی سکول سے کالج جانیوالے طلبہ میدان عمل میں پختہ ذہن کے ساتھ اسی دس سال میں باہر نکلتے ہیں۔ ایران میں یہی عمل ہوا۔ شاھی فلسفۂ تعلیم نے بتیس سال میں جو کچھ کیا تھا، آیت اللہ خمینی کی تحریک کو اسی عمل نے کچلنے میں

نمایاں کامیابی حاصل کی تھی لیکن اب ردِ عمل کا وقت تھا۔ آیت اللہ کی جلاوطنی اور علما کی مسلسل جد و جہد رنگ لائی۔ عوام کی محبت اور ملک بڑھتی تو بچوں نے گھر میں "خمینی، خمینی" سنا۔ پرائمری سکول میں شاہ کے خلاف جذبات کھلائے۔ ہائی سکول میں خیالات میں وسعت آئی۔ بلوغ عقل کی عمر آئی تو علما و دانشوران ملت کا انقلاب آفریں مذہبی لٹریچر دیکھا۔ آنکھیں کھلیں، مسائل سے آشنائی ہوئی تو قوم کی بڑھتی پود بدل گئی۔

آقای مطہری، آقای نوری، آقای مکارم شیرازی علما کے اور ڈاکٹر علی شریعتی ترقی پسند گروہوں کے نمائندہ مصنف تھے۔ ڈاکٹر شریعتی ملّاازم سے دور اور بڑی حد تک مغربی لہجے، مغربی فلسفے اور مغربی افکار کے ترجمان مانے جاتے تھے۔ ڈاکٹر شریعتی یونیورسٹی کے اس گروہ میں بہت مقبول ہوئے جو علما کے پاس جانے اور علما کا لٹریچر دیکھنے سے بدکتے تھے۔ ڈاکٹر شریعتی، دیکھتے دیکھتے جدت پسند ذہنوں پر چھا گئے۔ سفر کسی راستے سے ہو اگر منزل معین ہو تو قافلے آپس میں مل جایا کرتے ہیں۔ ایران میں یہی ہوا، مہندس بازرگان ہوں یا ڈاکٹر ابراہیم یزدی، مطہری اور ناصر مکارم ہوں یا ڈاکٹر شریعتی سب شاہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے برسرِ کار تھے مذہب کی اہمیت پر سب متفق تھے۔ لہجوں کے اختلاف اور مطالعے کے زاویوں کی رنگارنگی کے باوجود سب ایک منزل ایک

نصب العین بلکہ ایک قائد پر سب کو اعتماد تھا۔ اگر قم میں آقای منتظری و آقای ربانی نے جوانوں کو قوت و حرکت میں رکھا تو یونیورسٹی میں ڈاکٹر شریعتی بھڑکتی مشعل لئے سب کو آگے بڑھا رہے تھے ـــــ مذہبی حلقے آقای غفاری اور آقای سعیدی، آقای طالقانی کی موت اور قید سے مشتعل تھے تو یونیورسٹی کے مغرب زدہ ڈاکٹر شریعتی کی بار بار گرفتاری سے برسرِ جنگ تھے۔

شریعتی کا قتل

زبان بندی، سنسر اور بار بار کے مارشل لا رٹاٹپ کی حکومت نے لوگوں کو آخری جنگ پر تیار کر دیا تھا کہ ڈاکٹر شریعتی لندن بھیج دیے گئے اور طلبہ سڑکوں پر نکل آئے۔ ۱۹ اپریل ۱۹۷۷ء کو خبر ملی کہ لندن میں ڈاکٹر شریعتی پراسرار طریقے سے قتل کر دیے گئے لوگوں نے قاتل کو پہچان لیا۔ شاہ نے ساواک کے ذریعے شریعتی کو مارا۔ عوامی عدالت نے سڑکوں پر فیصلے کا اعلان کیا۔ زبانِ خلق نقارۂ خدا بن گئی۔ پولیس اور فوج نے جوانوں کو اس اعلان کے جرم پر مارا، گرفتار کیا لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ شاہ نے گھبرا کر رائے عامہ کو جزوی آزادی دیدی کہ شاید دبے ہوئے جذبات نعروں کے بعد ٹھنڈے ہو جائیں۔ یہ اقدام بادشاہ کی شکست کا پیش خیمہ بنا کیونکہ اخبار اور منبر شاہ کے خلاف مسلسل لکھنے اور بولنے لگے۔ ان کے عزائم نے صاف طور پر انقلاب کا یقین دلا دیا۔ ایران کے شہری جہاں جہاں

تھے وہاں جلسے اور جلوس شدت پکڑ گئے۔

یورپ میں محاذ

علما کی طرف سے یکم اکتوبر ۱۹۷۷ء کو پیرس میں بھوک ہڑتال کا اعلان ہوا۔ احتجاجی مرکز سے آیت اللہ خمینی کی وطن واپسی اور سیاسی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ تھا۔ پیرس میں ایرانیوں کی جمعیت کا یہ اقدام بہت مفید ہوا۔ پیرس کا پریس پہلی مرتبہ معاملات کو قریب سے دیکھ سکا اور قرب وجوار میں اس واقعے کی صدا گونجی ـــــ ایران میں آیت اللہ طالقانی اور سید مہدی الھاشمی، ڈاکٹر سنجابی اور مہندس مہدی بازرگان نے طہران میں مظاہروں کا اہتمام کیا۔ ان مظاہروں کا سلسلہ قم و ایران سے شروع ہو کر پورے ملک میں پھیل گیا۔ لندن اور امریکہ میں بھی ایرانیوں نے احتجاج کیے۔

بادشاہ نے ان سب اقدامات کے خلاف بنیادی منصوبہ بنایا جس کی تفصیل انتہائی خفیہ رہی لیکن اس کا چرچا تھا کہ بادشاہ کوئی خطرناک کام کرنے والا ہے۔

حجۃ الاسلام سید مصطفٰے الخمینی کی شہادت

۲۲۔ اکتوبر ۱۹۷۷ء/ ۸۔ ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ صبح سویرے نجف سے یہ خبر پھیلی کہ آیۃ اللہ سید خمینی کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام الحاج سید مصطفٰے الخمینی اچانک سے وفات پا گئے۔ موت کا سبب شاہ ایران کا خفیہ ہاتھ سامنے آیا ہے۔ وہ

ہاتھ جس نے بخارائی، امانی، سعیدی، غفاری، حنیف نژاد، مشکین فام، مجید شریف واقفی، حمدیہ بافت اور آخر میں ڈاکٹر شریعتی کو قتل کیا۔

یہ خونخوار سمجھتا تھا کہ اس قتل سے خمینی ختم ہو جائیں گے لیکن مجھے حجۃ الاسلام سید احمد امامی اصفہانی نے لاہور کی ایک ملاقات میں (موصوف اصفہان سے تشریف لائے تھے) بتایا کہ اس واقعے پر آیت اللہ نے "آہ" بھی نہ بھری، پورے صبر و قرار سے وہ آگے کی طرف دیکھتے رہے۔ انھوں نے فرمایا:

"میرے بہت سے مصطفٰے مارے گئے ہیں۔ ان کی موت نے اسلامی انقلاب کا راستہ ہموار کر دیا ہے منزل سامنے آگئی ہے۔"

سید مصطفٰےؒ کے بارے میں

سید مصطفٰےؒ کی تاریخ ولادت رجب ۱۳۴۹ھ ہے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر اڑتالیس سال سے زیادہ تھی۔ جناب ضیاء الحسن صاحب موسوی آل صاحب العبقات سے ان کی ملاقات حج ۱۳۸۶ھ کے موقع پر مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔ موسوی صاحب اس خانوادے کے فرد تھے جس کی بنیاد پہ آقائے خمینی کو کبھی ہندی کہا گیا اور کبھی کشمیری۔ موسوی صاحب نے لکھا ہے کہ "آقای خمینی سے میرا شجرہ آٹھویں پشت تک پہنچ کر سید عبداللہ موسوی (مدفون مشہد) سے ملتا ہے جو چوبیس واسطوں سے امام زادہ ابوالقاسم حمزہ

شائع کیا اور آیت اللہ شریعت مدار و آیت اللہ گلپائگانی، آیۃ اللہ نجفی نے سخت نوٹس لیا۔ ملک کے گوشے گوشے میں اس جارحیت کے خلاف لوگ اٹھ کھڑے ہوئے انھوں نے حکومت کو یقین دلانا چاہا کہ آیۃ اللہ خمینی کی جان اور عزت پر قوم آنچ نہیں آنے دے گی۔

۱۹۷۸ء کا آغاز اور حوزۂ علمیہ میدانِ جنگ میں

۱۲۔ محرم کو مدرسۂ فیضیہ کی یاد منانا تھی اس دن پولیس اور فوج نے قم میں سانس لینے پر بھی پابندی لگا رکھی تھی ادھر وہ دن گزرے ادھر علما اور طلبہ نے پُرامن مظاہرے کا پروگرام بنایا۔ جنوری کے پہلے ہفتے، محرم کی آخری تاریخیں تھیں۔ ہزاروں افراد خالی ہاتھ منظم اور پُرامن طریقے سے مظاہرے کے لیے باہر آ گئے۔ ساواک اور پولیس نے پورے مجمع کو بندوقوں کی باڑھ پر رکھ کر جوانوں کو بھون دیا۔ مشہور ہے کہ ستّر افراد جاں بحق ہوئے مگر حقیقت میں سو سے زیادہ موتیں واقع ہوئیں۔ زخمیوں کی تعداد ہزار سے زیادہ تھی۔ حسب دستور لاشیں وارثوں کو نہیں ملیں۔ مرنے والوں کے پسماندگان کو شکنجے میں رکھا گیا۔ مراجع عظام نے مدارس بند کر دیے۔ مساجد میں جماعت کی نمازیں نہ ہو سکیں۔ چالیس دن کا سوگ منانے کا اعلان ہوا۔ دور دور سے عوام نے قم کا رخ کیا۔ علما کے گھر تعزیت ادا کرنے والوں سے پُر ہونے لگے۔ بڑے بڑے شہروں سے وفد آتے اور پروگرام پوچھتے تھے

دنیا بھر سے آیت اللہ شریعت مدار و نجفی و گلپائگانی کو تعزیتی تار اور خط آئے۔ دنیا بھر میں فاتحہ خوانی ہوئی۔

سانحۂ تبریز

ایران کے متعدد شہروں میں پولیس نے مجلسیں نہ ہونے دیں کچھ شہروں میں مجلسیں ہوئیں۔ پولیس نے ان پر قابو پا لیا۔ چونکہ علما خوں ریزی سے بچنے اور امن و امان برقرار رکھنے کی تاکید کر رہے تھے اس لئے کچھ نہ کچھ صبر و درگزر سے کام ہوتا رہا مگر تبریز میں بڑے زبردست اجتماع ہوا۔ پولیس ہجوم کو دیکھ کر بے قابو ہو گئی اور مجمع پولیس کی لاٹھیوں اور گولیوں کے سامنے سے نہ ہٹا۔ پولیس گھبرا گئی۔ فوج ہیلی کاپٹر اور ٹینکوں نے نہتے عوام کو ہر طرف سے گھیر کر اندھا دھند فائرنگ کی۔ سینکڑوں ہزاروں آدمی مارے گئے۔ بازاروں اور سڑکوں پر خون کی ندیاں بہہ گئیں اور عوام تھے کہ انتہائی دلیری سے آگے بڑھ رہے تھے لوگ روزانہ جلوس نکالتے تھے۔ پولیس گولی چلاتی تھی۔ آخر سینما اور شراب خانے نذر آتش ہونے لگے۔

لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عمل ساواک والے کرتے تھے کہ مذہبی رہنماؤں کو دہشت گرد ظاہر کیا جائے۔ ان کی پُرامن تحریک کو سبوتاژ کیا جائے۔ مختلف شہروں میں اس قسم کے واقعات کے بعد آزادی پسند جوان بھی حکومت کے دفاتر و مراکز پر حملہ کرنے پر اتر آئے ہوں تو بعید نہیں۔

تبریز میں تیسرے دن سے پولیس نے حکومت کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا۔ انھیں گرفتار بھی کیا گیا۔ گولیوں کا نشانہ بھی بنایا گیا یہ بھی خبر ہے کہ فوج کے کچھ ذمہ دار افسروں نے علما کو اپنی کمک کا اشارہ کیا۔ علما نے واقعۂ تبریز کے چہلم کا اعلان فرما دیا۔ اس دن پھر تبریز میں شدید تصادم ہوئے۔ ہزاروں آدمی جلوس میں شریک ہوئے اور ساواک و پولیس بلکہ فوج نے تشدد کیا۔ بہت سی موتیں ہوئیں۔ علماء تبریز نے آیۃ اللہ شریعت مدار کو مداخلت پر متوجہ کیا ورنہ عوام کسی قیمت پر باز نہ آتے آیت اللہ شریعت مدار نے اعلامیہ جاری کیا تو اہل تبریز کئی ہفتے کے بعد خاموش ہوئے اور تبریز کے قائد بزرگ آیت اللہ انگجی نے فرمایا کہ قومی مطالبات کے پورے ہونے تک یہ جلوس جاری رہیں گے مگر پُرامن اور موثر (روز نامہ آیندگان، طہران)

چہلم واقعۂ تبریز کے سلسلے میں یزد اور جہرم میں مجالس پر پابندیاں لگیں۔ دونوں شہروں میں گولی چلی۔ خون ہوئے۔ قم کے مراجع نے ان واقعات کے سلسلے میں ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ کو آیت اللہ سید کاظم شریعت مدار، آیت اللہ سید محمد رضا گلپایگانی، آیت اللہ سید شہاب الدین نجفی نے اعلامیہ جاری کیا ـــــــ سہ شنبہ یکم جمادی الثانیہ کو یادِ واقعۂ جہرم و یزد میں مسجد اعظم قم مرکز مجلس ترحیم ہو گی۔ اس روز مجالس کئے جائیں اور حکومت کی مداخلت سے بچنے کے لئے مکمل امن رکھا جائے۔ معلوم نہیں کہ حکومت کب شرعی و قانونی آداب کا احترام کرے گی؟

مراجع نے اس دن مکمل ہڑتال کا اعلان کیا جس کے جواب میں ایران کے تقریباً تمام ادارے، کارخانے، اسکول، کالج، یونیورسٹی، بازار بند رہے۔ ایران میں اتنی زبردست ہڑتال اس سے پہلے نہیں دیکھی گئی تھی۔ عوام نے برملا شاہ کے خلاف ہر معاملے میں علما کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا۔ حکومت بوکھلا اٹھی۔ گولی اور ٹینک ناکام ہو گئے۔

لاہور میں احتجاج

پاکستان میں ایران کے حالات پر مسلسل غور کیا جا رہا تھا۔ میں برابر حکومت اور مراجع کو تار اور خط لکھ رہا تھا۔ مئی ۸، ۱۹۷۸ کو مجلس عمل علما کا ایک وقیع اجلاس ہوا جس میں ایک سخت قرارداد منظور ہوئی یہ قرارداد علماء دانشوران شہر کے دستخطوں سے سفارت ایران اور قم بھیجی گئی۔

طہران، تبریز، یزد، اصفہان، شیراز میں لگاتار کامیاب مظاہروں نے بین الاقوامی پریس کو اپنی طرف موڑ لیا۔

حالت یہ ہو گئی کہ نجف سے آیت اللہ خمینی کے ٹیپ یوں آتے اور پھیلتے تھے جیسے آغا گھر گھر موجود ہیں۔ محلے محلے ان کی تقریریں سنی جا رہی تھیں اور پولیس لوگوں کو گرفتار کرنے سے عاجز تھی۔ آیۃ اللہ شریعت مدار مدظلہ العالی جس وقت جو اعلان فرماتے عوام اسی پر عمل کرتے تھے۔ قم میں کم و بیش حکومت کی گرفت ڈھیلی تھی۔ ارمنی، یہودی، بہائی، کمانڈوز کے ذریعے وہاں کے عوام کچلے جاتے تھے اور

تبریز میں تیسرے دن سے پولیس نے حکومت کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا۔ انھیں گرفتار بھی کیا گیا۔ گولیوں کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ یہ بھی خبر ہے کہ فوج کے کچھ ذمہ دار افسروں نے علما کو اپنی کمک کا اشارہ کیا۔ علما نے واقعۂ تبریز کے چہلم کا اعلان فرما دیا۔ اس دن پھر تبریز میں شدید تصادم ہوئے۔ ہزاروں آدمی جلوس میں شریک ہوئے اور ساواک و پولیس بلکہ فوج نے تشدد کیا۔ بہت سی موتیں ہوئیں۔ علماء تبریز نے آیۃ اللہ شریعت مدار کو مداخلت پر متوجہ کیا ورنہ عوام کسی قیمت پر باز نہ آتے آیت اللہ شریعت مدار نے اعلامیہ جاری کیا تو اہل تبریز کئی ہفتے کے بعد خاموش ہوئے اور تبریز کے قائد بزرگ آیت اللہ انگجی نے فرمایا کہ قومی مطالبات کے پورے ہونے تک یہ جلوس جاری رہیں گے مگر پُرامن اور موثر (روزنامہ آیندگان، طہران)

چہلم واقعۂ تبریز کے سلسلے میں یزد اور جہرم میں مجالس پر پابندیاں لگیں۔ دونوں شہروں میں گولی چلی۔ خون ہوئے۔ قم کے مراجع نے ان واقعات کے بعد، ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ کو آیت اللہ سید کاظم شریعت مدار، آیت اللہ سید محمد رضا گلپایگانی، آیت اللہ سید شہاب الدین نجفی نے اعلامیہ جاری کیا ـــــ سہ شنبہ یکم جمادی الثانیہ کو یادِ واقعۂ جہرم و یزد میں مسجد اعظم قم مرکز مجلس ترحیم ہوگی۔ اس روز مجالس کئے جائیں اور حکومت کی مداخلت سے بچنے کے لئے مکمل امن رکھا جائے۔ معلوم نہیں کہ حکومت کب شرعی و قانونی آداب کا احترام کرے گی؟

مراجع نے اس دن مکمل ہڑتال کا اعلان کیا جس کے جواب میں ایران کے تقریباً تمام ادارے، کارخانے، اسکول، کالج، یونیورسٹی، بازار بند رہے۔ ایران میں اتنی زبردست ہڑتال اس سے پہلے نہیں دیکھی گئی تھی۔ عوام نے برملا شاہ کے خلاف ہر معاملے میں علما کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا۔ حکومت بوکھلا اٹھی۔ گولی اور ٹینک ناکام ہو گئے۔

لاہور میں احتجاج

پاکستان میں ایران کے حالات پر مسلسل غور کیا جا رہا تھا۔ میں برابر حکومت اور مراجع کو تار اور خط لکھ رہا تھا۔ مئی ۱۹۷۸ء کو مجلس عمل علما کا ایک وقیع اجلاس ہوا جس میں ایک سخت قرارداد منظور ہوئی یہ قرارداد علماء و دانشوران شہر کے دستخطوں سے سفارت ایران اور قم بھیجی گئی۔

طہران، تبریز، یزد، اصفہان، شیراز میں لگاتار کامیاب مظاہروں نے بین الاقوامی پریس کو اپنی طرف موڑ لیا۔

حالت یہ ہو گئی کہ نجف سے آیت اللہ خمینی کے ٹیپ یوں آتے اور پھیلتے تھے جیسے آغا گھر گھر موجود ہیں۔ محلے محلے ان کی تقریریں سنی جا رہی تھیں اور پولیس لوگوں کو گرفتار کرنے سے عاجز تھی۔ آیۃ اللہ شریعت مدار مدظلہ العالی جس وقت جو اعلان فرماتے عوام اسی پر عمل کرتے تھے۔ قم میں کم و بیش حکومت کی گرفت ڈھیلی تھی۔ ارمنے، یہودی، بہائی، کمانڈوز کے ذریعے وہاں کے عوام کچلے جاتے تھے او

آیت اللہ خمینی کی حمایت اور شاہ ایران کے مظالم کے خلاف نکلنے والا جلوس [illegible] گزر رہا ہے

ایرانی طلبہ میدان جنگ میں!

عوام انھیں بھی پکڑتے اور مارتے تھے جس سے مشتعل ہو کر حکومت سخت سے سخت قدم اٹھاتی۔

آیت اللہ شریعت مدار پر حملہ

ایک دن پولیس تینوں مراجع بزرگ کے گھروں میں گھس گئی۔ آیت اللہ شہاب الدین اور آیت اللہ گلپایگانی کی سخت توہین کی، آیت اللہ شریعت مدار کے سامنے دو جوانوں کے سروں کو کچل دیا۔ ان کے بھتیجے آغا کے سامنے قالین پر گرے جنہیں بین الاقوامی اخباری نمائندوں نے دیکھا اور دنیا بھر میں اس کی مذمت ہوئی اس کے بعد آبزرور — ٹائمز — گارڈین اور بی بی سی وغیرہ نے آیت اللہ شریعت مدار کے انٹرویو شائع کرنا شروع کیے انھی دنوں بادشاہ نے تینوں بزرگوں کو قم سے باہر بھیجنا چاہا تینوں بزرگ گزشتہ واقعات سے سخت بیمار ہو گئے تھے مگر انھوں نے قم نہ چھوڑا اور بادشاہ کی یہ تدبیر بھی الٹ گئی۔

آیت اللہ شریعت مدار اور آیت اللہ شیرازی

ایران اب انقلاب اسلامی کی راہ پر کھڑا تھا۔ بڑے بڑے مجاھد گرفتار تھے اور آیت اللہ خمینی کامل و مکمل قائد کی حیثیت سے نجف میں کام کر رہے تھے۔ اندرون ملک یوں تو سب ہی کام کر رہے تھے۔ یک جان، یک زبان و یک فکر مگر نمایاں ترین زعیم دو تھے۔ قم میں حضرت سید کاظم شریعت مدار اور
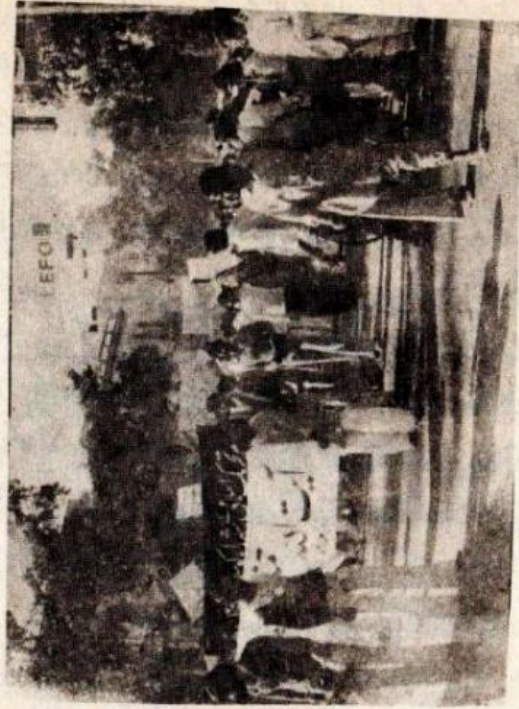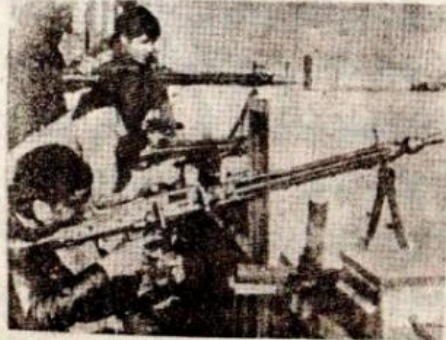
مشہد میں سید عبداللہ شیرازی مدظلہ العالی

مشہد کے معرکے

مشہد مقدس میں آیۃ اللہ قمی کے بعد پورا محاذ ۸۰ سالہ بوڑھے زعیم حضرت آیۃ اللہ الحاج سید عبداللہ شیرازی کے ہاتھ میں تھا۔ روزانہ ان کے پاس بے شمار تار و خط آتے اور وہ جواب دیتے۔ اعلامیے لکھتے۔ جلوسوں کی قیادت اور جلسوں کی صدارت کرتے، فرمان جاری کرتے اور شہیدوں کا سوگ مناتے۔ لاوارث گھروں کی خبر لیتے تھے۔ ان کے فرزند گرفتار ہوئے، گھر کا فون کاٹا گیا۔ پھر مکان مقفل کیا گیا مگر وہ مجالس ترحیم کرتے رہے بیان دیتے رہے۔ مجھے ایک خط کے جواب میں جو مختصر سا خط تحریر فرمایا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک جواں قائد پختہ کار زعیم کی طرح ہر لحہ آگے بڑھ رہے ہیں۔

شیخ احمد کافی کا قتل

مشہد مقدس میں دسمبر ۱۹۷۷ء سے وقفے وقفے کے ساتھ احتجاج اور تصادم ہو رہے تھے۔ جولائی ۱۹۷۸ء کی ستائیس تاریخ مشہد مقدس کا پانچواں بڑا حادثہ تھا۔ نوائے وقت لاہور، ۳۱، جولائی کی خبر کے مطابق:

"آیت اللہ شیخ احمد کافی مبینہ طور پر ٹرک کے ایک حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ عوام ان کا جنازہ لیکر

چلے۔ پُرامن اور خاموش مجمع پر پولیس نے حملہ کیا۔ عوام نے جواب دیا۔ تین روز تک زبردست جنگ ہوئی۔ کم از کم چالیس افراد شہید ہوئے اور بارہ افراد گرفتار ہوئے۔"

شیخ احمد کافی بڑے باثر عالم روحانی تھے اور اخلاق و استقامت میں پورے علاقے کے لئے بہت بڑا سہارا۔ مشہد مقدس میں اسلامی تحریک انقلاب کے زعیم تھے۔ یزد کے آیت اللہ صدوقی اور شیراز کے آیت اللہ دستغیب بھی ایسے عظیم مجاہد تھے جن کی وجہ سے مراجع کے بازو قوی تھے۔ آقای احمد کافی کی شہادت سے پورے ملک میں پھر چہلم شروع ہو گیا۔ یہ چہلم در چہلم ایک عجیب قسم کا محاذ تھا۔ جو حکومت کو بنیاد سے اکھاڑنے کا سبب ہوا۔

علما کے اعلامیے شاہی فرمان سے زیادہ محبت و احترام سے پڑھے جاتے تھے۔ ان کے احکام پر بھرپور عمل ہوتا تھا۔ علما کی تصویریں گھر گھر لگائی جاتی تھیں۔ دکانداروں نے بڑی بڑی تصویروں سے دکانیں مزین کی تھیں۔ خاص طور سے آیت اللہ شریعتمدار کا حکم اور ان کی تصویر ہر جگہ نظر افروز تھی۔ چالیس چالیس ہزار آدمی بھرم درشت، کاشان و سبزوار و همدان جیسے شہروں میں جلوس نکال رہے تھے۔ روز ہڑتال روز احتجاج روز پُرامن مظاہرے ——— شاہ خائن است ——— مرگ بر شاہ، درود بر خمینی ——— رہبر ما خمینی ——— رہبر ما شریعتمدار ——— علما ہمارے

قائم ہیں ــــ ہم اسلام چاہتے ہیں ــــ ہم قرآن چاہتے ہیں ــــ ہمارا نظام اسلام ہے ــــ ہمارا آئین قرآن ہے ــــ پولیس ان بینروں کو اتارتی، علما کی تصویروں کو پھاڑتی تھی۔ عوام اور زیادہ مشتعل ہو جاتے تھے۔ علما کی رہائی کا مطالبہ اور بادشاہی کے خاتمے کا اعلان روز بروز شدت اختیار کر رہا تھا۔ کاروبار بند، سکول کالج اور یونیورسٹیاں بند، پولیس آہستہ آہستہ عوام کے ساتھ مل رہی تھی۔ آخر کہاں تک گولیاں چلاتی اور کس پر؟ عورتوں کی خالی گودیں اور جوانوں کی زخمی لاشیں کب تک دیکھتی؟ پولیس کے ملازم اور فوج کے سپاہی جس محلے، جس گاؤں اور جس جگہ کے بھی رہنے والے تھے وہاں گھر گھر ماتم کدے تھے۔ خود انکے خاندانوں میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جہاں یہ فریاد نہ ہوتی ہو ــــ جرا کشتی جوانانِ وطن را ــــ شہنشاہا! اہل عہدت بمیرد! ــــ ساواک کے ہاتھوں بربریت و بہیمیت کی حدیں ختم ہو چکی تھیں اور نام لیا جا رہا تھا پولیس کا۔ ساواک کے مظالم خود پولیس پر بھی جاری تھے۔ پولیس علما کے ساتھ ہونے لگی اور عوام پولیس سے بڑی حد تک بے خوف ہو گئے۔

بادشاہ نے اپنے محبوب، بدکردار 'بہائی'، دشمن اسلام، ہندو نواز وزیراعظم عباس ہویدا کو قید کر کے عوام کو خوش کرنا چاہا مگر جمشید آموزگار بھی خون سے رنگے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ کسی کو منظور نہ تھا اس نے عوام کے بجائے لیڈروں کو خوش کرنے کی خاطر سیاسی جماعتوں

کی بحالی کا اعلان کیا۔ ان لیڈروں نے مشترکہ قومی و سیاسی محاذ بنایا "جبہۂ ملی" ــــ "نیشنل فرنٹ" ــــ مہدی بازرگان کی سربراہی میں قائم ہوا تو اس نے بھی جمشید آموزگار کو رد کر دیا۔

اجتماعی قتل ــــ تین سو ستّر آدمیوں کو جلا دیا!

ساواک، سیاسی مشیر اور بادشاہ کے کاسہ لیس سربراہان انتظامیہ نے ابادان میں نیا منصوبہ بنایا۔ رکس سینما میں تین سو ستّر جوان زن و مرد فلم دیکھ رہے تھے۔ ہال بند تھا۔ ساواک نے دروازوں میں قفل لگائے اور پورے سینما کو اس طرح آگ دی کہ عمارت جہنم کی طرح بھڑک اٹھی۔ تماشائی بالکل باہر نہ نکل سکتے تھے۔ امدادی عملہ طلب نہ کیا گیا۔ نتیجے میں ہزاروں گھروں کے چراغ اندر ہی اندر جل کر راکھ ہو گئے۔

دوسرے دن پوری دنیا میں کہرام مچا تھا۔ مشہد، قم، طہران یزد و تبریز میں اجتماعی قتل ہوئے تو ادارۂ حقوق انسانی اور امریکہ و مغرب چپ رہا تھا مگر ابادان کے سینما میں آتش زنی پر ہر طرف سے غلغلہ اٹھا۔ پولیس نے اس واقعے کو مذہبی گروہ کی طرف منسوب کیا۔ مذہبی حلقوں نے حکومت کو ذمہ دار بتایا اور مصیبت زدہ خاندانوں سے ہمدردی کی۔ ان کے ورثا کی خبر گیری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ واقعے کی تحقیق کر کے 'فائر بریگیڈ' سینما کے محافظ عملے

اور علاز مین سے تفصیل دریافت کر کے عوام تک پہنچائی۔ ادھر جعفر شریف امامی — جن کے تقرر پر ان کی متوازن شخصیت اور علما سے قربت کا خوب پرچار ہوا تھا — وزیر اعظم کی حیثیت سے روز پریس کانفرنس کرتے اور نیا انکشاف کرتے تھے۔ ایک دن موصوف نے فرمایا کہ اس واقعے کا ذمہ دار عراق ہے اور سرحد کے قریب اسے پکڑ لیا گیا ہے۔ عراقی سفیر نے اس کی تردید کی مگر حکومت نے عراقی گورنمنٹ سے رابطہ پیدا کر کے آقای خمینی کو مزید پابندیوں کے ساتھ نظر بند کروا دیا۔ اب لوگوں کو راز معلوم ہوا اور حکومت کی انسان دشمنی اور خمینی دشمنی کے بارے میں مزید اعلان کے مواقع ملے۔

ابادان میں واقعۂ سینما پر قیامت ہو گئی۔ خواتین ننھے ننھے بچوں کو لیکر باہر نکل آئیں۔ فوج نے نظم و نسق سنبھالا۔ مسخ شدہ لاشیں دیکھنے والے دیوانوں کی طرح چیخنے لگے۔ پورے ایران میں علما کی سرکردگی میں سوگ منایا گیا۔

پھر خون کی ندیاں بہیں، پھر گرفتاریاں ہوئیں، طوفان نے مزید شدت اختیار کی۔ ۲۳، اگست کو فوج آگئی اور شہر میں ٹینک گشت کرنے لگے۔ ادھر خرم شہر میں ایک بہت بڑی عمارت بم سے اڑا دی گئی۔ جمشید آموزگار نے پریس سے سنسر اٹھا لیا اس سے پہلے اخبارات ہڑتال پر تھے۔ اخبارات آزاد ہوئے تو خبریں پھیلیں جیسے سوکھے جنگل میں آگ۔ مدیران جرائد گرفتار ہوئے اور

ایک نیا شاخسانہ کھڑا ہو گیا۔

شراب خانے اور جوئے کے اڈے بند ہوئے۔ قدیم ہخامنشی ایرانی کیلنڈر منسوخ کر کے اسلامی کیلنڈر جاری ہوا۔ مذہبی وزارت قائم ہوئی۔ جون میں الیکشن کا اعلان ہوا۔ مذہبی اقدار کی بحالی اور علما کی رہائی، پھر ان سے بات چیت کی سلسلہ جنبانی ہوئی مگر پانی سر سے گزر چکا تھا۔ علما شاہی ختم کرنے کا اعلان کر چکے تھے۔ اب کسی تدبیر کی گنجائش نہ تھی۔ سب شہر پولیس اور فوج سے عاجز آچکے تھے۔ مرنے والوں کی فراوانی اور غم نصیب ماؤں اور بہنوں کی لاوارثی دیکھ کر در و دیوار رو رہے تھے۔ روزانہ جلوس، جلوس پر فائرنگ اور توپ، ٹینک، ہیلی کاپٹروں کے حملے۔

سعودی عرب نے شاہ کی حمایت کا اعلان کر دیا

۲۴، اگست کو سلطان بن عبدالعزیز وزیر دفاع نے کویت میں کہا سعودی گورنمنٹ شاہ کی حمایت کرتی ہے۔ خلیج کی ریاستوں کو بھی حمایت کرنا چاہیے۔

خونی سیلاب اور مارشل لاء

۲۰۔ رمضان اصفہان میں قتل و غارت کے بعد مارشل لاء لگا۔ اس کے بعد دس بارہ شہر فوج کے حوالے کر دیے

گئے۔ عید کے دن طہران میں ایک لاکھ سے زیادہ شہریوں نے جلوس نکالا۔ بے حد پُرامن مگر خوفناک' بپھرے ہوئے تیور اور بگڑے ہوئے انداز' دیکھتے دیکھتے انسانی سمندر پر چیلی کا پڑوں کے کرگس منڈلائے۔ فائرنگ شروع ہوئی اور پلک جھپکتے میں تین ہزار سے پانچ ہزار تک آدمی خون میں نہا کر قوم کو زندہ کر گئے انھی دنوں آیت اللہ یحییٰ نوری کو طہران میں گرفتار اور ان کے خلاف مہمل پروپیگنڈہ کرکے عوام کے زخموں پر نمک پاشی کی گئی۔ قم' شیراز' مشہد' تبریز' یزد' اصفہان ہر جگہ عورتیں اور بچے میدان میں تھے۔ ایک لاکھ سے زیادہ آدمی مر چکے تھے۔ اب شاہ کی باری تھی۔ فوج حرکت میں آگئی۔ پولیس کی طرح کرنل جنرل بھی علما کی طرف مائل ہونے لگے۔ بادشاہ نے بے دین بلکہ دشمن دین جنرلوں سے صلاح مشورہ کرکے طہران میں بھی مارشل لاء نافذ کر دیا۔ کرفیو آرڈر' فوجی مورچے' ٹینک اور ٹرک سڑکوں پر موجود تھے۔ اور عوام انتہائی جوانمردی سے جلوس نکالتے اور گولیاں کھاتے تھے۔ فوج اپنی گاڑیوں پر آیت اللہ خمینی و آیت اللہ شریعتمداری کی تصویر لگاتے سڑکوں پر ڈرے سہمے نکلتے تھے۔ "مرگ بر شاہ درود بر خمینی" اب عوام کا نعرہ تھا۔ ما شاہ نمی خواہیم۔

آیۃ اللہ العظمیٰ سید گلپائیگانی کے فرزند کی شہادت

حضرت آیۃ اللہ سید محمد رضا گلپائیگانی تحریک انقلاب اسلامی کے بنیادی ستون ہیں۔ قم میں ان کا گھر قرآن مجید کے تبلیغات کا مرکز اور دینی سرگرمیوں کا محور رہے۔ آقای خمینی کی غیر حاضری میں آقای بزرگوار کے مساعی حیات و حرارت کا سبب تھے۔ ان کے فرزند حجۃ الاسلام والمسلمین سید مہدی کو گاڑی سے کچل کر ختم کر کے آقای گلپائیگانی کو براہ راست سزا دی۔ قم اور مشہد بلکہ پوری دنیا میں اس واقعے پر غم و غصے کا اظہار ہوا۔ لاہور سے میں نے اور دوسرے علما نے تار دیے۔ مجلس عمل علما کا زبردست اجتماع ہوا۔ اخبارات نے احتجاج کیے۔ مجالس منعقد ہوئے۔ قم میں یہ قربانی تاریخ کا ایک اور زریں باب بنا۔

قاتل شاہ کا استقبال نہیں کرتے

انھی دنوں میں شاہ ظلم پناہ مختصر سے دورے پر پاکستان آیا۔ لوگوں نے صبح سویرے اسلام آباد اور لاہور کے حساس محلوں اور نمایاں دیواروں پر پوسٹر دیکھے ——— ہم قاتل شاہ کا استقبال نہیں کرتے ——— امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان کے دفتروں کی تلاشی ہوئی۔ پوسٹر اور خط روکے گئے۔ لاہور' کراچی میں ہیجان بڑھ گیا۔

یورپ میں بھی اخبارات شاہ کے خلاف دبی زبان سے کچھ لکھنے لگے۔

طبس کا زلزلہ

۱۷۔ دسمبر ۱۹۷۸ء کو صوبہ خراسان و کرمان میں زلزلہ آیا۔ اس زلزلے میں شہر طبس بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ پچیس ہزار افراد جاں بحق ہوئے۔ ایک لاکھ آدمی بے گھر، حکومت سمجھی کہ اس واقعے سے ہنگامے فرو ہو جائیں گے۔ علما نے اہل طبس کی فوری مدد کے لیے روپیہ اور آدمی بھیجے۔ حکومت نے اپنے وسائل استعمال کرنے میں بخل کیا۔ ایک دن ملکۂ ایران جو طبس پہنچیں تو لوگوں نے گھیر لیا اور سخت و سست کہا لیکن بادشاہ ٹس سے مس نہ ہو۔ شاہ کا دستور تھا کہ جب کوئی علاقہ کبھی بھی زلزلے سے تباہ ہوتا تھا وہ اس تباہ شدہ بستی کو اسی عالم میں چھوڑ کر متبادل بستی اپنے نام سے بناتا اور وہاں عیاشی کے مراکز قائم کر کے پرانی روایت و دین داری کو تباہ کر دیتا تھا۔ یہی سلوک طبس کے ساتھ کیا مگر علما آڑے آگئے۔ علما کی کوشش دیکھ کر پوری دنیا ان کی مداح ہوئی۔

آیۃ اللہ خمینی پیرس میں

آیۃ اللہ خمینی نجف اشرف میں نظر بند ہوئے تو ساری دنیا نے عراقی حکومت سے احتجاج کیا۔ وہ ایران سے دور تھے مگر ایرانی ان سے قریب تھے نگرانی میں سختی سے لوگوں کو آغا کی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ زیارت کے لیے جانے والوں سے تحریک کے نام پیغام آتے تھے لوگ سمجھتے تھے کہ آغا براہ راست ان کی

قیادت کر رہے ہیں۔ آقای مصطفیٰ کی شہادت کے بعد ایرانی بہت حساس ہو گئے تھے۔ انھیں آغا کی جان و آبرو ہر چیز سے زیادہ عزیز تھی۔ وہ لاکھوں کی قربانیاں دے رہے تھے۔ انھیں آغا کی نظر بندی سے بہت دکھ ہوا۔ شاہ ضحاک صفت نے قوم کے بدلے ہوئے تیور دیکھے۔ اس نے آغا کو عراق بدر کرنے کی تحریک کی

۳۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء آخر شوال ۱۳۹۸ھ حضرت آیۃ اللہ مع اہل و عیال نجف سے بصرے روانہ ہوئے وہ کویت جانا چاہتے تھے لیکن حکومت کویت نے انھیں اجازت نہ دی ۵۔ اکتوبر کو آغا پیرس تشریف لے گئے۔

پیرس میں ایرانی علما و طلبہ کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ آغا کی تشریف آوری کی خبر سے سینکڑوں آدمی، یورپ اور ایران وغیرہ سے نکل کر پیرس پہنچ گئے۔ آغا نے پیرس کے مضافاتی گاؤں میں قیام فرمایا۔ NEAUPHLE LE CHATEAU اس بستی کا نام تھا۔ آغا نوفلے لاشاتو کیا پہنچے کہ سیاست کا مرکز ثقل بدل گیا۔ بین الاقوامی پریس اب تک جو کچھ لکھ رہا تھا اس کا پس منظر شاہ کی لابی نے تیار کیا تھا ان کے نزدیک آیۃ اللہ خمینی، پادری صفت، روسی مزاج اقتدار پسند، سرمایہ داروں کے ایجنٹ تھے۔ بعض اخباری نمائندوں نے انٹرویو تو چھاپے تھے لیکن انگلینڈ، امریکہ اور فرانس کو کچھ یقین نہیں آتا تھا۔ یہاں کے سیاسی، صحافی اور اہل دانش و بینش

جوق در جوق پیرس سے تقریباً بیس میل دور جاکر آغا سے ملتے تھے۔ چھوٹی سی بستی کے چھوٹے سے دیہاتی مکان میں آغا رہتے تھے۔ سڑک کے اس پار دوسرے مکان میں ان کا ملاقاتی کمرہ تھا۔ بارہ فٹ کے اس کثیر المقاصد کمرے میں زمین کا سادہ فرش تھا استقبال دفتر، کھانے اور نماز پڑھنے کے کام یہیں ہوتے تھے۔ یوں باہر ایک خیمہ لگا ہوا تھا جس کے باہر جوان باڈی گارڈ ہر وقت پہرہ دیتے تھے۔ آغا دن میں دو مرتبہ عبادت کے لیے اس خیمے میں جاتے تھے۔

پیرس میں ایران کے جلا وطن مذہبی رہنما آیۃ اللہ خمینی اپنی قیام گاہ کے لان پر نصب خیمے سے باہر آ رہے ہیں۔ دو باڈی گارڈ ان کے ہمراہ ہیں۔ آقائے خمینی اس خیمہ میں دن میں دو بار عبادت کرتے ہیں۔ (بشکریہ جنگ کراچی، روز...)

وہ اس قصبے میں روزانہ صبح کو چہل قدمی فرماتے اس وقت بے شمار محافظ نوجوان جاں نثاری کے طور پر حفاظت کے لیے حاضر ہوتے۔ ملاقات کے وقت قطار در قطار ملنے والے پانچ پانچ منٹ کے لیے درخواست دیتے تھے۔ فوٹو گرافر، اخباری نمائندے، دنیا بھر کے وفود آتے اور محیر العقول مناظر دیکھتے۔

جناب حاجی نوازش علی صاحب سیٹھ دام مجدہ اور حبیب مکرم مولانا الحاج صفدر حسین صاحب مولانا امیر حسین صاحب کے ساتھ آغا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حاجی نوازش علی صاحب کہتے ہیں کہ چھوٹے سے مکان اور سادہ سے کمرے میں عمامہ و عبا میں ملبوس نورانی چہرہ آیۃ اللہ پر ہیبت و جلال کا عالم دیکھ کر بڑے بڑے لوگ ہکا بکا رہ جاتے تھے۔ مختصر جواب اور انتہائی جامع کلام فرماتے۔ جاں نثار رضا کار ایک نظر میں آنے والے کو بھانپ لیتے جو بھی ملنے آتا اس کے بارے میں آغا کو تفصیلات کا پہلے سے علم ہوتا تھا۔ جو شخص دروازے میں داخل ہوتا۔ دروازے کے دونوں طرف کھڑے ہوئے جوان اسے اجازت دیتے۔ اندر متعین حضرات انتہائی ادب سے نگاہوں، نگاہوں میں اس کی تلاشی لیتے تھے۔ حاجی نوازش علی صاحب کے بیگ میں کیمرہ تھا۔ انھوں نے بیگ کے اوپر اپنا اوور کوٹ ڈال دیا تھا۔ ایک نوجوان نے بڑے ادب و احترام سے اجازت لی کہ میں آپ کا یہ کوٹ یہاں رکھ دوں۔ بیگ اس طرح سے چھوا جیسے وہ اس کے اندر موجود چیز کا جائزہ لینا چاہتے تھے۔ میں نے فوراً بیگ اس طرح کھولا کہ وہ اس کے اندر موجود چیزوں کا ایک نظر میں جائزہ لے لیں۔ وہ بھی اس ذہانت پر خوش ہوئے اور مجھے بھی خوشی ہوئی۔ ڈاکٹر کمال اور محمد صاحب نے اکیس فروری کو پنجاب یونیورسٹی "فنیس ہال" میں ایک فلم دکھائی۔ اس فلم میں ملاقات کا طریقہ بالکل اسی طرح نظر آیا۔

جیسے نجف و قم میں علما بیٹھتے اور لوگوں سے ملتے ہیں۔

پیرس میں دنیا بھر کے اخباری نمائندوں نے چار مہینے تک طرح طرح کے سوال کر کے اور مختلف زاویوں سے آغا کے شب و روز دیکھ کر ان کی سیاسی بصیرت، دینی عظمت اور اسلام کی قوت کا اعتراف کیا۔ انھوں نے کہا کہ ایسا شخص کبھی ناکام نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے بڑے مفصل نوٹ لکھے اور شاہ کی ناکامی کا اعلان کیا۔ لاکھوں میل دور بیٹھ کر پوری قوم کو احکام جاری کرنے کا ڈھنگ اور ایران میں چھوٹے بڑوں کی فرمانبرداری ایک حیرت ناک بات تھی۔ ایران میں رسل و رسائل کے تمام ذرائع ختم ہو چکے تھے لیکن فرانس اور قم نوفلے لاشا تو اور طہران سے ٹیلی فون ہر وقت ممکن تھا۔ ٹیلی فون کا یہ عالم تھا کہ ڈاکٹر کمال نے لاہور سے رات ۱۲ بجے کے بعد آغا کو فون کیا جواب ملا۔ مجمع اتنا زیادہ ہے کہ مطلوبہ اشخاص کا تلاش کرنا ممکن نہیں۔ زیادہ دیر تک فون کا رابطہ بھی برقرار نہیں رہتا۔ ٹرنک کالوں کی وجہ سے بار بار لائن کٹ جاتی۔

دنیا میں کسی لیڈر نے مسلسل قوم کی قیادت اس طرح نہیں کی جیسے آقای خمینی نے فرمائی۔

"فلاں دن ہڑتال کر دو" ـــ "فلاں دن ہڑتال نہ کرو" ـــ "کارخانوں میں کام کی رفتار یہ ہونا چاہیے" ـــ "پولیس کو یہ نہ کرنا چاہیے" ـــ "فوج فلاں کا حکم نہ مانے" ـــ "یونیورسٹی کے طلبہ

یہ کریں" ـــ غرض ہر چھوٹی بڑی بات خود کہتے۔ ہر مسئلے فیصلہ خود کرتے اور بڑے بڑے دانش وروں سے اپنی بصیرت منوا لیتے تھے شاہ نے بہت کوشش کی۔ لوگ پیرس گئے لیکن اول تو آغا سے ہر ایک کو ملنے کی اجازت ہی نہ ملتی تھی اور اگر کسی طرح سے ملے بھی تو حکومت سے ہر قسم کے تعاون کی ممانعت کی۔ ڈاکٹر کریم سنجابی جبہۂ ملی یا حکومت کی طرف سے پیرس گئے۔ آغا سے طویل مذاکرات کے بعد وہ باہر آئے تو تمام تردد و شبہات دور ہو چکے تھے۔

آغا نے صاف صاف کہہ دیا کہ شاہ کو اب ملک چھوڑنا پڑے گا اب کوئی شخص بھی حکومت سے مفاہمت نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر امینی کی پوری سیاست فیل ہو گئی اور جبہۂ ملی میں پھوٹ نہ پڑ سکی۔ کریم سنجابی آغا سے مل کر اور سخت ہو گئے انھوں نے ایران پہنچ کر فوج کو تنبیہ کی اور سیاست میں مداخلت سے روکا۔ فوج کو یقین دلایا کہ اگر اس نے انقلاب لانے کی تدبیر کی تو قوم اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرے گی۔

شاہ نے ایک دانہ یہ ڈالا کہ وہ ولی عہد کے حق میں دستبردار ہو جائے اور ولی عہد کی نابالغی تک ریجنسی کام کرے مگر آیۃ اللہ خمینی نے اس تجویز کو بھی سختی سے رد کیا۔ (مساوات لاہور ۵ نومبر)

آغا نے لگزمبرگ کے ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیتے ہوئے حکومت ایران کی پالیسیوں اور اپنے مقاصد پر تفصیلی گفتگو کی۔ انھوں نے

آیت اللہ نوفلے لا شاتو میں نماز کیلئے جاتے ہوئے۔ سید احمد خمینی ان کے ساتھ ہیں!

ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ ڈاکٹر امینی مذاکرات کی پیش کش سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ہم بہرحال اس حکومت کو ختم کر کے دم لیں گے اور اگر صورت حال نہ بدلی تو شاید مسلح جدوجہد کی اجازت دینا پڑے۔ ایرانی عوام اب پچاس سال کی گھٹن سے عاجز آچکے ہیں۔

پیرس میں قم کی جھلک

نوفلے لاشاتو میں اخباری نمائندے اور سیاسی مبصرین میں اسلامی اقدار کی تبلیغ کے لیے ایک عجیب منظر یہ تھا کہ پاک نظر، بلند کردار، راست باز سیاسی افراد مدرسوں اور مسجدوں سے نکل کر آغا کے پاس یوں جمع تھے جیسے قم یا نجف کا مدرسہ قائم ہو گیا ہو یہ علما علمی درس و تربیت بھی حاصل کر رہے تھے اور لامذہب معاشرے سے فاتحانہ و پرامن جنگ میں بھی معروف تھے۔ اس تربیت نے آنے والے حالات کیلئے تجربہ کار علما کی ایک ٹیم ایسی تیار کر دی جو اسلامی جمہوریہ میں جدید افکار اور نئے لہجے کو سمجھ بھی سکتی تھی اور حریف کو اس کی زبان میں بات سمجھا بھی سکتی تھی۔

مارشل لا کا نفاذ

شہروں میں آتش زنی اور قتل و فساد کرانے کے بعد ۶ نومبر کو مارشل لا لگا دیا گیا اس سے پہلے شاہ اور جعفر شریف امامی، جنرل غلام علی اویسی کی خودکشی کی خبریں گشت کر چکی تھیں۔

مارشل لا کی ناکامی

مارشل لا کے بعد بھی ساواک

کی سرگرمیاں کم نہ ہوئیں۔ آتش زنی، لوٹ مار کا عمل جاری رہا۔ علما کہتے تھے کہ عوام جارحیت سے کام نہ لیں ساواک کی طرف سے بینک لوٹنے اور عمارتیں جلانے میں پیش قدمی ہوتی تھی۔ طہران کی شاندار عمارت بانک ملی کی نو تعمیر بارہ منزلہ عمارت بھی ان لوگوں نے جلائی تاکہ لوگوں کو علما سے بدظن کیا جائے اور فوج کو سختی کا موقع دیا جائے۔

عوام کی طرف سے ایک ایک دن میں چالیس چالیس شہروں میں جلوس نکلتے تھے ۴ نومبر کے ایرانی اخبارات نے چوالیس شہروں میں مظاہروں کی خبر دی۔

اصفہان میں کئی لاکھ افراد نے خاموش جلوس نکالا۔ کئی لاکھ آدمی علما کی قیادت میں چلے اور اصفہان یونیورسٹی میں نماز ظہر پڑھ کر منتشر ہو گئے۔ جلوس میں نماز اور عورتوں کا پردہ ایرانی تحریک انقلاب کا سب سے بڑا طرۂ امتیاز رہا۔

اس دن اصفہان میں مکمل ہڑتال رہی اور شہری مظاہرین بڑی کوشش کے ساتھ پرسکون جلوس نکالنے میں کامیاب ہو گئے مگر ساواک نے استانیوں کے ایک مجمع پر حملہ کر کے خواتین کو زدوکوب کیا اور انسانیت سوز حرکتوں سے اپنے دامن پر دھبے لگائے ادھر اصفہان کے جیل میں بھوک ہڑتال نے سترہ دن کے بعد ہڑتالیوں کو جاں بلب کر دیا۔

طہران کے ہوائی جہاز اور ایرپورٹ کے عملے نے ہڑتال کی مشہد، کاشان و رشت میں ہزاروں بلکہ لاکھ لاکھ کے مجمع سے جلوس نکلے۔ قم میں دو لاکھ کا اجتماع ہوا۔ آذر شہر میں جلوس پر ساواک نے حملہ کر کے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا۔ مقتولین تھے گھروں کے افراد جن میں اکثریت بیوہ ولاوارث خواتین کی تھی، اپنے شہر کے عالم دین آیۃ اللہ سید محمد علی قاضی طباطبائی کے گھر میں پناہ گیر ہو گئیں۔

سالار جان نے "پادہ" میں اندھا دھند فائرنگ کی دوسرے دن کرد قبائل تلواریں لے کر نکل آئے اور آبادی پر قابض ہو گئے۔ بابل شہر میں بھی پولیس نے خون کے دریا بہائے اور دوسرے دن شہر سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ آمل و مشہد و قم پر بھی فوج کا قبضہ ڈھیلا پڑ گیا۔

تیل کے کارخانے اور بندر عباس کے مزدور ہڑتال پر چلے گئے۔ بینک والے پہلے ہی کام چھوڑ چکے تھے۔ اب وکلا نے مجسٹریٹوں اور ججوں سے کام بند کرا دیا استعفے دلوا دیے۔

طہران یونیورسٹی کے اندر فوج نے گھس کر طلبہ کو زدوکوب کیا۔ جس سے اساتذہ اور وائس چانسلر مشتعل ہو گئے۔ اس نے کہا کہ سات سے پچاس تک طلبہ کی موت اور پولیس کی بلا اجازت مداخلت کے بعد اب حکومت یونیورسٹی بند نہیں کر سکتی۔

www.shiabookspdf.com

یونیورسٹی کے جلوس کی خاص بات یہ تھی کہ طلبہ اور باپردہ طالبات نے یونیورسٹی کی مسجد میں باقاعدہ دو رکعت نماز حاجت پڑھی اور بادشاہ کی معزولی کی دعا مانگی۔

مشہد میں فوج سے تصادم

مشہد ۱۸۔ دسمبر کو آیت اللہ عبد اللہ شیرازی کی اجازت سے پُرامن جلوس نکلا فوج نے روکا۔ مجمع مقابلے پر آ گیا۔ فوج نے مجمع پر ٹینک دوڑا دیے۔ مشین گنیں چلا دیں۔ کم از کم تیرہ افراد کی موت اور بے شمار زخمی ہوئے[1] اصفہان میں اور بعض دوسرے شہروں میں ساواک نے

---

[1] لاہور میں مجلس عمل علماء شیعہ اور سید ابرار حسین شیرازی و علی غضنفر صاحب کے رسالۂ المنتظر نے احتجاج میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن نے بھی اپنے فرائض ادا کیے۔ چنانچہ ۸ ار نومبر ۱۹۷۸ء/ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ کو صبح دس بجے سے ۲ بجے تک انتظامیہ کی سخت قدغن کے باوجود کربلا گامے شاہ سے جلوس نکلا اور پبلک جھپٹتے میں مال روڈ اور اسمبلی ہال تک کا لجوں، یونیورسٹیوں اور مدرسوں کے طلبہ بینر لیے نظر آنے لگے۔ ثاقب، محمد علی محمد امین، عابد مرتضیٰ، حضور مہدی نے انتہائی ذہانت اور جذبے سے کام لیا تمام اخبارات نے نجراد تصویریں چھاپیں اور مضامین نے پورے جلوس کی فلمی

جلوس نکالے اور شاہ کی حمایت میں نعرے لگا کر اپنے تئیں رسوا کیا۔

فوج سے جھڑپیں بڑھتی گئیں۔ طہران میں ۲۱، نومبر کو عوام نے فوج پر پتھراؤ کیا۔ شیراز میں فوج کے سپاہی کا پڑے فائرنگ کی۔ کیسپین کے ساحلی شہر سرائے میں فوج سے مقابلے میں کم از کم ستر آدمی جاں بحق ہوئے۔

طہران میں بجلی والوں نے ہڑتال کر دی صحافیوں کی ہڑتال تین ہفتے گزرنے کے بعد بھی جنرل غلام رضا ازہاری کے کنٹرول میں نہ آ سکی۔

تحریک میں تشدد کی آمیزش ظلم اور فساد فی الارض کا جرم

علما کی آواز پر لبیک علما کے احکام کی تعمیل اور مزدور، کسان، طلبہ، مرد و زن مختلف سیاسی جماعتیں اور متضاد نظریات کے حامل گروہ، سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن چکے تھے۔ آیت اللہ شریعت مدار سب سے بڑے سربراہ تھے۔ دنیا بھر کے صحافی ان سے انٹرویو لے رہے تھے۔ مغربی پریس جلسوں، جلوسوں اور عوامی موڈ کو دیکھ رہے تھے۔ ان کا خون کھول رہا تھا مگر چار و ناچار فوٹو تو چھاپتے ہی تھے۔ پُرامن اور باقاعدہ تحریک تھی جس میں خون ریزی اور نقصان جان و مال کا دور سے بھی سایہ نہ تھا۔ علما حکومت اور عمال حکومت، ساواک اور پولیس بلکہ فوج سے یہی فرماتے رہے کہ جان،

مال و آبرو ریزی نہ کرد۔ کیونکہ اسلامی قانون میں حدود اللہ سے تجاوز اور فسادفی الارض کی سزا بہت سخت ہے۔ فساد کرنے والے کو قتل کرنا قاضی پر فرض ہے۔ علماء دین بار بار یہ تنبیہ کرتے رہے انھوں نے خود قیادت سنبھال کر پانچ پانچ لاکھ کے جلوس میں یہ نکتہ ملحوظ رکھا اور سب نے دیکھا کہ دس لاکھ آدمیوں نے کسی شیشہ پر ایک کنکر بھی نہ پھینکا۔ توڑ پھوڑ ان کے منشور عمل میں داخل ہی نہیں۔ پولیس اور ساواک کو تربیت دی جاتی رہی کہ تم خود توڑ پھوڑ کرد۔ لوگ یہی سمجھیں گے کہ جلوس کے آدمیوں نے نقصان پہنچایا ہے جس کا نقصان ہوگا وہ اپنی ہمدردیاں ان سے ختم کردے گا۔ اس کام کے لیے بدمعاش و آوارہ لوگ، جیل کے سزایاب افراد سے بھی مدد لی جاتی ہے۔ قم، مشہد، طہران، اصفہان میں اس قسم کے واقعات تو سب نے دیکھے اور سنے ہیں۔ چھوٹے شہروں دیہاتوں اور قصبوں میں ہونے والے واقعات کون نقل کرے۔

اطلاعات، طہران، مجریہ ۴ر نومبر ۱۹۷۸ء میں اسی قسم کی ایک خبر چھپی تھی۔ "جمعیت حقوق دانانِ ایران" نے اطلاع دی کہ مذکورہ انجمن نے ڈاکٹر علی نقی حکمی اور رضانداره کو ہمدان کے خونیں واقعات کی انکوائری پر متعین کیا تھا۔ انھوں نے اپنی رپورٹ انجمن کو پیش کی اس میں ایسے ٹیپ بھی ہیں جن میں ان افراد کے اقرار ہیں کہ جنھوں نے فساد کیا اور کرایا۔ یہ انکوائری حجۃ الاسلام محمد تقی عالمی کے سامنے کی گئی۔

حسن سقراطی واقعے کا شریک مجرم اول سے آخر تک سارے ھنگاموں میں حصہ لیتا رہا تھا۔ اس کے ضمیر نے کروٹ لی وہ اعتراف جرم پر برضا و رغبت آمادہ ہوا۔ حسن سقراطی نے اپنے بیان میں کہا: "غالباً ۱۵۔ رمضان ۱۳۹۸ھ کو جناب محمد تقی عالمی جلاوطنی سے واپس آئے۔ اس وقت سی آئی ڈی کے افسر اعلیٰ سردان جعفری نے مجھے بلایا۔ سردان جعفری اور ان کے ایک معاون نے کہا ــــ جاؤ اور اپنے چھرا مار دوستوں کو جمع کرد۔ یہ لوگ تھے تیمور رضوی ــــ جمشید کندری ــــ جمشید قادری ــــ حمزہ جلال ــــ حاشم قصاب اور تیمور ــــ ہم سنگ شیر روڈ پر کھڑے تھے کہ صفریان اور شیراز نادری نامی دو کانسٹیبل آئے۔ ہم سے کہنے لگے اپنے لڑکے بلاؤ۔ پانچ چھ جوان جمع ہوئے تو ان سے کہا۔ مسجد پیغمبر کے امام حجۃ الاسلام عالمی کو چھرا مارنا ہے۔ ہم مسجد گئے۔ سپاہی ہمارے ساتھ تھا۔ مسجد کے پاس ہم تیرہ چودہ آدمی ہو چکے تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ بھئی! ہم پولیس کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یہ کم بخت ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے اس لئے یہاں آ تو گئے ہیں مگر کچھ کرنا ٹھیک نہیں۔ پولیس تو چلی جائے گی۔ ہم نے اگر کچھ بھی کیا تو ہمارے شہر والے پاس پڑوسی ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔ ہم سے سردان جعفری نے کہا تھا کہ اگر یہ کام نہ کیا تو ہم تمہیں گھیرے میں لے لیں گے اور جیل میں مڑا ڈالیں گے

www.shiabookspdf.com

دوپہر کے بعد ہم مسجد کے سامنے تھے۔ سردان انصاری آئے اور دو آدمیوں سے ہمارا تعارف کرایا۔ کہا: یہ ہمارے آدمی ہیں ——
اس دن شہر میں کوئی مظاہرہ نہیں ہوا۔ میں نے بھی ساتھیوں کو ہر اقدام سے روک دیا۔ پولیس والے آئے اور گاڑی میں بٹھا کر ہمارے گھروں پر اتار گئے۔ ایک دن پرویز استوار ڈرائیور، ستوان ابوالقاسمی اور ماموِر موسوی سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مجھے ساتھیوں سمیت مسجد داؤد کے سامنے جمع ہونے کا حکم دیا اور کہا۔ ہمارے آدمی بھی سفید لباس میں وہاں ہوں گے۔ تم کو وہاں ہنگامہ کرنا ہے۔ جب فساد ہو جائے تو تم آقای عالمی کو خنجر مار دینا۔ میں نے کہا۔ مجھ سے یہ نہیں ہو گا۔ ابوالقاسمی اور سید موسوی نے مجھے دھمکی دی اور کہا۔ فلاں آتش زنی فلاں ہنگامہ آرائی کے مقدمے میں تمہیں بند کر دیا جائے گا۔ حالاں کہ "ل" کی بڑی دکان محمد خانزادہ اور بہروز نامی کانسٹیبلوں نے لوٹی اور لوٹ کا سامان خانزادہ کے گھر گیا جسے طلبہ نے دیکھ کر "ل" کے مالک کو مطلع کیا اس نے وہ سامان کانسٹبل کے گھر سے برآمد کیا۔
ہملان کے واقعے کی رپورٹ میں انکوائری کمیٹی نے لڑکیوں کا اغوا، ان سے بدفعلی، بہت سے آدمیوں کا قتل اور پولیس کا کردار قلمبند کیا ہے جس کی تفصیل کتاب کے حدود سے باہر ہے۔
گیارہ بارہ مہینے کی لگاتار مشکلوں سے گزرنے والے مسلمان

دشواریوں کو آسانیاں سمجھنے لگے۔ روزانہ مساجد و اجتماعات میں علما کی تقریروں نے انھیں صابر بنا دیا۔ ہزار ہزار دو دو ہزار ہوتے تو بات اور ہوتی، لاکھوں موتوں نے خوفِ موت دل سے نکال دیا، سب کو اپنی خوش کرداری و دین داری پر بھروسہ تھا۔ علما ان کے ساتھ تھے لہٰذا توپ اور ٹینک کے سامنے جم کر کھڑے ہونے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ آیت اللہ خمینی نے ۳، نومبر کو اعلان کیا کہ سول نافرمانی شروع کر دو۔ چنانچہ تیل کی برآمد روک دی گئی۔ لوگ نقصان پہنچائے بغیر کارخانوں میں بیٹھ گئے۔

آغا نے **قاتلوں کی فہرست تیار کی جائے** فرمایا۔

ایسے افسروں کی فہرست تیار کی جائے جس میں موجودہ قتل کرنے والے افسروں کے نام ہوں تاکہ وقت آنے پر انھیں قرار واقعی سزا دی جا سکے۔

انہوں نے عوام پر زور دیا **ٹیکس نہ دیا جائے** کہ محرم کے مہینے میں کوئی ٹیکس ادا نہ کرے۔

شہنشاہ کے جرائم کی مذمت کرنے کے لیے عام اجلاس منعقد کریں۔ آغا نے تیل کی برآمد روکنے کی ہدایت اس لیے کی ہے کہ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی سے ایرانی عوام کے خلاف استعمال

ہونے والا اسلحہ خریدا جاتا ہے۔ تیل اسرائیل کو جا رہا ہے جو اسلامی ملکوں کا دشمن ہے۔

فرانس کی حکومت نے آیت اللہ سے کہا کہ وہ فرانس میں ایران کے خلاف کوئی تحریک نہ چلائیں۔ (مشرق' لاہور۔ بحوالہ بی بی سی' ۲۴، نومبر)

آبادان کی بہت سی عمارتیں شاہی فسادیوں نے جلا دیں۔ سات شہروں میں خون ریز ہنگامے ہوئے۔ کم از کم پندرہ آدمی ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ طہران میں فوج کے ایک لاکھ سپاہی بیرکوں میں واپس بھیج دیے گئے مگر چھ طہرانی گولیوں کا نشانہ بنے۔ کرمان میں فوج نے اساتذہ کو بہت مارا۔

بادشاہ کی حمایت

کچھ دنوں سے بادشاہ کی حمایت میں نوکر شاہی اور زر خرید افراد نے مظاہرے کرنا شروع کیے تھے۔ اب کردوں اور بختیاریوں کا نام سرفہرست آیا اور بادشاہ نے ان مظاہروں کی ہمت بڑھانے کے لیے کہا کہ وہ ایران سے نہیں جائے گا اور حکومت نہیں چھوڑے گا۔ ریجنسی کونسل کی تجویز روک لی۔

جنرل غلام رضا ازہاری نے کہا۔ ایران پر میری حکومت ہے میں شہنشاہ کا آلۂ کار نہیں ہوں۔ فوج محرم تک ملک پر اپنی گرفت مضبوط کرے گی۔

بجلی بند ہے، گیس میں کمی ہے، پٹرول اور تیل کمیاب ہو گیا اخبار نویس ہڑتال پر اور اخبارات بند ہیں۔

غلام رضا نے بہت تقریریں کیں، ہویدا کو گرفتار کیا اور بھی بدنام و بدکردار آدمیوں کو سزائیں دیں۔ لیڈروں کی خوشامد کی لیکن عوام پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آیت اللہ شریعت مدار کے ذریعے ایک ایلچی پیرس بھیجا کہ وہ آغا کو وطن واپس لائے۔ یہ بھی خبر اڑائی کہ آغا کو وزیر اعظم بنایا جائے گا۔ اس طرف آغا نے فرمایا کہ جب تک بادشاہ حکومت نہیں چھوڑتا وہ ایران میں نہیں آئیں گے

جہادِ ما حسینی، رہبر ما خمینی!
اسلامی انقلاب امام حسینؑ کے سائے میں

عیسوی سال کا خاتمہ اور اسلامی سال کا آغاز، دسمبر اور محرم کے مہینے شروع ہوا۔ آیۃ اللہ خمینی نے محرم کو فیصلہ کن مہم کا مہینہ قرار دیا اور کہا ——— محرم رضا خان کے مستقبل کے لیے فیصلہ کن ہوگا ——— لوگ اب تک شاہ کو یزید ثانی کہہ رہے اب وہ اس کے ساتھ وہی کرنا چاہتے تھے جس کے لیے امام حسینؑ نے سفارش کی تھی۔ فوج میں یقیناً اختلاف پیدا ہو چکا تھا۔ شاہی محل سرا میں گڑبڑ تھی لیکن امریکی فوجی مشیر اور بادشاہ کے وفادار غیر مسلم اور کچھ مسلمان جنرل مطمئن تھے۔ اسی میں آغا نے فرمایا کہ ایرانی عوام طاقت کے مظاہرے کی اجازت طلب

کررہے ہیں۔ میں نے انھیں محاذ آرائی کی اجازت دے دی ہے
یکم محرم کو اخبارات نے لکھا:

اسلامی نظام کے لیے جہاد (اخباری تعبیر) شروع ہوگیا۔ عوام کفن باندھ کر میدان میں نکل آئیں (علما کی اپیل)۔

محرم شروع ہوا تو بظاہر فوج نے نرم رویہ اختیار کیا لیکن کرفیو رہا اور یہ تنبیہ بھی کہ اگر خلاف حکم کوئی قدم اٹھا تو کچل دیا جائیگا۔ پہلی محرم کا دن گزرا۔ رات کو مجالس کے بعد علما سر سے کفن باندھے آگے اور ان کے پیچھے ہزاروں لوگ۔ طہران میں فوج حرکت میں آئی۔ ٹینک گرجے اور گولے برسے تو جلوس والوں نے بھی بم پھینک کر ٹینک اڑا دیے۔ اخباری رپورٹ کے مطابق پچھتر آدمی جاں بحق ہوئے۔ دو ہزار زخمی۔ اصفہان میں دو ٹینک تباہ ہوئے۔ لوگوں نے کرفیو اور مارشل لا کی خلاف ورزی کرکے فوج کو ناکارہ بنادیا

۵، دسمبر کو اصفہان میں زبردست جلوس نکلا جس میں فوج کی فائرنگ سے بیس افراد ہلاک ہوئے۔ طہران میں بھی فوج نے پندرہ سو تاجروں کے جلوس پر فائرنگ کی۔ ہزاروں مکانوں کی چھتوں پر آقا کی تقریروں اور فوج کی فائرنگ کے ٹیپ لگے رہے اور رات گئے تک اذانوں کی صدائیں آتی رہتی تھیں۔ مشہد مقدس میں بھی جلوس نکلا یہاں تخت حرکتا بختیار اور ان کی اہلیہ کو شاہ دشمنی کے جرم میں گولی ماری گئی۔ جنرل ازہاری نے پریس کانفرنس میں کچھ دھمکیاں اور

الزام تراشیاں کیں۔ آیت اللہ خمینی کو وطن آنے کی دعوت دی۔ ادھر آیت اللہ خمینی نے فرانس میں ایک بیان میں فرمایا کہ میرے ملک کیلئے نہ کمیونزم قابل قبول ہے نہ سرمایہ داری اسلام کا نظام نام نہاد معاشرتی نظاموں سے بالکل الگ ہے۔ اسلام صحیح جمہوریت پیش کرتا ہے۔

آیت اللہ خمینی کے حکم سے ہزاروں مزدوروں نے تیل کے کارخانوں میں ہڑتال کردی۔ تیل کی پیداوار آدھی رہ گئی۔

جمعہ سے منگل تک طہران میں تیس سے زائد موتیں ہو چکی تھیں طہران کے گورنر جنرل غلام علی اویسی انسان دشمنی میں پیش پیش رہا اس کے باوجود عورتوں کا بہت بڑا جلوس نکلا۔ ان میں ایک عورت بھی بے پردہ نہ تھی۔ یہ خواتین فوجیوں کو گلدستے پیش کررہی تھیں۔ یہ تصویریں نوائے وقت لاہور کی اشاعت ۶، نومبر میں شائع ہوئی تھیں

شاہ طہران سے چلا گیا

۵، دسمبر کو شاہ خاندان کے افراد کو لے کر طہران سے اچانک چلا گیا۔ مشہور یہ ہوا کہ وہ خلیج کے کسی سرائی محل میں قیام کریں گے لیکن بعد میں اسے کوئی اہم سیاسی اور انقلابی منصوبے کا جزو بتایا گیا۔ بادشاہ دو دن بعد وطن واپس آگیا اور طہران میں جلوس زور پکڑ گئے۔

بیمثال تاریخی جلوس، بیس لاکھ کا مجمع

۷، محرم کو آقا نے فرمایا کہ نہم دہم محرم

کے جلوس ریفرنڈم ہوں گے۔ اس دن قوم بادشاہ کو رد کر دے گی
فوجی کونسل نے صلاح کی۔ کسی نے تصادم کا مشورہ دیا کسی نے
خاموشی کا۔ آخر دو دن کی نرم گرم فضا کے بعد نو محرم کو فوج سڑکوں
سے ہٹ گئی کرفیو نرم ہو گیا۔

نو اور دس محرم کو تمام ملک میں زبردست اجتماع کے ساتھ جلوس
نکلے جن میں خدا' قرآن و خمینی —— مرگ بر شاہ —— جاوداں خمینی
—— جہاد ما حسینی است' رہبر ما خمینی است —— نصر من اللہ و فتح
قریب —— اللہ اکبر —— کے نعرے تھے۔

تبریز میں دو سے پانچ لاکھ —— مشہد میں پانچ لاکھ اور آٹھ لاکھ۔
اصفہان میں پانچ لاکھ کی خبریں تھیں۔ طہران میں بیس لاکھ کا جلوس۔
آیت اللہ طالقانی اور تمام علما کی قیادت میں جو مظاہرہ ہوا وہ اپنی کثرت
نظم و ضبط اور پر امن ہونے میں لاجواب تھا۔ دنیا کے بڑے سے بڑے
انقلاب میں ایسا جلوس نہیں دکھایا جا سکتا۔ ان مسلمانوں کا جوش
اور جذبہ اور امام حسین علیہ السلام کی یاد میں اسلام کی سربلندی کا اعلان
عجیب شان دکھا رہا تھا۔ آٹھ گھنٹے تک شہر پر عوام کا قبضہ رہا۔ کریم
سنجابی اور کچھ دوسرے سیاسی رہنما بھی ساتھ ساتھ تھے —— درود بر
خمینی —— صلوٰۃ —— اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد کی صداؤں سے فضا
گونج رہی تھی۔ پورے شہر میں زندگی کا سیلاب آیا ہوا تھا۔ ہزاروں
بینر اور لاکھوں پرچم اور بے شمار آقای خمینی کی تصویروں نے عجب سماں

باندھ رکھا تھا۔ آٹھ گھنٹے میں یہ جلوس "بادشاہ" نامی چبوترے پر پہنچا۔
جہاں آیۃ اللہ انصاری اور آیۃ اللہ نوری نے استقبال کیا۔

دن بھر فوجی ہیلی کاپٹر پرواز کرتے رہے۔ کہتے ہیں کہ شاہ بھی
ہیلی کاپٹر میں اڑا۔ اس نے بھی سنا —— شہنشاہیت نہیں چلے
گی —— اسلام شاہ ندارد —— اسلامی نظام زندہ باد —— ہزاروں
عورتیں برقعہ پوش بڑے وقار کے ساتھ اللہ اکبر —— کہتی ساتھ تھیں
جلوس کے خاتمے پر اعلان ہوا —— شہنشاہ کا حکم نہیں چلے
گا۔ آج سے خمینی ایران کے حکمران ہیں۔

لاہور میں احتجاج

نو دس محرم کو کراچی، کوئٹہ اور اسلام آباد میں ایرانی طلبہ نے
مظاہرے کیے۔ لاہور میں تیس طالب علم مال روڈ پر مسجد شہدا کے
سامنے فٹ پاتھ پر بھوک ہڑتال کرنے بیٹھ گئے۔ میں نو محرم کو گیارہ
بجے گیا اور طلبہ کو ہر قسم کے تعاون کا یقین دلا کر چلا آیا۔ میرے
لڑکے جعفر، باقر اور عابد سلمہان کی دیکھ بھال کے لیے وہاں رہے
امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے مخلص عہدیدار، ڈاکٹر محمد علی اور ثاقب
سبزواری اور بہت سے جوان دو دن تک ان کے ساتھ رہے۔ میں
وقفے وقفے سے جاتا رہا۔ پولیس نے مجھے گھیرا۔ میں نے اطمینان
دلایا —— یہ طلبہ بڑے ادب سے بیٹھے —— برائے سلامتی
آیت اللہ خمینی صلوٰت —— رہبر ما خمینی، جہاد ما حسینی —— ماشاہ

www.shiabookspdf.com

نی خواہیم ـــ قرآن ہمی خواہیم ـــ جیسے نعرے لگا رہے تھے درود و سلام اور اللہ اکبر کی صداؤں سے مال روڈ گونجتا رہا۔ مدرسۂ جامع المنتظر سے ایک طالب علم نماز جماعت کے لئے آگئے تھے، طلبہ نے پانچوں نمازیں جماعت سے ادا کیں، میں نے فارسی میں مختصر سی تقریر میں واقعات کربلا بیان کیے اور فتح کی دعا کی، عاشور میں انھیں تین بجے کے بعد اپنے ساتھ جناب خلیفہ سعادت حسین مرحوم کے گھر ایبٹ روڈ لے گیا جہاں انھوں نے سوگواروں کے ساتھ فاقہ شکنی کی۔ ان طلبہ کے ساتھ اہل محلہ اور اہل شہر نے بڑی ہمدردی کی۔ خصوصاً جماعت اسلامی کے سیکرٹری اور دوسرے عہدیدار مثلاً قاضی حسین احمد صاحب، اسعد گیلانی، شیخ محمد صاحب برابر موجود رہے۔ انھوں نے فاقہ شکنی، پھر چائے کی دعوت بھی دی، مگر ان حضرات نے عذر کر دیا۔

طہران میں حمایت شاہ

اس مرتبہ طہران کا بازار حسن عاشور کے دن کھلا اور رات گئے وہاں خواتین اور ان کے دلالوں نے رقص کیا اور یہ مصرع پڑھا:

شاہ برادر ماست، اشرف خواہر ماست!

یہ ان اذانوں اور تکبیروں اور صلواتوں کا جواب تھا جو طہران میں ہر طرف گونج رہی تھیں۔ اصفہان میں فوجی ٹولیوں نے سفید

لباس پہن کر یہی کھیل دکھایا۔

خمینی کی حکومت

امریکہ اور روس، برطانیہ اور فرانس نے یہ زبردست مظاہرہ اور عوام کا لاجواب فیصلہ دیکھ کر موڈ بدل لیا۔ فوج بھی شاہ سے برگشتہ ہو گئی۔ رات کو گولیاں چلتی اور لاشیں گرتی تھیں، مگر سپاہیوں کے دل الٹ چکے تھے۔ آخر طہران چھاؤنی میں باغی دستوں اور وفادار فوجوں میں خوں ریز جھڑپیں ہوئیں بیسیوں آدمی مارے گئے۔ شاہی باڈی گارڈز نے اپنے بیس افسروں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ سینکڑوں سپاہی ہتھیار رکھ کر فرار ہو گئے۔ آیۃ اللہ خمینی اور آیۃ اللہ شریعت مدار نے حکم دے دیا کہ فوج مسلمانوں پر گولی نہ چلائے۔ اس حکم سے سب کو اپنے افسروں کے احکام نہ ماننے کا جواز مل گیا۔

شاہ کے حامی ملکوں سے سفارتی تعلقات توڑ لئے جائیں گے!

آیت اللہ خمینی نے ۱۴ دسمبر کو ایک بیان میں ان حکومتوں کو خبردار کیا جو ابھی تک شاہ کی حمایت کر رہی ہیں۔ انھوں نے کہا۔ جن حکومتوں نے شاہ کی حمایت کی ہے۔ ایران کی قائم ہونے والی "اسلامی جمہوریہ" ایسے ممالک سے سفارتی تعلقات ختم کر دے گی۔ ایرانی عوام بہت جلد ملک کے مالک ہوں گے پھر

ان کمپنیوں کو تیل نہیں دیا جائے گا جو اسرائیل کو تیل بھیجتی ہیں۔
ہڑتال بنک یا کارخانے میں اس طرح کنٹرول میں تھے کہ ہم نے
اس کی مثال نہیں سنی۔ یعنی ان سے کہا جاتا تھا کہ اتنا کام کرو۔ وہ
لوگ صرف اتنا ہی کام کرتے تھے۔ جبہۂ ملّی جیسے مضبوط سیاسی
گروپ نے ایک دو مرتبہ کوشش کی اور علما کے برخلاف اعلان
کیا۔ عوام نے وہ مظاہرہ اور وہ جوش و خروش نہ دکھایا جو علما کے
حکم اور اس کے جواب میں دکھاتے تھے۔

مغرب میں تبدیلیٔ ذہن

ایرانی پریس اور یہودی ایجنسیوں نے دنیا کو
جو تاثر دیا تھا اس کی بنا پر ایران شاہ پرست تھا اور دس بارہ
ماہ سے ہونے والے واقعات کا تعلق روسی لابی اور رجعت پسند
مٹھی بھر مذہبی دیوانوں سے تھا۔ لندن اور فرانس و امریکہ سے
آنے والے حضرات نے مجھے بتایا کہ محرم سے پہلے وہاں ایران
کی خبریں یا تو منفی انداز میں چھپتی اور پڑھی جاتی تھیں یا ان
واقعات کو جھوٹ کہہ دیا جاتا تھا۔ لیکن محرم کے جلوسوں نے ٹیلیویژن
پر جو پبلسٹی پائی اور اسے دیکھ کر جو دہشت چھائی تو ذہن بدلنے
لگے۔ کچھ لوگوں نے کہا ـــــ محرم میں اعتقادی طور پر جوش و جذبہ
تھا۔ خمینی صاحب نے فائدہ اٹھالیا مگر یہ امکان دس محرم کے بعد
بالکل ختم ہو گیا۔ امریکہ نے حمایت سے دست کشی کی۔ برطانیہ محتاط

ہو گیا۔ ایران سے جو غیر ملکی نکل کر وطن پہنچے تو انھوں نے چشم دید
حالات بیان کر کے پریس اور عوام کے خیالات یکسر بدل دیے۔
اب اخبارات کا لہجہ ہی کچھ اور تھا۔

ایران میں پچیس سے پچاس لاکھ کے جلوس اور ملک بھر
میں یکساں اجتماعات پھر ان کا ڈسپلن، شعور، ہوشمندی، جذبہ اور
روز افزوں شوق جاں نثاری پر تمام سیاسی رہنما ایمان لے آئے
روس و امریکہ دونوں کو یقین ہو گیا کہ شاہ اب ختم ہو چکا ہے۔ وہ
دیکھ رہے تھے طہران و قم نہیں تبریز کا بھی یہ حال ہے کہ دس ہزار
آدمیوں کا سوگ منا رہے ہیں مگر رونے کے بجائے مرنے پر
تیار ہیں۔ ہر روز مجلس اور ہر چہلم پھر مجمع پر فائرنگ اور دوسرے
دن پھر وہی جذبۂ جوان۔ ہڑتالوں نے ضروریات زندگی کو ناپید
کر دیا تھا۔ اس کے باوجود عوام دل برداشتہ نہیں۔ حزب
اختلاف کے کچھ لیڈر اعتدال کی بات اور مفاہمت کا
تذکرہ کرتے مگر عوام کی نظر آقای خمینی پر تھی۔ محرم کی آٹھ نو اور دس
تاریخ کو کسی نے یہ خبر اڑا دی تھی کہ آغا جلوس کے وقت یا جلوس
کے بعد ایران آ جائیں گے۔ حکومت نے طہران اور دوسرے ہوائی
اڈے بند کر دیئے تھے لیکن خود ان اڈوں پر متعین عملہ ہوائی جہاز
لے کر جانے اور آنے والے جہاز کا اہتمام کرنے پر کمربستہ تھا۔ شاہ بڑی
ہمت کر کے کہتا تھا:

"ہم ایران نہیں چھوڑیں گے۔"

آغا فرماتے تھے:

"ہم شاہ کو ایران سے فرار ہونے پر مجبور کر دیں گے۔"

انھوں نے ۳۱ دسمبر کو فرمایا:

"اگر ایرانی عوام کی موجودہ جد و جہد شاہ کو تخت و تاج چھوڑنے پر مجبور نہ کر سکی تو ہم شاہ کے خلاف مسلح بغاوت کا حکم دیدیں گے پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے نہ بچا سکے گی۔"

مشہد میں ٹینکوں کا حملہ

مشہد مقدس میں مظاہروں کا تسلسل جاری تھا۔ ۳۱ دسمبر کو ایران کا ہولناک ترین دن بتایا جاتا ہے سینکڑوں افراد ہلاک اور لا تعداد زخمی ہوئے۔ سب سے زیادہ جانی نقصان مشہد میں ہوا۔ فوج نے خود کار ہتھیاروں سے ہجوم پر اندھا دھند فائرنگ کی۔ ٹینک مجمع میں گھس گئے جن کے نیچے آکر بے شمار افراد کچل گئے۔ مظاہرین نے دس ٹینک جلا دیے۔ فوجی دستوں نے آیۃ اللہ شیرازی کی رہائش گاہ پر حملہ کیا دلیر عوام نے مقابلہ کیا السید عبد اللہ شیرازی کو زندہ بچا لے گئے یہ حملہ ایک نیا جرم عظیم تھا فوج اس سے پہلے بھی آغا کے مکان پر چھوٹے چھوٹے حملے کر چکی تھی لیکن آج آغا کے مکان اور حرم امام رضاؑ پر حملے سے دنیا بھر کے مسلمان غمگین ہوئے۔ کل مشہد میں

کم از کم اکتالیس آدمی تو اسی وقت مرے۔ باقی زخمی افراد کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔ آج کی رپورٹ کے مطابق سینکڑوں افراد جاں بحق ہوئے۔ طہران میں سکون رہا۔ اصفہان و شیراز میں بھی صورت حال زیادہ خراب ہوئی۔ مگر عوام کو برتری حاصل رہی۔

فوج نے پسپائی اختیار کی

جنرل ازہاری نے متعدد فوجی آپریشن اور سیاسی جوڑ توڑ کر کے دیکھ لیا۔ وہ سپاہیوں کے اختلاف سے دوچار ہوئے۔ جنرلوں نے استعفے دیدیے۔ ساواک کے سربراہ جنرل اویسی ملک سے بھاگ گئے۔ اس لئے مارشل لا ایڈمنسٹریٹر غلام رضا ازہاری بھی مستعفی ہو گئے۔ بادشاہ نے شاہ پور بختیار کو اپوزیشن سے توڑ لیا اور وزیر اعظم بنا دیا۔

جبہۂ ملی و علما

مدت سے لوگ محسوس کر رہے کر جبہۂ ملی کے کچھ لیڈر حکومت سے مفاہمت کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ لوگ علما کی پالیسی کے مخالف ہیں لیکن اس کا ثبوت نہ تھا۔ آخری دنوں میں جبہۂ ملی نے کچھ ہڑتالوں کے لیے علما کے برخلاف اعلان کیے اور علما نے دوسرے دن کے لیے کہا۔ عوام نے علما کی تائید کی اور حزب اختلاف کو بہت کم پذیرائی ملی۔ حزب ملی میں سب سے زیادہ مشتبہ آدمی شاہ پور بختیار تھے چنانچہ جب ان کی وزارت عظمیٰ کا اعلان ہوا تو بات کھل کر سامنے آگئی

جبہۂ ملی نے ان کی رکنیت ختم کر دی، اس کے جواب میں شاہ پور بختیار نے پارلیمنٹ سے اعتماد حاصل کر لیا۔ ادھر طہران کے در و دیوار پر ان کے خلاف اشتہار اور بازاروں میں شاہ پور بے اختیار کی صدائیں تھیں۔ گھروں میں چرچا تھا اور بچہ بچہ کہتا تھا:

"ما می گوئیم شاہ نمی خواہیم، نخست وزیر عوض می شود۔
گفتیم خر نمی خواہیم، پالانش عوض شد۔"

ڈاکٹر شاہ پور بختیار نے وزارت کا اعلان ہونے کے بعد سول حکومت کے قیام، سوشلسٹ نظام حکومت اور ڈاکٹر سنجابی کی علیحدگی پسند تحریک کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے عبدالکریم سنجابی پر سخت تنقید کی۔

عوام نے آیت اللہ خمینی کے خلاف عمل کرنے پر شاہ پور بختیار کو غدار قرار دیا۔ حزب اختلاف نے کہا ڈاکٹر شاہ پور ناکام ہو چکے شاہ پور نے پارلیمنٹ کا اجلاس بلایا۔ وزارتوں کی تقسیم شروع کی لیکن آیت اللہ خمینی نے "شیڈو کابینہ" کا اعلان کر کے شاہ پور کو بے اثر کر دیا۔ بادشاہ نے شاہ پور کو اپوزیشن سے توڑ کر یہ تاثر دینا چاہا تھا کہ اب میں نہیں جاتا۔ آقای خمینی نے کہا:

"شاہ کو ملک سے باہر نہ جانے دیا جائے وہ قومی مجرم ہیں ان کے خلاف اسلامی قانون کے تحت مقدمہ چلایا جائے گا۔ کم سے کم عمر قید ملنا چاہیے۔"

شاہ پور نے کہا:

"ہم ایران کا دستور اساسی ڈاکٹر مصدق کے اصولوں پر بنائیں گے۔ قیدی آزاد، پریس آزاد اور فوجی حکومت ختم ہو جائے گی ساواک کی تنظیم توڑ دی جائے گی۔"

اور آخرکار یہ بھی کہا کہ ملک میں اسلامی قوانین نافذ کر دیں گے!

۹ جنوری کو بی بی سی نے کہا:

"حالیہ فسادات میں دو وزارتیں ناکام ہو چکی ہیں اگر ڈاکٹر بختیار کی حکومت نے سابقہ وزارتوں سے ہٹ کر پالیسی نہ بنائی تو وہ بھی ناکام ہوں گے۔ شاہ بہت سے اختیارات حکومت کے حوالے کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر شاہ پور بڑے باشعور ہیں۔ انھوں نے اپنی حکمت عملی سے شاہ کو رام کر لیا۔ اب غرج، نیشنل فرنٹ اور مذہبی پیشواؤں کا مرحلہ باقی ہے۔ فوجی لیڈر سوشل ڈیموکریٹک نظام سے تعاون کو تیار نہیں۔ علما شاہ پور کو بھی کچھ بھی نہیں ملتے عوام اسے شاہ کا پٹھو گردانتے ہیں۔ بادشاہ نے فوج کو ہموار کرنا شروع کر دیا ہے۔ جبہۂ ملی سیکولر طرز حکومت چاہتا ہے اور علما صرف اسلامی نظام۔ اس لیے اختلافات سے شاہ پور کو فائدہ ہو گا۔"

لیکن سیاسی مبصروں یا مغربی ریشہ دوانیوں کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ حکومت ازہاری نے عوامی دباؤ کے تحت آقای خمینی

کے دیئے کی توسیع بھی کردی۔ یہ بھی مغرب کے شاہ دوستوں کی شکست تھی۔

رات ڈھل گئی

وزیر اعظم ازھاری نے استعفےٰ دے دیا۔ طہران کے ہوائی اڈے پر اسرائیلی اور امریکی طیاروں کے اترتے ہی فضائیہ میں ہیجان پھیل گیا۔ چار شہروں میں خونریز ہنگامے ہوئے۔ مشہد میں کم از کم پچیس آدمی مارے گئے۔ فوج نے شہر میں گشت کرنے سے انکار کر دیا کہ انھیں عوام مار ڈالیں گے۔ دوسرے دن فوج کے افسروں نے مشہد میں ہر قسم کی کارروائی سے انکار کر دیا۔ شہر پر آیت اللہ شیرازی کا قبضہ ہو گیا۔ جنرلوں نے آیت اللہ خمینی کی حمایت کا اعلان شروع کر دیا۔

۲۔ جنوری کو قزوین، کرمان کے فوجی مرکزوں میں بغاوت ہو گئی۔ کرمان میں فوج اور عوام اور شاہی و باغی فوج میں گھمسان کا رن پڑا۔ طہران میں شاہ کے خلاف زبردست مظاہرے ہوئے۔ فوج نے گولیاں چلائیں۔ شاہی محلات پر حملے شروع ہو گئے۔ شہزادی شمسہ کا محل تباہ کر دیا گیا۔ شیراز میں امریکی پرچم پھاڑ ڈالا گیا — شاہ پسند افراد کو سرعام کوڑے مارے گئے۔ قیامت کی سردی اور برف باری ہو رہی تھی۔ اس سے کبھی کبھی طہران و مشہد و قم میں خاموشی نظر آتی تھی۔

وزیر دفاع جنرل فریدوں بے بس ہو گیا۔ اس نے استعفےٰ دے دیا۔ شاہ پور اور بھی بے دست و پا ہو گیا۔

شیراز میں ساواک کے مرکز پر حملہ کر کے لوگوں نے چالیس قیدی رہا کرائیے۔ ان قیدیوں نے شکنجہ اور ساواک کے منصوبوں کا حال عوام کو بتایا۔ ساواک کے ایک ایک آدمی نے جو ظلم کیئے تھے ان کے خلاف ملک بھر میں شدید غم و غصہ پھیل گیا۔ ایک ایک فرد کو قتل کرنے اور سزا دینے کا مطالبہ شدت پکڑ گیا۔

طہران میں آٹھ لاکھ عورتوں نے جلوس نکالا اور حسب دستور سب باپردہ۔ سب کا نعرہ تھا۔ درود بر خمینی مرگ بر شاہ — ما تابع قرآنیم — ما شاہ نمی خواھیم — شاہ دشمن ما، ارتش برادر ما — اللہ اکبر — نصر من اللہ و فتح قریب!

صبح کے آثار

۴۔ جنوری کو بری اور فضائیہ فوج کے سربراہوں نے استعفے دے دیئے اور جنرل عباس نئے کمانڈر انچیف ہوئے۔ شاہ پھر طہران سے دیہی محل گئے اور کسی سازش میں معروف رہے۔ اس کا تذکرہ آگے آئے گا۔ جنرل ازھاری نے ملک چھوڑ دیا۔ آیت اللہ خمینی کے حکم پر مہدی بازرگان اور چند علما نے تیل کے مزدوروں سے ہڑتال ختم کرادی۔ تبریز، اہواز آبادان سے فوج واپس بلا لی گئی اور مساجد سے ہڑتال کے خاتمے کا اعلان ہو گیا۔

پیامِ خمینی

اکثر شہروں کا انتظام علما کے ہاتھ میں آ گیا۔ آقای خمینی کے احکام روز آنے اور عوام اس پر عمل کرنے لگے۔ جن باتوں کے بارے میں لوگ سمجھتے تھے کہ اب ان کا سنبھالنا مشکل ہے وہ بہتر حال میں دیکھی گئیں مجھے ۲۱ صفر کا وہ اعلامیہ ملا ہے جو ـــــ پیام قائد بزرگ اسلام، امام خمینی دام ظلہ بملت مسلمان ایران ـــــ کے عنوان سے سائیکلو سٹائل چھپا تھا۔ اس میں مشہد و قزدین و کرمان شاہ کے قتل عام کی مذمت کرتے ہوئے لکھا:

"ہمارے ملک میں اس جنایت کار کی زندگی کے آخری لمحات تاریخ کے خطرناک دن ہیں۔ قوم کو ثابت قدمی کے ساتھ تھوڑا سا مقابلہ اور کرنا ہے تا کہ آخری فتح حاصل ہو جائے۔ ایران ریڈیو جس قدر بے شرمی کے ساتھ قوم پر بہتان طرازی کر رہا ہے۔ اس کی مثال آبادان کے ریکس سینما کی آتش زنی ہے جس کو شاہ کے نوکروں نے بیگناہ مسلمانوں کے سر منڈھنا چاہا تھا یہ لوگ ابھی تک خطرناک بہتان طرازی اور جھوٹے پروپیگنڈے سے باز نہیں آتے۔ پروپیگنڈے کا انداز بتا رہا ہے کہ یہ ظالم ابھی تک سخت سے سخت ظلم کرنے پر کمر بستہ ہیں۔ اقوام عالم نے دیکھ لیا ہے کہ ہماری قوم کس رژیم سے دوچار ہے اور شاہی نظام کے خلاف ہماری شریف و باکردار قوم نے کئی مرتبہ ریفرنڈم میں رائے دی۔ خصوصاً محرم کی نو اور دس تاریخ کو دنیا کی

آزادی پسند قوموں نے اس فیصلے کو تسلیم کر لیا ہے۔ باغی شہنشاہی راشے اور غلط حکم سے برسرکار آنے والی حکومتوں کو قوم کے مختلف طبقوں، عالموں، پروفیسروں، مزدوروں، کسانوں، انتظامیہ کے افسروں، وزارتوں اور قبیلوں نے متفقہ طور پر ٹھکرا دیا ہے۔ اس بنا پر شاہ کے اشاروں پر بننے والی حکومت کو ٹیکس کی ادائیگی، بجلی، پانی، ٹیلی فون جیسے بلوں کی ادائیگی قوم سے خیانت اور خداوند تعالیٰ کے حکم کی مخالفت ہے۔

مزدوروں، بجلی، پانی اور ٹیلی فون کے اداروں سے وابستہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ قوم دلیر و بے پناہ سے رابطہ رکھ کر اسے قوت دیں اور باغی حکومت کے احکام کو نہ مانیں۔ پانی، بجلی اور ٹیلیفون کے سلسلے منقطع نہ کریں۔ اپنے مظلوم بھائی اور بہنوں کی مدد اور ان کے ساتھ تعاون کر کے اسلام اور مسلمانوں کا قرض ادا کریں۔

تین حکم

آغا کا اعلامیہ حکم اور فتوے، فرمان اور بڑائی کے الفاظ سے دور ہے۔ اس کی فارسی عبارت ادب و سیاست کا لاجواب نمونہ ہے جو ترجمہ کے ذریعے سمجھا نہیں جا سکتا۔ چوبیس سطروں کی تمہید کے بعد نمبروار تین باتیں غور سے دیکھیے یہ تینوں مستقل حکم ہیں اور ان کا تعلق حکومت کے انتظامی معاملات سے ہے۔ تینوں حکم ملک و ملت کے مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں لیکن آغا نے حکم کو ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

اکنوں لازم است تذکراتی بدہم۔

۱۔ہماری طرف سے غاصب حکومت کے پروپیگنڈے کی روک تھام کے اور تیل کے معاملات کی چھان بین کے لیے ایک کمیٹی بھیجی جارہی ہے۔اصل خبر کہتے ہیں کہ اندرون ملک استعمال کے واسطے تیل کا بہت بڑا ذخیرہ محفوظ ہے حکومت نے مصنوعی نایابی پیدا کررکھی ہے فوجی آدمی رات کے وقت محفوظ تیل نہ معلوم کہاں لے جاتے ہیں۔کمیٹی اس معاملے کی تحقیق کرے گی۔میں نے چند شرائط کے ساتھ اندرون ملک ضرورت بھر تیل نکالنے کی اجازت دی ہے۔اس اہم کام میں تیل کمپنی نے کمیٹی کے ساتھ جو تعاون کیا ہے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

۲۔تمام بستیوں کے علماء اعلام وخطباء پر لازم ہے کہ عزیز کسانوں سے کہیں کہ اس سال غذائی اجناس کی کاشت میں خصوصاً گیہوں کے لیے زیادہ محنت کریں اور مجرم حکومت اجنبیوں کو جو چیزیں دیتی ہے اس کی کاشت سے احتیاط کریں ان چوروں سے بعید نہیں ہے کہ وہ مصنوعی قحط کی صورت پیدا کریں۔میں ایرانی عوام سے امید کرتا ہوں کہ وہ ان معاملات میں محترم کاشت کاروں کی مدد کریں گے۔

۳۔کاروباری لوگوں اور تاجروں سے خواہش کرتا ہوں کہ وہ غذائی اجناس کی قیمت نہ بڑھائیں اور جنگ آزادی میں شریک

مظلوم عوام کے مقابلے میں ذخیرہ اندوزی نہ کریں۔ذخیرہ اندوزی ہر حالت میں مردود ہے۔اس نازک موقع پہ تو یہ کام ظالم حکومت کے لیے مفید اور خدائے تبارک وتعالٰے کی رضا کے خلاف ہے لہذا میں تاکید کرتا ہوں کہ مناسب وبا انصاف قیمت سے آگے نہ بڑھیں۔اگر ممکن ہو تو غریب عوام کے لیے قیمت میں کمی کر دیں۔یہ بات خود ان کی اسلامی تحریک انقلاب اسلامی کے لیے مؤثر امداد اور خداوند تعالٰی کی پسندیدگی کا سبب ہے......

...... (۲ صفر) وروح اللہ الموسوی الخمینی!

تین جنوری کو مشہد کے ایک سو چونسٹھ قیدی رہا کر دیے گئے،مزید قیدیوں کی رہائی بھی زیر غور تھی۔غیر ملکیوں کا انخلا بہت تیزی سے بڑھ گیا۔فضائیہ کے کمانڈر جنرل حسین اور فضائیہ کے سربراہ جنرل منوچہر خسرو داد نے استعفے دے دیے۔بادشاہ نے جنرل اویسی کی جگہ جنرل رحیمی کو طہران کا مارشل لا ایڈمنسٹریٹر نامزد کیا۔

لندن کی خبر کے مطابق شاہ ایران نے ایک ارب پونڈ امریکہ منتقل کر دیے۔اس کے علاوہ شاہی خاندان اور اس سے وابستہ افراد خدا جانے کتنا روپیہ اور دولت غیر ملکوں میں بھیج چکے ہیں۔ وجنگ' لندن ۵ جنوری۔

جلوس تو روز نکل رہے تھے لیکن ۷، جنوری ۱۹۷۸ء کو

طہران میں ایک زبردست مظاہرے میں پچاس آدمی مارے گئے اور فوج نے فائرنگ کی اس دن ایک پولیس افسر بھی گولی کا نشانہ بنا۔

گرگان، شاہ پور، آبادان، ہمدان، خرم شہر، بوشہر، قزوین، میں بھی سوگ منایا گیا ——— یزد میں مظاہرے ہوئے۔ فوج نے گولی چلا کر چھ آدمی قتل کئے۔ کردستان میں فوج سے تصادم ہوا۔ تین آدمی ہلاک اور چار کی حالت نازک۔

سازش

ریڈیو ماسکو نے کہا کہ طہران کے کمانڈر جنرل غلام علی اویسی واشنگٹن گئے ہوئے ہیں۔ وہ شاہ کی حمایت میں فوجی انقلاب کے سبز سگنل لینا چاہتے ہیں۔ امریکہ کے ڈپٹی کمانڈر انچیف جنرل رابرٹ آئیزر طہران میں انقلاب کا جائزہ لے رہے ہیں۔

(مشرق لاہور۔ ۸ جنوری)

جنگ اخبار لندن نے لکھا تھا کہ ایئر فورس کے جنرل رابرٹ ہوسار فوجی افسروں سے ملنے طہران پہنچے۔ وہ امریکی میزائلوں کی دیکھ بھال کے ساتھ شاہ پور بختیار سے عوام اور فوج کا رد عمل بھی معلوم کریں گے۔ اس کے بعد سعودی عرب جائیں گے۔

شاہ پور بختیار کی کیبنٹ

۷ جنوری کو شاہ پور نے تیرہ وزیر مقرر کئے

یحییٰ صادق وزیری۔ جنرل فریدوں جام۔ احمد میر فندرسکی محمد امین رامی۔ ڈاکٹر منوچہر رزم آرا۔ منوچہر آریانا۔ جاوید خادم۔ سائرس آموزگار رستم۔ لطف علی شمسی۔ منوچہر کاظمی۔ عباس علی بختیار۔ محمد مشیری۔

۹ جنوری کو وزیر دفاع فریدوں جام نے استعفیٰ دے دیا ادھر جنرل عبدالعلی مسلح افواج کے کمانڈر انچیف مقرر ہوئے۔

بادشاہ نے دو سو چھیاسٹھ قیدیوں کی رہائی کا حکم دیا شاہی فاؤنڈیشن عوام کے حوالے کر دیا کہ شاید عوام حمایت پر اتر آئیں۔

بادشاہ ملک سے بھاگنے کی فکر میں تھا۔ ڈاکٹر بختیار نے اسرائیل کو تیل نہ دینے کا اعلان کر دیا۔ ایران کی ایئرویز نے برطانوی افراد کو ایرانی طیاروں سے اتار دیا۔ حکومت بے دست و پا ہو چکی تھی ——— (لاس اینجلز میں ایرانی طلبہ نے اربوں روپے کی محلسرا پر، جس میں اشرف پہلوی رہتی تھیں، حملے کر کے اسے نقصان پہنچا آئے۔)

ہر گھر سوگوار ہے

دوسری طرف قزوین میں اسلامی انقلاب کے حامیوں پر فوج کی فائرنگ سے سینکڑوں افراد ہلاک اور زخمی ہو گئے۔

(مشرق ۱۴ جنوری۔)

ایران سے لندن پہنچنے والے مسافروں نے بتایا کہ ایران کے

شاہ کی عوام دوستی!

اسپتالوں میں زخمی بھرے پڑے ہیں۔ کوئی گھر ایسا نہیں جس کے چار مردوں میں سے ایک زخمی نہ ہوا ہو۔ شہروں پر موت کے سائے منڈلا رہے ہیں۔ اسپتالوں میں بیسیوں زخمی مر رہے ہیں جن کے کفن دفن کا کوئی انتظام نہیں ہے اور ان مرنے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ (مشرق ۲۴۔ جنوری۔)

مشہد پر آیۃ اللہ شیرازی کا قبضہ

اسی سالہ بوڑھے مجاہد، آیۃ اللہ شیرازی مشہد میں نظم و نسق کے سربراہ ہیں، آٹھ لاکھ افراد نے مشہد میں جلوس نکالا۔ عوام نے ساواک کے تین آدمیوں کو پکڑ کر عدالت اسلامی میں پیش کیا جہاں قتل کا فیصلہ ہوا اور ان تینوں کو قتل کر کے لٹکا دیا گیا۔

ٹینکوں کا ایک دستہ مجمع نے گھیر لیا کمانڈر نے گولی کا حکم دیا کسی نے بڑھ کر اس کرنل کو قتل کر دیا۔ ٹینک گولیاں برسانے لگے۔ سینکڑوں آدمی مر گئے۔

کچھ فوجی عوام کے ساتھ مل گئے۔ گرفتار افسر اپنے کیے پر پچھتا رہے تھے۔ پولیس شرم سے منہ چھپاتی پھرتی ہے ا سپتال بیماروں سے اور قبرستان شہیدوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ شہر پر عوام کا قبضہ ہے۔ امام رضاؑ کے حرم سے قیمتی سامان اور کتب خانے سے قیمتی کتابیں سرکاری آدمی چرا کر بھاگ گئے۔ اب شہر میں سرکاری
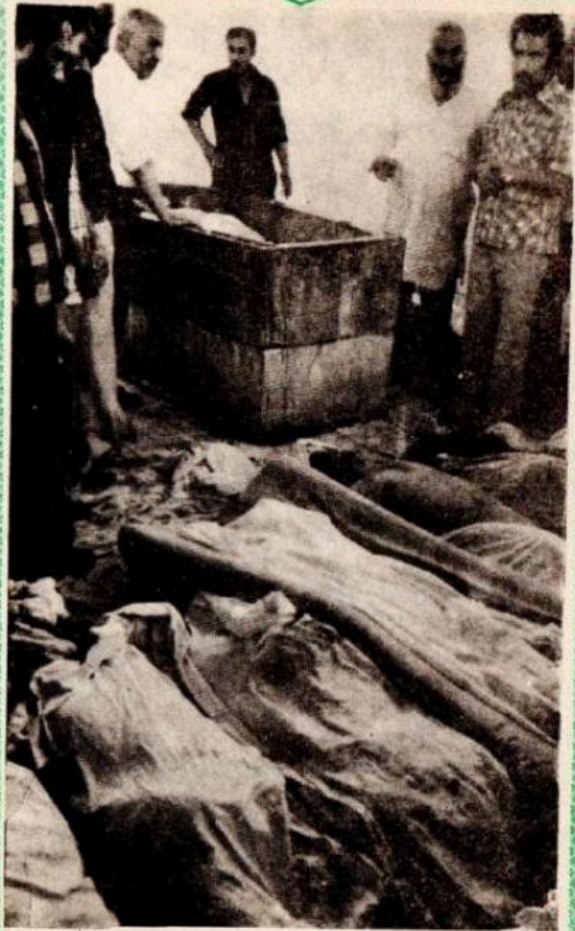
ملازم نظر نہیں آتے۔ عوام کے دل زخمی مگر حوصلے جوان ہیں

مشہد کا ایک واقعہ

مشہد پر آیت اللہ شیرازی کا قبضہ تھا۔
۹ جنوری کو گارڈین کا نامہ نگار مشہد گیا تو اس نے ٹینکوں سے کچلی ہوئی کاریں دیکھیں۔ دکانوں پر گولیوں کے نشان۔ ایک نوجوان کی لاش دیکھی۔ مرنے والے نے گھر سے چلتے وقت ایک کاغذ پر لکھا تھا کہ میرا نام رحیم سلطانیاں ہے۔ میرے والد کاشان میں نانبائی ہیں۔ اگر میں مارا جاؤں تو انھیں خوش خبری سنا دی جائے کہ میں شہید ہو گیا ہوں — زندہ باد خمینی۔ مرگ بر پہلوی۔ و مشرق لاہور۔ ۱۰ر جنوری۔

انسانیت سوز اذیت رسانی

شیراز میں عوام نے ساواک کے مرکز پر حملہ کر کے اذیت دینے والے آلاتِ ہولناک برآمد کر لیے۔ قم، مشہد اور طہران میں بھی ساواک کے مراکز سے ایسے آلات ہزاروں کی تعداد میں دیکھے اور قبضے میں لیے گئے۔ ساواک کے منصوبے ملے۔ اس بارے میں پاکستانی اور مغربی اخبارات و رسائل میں جو تفصیلات چھپی ہیں وہ اس قابل تھے۔ کہ یک جا شائع ہوتے اور ترقی یافتہ ملکوں اور انسان دوستی کے علمبرداروں کی بربریت کا حال معلوم ہوتا۔ المنتظر لاہور میں ابرار حسین شیرازی نے ایک

مضمون میں کچھ جھلکیں شائع کی تھیں اور اب ایران میں انکی تصویریں چھپی ہیں

فتح قریب

حالات ہموار ہوتے جا رہے تھے شاہ پور اور فوجی افسر پسپا ہو رہے تھے ملک کے کسی گوشے میں شاہ دوست بات نہیں کر سکتے تھے دو چار مرتبہ نوکر شاہی نے پولیس اور فوج کو سفید کپڑوں میں جلوس کے لیے باہر نکالا مگر منہ کی کھانا پڑی۔ جنوری کے دوسرے ہفتے میں آیۃ اللہ شریعتمداری کے فرمان کے بعد فوج بادشاہ کا علانیہ ساتھ چھوڑنے لگی۔ فوجی گاڑیوں پر خمینی کی تصویریں تھیں ۱۴ر جنوری کو یہ معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے جشن فتح منایا جا رہا ہے۔ لاکھوں آدمی "مرگ بر شاہ" کے نعرے لگا رہے تھے۔ جوان قہقہے لگاتے، گلے ملتے، بوسے لیتے پھرتے تھے۔ لوگ فوجیوں کو خمینی کی تصویریں پیش کرتے تو سپاہی انھیں قبول کر کے ہوا میں لہراتے عوام سپاہیوں کے بوسے لیتے تھے۔ ٹرکوں میں بیٹھے فوجی ہیلمٹ ہوا میں لہرا کر شاہ کے مخالفین کو سلام کر رہے تھے۔ سفارت خانوں اور سرکاری عمارتوں کے باہر فوجیوں کے مورچوں میں توپوں اور مشین گنوں میں پھول لگے ہوئے تھے۔

شہیدوں کی تعداد

گاؤں گاؤں شہر شہر کب سے قتل شروع ہوئے اور کتنے آدمی ساواک کے مرکزوں میں مرے، کتنے جیل میں ختم کیے گئے۔ کتنے

گھروں میں مرے اور وارثوں نے پولیس سے چھپایا۔ کتنی لاشیں وارث اٹھا لے گئے۔ یہ ایک داستان ہے جسے بیان کرنے والا کوئی نہیں۔ پریس اور وہ بھی سنسر کا شکار، فوج اور ذرائع ابلاغ عامہ کے ذریعے جو خبریں ملیں۔ ان کی روشنی میں چودہ پندرہ سال کے اندر جاں بحق ہونے والوں کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ آخری سال کی خبر کے مطابق جنوری تک پینسٹھ ہزار افراد کی شہادت مشرق لاہور نے دی تھی اعضا شکستہ اور اپاہج ہونے والوں کا شمار کون کرتا۔

محمد رضا نے ایران چھوڑ دیا

جاء الحق و زهق الباطل ۱۶، جنوری ۱۹۷۸ء بدھ کے روز صبح سویرے سینیٹ نے شاہ پور پر اعتماد کا ووٹ پاس کیا اور محمد رضا پہلوی دس بجکر پینتیس منٹ پر ایران سے مصر کے لئے روانہ ہو گئے۔

۳۵ ملین مسلمانوں نے بادشاہ مسترد کر دیا مگر امریکہ کی سکیم اور سی آئی اے کی منصوبہ بندی، ایران میں دوبارہ شاہ کی واپسی اور انقلاب کو ناکام بنانے کا پلان سی آئی اے کے رکن شاہ پور بختیار کے حوالے کر دیا۔ بادشاہ نے چلتے وقت کہا؛

"میری غیر موجودگی میں بادشاہت کی حفاظت کی جائے۔" (نوائے وقت، ۱۷ جنوری۔)

ریڈیو پر خبر نشر ہوتے ہی ملک میں اتنی زبردست خوشی کی لہر دوڑی جس کی تصویر کشی ممکن نہیں۔ شہروں اور قریوں میں لوگ گلیوں اور سڑکوں پر نکل آئے۔ قم، مشہد اور طہران میں مرد و زن گلدستے لیے "خمینی زندہ باد — جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا — اللہ اکبر۔" جیسے نعرے لگاتے ایک دوسرے سے گلے ملتے پھرتے تھے۔ مسجدوں، علما کے گھروں اور شہدا کی قبروں پر ہزاروں کا مجمع نظر آ رہا تھا ہر طرف جشن، ہر گوشے میں درود و سلام کا غلغلہ تھا۔

امریکی مشیر

ایران میں امریکی فوجی مشن کے سربراہ کو گلے میں پھندا ڈال کر ہلاک کر دیا گیا؟ — کرنل آرتھر ۱۵ جنوری کو اپنی قیام گاہ میں مردہ پائے گئے۔ (نوائے وقت۔)

یکم فروری پانچ امریکی مشیر ہوائی جہاز میں پرواز کر رہے تھے۔ جہاز طہران کے قریب پہنچ کر گرا اور پانچوں مشیر ہلاک ہو گئے۔ (امروز ۲، فروری۔)

آیۃ اللہ خمینی کا اعلان

حضرت آیۃ اللہ خمینی نے فرمایا:

محمد رضا کی ملک سے روانگی پہلوی آمریت کے خلاف عوام کی کامیابی کا پہلا زینہ ہے — مناسب وقت پر میں ایران جاؤں

گا — ۲۰ صفر کو بڑے مارچ کی تیاری کی جائے — بہت جلد عبوری حکومت قائم کروں گا جو اسلام کے مطابق کام کرے گی۔ شاہ کے ایجنٹ اشیا کی قلت پیدا کر کے عوام میں بے چینی نہ پھیلائیں — فوج بھی افراتفری کی کوشش نہ کرے۔

پیرس سے تیس کلومیٹر دور آیت اللہ کی قیام گاہ پر قابل دید اجتماع تھا۔ آیت اللہ کے محافظ بڑی مشکل سے دیکھ رہے تھے۔ اخباری نمائندوں کو بار بار بیان دینے میں دن گزر گیا۔

صادق قطب زادہ نے کہا:

"اخبارات میں اسلامی کونسل کے جن ناموں کا اعلان ہوا ہے وہ غلط ہے۔ انقلابی کونسل کے ارکان کا علم ابھی تک صرف آیۃ اللہ خمینی کو ہے۔" (مشرق ۱۶ر جنوری)

اسلامی انقلابی کونسل

سال بھر کی تفصیلی خبروں اور اخبارات کے مثبت منفی بیانات اور حقائق کے مطابق پورے محاذ پر علما کا قبضہ تھا۔ وہی قوم کی قیادت کر رہے تھے اور وہ بھی سب کے سب آیۃ اللہ خمینی کے فیصلوں پر آگے بڑھتے چلے جاتے رہے جب شاہ نے آخری معرکہ لڑا تو صرف علما ہی جوانوں کے آگے آگے تھے۔ شاہ نے ایران چھوڑا تو وطن کا ہر باشندہ خمینی خمینی پکار رہا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لیڈر شپ کے نامور ملک

اپنی کوششوں کے باوجود صف اول میں نظر نہیں آتے تھے اس بنا بر ایران کا انقلاب اسلام اور علما کا مرہون منت تھا اور ہے اس کا مزید ثبوت آئندہ کے اقدامات ہیں۔ مشرق اخبار نے ۱۶ر فروری کے شمارے میں ریڈیو طہران کے حوالے سے لکھا تھا:

"ریڈیو تاشقند نے آج ایران کے ذرائع کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ آیۃ اللہ خمینی نے ایران سے شاہ کے جانے کی صورت میں اسلامی انقلابی کونسل کو ملک کا نظم و نسق سنبھالنے کی جو ہدایات جاری کی تھیں اس کے نتیجے میں ایران کے تمام بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں علما کے حامیوں نے انتظامیہ کمیٹیاں قائم کر دی ہیں اور شہروں کا نظم و نسق سنبھالنا شروع کر دیا ہے۔ ان کمیٹیوں سے شاہ کے مخالف فوجی بڑی تعداد میں تعاون کر رہے ہیں —"

لطف یہ ہے کہ چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر نے اعلان کیا کہ اگر مزید ہنگامے ہوئے تو انہیں سختی سے کچل دیا جائے گا عوام اور خود فوج حکومت کے عہدیدار اور سفیر و وزیر شاہی رژیم کے ہر فرد سے متنفر تھے۔ جرنیل اہم مشورے کرتے تھے۔ شاہ پور بختیار کی حمایت میں بیان دیتے تھے مگر کابینہ کے وزیر، سینٹ اور مجلس کے سپیکر استعفے دے رہے تھے۔ مغربی ایران میں خلیج کے کنارے شاہ کی حامی اور باغی فوجوں میں جنگ شدید ہوئی۔

ان علاقوں میں امریکی اڈے، امریکی جاسوس اور برطانوی و امریکی خفیہ تنظیموں کے مرکز تھے۔ خلیج ہی کی راہ سے بادشاہ کے حامیوں کو لانے لے جانے کی سکیم تھی لیکن ملک کے نو سے فیصد عوام شاہ کے خلاف اور خمینی کے حامی تھے اس لیے چھپے ہوئے شاہ دوست قدم قدم پر شکست کھاتے اور منہ چھپاتے پھرتے تھے۔ جرنیل چاہتے تھے کہ فوجی انقلاب لائیں مگر عوام کے خوف سے یہ قدم نہ اٹھایا جاسکا۔

اھواز میں فوج کی فائرنگ سے کم از کم چھ افراد ہلاک اور بیس سے زیادہ زخمی ہوئے۔ ریڈیو ماسکو کے بقول مختلف شہروں میں احتجاجی مظاہرے اور ہڑتالوں کا سلسلہ جاری رہا۔ عوام کا مطالبہ ہے بادشاہت مکمل طور پر ختم کی جائے اور ایران کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا جائے۔ ۱۷ جنوری کو دو شہروں میں امریکی مداخلت اور موجودہ حکومت کے خلاف مظاہرین پر فائرنگ ہوئی جس سے سینکڑوں افراد جاں بحق ہوئے۔ امریکہ میں ایرانی سفارتخانے کے عملے نے اردشیر زاہدی کے خلاف ہڑتال کر دی، آخر اردشیر نے استعفٰی دے دیا۔ اس کے علاوہ فرانس، برطانیہ، اقوام متحدہ، برازیل، بھارت اور شام میں سفیر معطل کیے گئے۔

چہلم کے دن جلوس

۱۹ جنوری کو روز چہلم تھا۔ طہران کے چالیس لاکھ عوام

نے تاریخی مظاہرے کیے۔ جلوس کے خاتمے پر اسلام کی فتح اور حکومت اسلامی کے قیام کے حق میں اعلان ہوا۔ یہ جلوس بختیار حکومت کے خلاف اور آیت اللہ خمینی کی حمایت میں آخری فیصلہ کن مظاہرہ تھا۔ پورے ایران میں اسی قسم کے جلوس نکلے۔ طہران میں آیۃ اللہ خمینی کی اپیل پر ایران میں لاکھوں افراد نے جلوس نکالے ان جلوسوں میں ہزاروں پردہ دار خواتین بھی تھیں۔ ان کے نعرے تھے۔ رہبر ما خمینی۔ جہاد ما حسینی۔ اللہ اکبر۔ شاہ واپس نہ آئے۔ امریکہ مداخلت بند کرے۔ پولیس اور فوج کی بہت بڑی تعداد موجود تھی لیکن تماشائی بنی رہی۔ اس کے دل عوام کے ساتھ دھڑک رہے تھے۔ جلوس اب تک نکلنے والے جلوسوں میں سب سے بڑا اور حیران کن ضبط و نظم کے ساتھ تھا۔ مجمع ہوائی اڈے کے قریب "شاہ باد" پہنچا۔ یہاں دس نکاتی منشور کا اعلان ہوا۔ ملک سے بادشاہت ختم کی جائے — غیر ملکی طاقتیں ایرانی معاملات میں مداخلت نہ کریں — پولیس اور فوج عوام پر تشدد نہ کرے — ایرانی عوام ہڑتالوں کے ذریعے انقلاب کو آخری فتح تک پہنچائیں اور پُرامن رہیں — مجلس اور سینٹ کے رکن استعفٰے دیں — ایران کی حکومت اسلامی جمہوریہ ہوگی موجودہ حکومت غیر قانونی ہے — ہوائی اڈہ بند تھا مگر ایرانی عوام آقای خمینی کی تیس فٹ بلند تصویر لیکر

آئے اور اسے چوراہے پر نصب کر دیا۔
لوگوں نے کہا "شاہ یاد" کا نام — خمینی سکوائر — ہوگا
اس اعلان کے بعد مجمع پُرامن طور پر منتشر ہوگیا۔
دزفول کے قریب ایرانی فضائیہ کے ایک مستقر "دحلتی" میں امریکی مشیروں کا مرکز تھا۔ پُرامن جلوس جب دحلتی کے قریب پہنچا تو فوج نے اس بڑے جلوس پر حملہ کیا اور ٹینک کی گولہ باری نے ہر طرف آگ پھیلادی۔ پھر گڑگڑاتے ٹینک مجمع پر چڑھ دوڑے۔ کاروں کو زمین کا پیوند اور زندہ انسانوں کو پیس کر قیمہ کر دیا۔ ان کی ہڈیاں اور گوشت دپوست ٹینکوں کے چین میں چپکے نظر آتے تھے۔ امریکی جاسوسوں کی حفاظت اور شاہ کی دیرینہ عقیدت نے چار پانچ دن سے ہونے والے مظاہروں کو کچلنے کی حسرت ناکام نکال لی مگر خود فوج کے دل مرگئے۔
اصفہان، تبریز، شیراز، مشہد اور قم میں بھی عظیم الشان جلوس نکلے اور ہر جگہ مکمل اور سونی صد اسلامی انقلاب کی حمایت ہوئی اور طہران جیسے پرجوش وہوش نعرے اور بینر فضا میں لہرائے۔
روز اربعین اسلام کی فتح کا دن بنا اور بنام امام حسین علیہ السلام دین خدا ورسول کی فتح کا اعلان ہوا — نصر من اللہ و فتح قریب۔

کوئی شخص بیک وقت مارکسٹ اور مسلمان نہیں ہو سکتا

بقیہ ... آیت اللہ

براڈکاسٹنگ کمپنی کی اطالوی سروس کو انٹرویو دیتے ہوئے آیۃ اللہ خمینی نے فرمایا:
"ایران کو صنعتی ملک بنانے کے حق میں ہوں لیکن اسلامی قانون کے تحت سماجی انصاف مہیا ہوگا۔ مغربی ممالک میں یہ مفروضہ مکمل طور پر غلط ہے کہ ایران کی بے چینی اسلامی مارکسسٹوں کی پیدا کردہ ہے۔"
آیت اللہ نے فرمایا کہ ایک ہی وقت میں مارکسسٹ اور مسلمان ہونا ممکن نہیں۔ اسلام اور مارکسزم واضح طور پر دو سیاسی نظریاتی سوچ کے دھارے ہیں۔ اس استفسار پہ کہ آیا اسلامی ایران روس کے دباؤ کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوگا؟ آیت اللہ نے فرمایا۔ میرا ملک امریکہ کی بار بار مداخلت کا مقابلہ کرتا رہا ہے اور یقینی طور پر روس کے نامناسب اثر ورسوخ کی مزاحمت کرنے کے بھی قابل ہوگا۔ (نوائے وقت ۲۰ رجنوری۔)

شاہ پور کی بڑ

ڈاکٹر شاہ پور بختیار نے کہا حکومت آقای خمینی کے حوالے نہیں کی جائے گی۔ انھوں نے نرم رویہ اختیار نہ کیا تو فوج اقتدار میں آجائے گی۔ عالم دین ہونا اور بات ہے اور وزیر اعظم ہونا اور بات ہے — وہ جب چاہیں وطن آسکتے ہیں۔ وہ میری مخالفت نہیں کریں گے۔

مولانا مودودی انقلابِ اسلامی ایران کی حمایت میں، آقای خمینی کا وفد لاہور میں

اسلامی انقلاب کے داعی مولانا سید ابوالاعلےٰ مودودی صاحب دنیا بھر میں، اسلامی تحریکات کے حامی ہیں۔ موصوف نے ۱۹۷۰ء میں آیت اللہ حکیم کی حمایت میں اپنا مؤثر کردار ادا کیا۔ وہ اکتوبر ۱۹۶۳ء کے ترجمان القرآن کی سند پر پاکستان میں اور اپنی بین الاقوامی سرگرمیوں کی بنا پر یورپ میں آیۃ اللہ شریعت مدار و آیۃ اللہ خمینی اور انقلاب اسلامی کے سرگرم مددگار رہے۔ ان کے نمائندے یورپ میں آغا کے نمائندوں سے پھر خود آغا سے ملتے اور تعاون کرتے رہے۔ مولانا مودودی صاحب نے آیۃ اللہ خمینی کو براہ راست خط بھی لکھے۔ آدمی بھی بھیجے۔ آقای خمینی نے بھی ان کو خط اور پیام بھیجا۔ ۷ار جنوری کو دو آدمی پیرس سے کراچی پہنچے۔ ایک صاحب تعلیم میں پی، ایچ، ڈی تھے اور دوسرے انجنیر ان کے نام ہیں کمال صاحب اور محمد صاحب۔ کراچی میں ان کا شاندار خیر مقدم ہوا اور مولانا سید حسین مرتضیٰ صاحب ایم اے اور ان کے استاد جناب علامہ سید ابن حسن صاحب نجفی نے ان سے زبردست تعاون فرمایا۔ ڈاکٹر کمال اور جناب محمد صاحب انجنیر نے

کراچی میں کہا:

"آقای خمینی ایران میں حالات معمول پر آنے کے بعد وطن واپس آئیں گے۔ فی الحال ایران میں حالات ان کی آمد کے لیے سازگار نہیں ہیں۔ ایران میں عام انتخابات کے بعد مکمل آزاد حکومت قائم کی جائے گی۔ اسلامی تحریک شہنشاہ کی امداد کرنے والے ملکوں کے سوا تمام ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھے گی۔ اسلامی حکومت کے تحت تمام مذھبی اقلیتوں کو مکمل آزادی ہوگی۔ ایران کی موجودہ تحریک مکمل اسلامی ہے اور آقای خمینی اس کے سربراہ ہیں۔ ہماری کوئی سیاسی جماعت نہیں، ہمیں تمام ایرانی عوام کی حمایت حاصل ہے۔ یہ تحریک ایران تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ ہر اس ملک تک پھیلا ہوا ہے جہاں مسلمان ہیں۔ آقای خمینی نے تمام مسلمانوں کو اس تحریک میں شمولیت کی دعوت دی ہے اس تحریک کے نتیجے میں ایران میں اسلامی جمہوریہ کا قیام اور دنیا بھر میں مسلمانوں مظلوم عوام، فلسطینیوں کے حقوق کی حمایت ہے۔ آقای خمینی امید رکھتے ہیں کہ پاکستانی عوام اپنے اختلافات دور کر کے اپنی قوم و وطن کی خدمت کریں گے۔ آقای خمینی نے انقلابی کونسل قائم کردی ہے۔ اس کے ناموں کا اعلان ہونے والا ہے۔" ڈاکٹر کمال نے پاکستان اور کشمیری عوام کی حمایت کی اور بتایا کہ ہم آقای خمینی کے نام مولانا مودودی کے خطوں کا جواب لائے ہیں ـــــ انھوں نے

ایک سوال کے جواب میں کہا:

"ایران کی چالیس فی صد مسلح فوجوں نے عوام کی حمایت کی۔ باقی فوجی بھی بہت جلد عوام کے ساتھ آجائیں گے"۔۔۔ انھوں نے کہا۔۔۔ ایرانی کسی مارکسی تنظیم کو قبول نہیں کرتے اور بہائی مذھبی فرقہ نہیں بلکہ سیاسی تنظیم اور صیہونیوں کا ایجنٹ گروہ ہے۔"

۱۹ر جنوری کی رات کو علامہ ابن حسن صاحب نجفی نے کراچی سے فون کیا جس سے معلوم ہوا کہ آغا کے قاصدوں کی میزبانی ہمیں کرنا ہے۔ اسی وقت جناب حاجی ظہور علی اور حاجی منظور علی صاحب کو فون کیا۔ یہ دونوں حضرات ہمیشہ سے علما کے پرستار اور دین کے خدمت گزار ہیں۔ صبح کو حاجی منظور علی صاحب، حاجی مہدی رضا اور محمد امین صاحب گاڑیاں لے کر اور امامیہ سٹوڈنٹ آرگنائزیشن طلبہ کا مجمع لے کر، علما و طلبۂ مدارس اپنی جمعیت لے کر صبح نو بجے لاہور ایرپورٹ پر پہنچ گئے۔ پونے دس بجے جماعت اسلامی کے ذمہ دار، قاضی حسین احمد، اسعد گیلانی اور تمام عہدے دار، جمعیۃ طلبہ اور یونیورسٹی کے طلبہ کی بہت بڑی تعداد آگئی۔ مولانا آغا علی موسوی صاحب اور جماعت اسلامی کے تین عہدیدار رن وے گئے اور تمام معززین باہر استقبال کو موجود رہے۔ دونوں مہمان باہر آئے تو حاضرین کو آغا کا سلام اور ایک مختصر سی تقریر سے مخاطب کیا۔ انھوں نے کہا۔ آیت اللہ پاکستان کی سلامتی و آزادی اور فقہ اسلامی

کے نفاذ سے دل چسپی رکھتے ہیں۔ باہمی اتحاد اور اسلام کی برتری کی دعا کرتے ہیں۔ دونوں حضرات مولانا مودودی سے ملے۔ مختلف اجتماعات میں شریک ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی فیصل حال میں پانچ ہزار طلبہ سے خطاب کیا اور تحریک انقلاب اسلامی ایران کی دستاویزی فلم دکھائی جس نے بے حد اثر کیا۔ ۲۱ر جنوری کو دونوں حضرات پاکستان سے چلے گئے۔ ڈاکٹر کمال صاحب نے عابد مرتضی اسلم کے مطالبہ پر لندن سے آیت اللہ خمینی مدظلہ کا ایک نفیس فوٹو ارسال فرمایا جو کتاب کی زینت ہے۔

پاکستان میں طلبہ کی خوشی

رضا پہلوی کا ایران سے فرار دنیا بھر میں خوشی کا پیام لایا۔ پاکستان میں ایرانی طلبہ نے کونسل گری میں ایک مظاہرہ کیا۔ پولیس نے انھیں گرفتار کرلیا۔ دوسرے دن جامع المنتظر کے طلبہ اظہار مسرت کے طور پر کونسل گری کے پیے چلے تو راستے میں پولیس نے گرفتار کرلیا۔ ۱۹ر جنوری کو ایرانی و پاکستانی طلبہ رہا ہوئے۔ کراچی و کوئٹہ میں بھی اسی قسم کے واقعات ہوئے۔ امریکہ، انگلستان، ھندوستان میں بھی سفارت خانوں پر مظاہرے ہوئے۔ امریکہ میں سفیر شاہ اردشیر زاہدی فرار ہوگئے۔

شاہ پور بختیار اور امریکہ آقای خمینی سے رابطہ

پیدا کرنے کے لیے شاپور بختیار اور امریکہ نے بھرپور کوشش کی مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ آغا نے فرمایا:

"بختیار حکومت سے کسی بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا عوام امن بحال رکھنے کے لیے فوج اور دوسری تنظیموں سے تعاون کریں۔"

انھوں نے ایرانی پارلیمنٹ سے فرمایا کہ وہ اجلاس میں شریک نہ ہوں۔ رضا پہلوی کی حکومت مکمل غیر قانونی تھی۔ نمائندے استعفے دیدیں اور پارلیمنٹ کی عمارت میں داخل نہ ہوں۔ ریجنسی کونسل بھی حکومت چلانے کی کوشش نہ کرے۔ کل کے مظاہروں نے عوام کے بدترین دشمنوں اور غداروں کو تاریخ کے قبرستان میں دفن کر دیا ہے۔ ملک کے بحران کا حل یہ ہے کہ شاپور مستعفی ہو جائیں۔ ریجنسی کونسل توڑ دی جائے اور ملک کو اسلامی جمہوریہ بنانے کی جدوجہد کی مزاحمت ترک کر دی جائے۔ فوجی جنرلوں کو عقل سے کام لینا چاہیے۔ عوام اپنی امنگوں کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کریں گے۔ اس کے جواب میں ریجنسی کونسل کے سربراہ سید جلال طہرانی نے اپنا استعفیٰ آیت اللہ خمینی کو بھیج دیا۔ وہ پیرس بھی گئے مگر اپنی سکیم میں کامیاب نہ ہو سکے۔

ایرانی فضائیہ کھلم کھلا شاپور کے خلاف ہو گئی۔ فضائیہ کے سربراہ نے تین ہزار جوانوں اور اعلیٰ افسروں کو گرفتار کر لیا۔

طہران اور دوسرے بڑے بڑے شہروں میں مظاہرے ہوئے اہواز، سیجان اور نجف آباد و اصفہان میں گولی چلی اور پچاسوں آدمی مارے گئے۔

بحیرۂ کیسپین کے ساحلی علاقوں میں پانی کے اندر زہر ملا دیا گیا جس سے تقریباً ہزار افراد متاثر ہوئے۔ بہت سے ہلاک اور بہت سے معذور ہو گئے۔

جنرل عباس نے اعلان کیا کہ ایران کی مسلح افواج شاپور حکومت کو جائز سمجھتی ہیں اور اس کی مکمل حمایت کرتی ہیں۔ امریکہ نے بھی اس منصوبے کی تکمیل کے لئے پریس اور فوج کو استعمال کرنے کے علاوہ اپنے اٹامک جنرل ریمزے کلارک کو متعین کیا۔ لیکن آقای خمینی نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ مصالحتی گفتگو نہ کریں تو مل سکتے ہیں۔ ۲۲ر جنوری کو ریمزے آغا سے ملے۔ انکے ساتھ پرنسٹن یونیورسٹی کے ڈاکٹر رچرڈ فاک بھی تھے۔ آیۃ اللہ خمینی سے ملنے کے بعد موصوف کی آنکھیں کھل گئیں۔ انھوں نے پریس کو بتایا کہ وہ محض امریکی شہری کی حیثیت سے ملے۔ ہم دونوں ایران میں تحریک کی نوعیت، گہرائی اور مقصد سے بے حد متاثر ہوئے ہیں اس نے آزادی کی نئی راہیں روشن کر دی ہیں۔ و نو اوقت ۲۲ جنوری

قم

قم کے علما و طلبہ جو اس تحریک کے قائد و رہنما تھے۔ شاہ کی روانگی کے بعد آغا کی آمد کے

آیت اللہ خمینی روضۂ جناب معصومہ (قم) میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ عکاسی: سید محمد جعفر رضا گردیزی۔ ملتان

منتظر تھے۔ آیت اللہ شریعت مداری نے فوج کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ اگر اس نے تعاون نہ کیا تو ہم جہاد کا اعلان کر دیں گے۔ قم میں طلبہ و عوام فوج سے پُرامید تھے۔ آقای خمینی کا خالی مکان مرکزِ نگاہ تھا۔ پندرہ سال بعد اس مکان میں ٹیلی فون لگا۔ لوگ اس کی دیکھ بھال کے لیے بڑھے۔ حکومت نے انتظامات کیے۔ روز خبر تھی کہ آغا آج آ رہے ہیں۔ کل آ رہے ہیں۔ ہر طرف تیاری تھی۔ یہ ہو گا وہ ہو گا۔ بین الاقوامی اشاعتی ادارے اور اسلام دشمن خبر رساں ایجنسیاں عجیب عجیب پیشین گوئیاں کرتی تھیں مگر قم کے ارادوں میں کوئی لرزش نہ تھی۔ وہاں پولیس، فوج اور انتظامیہ نامی کوئی چیز نہ تھی۔ مشہد و اصفہان و شیراز علما کے قبضے میں تھے۔ وہی جج تھے وہی کمشنر، وہی میئر تھے اور وہی سربراہ۔

آقای خمینی کی آمد آمد

سولہ جنوری کے بعد سے شاپور اس تاک میں تھا کہ آیۃ اللہ آئیں اور ہم کوئی صورت نکالیں۔ اپنی تحویل میں رکھیں کچھ قول و قرار ہے لیں۔ ممکن ہو تو زندگی پر ہاتھ ڈال دیں۔ علما کی نظر میں امریکی منصوبہ تھا۔ وہ شاپور و امریکہ دونوں کو بے دست و پا کرنا چاہتے تھے۔ عوام بہر قیمت اپنے پیشوا، اپنے قائد، اپنے بت شکن کے طلب گار تھے۔ طہران ان کے قبضے میں تھا۔ فوج کے شرابی کبابی بے دین جرنل اور بادشاہ و امریکہ کے زرخرید افسروں کے علاوہ سب خمینی کے ساتھ تھے۔ فضائیہ کے جوان ہوائی جہاز لیے تیار کھڑے

تھے۔ جنرلوں نے انھیں روکنا چاہا مگر وہ نہ مانے۔ فرانس سے اعلان ہوا کہ آقای خمینی جمعرات کو پیرس سے روانہ ہوں گے۔ دو دن میں لوگ دیوانے ہو گئے۔ ہوائی اڈے میں گڑبڑ ہوئی عوام ٹوٹ پڑے۔ ۲۵ر جنوری کو ٹینکوں کی مدد سے دوبارہ ایرپورٹ جنرل عباس کے کنٹرول میں آگیا اور آغا نے اتوار تک واپسی ملتوی کردی ڈاکٹر ابراہیم یزدی نے پریس کو بتایا کہ طہران سے اجازت ملے بغیر طیارہ پرواز نہیں کرے گا۔ خطرے کے پیش نظر ہوائی کمپنیاں پس و پیش کر رہی تھیں تو پاکستان انٹرنیشنل ایرلائن اور اس کے بعد خود فرانس کی کمپنی نے یہ خدمت قبول کرلی۔

شاپور نے کہا کہ خمینی صاحب کو تین ہفتے تک واپسی ملتوی کرنا چاہیے کیونکہ حکومت ان کی سلامتی کی ضمانت نہیں دے سکتی۔ آغا کے اعلان کے بعد ۲۴ گھنٹے قبل تمام ہوائی اڈے بند کر دیے گئے مہر آباد کا ہوائی اڈہ ان دو طیاروں کو قابو میں لینے کے بعد کھول دیا گیا جو آغا کو لینے جا رہے تھے۔

شاپور نے اپنی حمایت میں جلوس نکلوایا اور اخبارات نے کہا کہ جلوس میں ایک لاکھ فوجی و پولیس وغیرہ نے شرکت کی، یہ جلوس شاہ زندہ باد، شاپور زندہ باد کے نعرے لگاتا رہا اور عوام نے علما کے منع کرنے پر کوئی اقدام نہ کیا۔ ۲۶ر جنوری کو طہران میں زبردست جلوس نکلا۔ فوج نے آتش و آہن کی بارش کردی۔ شاید یہ حرکت

کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور علما کے علاوہ کسی کا حکم نہیں مانیں گے۔ بی بی سی نے کہا کہ لاکھوں بپھرے ہوئے عوام اسلحہ مانگ رہے تھے مگر علما نے اسلحہ استعمال کرنے سے روک دیا اور لوگ رک گئے۔

(امروز لاہور۔ ۲۶ر جنوری)

دوسرے دن طہران ایرپورٹ پر فوج کا قبضہ ختم کرنے کے لئے لاکھوں افراد نے حملہ کر دیا۔ کم از کم پچیس افراد یہاں مارے گئے۔ جہرم، تبریز، کرمان شاہ اور سمن زار و خرم شہر میں شاپور انتظامیہ کے خلاف لاجواب ردعمل کا اظہار ہوا۔ سورج نکلتے ہی چادروں میں چھپی ہوئی عورتیں اور بچے اور لاکھوں دانشور، طلبہ و عوام سڑکوں پر تھے۔ خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں اور لوگ جان پر کھیل رہے تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ آیت اللہ خمینی وطن آجائیں۔ آخر بختیار نے سینیئر جرنیلوں سے میٹنگ کی۔ فوج نے دوسرے دن مظاہروں کی اجازت دیتے ہوئے کہا کہ وہ خود بھی پرامن رہیں اور فسادیوں پر بھی نظر رکھیں۔ عوام نے کہا کہ فوج ہوائی اڈہ خالی کر دے اور آیت اللہ کی واپسی میں رکاوٹ نہ بنے۔ رضا ایونیو میں لاکھوں مظاہرین نے آقای خمینی کا ٹیپ شدہ پیغام لگا دیا اور مجمع خاموش ہو گیا۔ ٹیپ کہہ رہا تھا کہ شاہی فوج کے بعض جرنیلوں اور ڈاکٹر بختیار نے عوام کے فیصلے کے برعکس اپنے غیر ملکی آقاؤں کو خوش رکھنے کے لئے وطن میں میری واپسی روک دی ہے۔ ہوائی اڈے

مذبوحانہ طاقت آزمائی کا آخری مظاہرہ تھی۔ عوام نے مہر آباد کے ہوائی اڈے پر دھاوا بول دیا۔ کئی گھنٹے تک عوام نے فوج کی گولیوں، ٹینکوں کے گولوں اور توپوں کی آگ کے سامنے سینوں کی دیواریں کھڑی رکھیں۔ مظاہرین کے پاس لوہے کی سلاخیں اور لاٹھیاں تھیں، تکبیر کے نعرے اور اسلام کا عشق تھا۔ طہران کے شیرازی ایونیو میں ایک کمسن لڑکے کے گولیاں لگیں۔ وہ چکرا کر گرا۔ اس سے چند گز کے فاصلے پر فوجیوں نے ایک شخص کے سر کو نشانہ بنایا اور گولیوں سے بھون کر رکھ دیا۔

اخبار نامہ نگاروں نے بتایا کہ رضا ایونیو اور طہران یونیورسٹی کے علاقے میدان جنگ معلوم ہوتے تھے۔ تین گھنٹے تک عوام کا ریلا بڑھتا اور پیچھے ہٹ کر پھر حملہ کرتا تھا۔ متعدد صحافی، اساتذہ، لیڈر اور طلبہ گرفتار ہوئے۔ اخباری رپورٹ کے مطابق تبریز اور طہران میں سینکڑوں آدمی مارے گئے۔ کم از کم ایک سو پینتالیس آدمی گنے جا سکے ہیں۔ آقای خمینی نے فرمایا:

"ایران کا بحران خون دینے سے ختم ہو سکتا ہے تو میری جان حاضر ہے۔"

سنندج شہر میں بھی فوج سے جھڑپوں میں پانچ آدمی مارے گئے۔ اہواز و کرمان میں بھی لوگ فوج کے سامنے نکل آئے اور فوج کو، بین الاقوامی طاقتوں کو، نیز امریکہ اور روس کو عوام نے بتا دیا

بند کر دیے ہیں لیکن میں اتوار کی شام کو طہران پہنچ رہا ہوں۔ خواہ اس کے نتائج کچھ ہی ہوں۔ (مشرق لاہور)

یکم فروری کو آیۃ اللہ خمینی کی وطن واپسی کی تاریخ طے ہو گئی۔ ایران کے بڑے بڑے شہروں کا نظم و نسق علما نے بہتر کر لیا۔ لوگ قافلہ در قافلہ طہران روانہ ہو گئے۔ فوج نے دارالحکومت میں ایک مرتبہ پھر فوجی مظاہرہ کیا لیکن علما مطمئن تھے کہ فوج کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ بعض مقامات پر گولیاں چلیں اور جوان مارے گئے بختیار کہتا رہا کہ متبادل حکومت قائم نہ ہونے دوں گا مگر پارلیمنٹ کے بتیس ارکان مستعفی بھی ہو گئے۔

نیوز ایجنسیوں نے خبر دی کہ بقول صادق قطب زادہ کے آغا کے سفر کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ ایئر فرانس نے بھی اپنے چارٹرڈ طیارے کی روانگی کی تصدیق کی اور کہا کہ اس طیارے میں اتنا ایندھن ہو گا کہ اگر عین وقت پر ایرانی ہوائی اڈے پر طیارے کو اترنے کی اجازت نہ دی گئی تو وہ واپس فرانس آ سکے گا۔

ایران میں سب سے زیادہ تیاری طہران اور اس کے بعد قم میں تھی۔ سینکڑوں کاروں میں تمام اکابر علما و طلبہ قافلے کے طور پر روانہ ہوئے۔ درود بر خمینی — اللہ اکبر — جیسے نعرے لگاتے بڑی بڑی تصویریں لیے تھے۔ دراصل ایران مکمل طور پر انقلاب اسلامی کے رنگ میں رنگ چکا تھا اب صرف فاتح اعظم کی

کمی تھی۔ (امروز لاہور۔ یکم فروری)

طے یہ ہوا کہ اڈے پر فوج اور شہر میں علما و رضاکار آغا کی آمد کو کنٹرول کریں گے۔

آیت اللہ طہران میں

آیت اللہ خمینی، ان کے فرزند سید احمد، ڈاکٹر ابراہیم یزدی اور صادق قطب زادہ اور پچاس وفادار جاں نثار ڈیڑھ سو نامہ نگار اس جہاز میں سفر کے لیے تیار ہوئے جو فرانس سے ایران آنے والا تھا۔ سب مسافر رات گئے پرواز سے ایک گھنٹہ قبل ہوائی اڈے پر پہنچ گئے پرواز سے پہلے آغا کے نمائندے نے حکومت فرانس اور نوفلے لاشاتو کے عوام کا پُرخلوص شکریہ ادا کیا۔ چار ماہ تک ان لوگوں نے جس زحمت کا مقابلہ کیا اس پر معذرت چاہی اور سب کو سلام کہا — قطب زادہ نے طیارے میں اخباری نمائندوں کو بتایا کہ روانگی سے قبل آغا نے اپنے رفقا سے کہا تھا۔ وہ اپنی جانیں خطرے میں نہ ڈالیں۔ ان کے نزدیک اس سفر کے چار متوقع نتائج ہو سکتے ہیں:

۱۔ ایران پہنچنے سے پہلے قتل

۲۔ ایران میں گرفتاری اور قید

۳۔ ایران میں نظر بندی

۴۔ اپنے ملک میں آزادی

راہنمائے انقلاب اسلام آیۃ اللہ السید روح اللہ خمینی!
تہران کے ہوائی اڈہ پر!

شہدائے انقلاب اسلامی کی آرام گاہ بہشت زہرا کی جگہ!
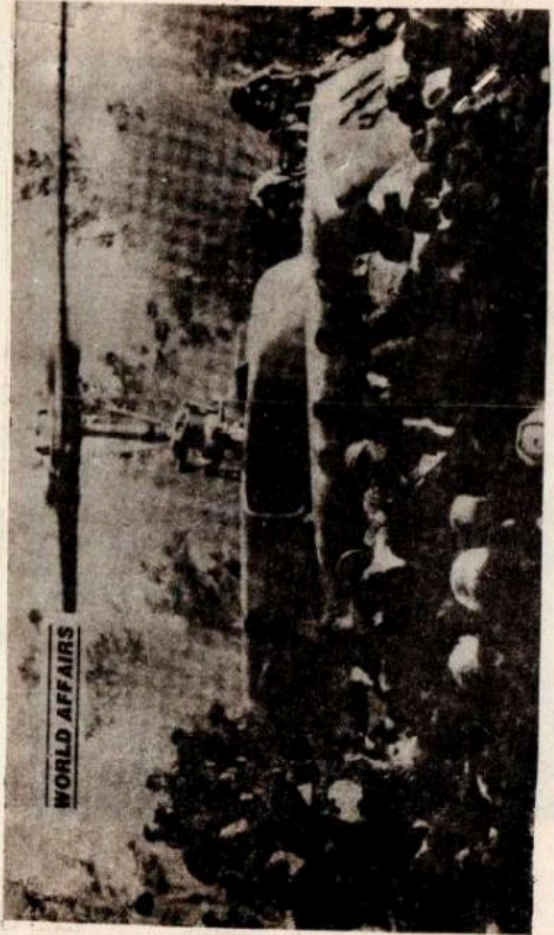
آیۃ اللہ خمینی کی تہران میں آمد

وہ خود ہر صورت حال سے مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ آپ نے اخباری نمائندوں سے بھی کہا تھا کہ خطرات کے پیش نظر وہ سفر نہ کریں لیکن ڈیڑھ سو صحافی آغا پر جان قربان کرنے کے لئے تیار تھے ہوائی اڈے پر سینکڑوں آدمی الوداع کو آئے اور خوشی سے نعرے لگاتے اور ترانے پڑھتے رہے۔

گرین وچ وقت کے مطابق بارہ بجکر دس منٹ پر (بحساب پیرس ایک بجکر اٹھارہ منٹ) طیارہ اڑا۔ آغا نے طیارہ میں داخل ہوتے ہی نماز پڑھی پھر سیٹ پر بیٹھے، کچھ دیر بعد فرش پر کمبل بچھا کر آرام کیا۔ دو گھنٹے سونے کے عادی ہیں۔ آرام کر کے وہ روشن دان کے شیشے سے وطن کی سرزمین دیکھنے لگے۔ اتنے میں چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پانی طلب فرمایا۔ وضو کر کے فرزند کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی۔ پانچ سوا پانچ گھنٹے میں سفر کی مدت تمام ہوئی۔ گرین وچ وقت کے حساب سے پانچ بجکر بتیس منٹ پر اور پاکستانی وقت کے حساب سے دس بجکر بتیس منٹ پر، جہاز یکم فروری ۱۹۷۹ء کو مہرآباد کے ہوائی اڈے پر پہنچا۔ فضا میں طیارے کی صدا سنتے اور فضا میں اڑتے دیکھ کر پورے ایران کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ لاکھوں انسانوں کی بیک زبان "اللہ اکبر" نے فضا منور کر دی طیارہ رن وے پر آیا تو فوجی جوان اپنے مخصوص انداز میں سٹین گنیں سنبھالے آگے بڑھے اور طیارے کو گھیرے میں لے لیا۔ ہوائیں

متعدد ہیلی کاپٹر گردش کرنے لگے۔ جہاز کا دروازہ کھلا۔ سب مسافروں کے بعد آقای خمینی برآمد ہوئے اور مسکرا کر سلام کرتے ہوئے سامنے کھڑی کار میں بیٹھ کر وی آئی پی لاؤنج کی طرف آئے۔ یہاں بارہ ہزار علماء و زعما عیسائی و یہودی و زرتشتی نمائندے تھے۔ آقای خمینی نے ان سب معززین سے ملاقات فرمائی۔ سب سے آگے آقای شریعت مدار، آقای ربانی شیرازی، آقای نوری، مہدی بازرگان اور ڈاکٹر سنجابی تھے۔ پھر ایک پُر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ آپ نے قوم کو قربانیوں پر داد دی۔ شہیدوں کو سلام کیا۔ انھوں نے فرمایا۔ فوج، عوام کا قتل عام بند کرے اور ہمارا ساتھ دے۔ شاپور بختیار کی حکومت غیر قانونی ہے وہ استعفیٰ دے دیں۔ ان کی حمایت کرنے والے ارکان پارلیمنٹ کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ بعض طاقتیں شاہ کا اقتدار بحال کرنا چاہتی ہیں مگر وہ اب کبھی واپس نہیں آئے گا۔ عوام پھوٹ ڈالنے والوں سے ہوشیار رہیں۔ اسلامیہ جمہوریہ ایران کی جمہوری حکومت کا جلد اعلان کر دیا جائے گا۔ ہمیں حقیقی آزادی اس وقت ملے گی جب نوآبادیاتی نظام سے ہم آزاد ہوں گے۔

ہوائی اڈے پر علما کی تعداد، ان کا تلاشی لینا، حفاظتی گارڈ کا کام کرنا، پچاس ہزار کی تعداد میں جوانوں کا پولیس کی جگہ مجمع کو کنٹرول کرنا، پورے ایران کا طہران میں امنڈ آنا، سٹیشن ویگن

جس میں حضرت آیۃ اللہ بیٹھے تھے اسے بار بار عوام کا اٹھانا اور سر پہ رکھ لے جانا، ہوائی اڈے سے بہشت زہرا تک تل دھرنے کو جگہ نہ ہونا۔ ہر لمحہ چالیس پچاس لاکھ افراد کی موجودگی، جوش و ہجوم کے باوجود کسی ناخوشگوار واقعے کا نہ ہونا، سیاست و ریاست، فتح و استقبال، عوامی اجتماع و انقلاب کی تاریخ میں آج تک دیکھا سنا نہیں گیا ہے۔

ہر طرف بینر اور آغا کی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ بینروں پر لکھا تھا ـــــ ایران کا سورج مغرب سے نکلا اور تاریکی کا دیو راکشش بھاگ گیا ـــ خزاں میں بہار آگئی ـــ رہبر ما خمینی ـــ درود بر خمینی ـــ خمینی بت شکن ـــ قرآن مجید کی آیتیں اور حدیثیں راستے میں مختلف صوبوں کے نمائندے، مختلف تنظیموں کے رہنما کھڑے تھے۔ کئی میل کا فاصلہ تھا۔ آغا کی ویگن آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ لوگ قدم قدم پر چمٹے جاتے تھے۔ بازوؤں پر سبز پٹی والے رضاکار یا انقلاب اسلامی کی پولیس کنٹرول کر رہی تھی۔ عوام بھی ان کے قابو میں تھے مگر محبت کا کیا علاج۔ آخر ایک ہیلی کاپٹر آیا اور آغا نے ۳۵ کیلومیٹر کا راستہ عقیدتوں کے طوفان، محبتوں کے سیلاب، ایمان کی چٹان اور فتح و نصرت خداوندی کی بارش میں طے کیا۔ جوش و خروش، درود و سلام، نعرے اور ہاتھ، سینے اور سر، زندگی اور خوشی کی نقشہ کشی کون کر سکتا ہے۔ قوم کی مائیں اور

www.shiabookspdf.com

بیٹیاں، باپ اور بھائی، بچے اور بوڑھے اس قبرستان کی سرحد تک پھیلے ہوئے تھے جہاں ہزاروں جاں نثار سو رہے تھے۔ اسلام کی سربلندی و حفاظت کے لئے شہید ہونے والوں کا چمن زار، بادِ بہاری سے بے نیاز بہشتِ زہرا، سدا بہار جنت تک پہنچ کر آیت اللہ خمینی نے جان تازہ دوڑا دی۔ گریہ و بکا نے نقشہ بدل دیا۔ آغا نے فاتحہ پڑھی، شہیدوں کو سلام کیا اور حاضرین سے مختصر سا خطاب کیا۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر آغا کو ان کی عارضی قیام گاہ پر لے گیا۔ لڑکیوں کا ایک سکول جو اپنی گنجائش کے اعتبار سے کافی دوانی تھا اس قیام کے لئے منتخب کیا گیا۔ شاہی محل، فوجی ہیڈ کوارٹر، سرکاری مہمان خانے، امراء کے محل، غرض کیا تھا جو ان کے لئے موجود نہ تھا مگر آغا نے سکول کو پسند کر کے امپیریل ازم اور شان و شوکت کو ٹھکرا کر اسلام کی سادہ پسندی اور ائمۂ اہل بیت کی عملی تعلیم پر عمل کیا۔

ٹیلی ویژن اور ریڈیو کا عملہ بہت دنوں سے ہڑتال پر تھا اور فوج پروگرام چلا رہی تھی۔ آغا کی تشریف آوری کے موقع پر پورا عملہ واپس آ گیا اور آغا کی آمد سکرین پر آنے لگی۔ آج کا پروگرام رسمی ترانے سے نہیں ہوا تھا۔ کچھ دیر تک جلوس کے مناظر لوگوں کو دکھائی دیتے رہے۔ اچانک پروگرام کٹا اور شاہ کی تصویر آ گئی۔ قریب تھا کہ ہنگامہ ہو مگر صبر آگے آیا اور حکومت کا منصوبۂ جنگ و افراتفری ناکام ہو گیا۔

حکومت پر قبضہ

شاپور بختیار، امریکہ و برطانیہ، فوج کے بدعقیدہ اور پولیس کے بے دین افسر، انتظامیہ کے اعلیٰ عہدے دار اور طہران کے بے ضمیر سیاسی اور سماجی مٹھی بھر افراد آخری کوشش میں مصروف تھے۔ شاپور نے کہا:

”فوج میرے ساتھ ہے ـــــ میں متوازی حکومت نہ بننے دوں گا۔“

لیکن یہ باتیں پادر ہوا تھیں۔ آیت اللہ خمینی نے انقلابی کونسل قائم کرنے کا اعلان کر دیا لیکن انتہائی دانشمندانہ طور پر ارکان کے نام نہیں بتلائے۔ انہوں نے انقلابی کونسل کو قانونی شکل دینے کے لئے ریفرنڈم کا فیصلہ کیا۔ عبوری حکومت کی توثیق کے بعد نئے انتخابات ہوں گے۔ انھوں نے فرمایا اس وقت فوج کو عوام کا ساتھ دینا چاہیے۔ فوجی ہمارے فرزند ہیں۔ ہمیں ان سے پیار ہے۔ ہم ایک آزاد و خود مختار فوج چاہتے ہیں۔ (ریڈیو طہران اچانک رک گیا) اگر شاپور نے امریکہ اور برطانیہ کی مدد سے ایرانی عوام کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو جہاد شروع کر دیا جائے گا۔ جب موقع آئے گا اسلحہ خود بخود ملنے لگیں گے۔ ہم تیل کی صنعت کو قوم کی تحویل میں دیدیں گے۔ بینک اور کریڈٹ کے نظام بھی قومیا لیے جائیں گے۔ ایران کے بیرونی ملکی قرضے منسوخ ہو سکیں گے کیونکہ مسلح افواج اور بیوروکریسی

نے قوم کا اسی فیصد سرمایہ ان پر صرف کیا ہے۔

(نوائے وقت۔ ۴ فروری)

فوج کے سینئر سربراہ آغا سے رابطہ پیدا کر چکے تھے لیکن سی آئی اے کے منصوبوں سے محتاط رضا کوئی فیصلہ جلدی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ فوج، پریس، ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات ایسے ایرانی ادارے ہیں جن پر بادشاہ اور امریکہ نے بے حساب دولت خرچ کی تھی۔ اس کا ثبوت ریڈیو ٹیلیویژن کے نشریات میں روز دیکھا جا رہا تھا۔ خبریں یا تبصرے خمینی کے نام اور بیانات پر عموماً رک رہے تھے۔

آخری معرکہ

۸ فروری سے ایران میں دوبارہ فوج نے پوزیشن سنبھال لی۔

بادشاہ نے اپنی آخری میٹنگ میں کہا تھا کہ فوج عوام کو کچل دے خانہ جنگی ہوتے ہی وہ آجائے گا۔ یہ گفتگو ٹیپ بھی ہوئی اور اس کا ٹیپ آیۃ اللہ خمینی کو بھی مل چکا تھا۔ یہ ٹیپ سننا حیرت کا سبب تھا محمد رضا پہلوی کی خواہش اور جذبۂ اسلام دشمنی کو سکون دینے کے لیے اقتدار اعلٰی پر قابض شاپور بختیار نے پھر خون کی ہولی کھیلی۔ چیف آف سٹاف جنرل عباس، چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل رضا اور فوجی گورنر جنرل مہدی رحیمی اور دوسرے افسروں نے (جو) آگ برسانے کا حکم دے دیا۔ آیۃ اللہ خمینی نے مہدی بازرگان

کو وزیر اعظم بنا دیا تھا اور عوام نے جمہوری حکومت کی حمایت میں جلوس نکالے۔ مشہد، قم تو خیر پہلے ہی سے علما کے قبضے میں تھے۔ دوسرے شہروں مثلاً جرجان میں پولیس اور مظاہرین میں مقابلہ ہوا اور کم از کم چار آدمی مارے گئے۔ طہران اسلامی جمہوریہ اور جمہوری حکومت کے حق میں دس لاکھ کا مظاہرہ ہوا۔ اس جلوس میں فوجی جوان اور فضائیہ کے ایک ہزار سے زائد افسر و جوان شریک ہوئے۔ یہ لوگ شناختی کارڈ اور پھول لیے ہوئے تھے۔ ۹، ۱۰ اور ۱۱ کو یہ مظاہرے سنگین ہو گئے۔ شاہ کے حامی اور مخالف فوجی آمنے سامنے آگئے اور بموقع عوام بھی شریک جنگ ہوتے رہے۔ دار الحکومت میں دھماکوں کی لہر ہیں۔ فضائیہ کے اہم اڈوں پر اسلامی انقلاب کے حامیوں نے قبضہ کر لیا۔ شاہی فوج نے ہیلی کاپٹر اور ٹینک استعمال کیے۔ تیس ہزار شہری مسلح ہو کر باہر نکل آئے۔ طہران فوج کے حوالے کیا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ کرفیو لگا مگر کوئی نوٹس نہ لیا گیا۔ ایرانی پارلیمنٹ کی عمارت اور علامہ خمینی کی رہائش گاہ پر حملہ ہوا مگر آقای خمینی کے حامیوں کا دباؤ بڑھتا گیا۔ فضائیہ کے اڈوں میں امریکی ماہرین سو سے زیادہ موجود تھے۔ امریکی سامان تھا۔ خانہ جنگی اور تباہی کا منصوبہ آخری مرحلہ میں تھا کہ آیت اللہ نے اعلان فرمایا:

"اگر فضائیہ کے دونوں اڈوں اور طہران میں شاہی فوجوں نے قتل عام بند نہ کیا اور فوجوں کو فوراً واپس نہ بلایا گیا تو ملک بھر میں

اعلان جہاد کر دیا جائے گا۔ ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی اور کر رہے ہیں کہ بحران کو پُرامن طریقہ پر ختم کیا جائے لیکن اب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ غیر قانونی حکومت اور مارشل لا حکام ملک کو خانہ جنگی میں دھکیل رہے ہیں۔ عوام کرفیو تسلیم نہیں کریں گے۔"

جشن فتح

اس اعلان کے بعد لاکھوں ایرانی اسلحہ لے کر سڑکوں پر نکل آئے اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ سینکڑوں افراد مارے گئے۔ ہزاروں عمارتیں تباہ ہو گئیں۔ ۳۶ گھنٹے کی جنگ میں ڈیڑھ ہزار آدمیوں کے ہلاک ہونے کے بعد ۱۱ فروری اتوار کے دن آیۃ اللہ خمینی نے جنگ جیت لی۔ ایران کی غاصب حکومت مستعفی ہو گئی۔ پارلیمنٹ توڑ دی گئی۔ تمام ارکان مستعفی ہو گئے۔ فوج نے شہریوں کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ ریڈیو طہران اور ٹیلی ویژن، فوج کے ہیڈ کوارٹر، وزیر اعظم کے دفتر اور شاہی محل پر عوام نے قبضہ کر لیا۔ ریڈیو نے اعلان کیا کہ اب اس کا نام "صدائے انقلاب" ہو گا۔ اس کے بعد فوجی اور اسلامی ترانے شروع ہو گئے۔ شاہ ایران کے تمام مجسمے گرا دیے گئے۔ آقای خمینی کی تصویریں سرکاری مقامات پر نصب کر دی گئیں۔ شہر میں فتح کا جشن منایا جانے لگا۔ سپاہی اپنی وردیاں اتار اتار کر عوام کو دینے لگے۔ ٹینک اور ٹرک پر عوام گھومنے لگے۔ اللہ اکبر ــــ رہبر ما خمینی ــــ لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر ــــ حکومت

اسلامی ــــ کے نعرے تھے۔ خوشی سے گولیاں چل رہی تھیں۔ جیٹ طیارے اور ہیلی کاپٹر فضا میں منڈلا رہے تھے۔

انقلاب اسلامی کے ہیڈ کوارٹر نے آقای خمینی کا اعلان نشر کیا کہ لوگ لوٹے ہوئے اسلحہ انقلاب اسلامی کے مراکز، مساجد و دفاتر میں جمع کرا دیں۔ شہر شہر، قریہ قریہ ان علما کے ناموں کا اعلان ہو رہا تھا۔ جن کے پاس اسلحہ جمع کرانا تھے۔ یہ بھی حکم ہوا کہ اب مزید پولیس اور فوج کو یا ساواک کے لوگوں کو نہ مارا جائے دفاتر پر حملے نہ کیے جائیں۔ جس کو شکایت ہو وہ فلاں عالم کو اپنی شکایت سے باخبر کرے۔ ادھر مہدی بازرگان نے کہا کہ عوام اپنی جگہ قائم رہیں اور اپنے قبضے مستحکم کریں اور اسلحہ تباہ نہ ہونے پائے گولہ بارود ضائع نہ ہونے دیں۔

چیف آف سٹاف اور شاپور بختیار روپوش ہو گئے اور شاہ کی ایجنسیوں نے ان کی خودکشی کی افواہ اڑا کر انھیں غائب کر دیا لیکن مہدی رحیمی گرفتار ہو کر آقای خمینی کے حضور میں پیش کر دیے گئے۔ و ۱۲ فروری کے اخبارات امروز، مشرق، نوائے وقت لاہور ــــ جنگ اور جسارت کراچی۔

پاکستان نے حکومت جمہوریہ اسلامیہ ایران کو تسلیم کر لیا

آیۃ اللہ خمینی نے اعلان فرمایا

کرنی حکومت قائم ہو گئی۔ اس کے فوراً بعد صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے سرکاری طور پر اسے تسلیم کر لیا۔

صدر نے اسلامی انقلاب کے قائد آیۃ اللہ خمینی کو مبارکباد کا پیغام بھیجا:

"آپ کی قیادت میں ایران میں اسلامی انقلاب کی تاریخی فتح پر میں انتہائی مسرت اور احترام کے ساتھ اپنی، اپنی حکومت اور ساڑھے سات کروڑ اسلامیان پاکستان کی طرف سے آپ کیلئے نیک تمناؤں کا اظہار کرتا ہوں......"

اسلامی جمہوریہ ایران کی پہلی کابینہ

انقلاب اخبارات اور بی بی سی نیز دوسرے ذرائع ابلاغ واطلاعات کے بموجب ایران کی شاہی کا زوال، اسلامی انقلاب کی جدوجہد اور اسلامی جمہوریہ کی فتح تک پورا محاذ علما کی کمان میں تھا پوری قوم ان کے ساتھ تھی اور سب کے سب آیۃ اللہ خمینی کے ہر حکم پر بلا اختلاف ہر قسم کی قربانی دیتے رہے۔ قومی یک جہتی، سوشلسٹ، نیشنلسٹ اور دوسری تحریکوں پر علما ہی نے کڑی نظر رکھی۔ اسلحہ کی حفاظت، شہریوں کی دیکھ بھال، تیل اور دوسری صنعتوں کی حفاظت، قومی عمارات کے تحفظ کا کام بھی علما نے انجام دیا۔ انقلاب کے داعی علما انقلاب کے فاتح علما اسے مستحکم کرنے والے علما مگر آیۃ اللہ خمینی

نے حکومت میں انھیں کوئی منصب اور کوئی وزارت نہیں دی۔

انھوں نے ابتدائی طور پر دس افراد کو نامزد کیا:

ڈاکٹر مہدی بازرگان وزیر اعظم ــــ ڈاکٹر ابراہیم یزدی نائب وزیر اعظم برائے انقلابی امور ــــ ہاشم لبقائی نائب وزیر اعظم برائے منتقلی اقتدار ــــ امیر انتظام نائب وزیر اعظم برائے مواصلات ــــ ڈاکٹر عبدالکریم سنجابی وزیر خارجہ ــــ احمد بدری وزیر داخلہ ــــ مصطفےٰ . . . وزیر بحالی و تعمیر ــــ یوسف قادری وزیر رسل و رسائل ــــ علی اکبر وزیر منصوبہ بندی و بجٹ ــــ ڈاکٹر کاظم سامی، وزیر صحت ــــ درویش فروگزر وزیر محنت اور سماجی بہبود۔

اہلیت وصلاحیت

ایران کے انقلاب اور بعد انقلاب، دنیا نے دیکھ کر ایران میں قابلیت، صلاحیت، ذہانت اور ہمہ جہتی شخصیت رکھنے والوں کی کمی نہیں ہے چونکہ آیۃ اللہ خمینی نہ خود کوئی پارٹی رکھتے ہیں اور نہ اور کسی پارٹی نے فتح پائی ہے اس لیے دانشوروں کی قوت یکجا ہے۔ خطرہ صرف ان مٹھی بھر بے ضمیر شاہ پسند یا اجنبی قوتوں کی مداخلت کا ہے جو اسلام کی قوت دبالا دیتی ہے ہراساں ہیں۔ اس گوشے اور اس مورچے کی نگہداشت کے لیے انقلابی کونسل کے ساتھ ساتھ انقلابی اسلامی عدالتیں الگ معین کر دی

گئی ہیں۔ یہ لوگ ملک و قوم و اسلام کے دشمنوں کی چھان بین کر رہے ہیں اور ان کا سد باب توبہ و معافی، سزا و قید یا قتل اور گولی سے کر رہی ہیں جس پر یہودی اور سوشلسٹ ایجنسیوں کی طرف سے واویلا ہو رہی ہے۔

اسلامی انقلاب کی محافظ فوج

حالات کو مکمل طور پر قابو میں رکھنے کے لیے ایک تو ۲۱ مارچ کو ریفرنڈم کی تجویز رکھی گئی اور اسی کے ساتھ ایران میں اسلامی انقلاب کے محافظوں کی فوج تیار کی گئی جو ملک کی نظریاتی سرحدوں کی دیکھ بھال کرے گی۔ اس موقع پر انقلابی کمیٹی نے اعلان کیا کہ اس نے گورگان کے قریب چار ہزار ہیکٹر کے ایک شاہی فارم کو قومی تحویل میں لے لیا ہے جس کے تنصیبات سمیت گیارہ کروڑ ڈالر کی قیمت کا اندازہ ہے۔ اسی طرح جنرل اویسی کا باغ سیب (۲۶ ہیکٹر) بھی قومی تحویل میں لے لیا۔ نیز ساواک کے دفتر گورگان سے دستاویزات بھی برآمد کی ہیں اور ۳۵ افراد کو گرفتار کیا گیا۔ نوائے وقت

شاہ کو موت کی سزا

یا سر عرفات کو ایران میں اسرائیلی دفاتر و سفارت پر قبضہ دے دیا گیا اور ان سے طے پایا کہ وہ شاہ کو گرفتار کریں۔ اور ۱۴ مئی کو آقای صادق خلخالی نے اعلان کیا کہ اسلامی انقلابی

عدالت نے فیصلہ کیا ہے کہ شاہ ایران، ملکہ فرح، شاہ کے بھائی غلام رضا، بہن اشرف، داماد اردشیر زاہدی، جعفر شریف امامی، جنرل ازھاری، شاپور بختیار سمیت دس افراد کو موت کی سزا دی گئی ہے۔ مجرموں کو کسی بھی جگہ موت کی سزا دی جا سکتی ہے کوئی حکومت قاتلوں کو گرفتار کرنے کی مجاز نہ ہو گی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کام کے لیے خفیہ دستے مقرر کر دیے گئے ہیں۔ نیز شاہ کے حامی ایک سو تیرہ افسروں کے خلاف مقدمے کی سماعت شروع ہو گئی۔

امیر جماعت اسلامی آٹھ تنظیموں کے وفد کے ساتھ آغا سے ملے

دنیا بھر میں اسلامی انقلاب کو تسلیم کرنے کی خوشی منائی گئی۔ اس خوشی کا سب سے اہم اظہار ۲۴ فروری کو اس وقت ہوا جب میاں طفیل محمد صاحب اپنے ساتھ سات معزز افراد کو لے کر ایک خصوصی طیارے سے روانہ ہوئے۔ یہ لوگ تھے

۱۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن تیجانی سوڈانی اخوان المسلمین۔

۲۔ غالب ہمت شامی، جرمن میں اسلامی تبلیغات کے سربراہ۔

۳۔ احمد القاضی۔ امریکہ و کینیڈا میں مبلغ۔

۴۔ عاشور شامس لندن اسلامک سنیٹر کے روح رواں۔

۵۔ فہیم ادق ترکیہ سے

۶۔ انوار ابراہیم، انڈونیشیا، ملائشیا اور جاپان کے مبلغ۔

۷۔ خلیل حامدی، جماعت اسلامی لاہور، پاکستان۔

بال خلیل محمد صاحب کے لفظوں میں:

ہم ایرانی بھائیوں کے لیے سچی محبت کا نذرانہ پیش کرنے جا رہے تھے، ان کے عدیم المثال ایثار کو سلام کرنے جا رہے تھے۔ آمریت اور لادینیت کے خلاف تاریخ کی سب سے بڑی جدوجہد سے جذبے اور ولولے حاصل کرنے چلے تھے ـــــ بوئنگ طیارے میں صرف آٹھ مسافر تھے اور مجھے بار بار خیال آیا کہ پاکستان کو کتنی بڑی سعادت حاصل ہوئی ہے طیارہ ۲۴، فروری کو صبح دس بجے کراچی سے فضا میں بلند ہوا تھا۔ یہ خالص محبتوں اور چاہتوں کا سفر تھا جس میں اسلامی اخوت نے رنگ بہار بھر دیا تھا۔ طہران ایرپورٹ بند تھا۔ ہمارے خصوصی طیارے کو اتارنے کے لیے خاص طور سے ایرپورٹ کا عملہ آیا ہوا تھا۔ ڈاکٹر ابراہیم یزدی نے اپنے نمائندے بھیج دیے تھے۔ انھوں نے سادہ سے انداز میں خیر مقدم کیا اور وقت ضائع کیے بغیر ہمیں سیدھے پرائم منسٹر ہاؤس لے گئے۔ طہران میں زندگی کے چشمے رواں تھے۔ چہل پہل تھی۔ بازار پُر رونق تھے چہرے پر اطمینان و امید کی کرنیں تھیں۔ دل چاہتا تھا کہ ان گراں جیالوں کی عزم و ہمت کو چوم لوں۔ مجھے تو ہر شخص اپنی تقدیر کا نگہبان نظر آیا۔ پولیس کا کوئی شخص نہ تھا۔ نوجوان لڑکے ٹریفک کا انتظام سنبھالے ہوئے تھے۔ پولیس اور عوام کی خوں ریز جھڑپوں کے بعد وہ عوام کے سامنے

آنے سے کتراتی ہے۔ ظلم اور بربریت کے نتائج اس کے سامنے ہیں نوجوان طلبہ نے پورا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور بڑی جانفشانی سے اپنا کام کر رہے ہیں۔ شہر بڑی حد تک نظم و ضبط میں جکڑا ہوا ہے۔ طہران کراچی سے بھی بڑا دکھائی دیتا ہے۔ وہاں ایک مدت تک حشر برپا رہا ہے اس کے باوجود حالات بڑی حد تک معمول کے مطابق ہیں۔

ابراہیم یزدی سے ملاقات یزدی صاحب ٹوٹ کے ملے۔ ان کی خوشیاں بے شمار اور بے کنار تھیں۔ انھیں ہمارے آنے سے بڑی تقویت ملی، ہم نے بھی یہی محسوس کیا جیسے دلوں کے دریچے وا ہو گئے۔ اخوت کے سوتے پھوٹ بہے جیسے ہم دونوں ایک ہی محاذ پر کھڑے ہیں۔ ہم یزدی صاحب سے ساڑھے گیارہ بجے (ایرانی وقت) ملے ہوں گے۔ ان کے دفتر میں آنے جانے والوں کا تانتا بندھا تھا۔ عجب سلیقہ نظر آیا۔ نہ حاجب نہ دربان، صوفے نہ کرسیاں، فرش پر نشست، لوگ آتے اور جلد از جلد دوسرے کے لیے جگہ خالی کر دیتے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ اسلامی تحریکوں کے نمائندے آئے ہیں تو ان کی مسرتوں کا بے محابا اظہار ہونے لگا، وہ بچھا و رہونا چاہتے تھے اور اسلامی انقلاب کے نعرے بلند کر رہے تھے ـــ ڈاکٹر یزدی نے آہستگی سے کہا۔ یہ وقت نعروں میں ضائع کرنے کا نہیں ہوشمندی سے تعمیری قوتوں کو بروئے کار لانے کا ہے۔

کھانا ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا رات کی تندوری کی روٹیاں گوشت کے ٹکڑے، مناسب سلاد، مکھن کی ٹکیاں۔ سادگی اور قناعت اسلام کی تعلیم ہے ان اصولوں پر چلنے والے کبھی کاروبار حیات کے اسیر نہیں ہوتے۔

ڈاکٹر یزدی نے واقعات کا جائزہ پیش کیا اور ان صحت مند قوتوں کا تذکرہ کیا جن کی تنظیم اور قوت کی وجہ سے تخریبی عناصر بڑی حد تک پسپا ہو چکے ہیں۔ ہمارا مقصد جلد از جلد جمہوری ادارے قائم کرنا اور ایران کی سالمیت کی بنیاد فراہم کرنا ہے۔ اتنے میں فون آیا اور ہمیں آقای خمینی سے ملاقات کا وقت مل گیا۔

بہشتِ زہرا قبرستان شہر سے پندرہ میل ہے۔ وہاں ہم نے عجب دنیا دیکھی۔ حد نگاہ تک شہیدوں کی قبریں، وہاں قبریں زمین سے اونچی نہیں بنائی جاتیں سرہانے کی طرف نام کی تختی لگا دیتے ہیں۔ بعض قبریں اس تکلف سے بھی آزاد ہیں۔ وسیع و عریض قبرستان میں بلا مبالغہ ہزاروں جوان، بوڑھے، عورتیں اور بچے تھے مگر کسی کی آنکھ میں آنسو اور کسی کی جبیں پر عکس ملال نہ تھا دعا کے لئے ہاتھ اٹھے ہوئے اور زبان پر اللہ کا کلام جاری۔ درود و سلام کے نغمے بلند تھے۔ مذہب کے لازوال جذبے نے زخموں کو پھولوں سے بدل دیا۔ اس روح پرور منظر نے ہمارے دل و دماغ پر ایرانی عوام کی عظمت کے نقوش ثبت

کر دیئے۔ گزشتہ دو سال میں تین ڈکٹیٹر اقتدار سے محروم ہوئے بھارت میں اندرا گاندھی، پاکستان میں بھٹو اور ایران میں محمد رضا مگر ایران نے جس پامردی اور جاں نثاری سے آمریت کا بت پاش پاش کیا ہے اس کی نظیر جمہوریت کی تاریخ میں دور دور تک نہیں ملتی۔ یہ مردانگی اور یہ شجاعت اسلام ہی نے تو عطا کی ہے۔

گروہ بندی کا احساس کسی مرحلے پر بھی نہ ہوا۔ ابھی دو روز قبل بائیں بازو کی بے پردہ خواتین نے طہران میں مظاہرہ کیا اس کے جواب میں چادروں میں لپٹی ہوئی خواتین گھروں سے نکل پڑیں اور بہت بڑی تعداد میں ایک جگہ جمع ہو گئیں۔ ان کے مؤثر مظاہرے نے مغربی تہذیب و تمدن کی عریانی کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا میرا احساس ہے کہ بائیں بازو کو ہنوز عوام کی حمایت حاصل نہیں اس لیے وہ پراسرار طریقوں سے حکومت کو پریشان کرنے کی سوچ رہا ہے مگر اسے ہرگز کامیابی نہ ہوگی۔ ایران کے حریت پسندوں نے دینی اور اخلاقی اصولوں کے لیے جانیں دی ہیں۔

آیت اللہ سے ملاقات آقای خمینی سے ملاقات کے اثرات و قدر و قیمت معلوم کرنے کے لیے نئی میزان قائم کرنا ہوگی۔ آقای خمینی سب کچھ ہیں مگر ان کے پاس کچھ نہیں۔ وہ لڑکیوں کے ایک سکول میں ایک وسیع و عریض، غالباً سہ منزلہ عمارت میں مرجع خلائق بنے ہوئے

ہیں۔ عجب چہل پہل ہے۔ غریب بھی آتے ہیں اور امیر بھی اور سب کے ساتھ یکساں سلوک۔ ہم کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے تو روس کے سفیر کار میں باہر نکلے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ آقای خمینی نے سفیر صاحب سے صاف صاف کہہ دیا کہ ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کی جائے اور اگر مداخلت کے بہانے تلاش کیے گئے تو ہم دنداں شکن جواب دیں گے

آنکھیں عظمت آدم سے سرشار ہوگئیں۔ اب ہم اس عظیم قائد سے گلے مل رہے تھے کہ جس کی شخصیت نے شہنشاہیت پارہ پارہ کردی اور انقلاب کا صور پھونکا تھا۔

ان کا کمرہ بہت بڑا نہ تھا۔ متوسط درجے کا قالین اور قرینے سے لگے ہوئے تکیے۔ آقای خمینی نے مجھے بڑے تکیے کے پاس بٹھا لیا اور خود پہلو میں آ بیٹھے۔ ڈاکٹر کمال ترجمانی کے فرائض ادا کرنے لگے ہم سب نے عظیم الشان کامیابی پر مبارک باد دی اور ہر طرح کے تعاون کی پیش کش کی۔ انھوں نے ایسے انداز میں شکریہ ادا کیا جو ہر قسم کے تکلفات سے بہت ارفع و اعلیٰ تھا۔ ان کی آواز میں دھیما پن ہونے کے باوجود غیر معمولی عزم کا اظہار تھا۔ آنکھوں میں ایسی گہرائی جیسے مستقبل کو بھی جذب کر لیا ہو۔ میاں طفیل محمد صاحب نے اپنی جیب سے وہ کاغذ نکالا جس پہ آقای خمینی کا پیغام درج تھا۔ یہ پیغام تاریخ کا بنیادی پتھر ہے۔ آقای خمینی نے صالح انقلاب کے

بڑے بڑے اصول واضح کیے ہیں۔ انھوں نے فرمایا:

آقای خمینی کا پیام

"اس موقع پر میں دنیائے اسلام کو اس امر سے آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اسلام کے بارے میں کہا جاتا رہا ہے کہ یہ ایک افیون ہے جو انسانوں کو بے کار کر دیتا ہے اور اس کا انسان کی عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ پروپیگنڈہ اعداء اسلام نے بڑے منظم طریقے سے کیا ہے۔ افسوس ہے کہ خود مسلمانوں کا ایک طبقہ بھی اس سے متاثر ہے۔ مسلمانوں نے اس کا جواب دینے کے بجائے الٹا اس نظریے کو اپنا لیا ہے اور پھر یہ تصور ایک ملت سے دوسری ملت اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف منتقل ہوتا چلا گیا۔

کچھ علما ایسے اٹھ کھڑے ہوئے جنھوں نے اسلام کو مسجدوں اور مدرسوں میں محبوس کر کے رکھ دیا۔ اس طرح جدید تعلیم یافتہ طبقے اور ان علما کے غلط طرز عمل نے مل کر اسلام کو انسانی زندگی کے اجتماعی نظام سے کاٹ دیا۔ مسلمانوں کے اندر اختلافی مسائل نے راہ بنالی اور اسلام کا عالمی اور ہمہ گیر تصور ختم ہو کے رہ گیا۔ حالانکہ اسلام زندگی کے ہر شعبے سے بحث کرتا ہے اور زندگی کے سارے مسائل کا متوازن حل پیش کرتا ہے۔ بازار ہو یا حکومت کے ادارے، ریاست ہو یا عوام، کارگر ہو یا کارمند، ہر طبقے اور معاملے

www.shiabookspdf.com

کی تعلیمات اسلام پیش کرتا ہے۔ آج ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ دنیا میں اسلام کو عام کریں۔ آج دنیا اس مذہب کی پیاسی ہے۔

اسلام میں مختلف احزاب کی گنجائش نہیں۔ اسلام میں صرف ایک ہی پارٹی ہے اور وہ ہے حزب اللہ۔ اللہ کا دین سربلند کرنے والی جماعت۔

ملت ایران پر استبدادیت کا ایک طویل اور تلخ زمانہ گزرا ہے۔ آخر اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور وہ ظلم وستم کا مقابلہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ملت ایران کا قیام میرے نزدیک ایک خدائی عمل ہے۔ اس عمل نے پوری ملت کو یک جا کر دیا ہے یہ کسی شخص کا کارنامہ نہیں۔ ایمانی قوت اور اللہ تعالٰے کی پشتیبانی کی بدولت خالی ہاتھ عوام نے مسلح افواج کا مقابلہ کیا اور بالآخر ایمان کی تاثیر سے ملت ایران کامیاب وکامران ہوگئی۔

ہم اس وقت بڑی مشکلات سے دوچار ہیں۔ سابق شاہ نے ملک کو ویرانے میں تبدیل کر دیا ہے مگر ہم خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے ان مشکلات پر قابو پالیں گے۔

ایران کے اندر جو کچھ ہوا اس سے امت مسلمہ کو سبق سیکھنا چاہیے۔ میں مسلمانوں سے یہ کہوں گا کہ اگر وہ ظلم وستم کو زیادہ دیر تک برداشت کریں گے تو اس کے نتیجے میں انہیں حالات بدلنے کے لیے زیادہ قربانیاں دینا پڑیں گی۔ ہم ایک عالمی اسلامی

حکومت کے قیام کا نظریہ لیکر اٹھے ہیں۔ ہم انشاء اللہ تمام مسلمانوں کی مدد کریں گے اور انہیں ظلم وستم سے نجات دلائیں گے۔"

ہم نے وہاں رہتے ہوئے جو تاثر لیا وہ یہ تھا کہ ساری قوم آقای خمینی کی ذات پر متحد ہے اور ان کے خیالات وافکار کو بے چون وچرا تسلیم کرتی ہے۔ ان کے مزاج میں اعتدال وتوازن ہے۔ ہم نے ان کو روشن خیال اور مدبر پایا۔ ان کے ہم رکاب ہزاروں ماہرین اور مشیر ہیں جو انھیں ہر نازک مسئلے کا تجزیہ پیش کرتے رہتے ہیں۔ دراصل ایران کی اس جدوجہد میں وہ لاکھوں تعلیم یافتہ افراد شامل تھے جو برسوں سے یورپ اور امریکہ میں اہم مناصب پر فائز رہنے کی وجہ سے اعلٰی تجربے حاصل کر چکے ہیں۔ وہ شاہ کے زمانے میں ایران آنے سے گریز کرتے رہے اور اب ان کی توانائیاں ایرانی عوام کے لیے صرف ہوں گی۔

رات کی بات

ہم آقای خمینی سے فارغ ہوئے تو وزیراعظم سے کل ۸ بجے ملنے کی خبر ملی۔ ہم نے کہا ہمارا جہاز ایک آدھ گھنٹے کا مہمان ہے۔ جواب ملا کوئی متبادل انتظام ہو جائے گا۔ ہم نے یزدی صاحب کے ساتھ راز و نیاز میں رات گزاری۔ ڈیڑھ بجے تک اسلام کے مستقبل پر باتیں کرتے رہے۔ ہمارے ساتھیوں نے اپنے اپنے علاقے میں اسلامی تحریک کے اثرات کا جائزہ لیا۔ ہم سب کی متفقہ رائے تھی

کہ ایران کے انقلاب نے ہمتوں کو مہمیز لگائی اور امکانات کی وسیع دنیا روشن کر دی۔ ڈاکٹر یزدی چونکہ ایک مدت تک امریکہ میں رہ چکے ہیں۔ وہ اسلامی تحریکوں سے پوری طرح آگاہ ہیں اس لیے تفاصیل سے انہیں خاص دلچسپی رہی۔ اس پر بھی تبادلہ خیال ہوا کہ ایران میں اسلام کو بالاتر قوت کیسے بنایا جا سکتا ہے اور اللہ کے سچے دین کو غالب کر دینے کے مساعی کو اہل مغرب سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا جواب کس طرح دیا جائے۔ ڈاکٹر یزدی ہر معاملے کی نزاکت سمجھتے ہیں۔ وہ بڑی دانشمندی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ انھوں نے کہا ہم اللہ کے لیے کام کر رہے ہیں۔ وہ ہماری ضرور دستگیری فرمائے گا۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں پوری طرح چوکس رہنا ہو گا۔ روس اور امریکہ ایران میں اسلام کو سربلند ہوتا نہ دیکھ سکیں گے۔

ایرانی زعما حقیقت پسند اور بے حد محنتی اور وسیع ظرف لوگ ہیں۔ انسانی نفسیات کا ایک ایک پہلو سامنے رکھا ہے۔ انہیں وقت کی اہمیت و ضرورت کا احساس ہے۔ وہ گھڑی کی سوئیوں کی طرح کام کر رہے ہیں اور اپنے بھائیوں کے زخم مندمل کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ایران کس ہولناک تباہی سے دوچار ہوا ہے۔ اس کا اندازہ یہاں بیٹھ کر نہیں ہو سکتا۔ اخلاق تباہ کر دیے گئے۔ ادارے ٹوٹ گئے۔ معیشت مفلوج ہو گئی۔ فرج خزاں رسیدہ پتوں

کی طرح بکھر گئی۔ ایڈمنسٹریشن تلپٹ ہوا۔ لاکھوں انسان شہید ہوئے ایران کی سلامتی خطرے میں پڑ گئی اور وحشت بزرگ نے معاشرے کی دیواریں ہلا ڈالیں۔ اس ناقابل تصور شکست و ریخت میں حالات کو قابو میں لے آنا فی الحقیقت ایک معجزے سے کم نہیں۔ ان کو یقیناً اللہ تعالے کی تائید و نصرت حاصل ہے۔

ہماری باتیں رسمی اور سفارتی نوعیت کی نہ تھیں۔ ہماری زبانوں سے زیادہ ہمارے دل باتیں کرتے رہے۔ ایک ہی خلدان کے فرد، ایک ہی قافلے کے راہرو اور ایک ہی منزل کے مسافر؛ اپنا اپنا زادِ راہ ایک جگہ لے آئے تھے۔ رات کا آخری پہر گزرنے لگا تو سبھی دوست فرش پر سو رہے۔ مجھے یزدی صاحب نے اپنے ریٹائرنگ روم میں ایک بستر فراہم کر دیا تھا۔ میں بھی اپنے رفیقوں کے ساتھ زمین ہی پہ سو جانا چاہتا تھا مگر ڈاکٹر یزدی نہ مانے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ اللہ کے ان درویشوں اور مجاھدوں کو وہ لوگ کیسے شکست دے سکتے ہیں جو آسائشوں اور عیاشیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

مہدی بازرگان دوسرے دن ساڑھے آٹھ بجے ہم وزیر اعظم کی طرف جانے ہی والے تھے کہ وہ خود ہی تشریف لے آئے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ وہ اس کمرے میں نہیں بیٹھتے جس میں سابق وزیر اعظم براجمان ہوا کرتے تھے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ وہ کمرہ ضرورت

www.shiabookspdf.com

سے زیادہ آراستہ و پیراستہ ہے اور مجھے وہاں سکون حاصل نہ ہوگا۔ انھوں نے اپنے لیے ایک سادہ سا کمرہ منتخب کیا ہے۔

ہم نے اسلامی تحریکوں کی طرف سے نیک تمناؤں کا اظہار کیا اور ایران میں اسلامی انقلاب کی آمد پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا:

"ہم آپ کے ہیں اور آپ ہمارے۔ معرکۂ حق و باطل میں ایک ہی آواز پر قدم اٹھانا ہوگا۔ ہم گوش بر آواز ہیں۔" ہمارے ان جذبات کے جواب میں وزیر اعظم مہک اٹھے اور فرمایا:

"آپ لوگوں نے ہمارے لیے دروازے کھول دیے ہیں اور ہم اپنے آپ کو پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط اور مستحکم اور رجان دار محسوس کرنے لگے ہیں۔"

انھوں نے کہا:

"میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایرانی انقلاب ایک خالص اسلامی انقلاب ہے۔ ایران میں ظلم و ستم کا ایک عہد گزرا ہے اور یہاں اسلامی تحریک ایسے سخت دور سے گزری ہے کہ باہر کے لوگوں کو اپنی جدوجہد سے آگاہ نہ کر سکے اور نہ باہر کی دنیا اس کی مؤثر مدد کر سکی۔ میں آپ لوگوں کے آنے سے بہت خورسند ہوا ہوں۔ آپ نے دروازہ کھول دیا ہے۔ ہمارے اور آپ کے تعلقات مزید استوار ہوں گے۔
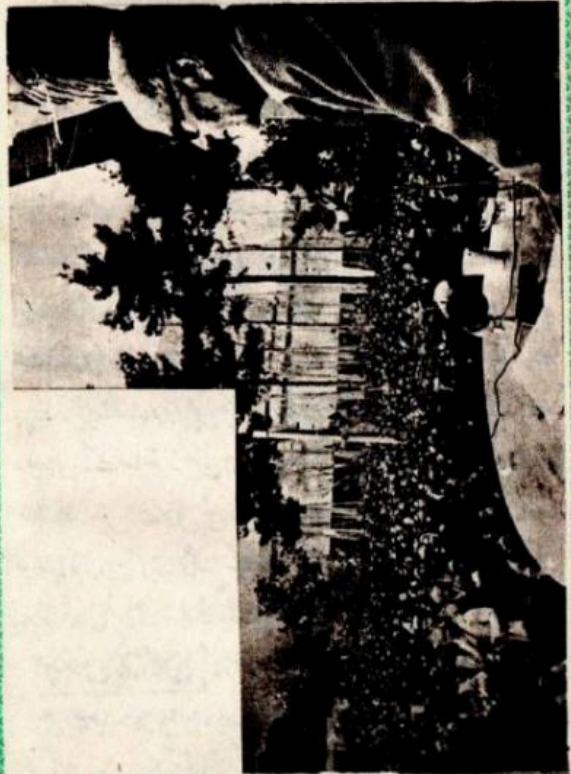
ہم نے یہاں کچھ اسلامی لٹریچر تیار کیا تھا مگر افسوس وہ باہر کی زبانوں میں منتقل نہ ہو سکا۔ اس لیے باہر کے لوگ اس سے واقف نہیں۔ اسلامی تحریک برپا کرنے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، سید قطب، حسن البنا اور علامہ اقبال کی کتابوں نے زبردست کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے اندر ایک آگ سی لگا دی۔ اسلامی تحریکوں میں اتحاد ازبس ضروری ہے۔

گولیوں کا اثر؟

کیا وہاں کے لوگ جرنیلوں کو گولی مار دینے سے خوش ہیں؟

(الطاف حسن کا سوال)

جرنیلوں پر باقاعدہ مقدمہ چلایا گیا۔ ان کے جرائم اسقدر گھناؤنے اور ام نشرح تھے کہ عدالت کو فیصلے تک پہنچنے میں کچھ دیر نہ لگی۔ یہ عدالت اس قدر آزاد ہے کہ وزیر اعظم بھی فیصلے سے پہلے باخبر نہ تھے۔ وبشکریہ اردو ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۷۹ء

لبنان کا وفد

چونتیس علماء شیعہ وسنی کا وفد صحافیوں اور فوٹوگرافروں کیساتھ خصوصی طیارے کے ذریعے طہران پہنچ چکا تھا۔ ان حضرات نے آیۃ اللہ خمینی اور دوسرے علماء وزراء سے مل کر انقلاب اسلامی کی تہنیت پیش کی۔ وفد کے سربراہ جناب حجۃ الاسلام شیخ محمد مہدی شمس الدین نے اسلامیان لبنان کے جذبات مسرت

کے ساتھ ساتھ سید موسیٰ صدر کی لیبیا سے گمشدگی پر عالم اسلام کی پریشانی کا ذکر کیا جس کے جواب میں آیۃ اللہ خمینی، آیۃ اللہ شریعت مدار، آیۃ اللہ گلپائگانی، آیۃ اللہ طالقانی، آیۃ اللہ شیرازی، آیۃ اللہ منتظری نے فرمایا کہ ہم آقای صدر کی واپسی یا ان کی مفصل اطلاع کے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

لیبیا کا وفد

لبنان اور پاکستان کے وفود سے پہلے لیبیا کے وزیر اطلاعات و وزارت خارجہ کے چار افراد آقای خمینی سے ملے۔ آغا نے وفد سے کہا۔ میں قم جا رہا ہوں اس لیے سردست صدر معمر قذافی سے ملاقات کا وقت نہیں دے سکتا۔ آپ وطن جا کر سب سے پہلے قذافی صاحب سے کہیں کہ وہ جناب سید موسیٰ صدر کے بارے میں تفصیل دریافت کر کے بتائیں۔ و اخبار الامل لبنان ۵ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

صدر قذافی سے مشروط ملاقات کی خبر تمام دنیا کے اخبارات اور نشریات سے شائع ہوئی۔ اس طرح دشمن نیوز ایجنسیوں کی یہ افواہ بھی غلط نکلی کہ انقلاب ایران میں قذافی کا ہاتھ تھا۔

شاہی مقبرہ

محمد رضا پہلوی کے مذہب وعقیدے اس کے مضمرات اور منصوبوں کے ذیل میں یہ انکشاف بھی دلچسپ اور تکلیف دہ ہے کہ اس دشمن دین نے اپنی جلاوطنی سے کچھ پہلے اپنے لیے زیر زمین مقبرہ کی تعمیر

شروع کی تھی جس کے اخراجات ایک ارب چالیس کروڑ ڈالر تجویز ہوئے تھے۔ ۱۰ مارچ کی خبر کے مطابق طہرانی اخبارات میں مجوزہ مقبرے کی تصویر اور تفصیل دیکھ کر حیرت ہوئی۔ یہ مقبرہ ایران قدیم کے پہلے بادشاہ سائرس کے مقبرے کے پہلو میں بن رہا تھا۔ اسکی تین منزلیں طے ہوئی تھیں، اس کی تعمیر درآمدی گرینائیٹ سے ہو رہی تھی، اس کے دروازے خودکار نظام کے ہوتے۔ ایک نمائشی ہال، آثار قدیمہ کا مرکز، لائبریری، سینما ہال، پچپن ہزار مربع میٹر زمین پر زیر نظر منصوبے میں داخل تھا۔ پرسی پولس کے مقام پر ۱۹۷۱ء میں ڈھائی ہزار سالہ شہنشاہیت کی سالگرہ پر اربوں ڈالر خرچ ہونے کے بعد یہ دوسرا بجٹ تھا جو ایک مسلمان حکومت غیر مسلم مقاصد کے لیے صرف کرنے پر کمر بستہ تھی۔

(مشرق لاہور، ۷ مارچ ۱۹۷۹ء)

آیت اللہ خمینی قم میں

قم کا سفر ـــ ان الّذی فرض علیک القرآن لرادک الیٰ معاد

آیت اللہ خمینی ۲۹ جمادی الثانیہ ۱۳۸۴ھ / نومبر ۱۹۶۴ء کو قم سے نکلے اور بورسا پہنچائے گئے۔ ۹ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ / مارچ ۱۹۶۶ء کو نجف اور ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ / ۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو فرانس اور ۳ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ / یکم فروری ۱۹۷۹ء کو طہران میں تشریف لائے۔ طہران میں سب

سے بڑا کام ناجائز حکومت کا خاتمہ اور انقلابی کونسل کا قیام تھا۔ چونکہ ملک میں ایک اور صرف ایک شخصیت آپ ہی کی تھی جو ہر مشکل پر قابو پا کر متحد اور مستحکم حکومت قائم کر سکتی تھی۔ فوج اور عوام، لیڈر اور جوان آپ پر مکمل اعتماد رکھتے تھے۔ آپ ہی کی خداداد ذہانت اور روحانیت کی قوت بین الاقوامی منصوبوں کو خاک میں ملا سکتی تھی اس لیے آپ کا طہران میں رہنا ضروری تھا۔ ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء کو فوجی افسروں نے طاقت آزمائی کے بعد ہتھیار ڈال دیے۔ شاپور کی فرضی حکومت ختم ہو گئی تو آیت اللہ نے اللہ کا نام لے کر مہدی بازرگان کی عارضی حکومت قائم کی اور دس بارہ دن اس کے عواقب اور نتائج کی دیکھ بھال کے بعد ۳۰ مارچ کو ریفرنڈم کا اعلان کر کے ۲ اپریل ۱۹۷۹ء کو قم واپس تشریف لائے۔

دانش گاہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا شہر مدرسہ فیضیہ کا سجا ہوا دروازہ، معصومۂ قم کا روضہ اور مسلمانوں کے دل باغ باغ تھے۔ تیس لاکھ شہری اور تیس لاکھ ایرانی و غیر ایرانی اکابر علماء و طلبہ ہمہ تن چشم براہ تھے۔ جوانوں اور بچوں نے دل و جان سے پورے شہر کو جنت کی طرح آراستہ کیا تھا۔ طہرانیوں نے لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو کر آغا کو خدا حافظ کہا۔ قیام گاہ سے قم تک دو رویہ لاکھوں انسان طوفانی جذبات میں درود و سلام، تکبیر و تہلیل اور زندہ باد کے زلزلہ افگن نعروں کے ساتھ دیدار کے لیے کھڑے تھے اور آغا اپنے خدا کی

حفاظت اور جانثار جوانوں کے پہرے میں بے شمار دوستوں کے ساتھ وطن چلے۔ ان کے نیلے رنگ کی مرسیڈیز لوگوں کا مرکز نگاہ تھی آگے پیچھے کاریں، جیپوں، ویگنوں کی قطار، آغا کا قم میں داخلہ دنیا کا اہم ترین تاریخی واقعہ تھا۔ مجاھدوں کے جذبات، قربانیاں دینے والے گھروں کے شور، انتہائی سخت امتحان دینے والوں کی کامیابی کی مسرتیں استقبالیوں کے لئے اور سولہ سال کی ویران تاریخ خوں میں نہائے بام و در اور سامنے نظر نہ آنے والے فرزندوں کے چہرے آغا کے لئے ــــ مسرت وغم کا تلاطم تھا۔

آیۃ اللہ روح اللہ خمینی حضرت معصومۂ قم کے مزار پر گئے جہاں عظیم الشان سٹیج نصب تھا۔ روضہ پر سلام کر کے شکرانہ ادا کیا پھر فاتح مجاھدوں سے خطاب کیا۔ تاریخی تقریر، آغا کی ہر بات سنگ میل اور ہر تقریر رہنما اصول ہے۔ مفصل تقریر جس میں کہا:

"قوم صرف اسلامی جمہوریہ چاہتی ہے اور ہم جدید ایران کو خالص اسلامی بنیادوں پہ تعمیر کریں گے۔ جمہوریت کا لفظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں یہ مغربی تصور ہے اور ہم اپنے وطن سے مغرب کی ہر قباحت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اخبارات کی اصلاح کریں گے۔ ریڈیو ٹی وی کی اصلاح کریں گے۔ ہم تمام ذرائع ابلاغ کو اسلامی خطوط پر لائیں گے۔ انشاء اللہ۔"

آخر میں فرمایا:

میں اپنی عمر کا بیشتر حصہ گزار چکا ہوں اور باقی زندگی کے ماہ و سال بھی اسلامی خطوط پر ایران کی تشکیل جدید کے لئے وقف کر دیے ہیں۔"

حکومت اسلامی کی طرف پیش قدمی

مہدی بازرگان کی عبوری حکومت سترہ رکنی کابینہ پر مشتمل تھی جس میں کمیونسٹ شخص کا وجود نہیں۔ عوام نے وطن میں روس کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ علما کی محنت سے امریکہ، برطانیہ، روس اور یہود اور بہائیوں کے عزائم خاک میں مل گئے۔ دشمنوں کے خفیہ ہاتھ پکڑ لیے گئے۔ دشمن انقلاب اسلامی چہرے پہچان لیے گئے۔ انسانوں کا خون بہانے والے اور قرآن و شعائر اسلام کی توہین کرنے والے افراد تختۂ دار پر لٹکائے جانے لگے۔ زردشتی افکار و تہذیب قدیم کے پرستار اور سیاہ رجعت پسند دھڑا دھڑ پکڑے جانے لگے۔

شراب و حیا سوزی کے سہارے جینے والا گروہ جسے کبھی دہشت پسند کہا جاتا ہے کبھی کمیونسٹ، کبھی ترقی پسند اور کبھی اشتراکی۔ دراصل یہ گروہ شاہ پسند، سی آئی اے کا وظیفہ خوار اور غیر ملکی طاقتوں کا پروردہ و آلۂ کار ہے۔ اس میں اکثریت غیر مسلم عناصر کی ہے یا حواس باختہ قدیم نمک خواران شاہ کی۔ کروڑوں مسلمانوں کے مقابلے میں یہ صرف خفیہ ریشہ دوانیاں، خبر تراشیاں افترا پردازیاں ہی کر سکتے تھے۔ ان کی نگرانی کے لیے سینکڑوں علما

ہر گوشہ اور ہر گھات میں موجود تھے اور کمربستہ ہیں۔

ان لوگوں نے کرد، بلوچ، عرب، ترکمان، ارمن اور طلبہ کو اکسایا ان لوگوں نے طہران، اصفہان، تبریز وغیرہ میں شاہ دوست فوجیوں کو جیل سے بھاگنے میں مدد دی۔ اس کے مقابلے میں دارالحکومت نے اکیدن یہ منظر بھی دیکھا کہ بحریہ، فضائیہ اور بری افواج مشترکہ طور پر آقائے خمینی کے حق میں شاندار مظاہرہ کر رہی تھی۔

کردوں میں بے چینی

ایرانی کردستان کے مرکز سنندج اور دوسرے قصبوں میں کردوں نے سرکاری عمارتوں پر قبضہ کر لیا اور اپنے مطالبات منوانے کے لیے ہتھیار اٹھا لیے۔ یہ معرکہ کئی دن تک گرم رہا۔ آخر میں آقای سید محمود طالقانی مدظلہ کی سعی مشکور سے کرد مطمئن ہو گئے۔ آقای طالقانی نے تمام سرحدی باشندوں اور غیر فارسی زبان قوموں کو مکمل تحفظات کی ضمانت دی اور تمام فرقوں کو ان کی مذھبی آزادی کا یقین دلایا۔ اس طرح یہ گوشہ شرارت پسندوں کے چنگل سے آزاد ہو گیا (مگر افسوس کہ آقای طالقانی ۱۰ ستمبر ۱۹۷۹ء کو وفات پاگئے)

آقای خمینی مسلسل مرکز کی نگرانی کر رہے ہیں۔ مہدی بازرگان کی گرفت مضبوط ہو رہی ہے۔

گوشت کا مسئلہ

گزشتہ حکومت نے درآمدی غیر ذبیحہ گوشت پر اربوں ڈالر خرچ کیے تھے۔ بادشاہ نے شریعت اسلامیہ کے حکم کی توہین کی تھی اور شاہی خاندان نے ہزاروں من گوشت ملک کے سرد خانوں میں سٹاک کر رکھا تھا۔ اربوں ڈالر کی یہ مالیت اب ملک میں کھاد کے طور پر استعمال کی جائے گی۔ اس کے لیے ایک تحقیقاتی ادارہ کام شروع کر چکا ہے حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ایران آئندہ مسلم ملکوں کے بازاروں سے مویشی یا گوشت منگوائے گا۔

پیشہ ور عورتوں کا مسئلہ

طہران میں بے پردہ خواتین کے جلوس سے پہلے انقلابی ادارے بدنام بازاروں سے بدبو پھیلنے کا اندازہ لگا رہے تھے لیکن خواتین اور ان کے ساتھ تھوڑے سے مردوں کے جلوس نے لوگوں کو اس خطرناک گوشے سے مزید متنفر کر دیا۔ کچھ لوگوں نے انکے گھر جلا دیے مگر آقای طالقانی کی مداخلت سے صورت حال قابو میں آگئی۔ ۲۰ مارچ کو آیۃ اللہ خمینی نے متعلقہ وزارت کو حکم دیا کہ ان خواتین کو بہتر ملازمتیں مہیا کر کے بہتر زندگی کے مواقع دیے جائیں ایران میں چار نوجوانوں کو ایک طالبہ کی آبرو ریزی کرنے پر گولی سے اڑا دیا گیا جس کے بعد جنسی بیماریوں کے شکار سنبھل گئے۔

حکومت نے اسقاط حمل پر بھی پابندی لگا دی ہے اور اس قسم کے مراکز بند کر دیے ہیں۔

مخلوط تعلیم کا خاتمہ

انقلابی حکومت نے سب سے پہلے

نظام تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی ہے۔ ہم نے ایران کی ابتدائی
جماعتوں سے لے کر اعلیٰ تعلیم تک کے نصاب کی کتابیں دیکھی ہیں
جن میں — شاہ — شاہ بانو — ولی عہد — خاندان پہلوی —
پر ایسے ایسے سبق موجود تھے جو بچوں، جوانوں اور طلبہ و طالبات
کے شعور و لاشعور کو بدلنے کا موجب بنے۔ ان کتابوں میں اسلام
سے بے حد بے اعتنائی برتی گئی تھی۔ موجودہ حکومت نے اعلان
کیا:

۱۔ مخلوط تعلیم مکمل طور پر ختم کر دی گئی ہے۔
۲۔ نصاب تعلیم سے شاہ کا تذکرہ اور غیر اسلامی اسباق
فوری طور پر خارج کر دیے گئے ہیں۔

اسلام دشمن اور انقلاب اسلامی ناکام کرنے والوں کی ناکامی

برسوں سے سابق حکومت ایران پر پروپیگنڈہ
کر رہی تھی کہ آقای خمینی مارکسی نظام کے طرفدار ہیں، اشتراکی
پریس ہر وقت اسی قسم کے جھوٹے پروپیگنڈے کرتا رہتا تھا۔ آقای
خمینی اور ان کے تمام ساتھیوں نے انقلاب کے بعد اس کی نفی کر کے
عملی طور پر جو کچھ ثابت کیا اس سے تمام اشتراکی طبقے سخت مایوس
ہوئے۔ حضرت آیۃ اللہ نے قم اور طہران میں بار بار اس قسم کے خیالات
کی مذمت کی۔ انھوں نے فرمایا۔ کوئی مسلمان کمیونسٹ نہیں ہو

سکتا۔ وہ اشتراکیت اور جمہوریت جیسے نظریات کو مغربی اور اسلام
دشمن افراد کے تصور قرار دیتے ہیں۔ وزارت اطلاعات کے سربراہ نے
بھی اعلان کیا:

اسلام دشمن پروپیگنڈے اور ان لوگوں کو جو اسلام کے خلاف
سازش کریں گے ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ اسلامی انقلاب کو
سبوتاژ کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ شاہ کے خلاف تحریک میں بلاشبہ
ہر گروہ نے حصہ لیا لیکن اسلام کے حامیوں کی تعداد سب سے زیادہ
تھی اور ہے۔ ان کے مقابلے میں مٹھی بھر اقلیت کو اپنے نظریات
مسلط کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ موجودہ حکومت حضرت
آیۃ اللہ خمینی کی قیادت میں قائم ہوئی ہے۔ اس انقلاب نے
قرآن مجید، تعلیمات رسولؐ و آل رسولؐ سے فیض پایا ہے۔ حضرت
علیؑ اور امام حسینؑ کی سیرت ہمارا نصب العین ہے۔ اسلامیان ایران
نے اپنے ملک اور پوری دنیا میں اسلام کی خدمت کا تہیہ کیا ہے۔
ہم اس یقین سے سرشار ہیں کہ اسلام پوری دنیا کا مقدر ہے۔

طہران کے بازاروں میں نکلنے والے سوشلسٹوں اور ان کے
ہم خیال افراد کا جلوس نکلا تو علما نے اس میں شرکت منع کر دی اور
خود اس جلوس کے آگے آگے اسلامی نعرے لگاتے اور یہ اعلان
کرتے نظر آئے:

ایشہا از ما نیستند — یہ ہمارے ساتھی نہیں — ہمارا رہنما

www.shiabookspdf.com

قرآن ہے — ہمارا مقصد اسلام ہے — ہمارا قائد خمینی ہے — اللہ اکبر۔

دوسری مرتبہ ان لوگوں نے یونیورسٹی کیمپس میں جلوس کا انتظام کیا۔ وہاں بھی ان کے مجمع سے کئی گنا زیادہ مجمع ان لوگوں کا تھا جن کے نعرے تھے:

اسلام تمہارا محافظ ہے — اسلام نے ایران بچایا ہے۔

لنگرود میں اسی گروہ نے ایک نمائش کا اہتمام کیا جس میں کھلا روسی نشان کے ساتھ اور تصویروں کی نمائش تھی جسے سینکڑوں آدمیوں نے اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ ختم کروایا۔

آیۃ اللہ خمینی نے ان لوگوں کے لیے فرمایا:

"یہ غیر مسلم ہیں اور اسلامی عقائد کے بنیادی مسائل کے منکر ہیں"۔ اس کے بعد رہی سہی جمعیت بھی غائب ہو گئی۔ ان لوگوں نے حکومت میں نمائندگی کے لیے کوشش کی۔ ریفرنڈم میں اپنے سوالات اٹھائے مگر مسلمانان ایران اور رہنمایان ملت نے رد کر دیا۔

تیل کی برآمد

ساری دنیا میں شور تھا کہ ایران کی معیشت تیل پر قائم ہے۔ گزشتہ سال بھر سے یہ صنعت بحران کا شکار ہے۔ یہاں کے مزدور ملکیت چاہتے ہیں۔

اس صنعت پر اشتراکیوں کا اثر ہے۔ اگر ماہرین اور برطانیہ

اور امریکہ کے انجینیر چلے گئے تو یہ صنعت تباہ ہو جائے گی۔ ملک دیوالیہ ہو جائے گا روسی قبضہ کر لیں گے اور ...... خدا کا کرنا دیکھیے کہ جب سے ان کارخانوں میں سٹرائک ہوئی اس وقت سے آج تک ڈیڑھ سال میں نہ کوئی املاک کو نقصان پہنچا نہ کوئی کارخانہ بند ہوا۔ اوپیک سے رابطہ کمزور ہونے، اسرائیل اور اس کے حلیفوں کو تیل نہ دینے، پرانی کمپنیوں کی اجارہ داری ختم کرنے کے باوجود بحمدہ تعالیٰ تیل کے مسلمان اور اسلام دوست مزدور اور انجینیر اسی طرح کام کر رہے ہیں اور حکومت کی خواہش کے مطابق پورا نظام برسرکار ہے۔ و زندگی لاہور، جلد ۱۵ شمارہ ۸، ۱۱، ۱۲ فروری مارچ ۱۹۷۹ء

ریفرنڈم — استصواب

اتنی عظیم الشان تحریک اور اس شاندار حقیقی عوامی فتح اور مسلمان ملک اور بے مثال اعتقاد اور دینی سربراہ کے ہاتھوں مکمل کامیابی سے ہمکنار ہونے والے انقلاب کو عام اصطلاح میں "قانونی" کہنے میں کسی صاحب سیاست و ریاست کو تردد نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اس کے باوجود آیۃ اللہ خمینی نے غلط فہمیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے پورے ملک میں ۳۰، ۳۱ مارچ کو استصواب کا اعلان کیا۔ اس کے لئے بہت بڑے پیمانے پر تیاریاں ہوئیں سینکڑوں پولنگ سٹیشن قائم ہوئے۔ خود انقلابی جوان اور علماء اس کے نگران تھے۔ سولہ برس سے زیادہ عمر رکھنے والوں کو حق

ریفرنڈم

رائے دہی تھا۔ بلیٹ پیپر پر دو خانے تھے۔ سبز اور سرخ "اسلامی
جمہوریہ حکومت کے حق میں رائے دینے والے سبز اور اس کے خلاف
رائے دینے والے سرخ خانے میں اپنا مکمل نام اور پتہ لکھیں۔
یورپی خبر رساں اور ابلاغ عامہ کے اداروں نے اس منصوبے پر
بہت کچھ کہا میں نے متعدد ریڈیو سٹیشن سنے ان میں سے
کسی نے بھی اس ریفرنڈم کو سبک اور کم حیثیت نہیں کہا بلکہ بعض
حلقوں نے تو اس ریفرنڈم کو بڑی اہم تدبیر قرار دیتے ہوئے کہا۔
آیت اللہ خمینی مدظلہ العالی کو ملک کے تین کروڑ شیعوں کو بلاشبہ حمایت
حاصل ہے اس کے علاوہ سنی مسلمان بھی ان کے ساتھ ہیں جیسے
بلوچستان اور کردستان وغیرہ کے علما نے اعلان کیا تھا لیکن کچھ گروہ
اقل قلیل ایسے ہیں جو سرخ خانے میں اپنا نام لکھیں گے۔ "ٹائم"
امریکہ نے کہا کہ اس طرح حکومت اسلامی کے مخالفین کی ریڈی میڈ
لسٹ آقای خمینی کو بہت تھوڑی سی مدت میں حاصل ہو جائے گی۔

و زنگی ۱۶ تا ۲۲ مارچ

۳۰ مارچ کو صبح سے ووٹنگ شروع ہوئی۔ آیۃ اللہ خمینی
اور دوسرے اکابر اپنے اپنے حلقے کے پولنگ سٹیشن پر پہنچے۔ ان
سٹیشنوں اور ریفرنڈم افسروں کے بارے میں ہفتوں ریڈیو اور
دوسرے ابلاغ عامہ کے ذرائع پر پروگرام نشر ہوتے رہے۔ میں نے خود ایران
کے مختلف سٹیشنوں پر سنا اس بارے میں اعلانات اور علما

ریفرنڈم

کے بیانات بڑے دلکش ہوتے تھے۔ آقای خمینی مدظلہ کا اپنے مکان سے پولنگ سٹیشن تک پہنچنا ممکن نہ ہوا۔ لوگ دیوانہ وار ان پر ٹوٹ پڑے۔ زیارت اور دست بوسی کی تمنا نے آقا کو مجبور کر دیا اور آپ کے معتمد شخص نے بیلٹ پیپر ڈالا۔ دو دن تک بڑے جوش و خروش سے لوگ استصواب میں حصہ لیتے رہے۔ یکم اپریل کے پاکستانی اخبارات میں جلی سرخیوں سے خبر چھپی۔

اسلامی جمہوریہ

ایران کو اسلامی جمہوریہ قرار دے دیا گیا ــــ آیۃ اللہ خمینی نے آج یوم جمہوریہ منانے کا اعلان کر دیا ــــ نئے اسلامی آئین کا مسودہ اسی ماہ شائع کر دیا جائے گا۔ و امروز

ایران کے عوام نے اسلامی نظام نافذ کرنے کی منظوری دے دی۔ مخالفت میں ایک ہزار سے بھی کم ووٹ ڈالے گئے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۷۹ء اور بحساب پاکستان ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ کو ایران کا ریفرنڈم پُرامن طور پہ مکمل ہو گیا۔ سرکاری طور پہ نتائج کا اعلان پانچ دن بعد ہو گا ــــ کردستان اور ترکمان صوبوں میں بعض پولنگ سٹیشنوں پر معمولی ہنگامے ہوئے۔ اعلان کے مطابق ننانوے فیصد ووٹ اسلامی جمہوریہ کے حق میں آئے۔

وائس آف امریکہ کے مطابق ملک بھر کی ہزاروں مسجدوں اور سکولوں میں پولنگ سٹیشن قائم تھے۔ بعض مقامات پر بیلٹ پیپر

ختم ہو جانے کی وجہ سے کچھ گڑ بڑ ہوئی ۔ مغرب نواز نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ ، بقول امریکہ اشتراکی چھاپہ مار تنظیم فدائیان اور مغرب نواز خواتین کی معمولی اقلیت نے ریفرنڈم میں حصہ نہیں لیا۔ خواتین کی اکثریت نے اسلامی جمہوریہ کے حق میں ووٹ ڈالے۔

آیۃ اللہ خمینی نے ملک کو اسلامی جمہوریہ کا نام دے دیا اور تبدیلی حکومت کا آخری قانونی فیصلہ بھی ان کے حق میں ہو گیا۔

۳۰ مارچ کو محمد رضا پہلوی اپنی آخری سکیم کے ناکام ہونے کے بعد مراکش اسے اپنے مخدوم ملک امریکہ کے جزیرہ گھاناامین پناہ گزیں ہو کر تاریخ کے قبرستان میں دفن ہو گیا اور سرکار آیۃ اللہ خمینی کو اللہ تعالےٰ نے ایک اور عظیم فتح سے شادکام فرمایا۔

مجوزہ آئین

اسلامی جمہوریہ ایران کی عارضی حکومت نے عوام کو غور کرنے اور استصواب کے لئے ایک آئین کا مسودہ دے دیا ہے جس پر باقاعدہ بحث اور منظوری کا مرحلہ بہت جلد معین کر دیا جائے گا۔ ۲۸ اپریل کے اعلامیے میں بتایا گیا ہے کہ رائے عامہ معلوم کرنے کے بعد علما کی ایک کونسل اسے آخری شکل دے گی۔

غیر جانبدار پالیسی

آیۃ اللہ خمینی مدظلہ کی ہدایت کے مطابق ایران کی حکومت غیر جانبدار ممالک کی تنظیم میں داخل ہو گئی اور اس کی تائید میں پاکستان

بھی سینٹو سے الگ ہو کر غیر جانبدار ملک بن گیا۔ اس طرح بین الاقوامی متحارب طاقتوں کو سخت جھٹکا لگا۔ ایران نے وہ تمام معاہدے ختم کر دیے جس کی بنیاد پر ایران مغربی اسلحہ کا گودام بن گیا تھا۔ امریکہ و روس و فرانس و برطانیہ کی پالیسی کہ نئے اسلحہ بناؤ اور پرانے اسلحہ بیچ کر ترقی پذیر ملکوں سے سرمایہ بھی کھینچو اور اپنے گودام ان ملکوں میں منتقل کر کے بلا قیمت گودام بناؤ۔ اڈے بناؤ۔ اپنے فوجیوں کو ان ملکوں میں رکھو اور جب ہمارے مفادات کو نقصان کا ڈر ہو تو سمندر میں بحری بیڑے بھیج کر تماشہ دیکھو اور بڑھتی ہوئی تمام قوت حاصل کرنے والے ملک کو ختم کر دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ملک کل آنکھیں دکھائے۔

ہم تمہارے محافظ ہیں ــــ یہ تھپکی دے کر برطانیہ نے اودھ بلکہ پورے برصغیر پر قبضہ کیا۔ یہی تھپکی دے کر روس نے مصر اور شام کو مروا دیا۔ یہی بہلاوا تھا جس نے افریقہ اور ایشیا کی بہت سی مملکتوں کو ڈبو دیا۔ اسی یقین دہانی کے بعد مشرقی پاکستان کو ہم سے جدا کیا۔ اسی بنیاد پر ایران کو باوجود دولت و صلاحیت اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہونے دیا۔ اسی اصول کے نتیجے میں پاکستان ایٹمی تجربے نہیں کرنے پایا۔

آیۃ اللہ خمینی مدظلہ نے اللہ کا نام لے کر اپنے ہزاروں ان باصلاحیت سائنس دانوں، ڈاکٹروں، انجینئروں، ماہرین اقتصادیات

ماہرین تعلیمات کو وطن بلانے کا فیصلہ کیا ہے جو یورپ و امریکہ میں اپنی صلاحیتوں سے غیروں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں اور اپنے ملک میں ایک آمر کے ڈر سے اور غیر ملکی پالیسی سے گھبرا کر وطن سے دور نوکریاں کر رہے ہیں۔ اب ایران نہ روس کا محتاج بننا چاہتا ہے نہ اس کے دشمن کا نہ وہ کسی سے ماہرین مانگنا چاہتا ہے نہ کسی لابی میں کٹھ پتلی بن کر ناچنے کا خواہش مند ہے۔

ایران اپنے غریب عوام کو اپنی دولت سے مستفید ہونے کے مواقع فراہم کرے گا۔ فقر و فاقہ دور کرے گا۔ باصلاحیت افراد کو اپنے ملک میں یا جہاں ان کی تربیت ہو سکے وہاں بھیج کر اعلیٰ تعلیم و تربیت دلا کر خود اپنے ملک میں خدمت کے مواقع دے گا تاکہ خدا کی دی ہوئی دولت و صلاحیت سے ملک و ملت کی آزادی کو محفوظ رکھ کر ترقی حاصل کرے۔

اسلامی جمہوریہ ایران تمام دنیا میں امن و سلامتی و آزادی کا حامی ہے۔ وہ کسی قوم و ملک پر غیر کی بالادستی کے خلاف ہے۔ وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے اتحاد کا داعی اور اسلامی مملکتوں کی وحدت اور یک جہتی کا خواہاں ہے۔

مصر و اسرائیل

آیۃ اللہ خمینی، مصر، شام، لبنان اور فلسطینی علاقوں پر صیہونیوں کے قبضے کے سخت مخالف ہیں۔ وہ ان ممالک کی آزادی کے لئے

ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔ ۱۷ مارچ ۱۹۷۹ء مصر کے صدر انوارالسادات نے تمام مسلمانوں سے رشتہ توڑ کر اسرائیل سے جو معاہدہ کیا اس سے پوری اسلامی دنیا ناراض ہو گئی۔ مسلمان ملکوں نے مصر سے سفارت، تجارت اور امدادی تعلقات توڑ لئے۔ اسلامی جمہوریہ ایران نے باوجود سابقہ اربوں ڈالر امداد کے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے۔ اتحاد اسلامی کو تقویت دی۔

راضی نہ میں نہیں

محمد رضا پہلوی ایران سے بھاگ کر اسرائیل کے نئے دوست مصر کے پاس گئے۔ وہاں سے مراکش اور مراکش سے امریکہ کے جزیرہ بہاماز میں ایک کروڑ پتی امریکی جواری کے مہمان ہوئے ان کے وزیر شاہ پور بختیار لاڈ پنج کے ذریعے سمندری راستے سے بھاگ کر فرانس کے صدر کی پناہ میں بتلائے جاتے ہیں۔ صحافیوں نے خبر دی کہ اس مرتبہ شاہ کو دوبارہ ایران لانے کے لئے "اسوان پلان" بنایا گیا تھا۔ بیروت کے رسالے کے حوالے سے محمد سرور نے ۱۳ اپریل ۱۹۷۹ء کے امروز میں اس کی تفصیل لکھی — شاہ نے انور سادات، شاہ حسن، شاہ خالد اور امریکہ سے درخواست کی، نقشہ بنا مگر کچھ پیش نہ گئی۔ یہ بھی شور شہ چھوڑا کہ طہران میں "مارکسی علما" — (پھر وہی اصطلاح مجرمانہ) ہے — کی حکومت تشکیل ہو اور امریکہ کھل کر سامنے آئے مگر عباس ہویدا اور فوج

اور پولیس کے معتمدین شاہ کی مسلسل موت نے سب کے کرائے پر پانی پھیر دیا اور عالم یہ ہو گیا کہ مصر کہتا ہے کہ ہم نے شاہ کی حیثیت سے نہیں انسان کی حیثیت سے مہمان کیا تھا۔ شاہ حسن کہتے ہیں کہ بھائی ہمارے یہاں جگہ نہیں۔ برطانیہ والے جان کی امان نہیں دیتے۔ امریکہ کے صدر کارٹر کہتے ہیں امریکہ میں آپ کی موجودگی ہمیں پسند نہیں۔ و مشرق ۲۱ر اپریل

اور ابھی اسلامی انقلابی عدالت نے شاہ کو موت کی سزا سنا کر اعلان کر دیا کہ وہ جہاں بھی ہوں مارے جا سکتے ہیں امید امکان روشن ہو رہا ہے کہ وہ مارے بھی جائیں اور سمندر ہی میں پھینک دیے جائیں۔

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن

کتاب خاتمے کو پہنچی تو یکے بعد دیگرے دو المناک واقعے رونما ہوئے کو نے کھدرے میں چھپے ہوئے شر پسند دشمنان انقلاب اسلامی نے ایرانی انقلابی فوج کے پہلے سربراہ جنرل محمد ولی قارانی کو ان کے گھر میں ۲۳ر اپریل کو گولی مار کر ختم کر دیا۔ وہ ۲۷ر مارچ کو انقلابی فوج سے الگ کیے گئے تھے۔

شاید یہ ۱۷ر اپریل کو مارے جانے والے عباس ہویدا کے پرستاروں کی طرف سے انتقامی کارروائی ہو۔

آیۃ اللہ مرتضیٰ مطہری

یکم مئی ۱۹۷۹ء کو آیۃ اللہ شیخ مرتضیٰ مطہری کو رات کے اندھیرے میں کسی دہشت پسند نے گولی مار دی جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ شیخ مرتضیٰ مطہری بن شیخ محمد حسین مطہری بڑے عالم و فاضل، فلسفی و ماہر نفسیات مفسر و فقیہ تھے۔ اکہتر برس کی عمر تھی۔ نہضت امام خمینی اور قیام حکومت اسلامی میں ان کے خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ انھوں نے "داستان راستاں" میں رسولؐ و آل رسولؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین صحابہ و تابعین کی تاریخ سے سادہ مگر اثر انگیز جذبہ آفریں و ہمت افزا، ایمان افروز اور ولولہ انگیز واقعات لکھے اجوالرو سنداد یکھنے میں کتاب بچوں او جوانوں کے لیے ہے مگر ہر صنف اور ہر طبقے کو مطالعہ کرنا چاہیے یہ کتاب کالجوں میں پھیل گئی۔ اس نے حیرت انگیز مقبولیت پائی یونیسکو سے انعام ملا۔ جلد اول دو سو بیاسی اور جلد دوم دو سو بہتر صفحات پر مشتمل ہے اور کم و بیش بیس ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ اصول فلسفہ و اید ہ السیم طباطبائیؒ کا مقدمہ و شرح ــــ عدل الٰہی ــــ جاذبہ و دافعہ علی علیہ السلام ــــ اخلاق جنسی ــــ مسئلہ حجاب علل گرائش بہ مادی گری ــــ امدادھای غیبی ــــ سیری در نہج البلاغہ ــــ جیسی کم و بیش پندرہ کتابوں کے مصنف، طہران یونیورسٹی اور قم کے مدارس، فلسفۂ اسلام کے لکچرر تھے۔ انقلاب

www.shiabookspdf.com

علامی کے بنیادی رکن اور اسلامی انقلابی عدالت عالیہ کے ممبر۔ ان کی خبر وفات سنتے ہی میں نے پریس کو جو بیان دیا۔ وہ مشرق لاہور ۲ مئی سے نقل ہے:

"آیۃ اللہ شیخ مرتضیٰ مطہری اسلامی تعلیمات کے عظیم ماہر اور اسلامیان ایران کے محبوب رہنما تھے۔ انھوں نے پوری زندگی تبلیغ اسلام کے لئے وقف رکھی۔ ان کے انقلابی تصنیفات ایرانی یونیورسٹیوں میں پڑھے پڑھائے جاتے ہیں۔ وہ ایران میں اسلامی انقلاب کے نقیب اور مجاھد تھے۔ پوری ملت پاکستان ان کے غم میں سوگوار ہے۔"

عابد مرتضیٰ سلمہ، نے فوراً آئی ایس او کی علاقائی تنظیم کی طرف سے قرارداد تعزیت ارسال کی۔ حسین مرتضیٰ سلمہ نے علما کو برقیہ اور رسائل کو ایک اعلیٰ درجے کا مضمون بھیجا۔ کئی دن تک شہر میں فاتحہ خوانی اور مجلسیں ہوئیں جن میں ۸ مئی کو گلبرگ میں ایک بڑی مجلس سے میں نے اور موچی دروازہ میں مولانا آغا علی الموسوی نے اردو اور فارسی میں تقریر کی۔

آیت اللہ خمینی مدظلہ العالی نے

ہمت جوان و عزیمت بیکراں

اپنے بیان میں فرمایا:

"سابق شاہ کے حامیوں اور استحصال پسندوں کو سختی سے

کچل دیا جائے گا۔ وہ اپنی مذموم سرگرمیوں سے باز آجائیں قتل و غارت کے واقعات انقلاب کی تکمیل کے عمل میں ہرگز رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ ایران میں اسلامی انقلاب تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہے۔ دشمنوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مطہری نے اس انقلاب کے لئے جو فکری اور سائنسی نوعیت کا کام کیا ہے ان کے قتل کے بعد اس کے اثرات زائل نہیں ہو سکتے اور نہ انقلاب کے عمل کو روکا جا سکتا ہے۔ ایران اور دنیا کے دوسرے ملکوں کے مسلمان بے لگام متشددانہ تحریکوں کی ہرگز حمایت نہیں کر سکتے۔ آیۃ اللہ مطہری کی وفات پر بدعنوانیوں، امریکی سامراجیت اور استحصال کے خلاف ہماری تحریک میں مزید سختی پیدا ہو گئی ہے۔"

جمعرات کو آیۃ اللہ مطہری کا جنازہ طہران کی جامع مسجد میں رکھا گیا اور چہرہ دکھایا گیا۔ جمعہ کو انھیں قم میں دفن کیا گیا۔ دو دن قومی سوگ رہا۔ جنازے میں تمام علماء وزراء و زعما نے شرکت کی۔

ہمارا مقصد شہادت ہے

جمعرات سے ایران بھر میں دہشت پسندوں کے خلاف اور انقلاب اسلامی کے حق میں سابقہ شان و جوش و خروش کے ساتھ جلوس نکلنا شروع ہوئے اور قوم دشمن، اسلام دشمن اور

علماء دشمن لوگوں پر سخت گرفت کی گئی۔ انھیں پوری قوم نے سختی سے کچل دینے کی عزیمت کا اعلان کیا۔

ہفتے کے دن ۵ مئی کو آیۃ اللہ خمینی کو تعزیت پرسہ دینے آئے تو آپ نے فرمایا:

"قتل کی دھمکیاں ایرانی لیڈروں کو ان کے اصل کام سے منحرف نہیں کر سکتیں۔ ہم سر پر کفن باندھ کر اصلاح احوال کا کام کر رہے ہیں۔ بعض اسلام دشمن لوگوں کو یہ پسند نہیں کہ ہم نفاذ اسلام کا فریضہ ادا کریں اور وہ ہمیں قتل کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارا سب سے بڑا مقصد شہادت ہے اگر ان بدبختوں نے ایرانی لیڈروں کو یکے بعد دیگرے شہید کرنا شروع کر دیا ہے تو ہم ان کی دھمکیوں سے خائف ہو کر اسلام کی رو سے عائد شدہ فرائض کی انجام دہی ترک نہیں کر سکتے۔ ہم شہید ہونے کو ترجیح دیں گے مگر اپنا کام جاری رکھیں گے۔

ایران مشرقی اور مغربی سامراج کا منہ توڑ جواب دے گا

آیۃ اللہ خمینی مدظلہ کے علاوہ، کریم سنجابی، آقای طالقانی، آقای منتظری اور دوسرے زعماء نے اسی قسم کے خدمات کا اعلان کیا ہے۔ آیۃ اللہ حسن علی منتظری نے یاسر عرفات کے تعزیت نامے کے جواب میں لکھا:

"آیۃ اللہ خمینی کی ولولہ انگیز قیادت میں ایران کا اسلامی انقلاب اپنی منزل کی جانب گامزن رہے گا اور آمریت و بادشاہت کے اثرات کا قلع قمع کرنے کی جدوجہد جاری رکھے گا۔ اسلامی انقلاب کے دشمنوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایران کی دلیر اور بہادر قوم اپنے انقلابی رہنما کی شہادت کے باوجود پوری پامردی کے ساتھ مغربی و مشرقی سامراج کی تمام سازشوں کو سختی سے ناکام بنا دے گی۔

مغربی جرمنی میں مقیم تودہ پارٹی کے حامی ایرانی طلبہ نے آیۃ اللہ خمینی سے مجرموں کو کڑی سزا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ آیۃ اللہ مطہری صیہونی اور سامراجی سازش کا نشانہ بنے ہیں۔

رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو

بیسویں صدی کے تین چوتھائی حصے گزر چکے ہیں۔ دنیا بھر نے دیکھا کہ تیر و تفنگ اور نفسیات و سائنس، عقل و فکر کی اس جنگ طویل میں مسلمان پسپا نہ ہو سکے۔ سب نے مل کر انھیں گھیرا، سب نے مل کر انہیں لوٹا۔ سب نے متحد ہو کر انھیں قتل کیا۔ ان کی مسجدیں مقفل کر دیں۔ ان کے مدرسے بند کر دیئے۔ ان کے کتب خانے جلا دیئے۔ ان کے علما قتل کر دیے مگر — حزب اللہ — علماء دین اس شمع کو لے

کھڑے رہے جسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بجھا سکتی۔ اسلام اور دین حق

ترکی، مصر، عراق، شام، افغانستان اور بڑی حد تک پاکستان نے گزشتہ ماہ و سال اور ایران کو دیکھیے۔ کیا کیا ستم نہیں ڈھائے گئے۔ کیا کیا مذاق نہیں اڑائے گئے۔ کیا کیا قانون نہیں وضع ہوئے۔ صورتیں بدل دیں۔ نعرے بدل دیئے۔ عقیدے گھڑے۔ صورت و لباس بدلا۔ پچاس پچاس سال سے قتل و قید کا سلسلہ جاری ہے مگر سب دیکھ رہے ہیں کہ علما اور فدائیان اسلام دار و رسن سے ڈرے بغیر منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسلامیان سوویت یونین اسلام کی پندرہ سوویں سالگرہ کا جشن منا کر ایک بار پھر سمرقند و بخارا میں ــــ اللہ اکبر ــــ سے فضا کو منور کر رہے ہیں۔

ایران کے انقلاب کامیاب نے افغانستان اور عراق کے کفن پوش اہل دین کو عزم تازہ دیا ہے اور نوجوان مسلمان اپنے دین عزیز و برحق کے لئے میدان میں نکل چکے ہیں۔ وہ قوت کا جواب قوت سے اور توہین دین کا جواب گولی سے دینا جانتے ہیں۔ یہ شمع ہاتھوں ہاتھ بڑھتی اور شمع بردار جلوس فضا کو منور کرتا صراط مستقیم سے گزر رہا ہے۔ منزل سامنے ہے اور اللہ نگہبان۔

دوسرا قدم

آیۃ اللہ خمینی مدظلہ العالی چاہتے ہیں

۱۔ ایران میں مثالی اسلامی حکومت کا قیام و استحکام۔

۲۔ تمام مسلمانوں کا اتحاد اور اسلامی نظام کا قیام۔

۳۔ یہودیوں سے اسلامی علاقوں کی آزادی۔

بلا سود بنک قائم ہوگیا

اس سلسلے میں ایران میں کیا ہو رہا ہے؟

بین الاقوامی ایجنسیاں تعصب کا شکار ہیں۔ اس کے باوجود ایک عظیم الشان قدم یہ اٹھا اور ہمارے پریس نے اطلاع دی کہ ۱۶ / مئی ۱۹۷۹ء، غالباً یوم ولادت معصومہ اور آغا کی اسّی سالہ سالگرہ کے موقع پر کم آمدنی والے ایرانیوں کی امداد کے لئے اور ملکی معیشت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے اسّی کروڑ ریال کے سرمائے سے بلا سودی بنک قائم کر دیا گیا۔ بنک کے حصص کی قیمت ایک ہزار ریال یعنی چودہ ڈالر ہوگی اور کوئی شخص ہزار حصص سے زیادہ کا خریدار نہیں ہو سکے گا۔ بانی ارکان نے ایک ارب بیس کروڑ ریال کا سرمایہ فراہم کر لیا ہے۔

بنک میں آیۃ اللہ خمینی کا پہلا اکاؤنٹ کھلے گا۔

فلسطینیوں کے ساتھ میدان جنگ میں

آیۃ اللہ خمینی نے

انقلاب اسلامی کے راہنما کی خدمت میں آزادیٔ فلسطین کے راہنما یاسر عرفات کی آمد!

آیۃ اللہ خمینی اور اسلامی جمہوریہ ایران کے پہلے نامزد وزیر اعظم مہدی بازرگان

فلسطین کے مسلمانوں کی تنظیم حریت پسند کے ساتھ شانہ بشانہ جنگ آزادی میں لڑنے کی تمنا کا اس وقت اظہار کیا جب پچاس ہزار افراد کے جلوس نے فلسطینیوں کی حمایت کا اعلان کیا۔ اس موقع پر آیۃ اللہ کا مذکورہ بالا مفصل پیغام پڑھ کر سنایا گیا جس کے آخر میں تھا کہ اگر میں اس سلسلے میں مارا جاؤں تو مجھے فلسطین میں دفن کیا جائے۔

اس اعلان نے جنگ آزادی فلسطین کے سپاہیوں کو نیا ولولہ دیا۔

سُودی کاروبار پر ضرب

جون ۷۹ء کے آغاز میں ایرانی بینکوں کو سرکاری تحویل میں لیتے ہوئے اعلان کیا گیا کہ اب ایران میں سودی کاروبار نہ ہو سکے گا۔ بینکنگ کے ماہرین کا خیال ہے کہ اس اقدام سے قومی سرمایے میں اضافہ کے ساتھ ساتھ انقلاب دشمن افراد پر کنٹرول بھی ہو سکے گا۔ غیر ملکوں میں سرمایے منتقل کرنے اور اندرون ملک دولت سے ناجائز کام لینے کا عمل ختم ہو جائے گا۔ حکومت نے حصہ داروں کو معاوضہ ادا کرنے کی ضمانت دے کر مخالفین کے اشتعال کو روک دیا ہے۔

دستوُر

۱۵ جون کے قریب مجوزہ دستور نظر ثانی کے بعد ریفرنڈم کے لئے عوام کو دے دیا گیا ہے جو خالص اسلامی ہے۔ جس کی رو سے ایران میں مسلمانوں کو

دینی اصولوں پر زندگی بسر کرنے کی ضمانت ملے گی ــــ اللہ! ملتِ ایران کو عزت و فتح عطا فرمائے۔ اللہ! تمام مسلمانوں کو اتحاد کی توفیق دے۔ اللہ! تمام علماء اسلام کو خدمت دین کے مساعی میں کامیابی مرحمت فرمائے!

بحقِ نبیؐ و آلِ نبیؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم!

تصحیحات کتاب

آیت اللہ خمینی

قُم سے قُم تک

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح
۷	۹	واپس گئے	واپس آیا
۷	۱۳	قد آور	میانہ قد
۸	۲	کیورٹ	کیرٹ
۱۱	۲	ٹائپ ہیں اور	ٹائپ ہیں
۱۲	۴	مفتی محمد تقی	مفتی محمد علی تقی
۱۲	۵	تشئید	تشیید
۱۲	۱۳	نے آئندہ صفحات میں ایک جگہ کچھ اشارہ	نے صفحہ ۴۳۱ پر اس بارے میں اشارہ
۱۳	۸	دیکھیے	لے دیکھیے
۱۴	۸	میں کچھ "بہرامی"	میں "بہرامی"
۱۴	۱۰	عمر پانچ ماہ	عمر چھ ماہ
۱۵	۹، ۱۰	پڑھتے ہوئے	پڑھنے کے بعد
۲۱	۷	شب و روز کی عادتیں	نظم و ضبط
۲۱	۱۶	ڈاکٹروں اٹھ کر	وہ اکثر صبح سویرے
۲۲	۱۴	سید حسن	سید حسین

www.shiabookspdf.com

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح
۲۳	۹	گوشہ نشیں	گوشہ نشینی
۲۴	۴	اور لوگ بیحد وحساب آپ کی تقلید میں آگئے	اور بہت سے لوگ آپ کی تقلید کرنے لگے۔
۲۴	۱۷	لگاتار حمایت	عربوں کی حمایت
۲۴	۱۹	مبارزہ بالنفس	مبارزہ بالنفس
۲۵	۴	انھیں دنیا	انھیں دین
۲۶	۳	قوت سے عربوں	قوت، عربوں
۲۷	۱۶	قد ذرا ابھرتا ہوا	میانہ قامت مگر شاندار
۲۸	۹	حجۃ الاسلام حاجی	آیت اللہ الحاج
۲۹	۱۸	اور اسلام	محی اسلام
۳۷	۷	قائد اور	قائد جو
۳۸	۱۳	مصنف بھی ہیں	مصنف بھی ہیں، ان کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں
۳۸	۱۵	البیع: نجف اشرف کے فقہی درس چار مجلد طبع ہو چکے ہیں	کتاب البیع، شیخ مرتضیٰ انصاری پر تنقید اور اس کی تنقیح (مطبوعہ عربی)
۴۳	۱۶	یک بیک ہنسی خوشی	اچانک مکمل طور پر
۴۶	۳	(متوفی ۱۳۹۱ھ)	متوفی (۱۳۹۰ھ)
۴۷	۱۳	بحبل اللہ	بحبل اللہ
۴۸	۱۲	معاہدہ کیا	معاہدہ ہوا
۴۸	۱۳	منصوبہ تیار کیا	منصوبہ پر عمل شروع ہوا
۵۰	۱۵	ـــــ حکومت	لوگ سڑکوں پر نکل آتے اور حکومت
۵۱	۴	میں فائدہ اٹھایا ہے)	میں فائدہ اٹھایا ہے، اس وقت امریکی اقتدار میں دبے ہوئے ممالک شاہ کی تعریف کر رہے تھے اور شاہ نے اس سے فائدہ اٹھایا وہ

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح
۵۱	۸	اوپر لایا جائے	اوپر لایا جائے تاکہ ہر طرح مخالفین کچلے جا سکیں
۷۱	۴	بادشاہ سے گھما پھرا کر کہا	بادشاہ نے گھما پھرا کر کہا ہم ریفرنڈم نہیں قومی طاقے سے توثیق چاہتے ہیں۔
۷۵	۱۲	۱۳۴۱ھ، دارالخلافہ	۱۳۴۱/ش ر ۲۲ شعبان ۱۳۸۲ھ طہران
۸۳	۱۲	مقابلہ۔ پولیس	مقابلہ ہوا جس میں ایک
۸۳	۱۸	قم کا مدرسہ فیضیہ اس وقت	قم کا مدرسہ فیضیہ اس وقت قدیم درسگاہ ہونے
۸۴	۷	دوکانوں کو ساواک نے لوٹنا شروع کر دیا	دوکانوں کو ساواک نے لٹوایا۔
۸۶	۱۰	تھا ـــــ	نے حکومت کے خلاف ایک نیا محاذ کھولنے کا تیور دکھایا۔
۸۷	۴	اور یہودی تھے	اور یہودیوں کی
۹۲	۴	۲۵ر شوال	۲۵ شوال ۱۳۸۲ھ
۹۴	۱	ـــــ دیہاتوں سے	دُور دراز شہروں اور دیہاتوں سے
۹۵	۱۲	جعفری ہم نمیدھید۔۔۔	جعفری ہم نمیدھند۔۔۔۔۔۔
۹۹	۱۷	پورا کتب خانہ جلا دیا گیا	کتب خانے کو نقصان پہنچایا اور
۱۰۰	۲	لاپتہ ہیں	لاپتہ تھے۔
۱۰۵	۴	یہ تاریخی کارنامہ	یہ تاریخی السلامیہ
۱۰۷	۲	کی آتش زنی	کو جلانا۔
۱۱۰	۷	علماء نے ان کی حمایت میں نام چھپا کر حمایت	علماء نے اپنے نام شائع کر کے علانیہ حمایت
۱۱۳	۱۴، ۱۵	بلکہ ایران خالی چھوڑنا اور علماء کی ہجرت کو دشمن کے لیے سیاسی کارروائی کے مترادف قرار دیا گیا جس کے نتائج انتہائی	بلکہ ایران کو خالی چھوڑنے اور علماء کی ہجرت کو نقصان رساں سمجھا گیا، علماء کے خیال میں حکومت کو سیاسی کارروائی کے لیے موقع نہ دینا چاہیے۔

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح
		خطرناک نظر آئے	
۱۴۰	۱۵	شب ۱۲ محرم سنہ ۱۹۸۳ء	شب ۱۲ محرم ۱۳۸۳ھ
۱۴۲	۱۲	بلند و بالا قد نا ہیبت سادہ چہرہ	بڑے وقار و تحمل، جرأت و استقامت کے ساتھ
۱۴۳	۴	دکھا رہے ہو — ہم سب	دکھا رہے ہو؟ جواب ملا: ہم سب
۱۵۲	۱۲	لے گیا ۱۵ خرداد	لے گیا محرم ۱۳۸۳ھ/ ۱۵ خرداد ۱۳۴۲ش
۱۸۳	۹	علماء کو ایران آنے	علماء کو تہران آنے
۱۹۱	۲	سیاست یعنی الغزلی کا نام ہے	سیاست عوام زندگی ہے۔
۱۹۷	۱۵	منتقل شدند....	منتقل شدند —— ترجمہ
۱۹۷	۱	علام را خواستہ	علام را کر خواستہ
۲۰۳	۲	ہو گئے —	ہو گئے۔ اگلی پچھلی باتیں بھلا دی جائیں۔ علماء کے خلاف اب کوئی کارروائی نہیں ہوگی۔
۲۰۴	۷	مہاجر علماء پر دباؤ	مہاجر علماء پر دباؤ پروپیگنڈہ مشنری کے مقابلہ میں مہاجر علماء کا وجود خطرے میں تھا، لہٰذا
۲۱۱	۵	رحیم کی	ازحیم کی
۲۱۱	۱۰	محلے — آدمی	محلے کے آدمی
۲۱۱	۱۱	اور مجمع	جواب میں مجمع
۲۱۷	۸	۱۰ ار ذی ۸۳)	۱۰ ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ
۲۲۲	۵	خمینی کے بعد	آیت اللہ خمینی کے بعد
۲۲۴	۹	دنیا سیاہ ہو گئی	میں ان کی روسیاہی ہوئی
۲۲۸	۱۰	ہندوستان کی	ہندوستان اپنی
۲۳۰	۷	۱۲ محرم ۸۲ھ پندرہ خرداد (۴۲)	۱۲ محرم ۱۳۸۳ھ/ پندرہ خرداد ۱۳۴۲ش
۲۴۴	۷-۸	قرآن مجید بلند آواز سے پڑھتے اور ختم آیت پر لوگ درود	قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے، آیت ختم ہونے پر لوگ مل کر درود پڑھتے تھے۔ زبردست مجمع سیل رواں

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح
		پڑھتے تھے زبردست مجمع، سیلاب رواں۔	
۲۴۴	۹	محلات اور ایوانوں کا تھا	محلات اور ایوانوں سے ہوتا
۲۴۷	۲	ایک موقع نکالا نہضت کی آزادی	ایک تدبیر کی، انہوں نے آزادی
۲۴۷	۱۸	وسیعلمون — ظلموا ای	وسیعلمون الذین ظلموا ایّ
۲۵۲	۳	کی بھرتی کر کے انہیں بنیادی عہدوں کے لیے	کی بھرتی کر کے یہودیوں کو اعلیٰ عہدے دینے کی
۲۵۳	۳	آغا مرتضیٰ کے منتظر تھے	اور حضرت آیت اللہ خمینی نے انتہائی حکیمانہ انداز سے وقت اور مناسب لمحہ کا انتظار فرمایا۔
۲۵۷	۱۱	اسلامی جہاد کا دوسرا مرحلہ	انقلاب اسلامی دوسرے مرحلے میں
۲۵۷	۱۴	اور خمینی	آیت اللہ خمینی
۲۵۹	۱۵-۱۶	سینیٹ پیش کیا گیا اور ۳ مرداد کو آخری منظوری دی گئی اس کے بعد	سینیٹ میں پیش کیا گیا اور ۳ مرداد کو مجلس کے ممبروں نے منظور کیا پھر
۲۶۲	۱۵	انا للہ	انّا للّٰہ
۲۶۳	۱۱	دیمان و دین،	پیمان وینیز،
۲۶۶	۱۴	ذیل صورت حال میں قبول نہ کرنے	ذیل صورت میں فیصلے نہ کرنے
۲۶۸	۱۷	اگر ہمارا ملک ایران کا	اگر ہمارا ملک ان کا
۲۷۷	۷	ستدین ہونگے اور مجلس	بزرگ، خصوصی طور پر مجلس
۲۸۴	۵، ۶	ملک میں رکھنا خطرے کی علامت [illegible]	ملک بدر کرنے کا فیصلہ کر لیا،
۲۸۴	۶		آیت اللہ خمینی کی جلا وطنی ——
۳۷۱	۱۹	۱۳۴۵ھ	۱۳۴۵ش ھ
۳۸۴	۴	پریشانیوں کے ساتھ نازک سوالات	پریشانیوں میں گذریں متعلقہ افسروں نے بڑے بڑے پیچیدہ سوالات

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح
۴۱۳	۸	میں احکام — بہت کم	ہیں، تفصیل احکام شرع
۴۲۰	۱۲	دوسری منزل اس سال کمسن ذہنی تبدیلی کیلئے بہت اہمیت رکھتے ہیں فضا کے نتیجے بچوں کے ذہن و زبان سے اسکول میں پڑھان پڑھتے ہیں پرائمری سے ہائی اور ہائی اسکول۔	● اسلامی انقلاب تیسری منزل میں — ذہنی تبدیلی کے لیے دس سال بڑی اہمیت رکھتے ہیں اس مدت میں بچے گھروں سے پرائمری اسکول اور پرائمری سے ہائی اور ہائی اسکول۔
۴۲۹	۱	ایک قائد پر سب کو اعتماد تھا	ایک قائد پر بھی سب کو اتفاق تھا۔
۴۲۹	۵	طالقانی کی موت	محمود طالقانی کی موت
۴۲۹	۱۰	۱۹ راپریل ۱۹۷۷ء کو خبر ملی کہ	۱۹ رجون ۱۹۷۷ء
۴۳۰	۷	— ایران میں آیت اللہ	— طہران میں آیت اللہ
۴۳۰	۹	نے طہران میں مظاہروں کا اہتمام کیا ان مظاہروں کا سلسلہ قم و ایران	نے بڑے پیمانے مظاہروں کا اہتمام کیا۔ ان مظاہروں کا سلسلہ قم و طہران
۴۳۲	۱	(ارشاد کراچی)	(ارشاد کراچی) جناب عباس کاظمی صاحب ۲۳ رمارچ ۱۹۸۰ء کے ایک مکتوب میں شجرہ نسب سید احمد موسوی کے بارے میں جو تفصیل لکھی ہے اس سے جناب ضیاء الحسن صاحب مرحوم کے بیان کی تائید نہیں ہوتی۔
۴۳۲	۱۴	بادشاہ نے پولینڈ	بادشاہ کارٹر سے ملنے گیا۔ بادشاہ نے پولینڈ
۴۳۳	۱۱	غالباً ۱۹ ردسمبر ۱۹۷۷ء کو	۷ رجنوری ۱۹۷۸ء کو
۴۳۳	۱۸-۱۹	محرم کی ابتدائی تاریخیں تھیں قم کے مدارس بند تھے اس کے بارے طلبہ مضمون دیکھتے ہی تڑپ گئے	محرم کی ستائیس تاریخ تھی۔ قم کے اساتذہ و طلبہ نے اخبار دیکھا تو ان کا خون کھول اٹھا وہ گروہ در گروہ نکل آئے۔
۴۳۴	۵-۶	۱۹۷۸ء کا آغاز اور حوزہ قم ۱۲ رمحرم علماء میدان جنگ میں	۱۹۷۸ء کا آغاز اور علماء کا فیصلہ کن اقدام ۱۲ رمحرم کو سانحۂ مدرسہ فیضیہ کی سالانہ یاد کا دن تھا اس دن

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح
		فیضیہ کی یاد منانا تھی اس دن پولیس اور فوج	پولیس اور فوج
۴۳۴	۱۰	جنوری کے پہلے ہفتے محرم کی آخری تاریخیں تھیں	۹ رجنوری ۱۹۷۸ء اور محرم ۱۳۹۸ھ کی انتیس تاریخ تھی
۴۳۴	۱۲،۱۳،۱۴	مشہور ہے کہ ستر افراد جاں بحق ہوئے مگر حقیقت میں سو سے زیادہ ہلاکتیں واقع ہوئیں۔ زخمیوں کی تعداد ہزار سے زیادہ تھی۔	یہ عبارت قلم زد کر دیں۔
۴۳۶	۱۷	مسجد اعظم قم مرکز مجلس	مسجد اعظم قم کے اندر مجلس
۴۳۹	۹	تاثر	ماتم
۴۴۷	۱۰	زریں باب بنا	زریں باب بنا۔ جناب حجۃ الاسلام سید محمد رضا کی تاریخ انتقال ۱۹ شوال ۱۳۹۸ھ ہے۔
۴۴۷	۱۷-۱۸	لاہور، کراچی میں ہیجان بڑھ گیا	ثاقب علی نقوی اور محمد علی نقوی کا تعاقب کیا گیا مگر وہ لوگ اپنا موثر کردار ادا کر چکے تھے۔ کراچی میں بھی شاہ سے نفرت کا اظہار ہوا اسلامی ملکوں سے نکل کر یورپ میں بھی شاہ کے خلاف کچھ نہ کچھ لکھا جانے لگا۔
۴۶۲	۲	یکم محرم کو اخبارات	یکم محرم ۱۳۹۹ھ کو اخبارات
۴۶۲	۱۳	۵ ردسمبر کو اصفہان	۵ ردسمبر ۱۹۷۸ء کو اصفہان
۴۶۹	۱	یہ جلوس بادشاہ نامی چبوترے	یہ جلوس "شہیاد" نامی چبوترے پر پہنچا۔
۴۶۹	۳	اور آیت اللہ نوری نے	اور آیت اللہ یحییٰ نوری نے
۴۶۹	۱۵	ڈاکٹر محمد علی اور ثاقب وغیرہ داری	ڈاکٹر محمد علی اور ثاقب نقوی و غلام شبیر سبزواری
۴۷۴	۱۰	جاری تھا۔ ۱۳ ردسمبر کو	جاری تھا ۸ ار پھر ۳۱ ردسمبر ۱۹۷۸ء کو
۴۷۵	۸	استعفے دے دیئے۔ ساواک کے سربراہ	استعفے دے دیئے۔ فوج کے سربراہ اور طہران کے فوجی گورنر

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح
۴۷۷	۷	۹ جنوری کو بی بی سی نے کہا	۱۰ جنوری ۱۹۷۹ء کو بی بی سی نے کہا :
۴۸۰	۹	اسں جنایت کار کی	اس بدکار کی
۴۸۳	۸	(۲ صفر)	(۳ صفر ۱۳۹۹ھ)
۴۸۳	۱۹	لیکن ۷ جنوری ۱۹۷۸ء کو	لیکن ۷ جنوری ۱۹۷۹ء کو۔
۴۸۴	۱۸	۷ جنوری کو شاہ پور	۷ جنوری ۱۹۷۹ء کو شاہ پور
۴۸۷	۱۴	آدمی مرگئے	آدمی مرگئے۔ عوام نے ہاتھوں سے ٹینک الٹ دیا۔
۴۹۰	۱۰	۱۶ جنوری ۱۹۷۸ء بدھ	چہارشنبہ، ۱۶ صفر ۱۳۹۹ھ، ۱۶ جنوری ۱۹۷۹ء
۴۹۵	۱۲	"شاہ باد" پہنچا	"شہیاد" پہنچا
۵۰۱	۶-۷	ڈاکٹر کمال — تا — زینت ہے	یہ عبارت قلم زد کریں
۵۱۲		آیت اللہ خمینی کی تہران میں آمد	آیت اللہ خمینی کی درگی ہیلی کاپٹر سے انتقال۔
۵۲۰	۵	جشن فتح	— انقلاب اسلامی کامیاب ہوگیا۔ حضرت آیت اللہ خمینی کا اعلان سنتے ہی لاکھوں کی ہمہ لیکر گھروں سے سڑکوں پر نکل آئے بہت سے دشمن مارے گئے۔ کچھ عمارتیں
۵۲۲	۹	اسلامی جمہوریہ ایران کی پہلی کابینہ	انقلاب اسلامی ایران کی پہلی کابینہ
۵۲۹	۱۲	اخبار اہل	اخبار الاہل
۵۴۰	۱۴،۱۲	قم کا سفر — ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد	— آیت اللہ خمینی قم میں —
۵۴۴	۱۵	کے چنگل سے آزاد ہوگیا	کے چنگل سے آزاد ہوگیا (افسوس، ۱۰ ستمبر ۱۹۷۹ء کو آیت اللہ سید محمود طالقانی حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرماگئے۔)